اثبات امامت

مصنفہ

علامہ محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ

مترجمہ

سید بشارت حسین کامل مرزاپوری

ناشر

مجلس علمی اسلامی (پاکستان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

الحمد للّٰہ و کفی و السلام علی من اتبع الھدی و عبادہ الذین اصطفٰے

امابعد! اُس خدائے رحیم وکریم کے شکر سے زبان قاصر ہے۔ جس نے مجھ ایسے بے بضاعت و ہیچمدان کو یہ توفیق عطا فرمائی کہ قصص الانبیّاءؑ اور سیرت رسولؐ کا ترجمہ زبان اُردو میں کیا جو بفضلہٖ تعالیٰ طبع ہوکر شائع ہو چکا اور پسند کیا گیا۔ میرے ایک کرم فرما جناب سید مسعود الحسن صاحب نقوی بی۔ اے نے جو نہ صرف ایک کامیاب ذاکر و مقرر ہیں بلکہ ایک ذی علم نقاد و مبصر بھی ہیں فرمایا کہ ان دونوں کتابوں کے ترجمہ کو پڑھ کر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی دوسری زبان کا ترجمہ نہیں بلکہ اُردو زبان میں خود مستقل تصنیف وتالیف ہے۔ کہ مؤلف مسلسل واقعات وحالات اپنی عام فہم زبان میں بیان کر رہا ہے۔ میں اپنی علمی بے بضاعتی اور کم مائگی کا اعتراف کرتے ہوئے موصوف کی جانب سے یہ مدح اپنے لئے باعث افتخار سمجھتا ہوں اور موصوف کی قدر دانی کا شکر گزار بھی ہوں۔

مختصر یہ کہ ترجمہ بھلا ہے یا بُرا جیسا ہے حاضر خدمت ناظرین کر دیا گیا۔ میری انتہائی مسرّت کا باعث تو جب ہوگا کہ مومنین کا کوئی گھر ان کتابوں سے خالی نہ رہے اور محبّان محمدؐ وآلؑ محمدؐ صلوٰۃ اللہ علیہم ان کتابوں کے مضامین میں سے مستفید و مستفیض ہوں اور اپنے پیشوایان دین کے مراتب و درجات اور خود اپنے مراتب سے جو ان ذوات مقدسہ کے صدقہ میں پیش خدا حاصل ہیں باخبر ہوکر اُن کی مرضی کے مطابق اپنے اعمال وکردار سنوار کر اس قابل ہو جائیں کہ وہ بزرگوار اپنا کہنے میں نہ شرمائیں۔

قصص الانبیّاء: میں جناب آدم تا عیسےٰ مریم علی نبینا وآلہ علیہم السلام کے تبلیغی کارنامے اور اُن حضرات کے زمانوں کے سرکشوں، شیاطین کے بندوں اور اہل ایمان کے حالات کا مفصل ومکمل تذکرہ ہے۔

سیرتِ رسولؐ : میں حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحیح حالات' معجزات' غزوات و سریات یعنی از ولادت تا وفات اور آپؐ کے مخصوص اصحاب کے ایمانی کردار وعمل کا بیان ہے۔اُسی سلسلہ کی یہ تیسری کڑی یعنی ''اثبات امامت'' بھی ہدیہ ناظرین ہے جس میں امام کا منصوص من اللہ ہونا۔ معصوم عن الخطاء ہونا۔ بندوں پر امام کی معرفت واطاعت کا واجب ہونا۔ کسی زمانہ کا امام سے خالی نہ ہونا وغیرہ وغیرہ قرآنی آیات اور احادیث پیغمبرؐ نیز عقلی دلائل سے اس طرح ثابت کیا گیا ہے کہ کسی کے لئے جائے دم زدن ممکن نہیں۔

خدا سے دُعا ہے کہ بہ تصدق چہاردہ معصومین علیہم السّلام ان کتب کا اجر میری۔ میرے۔ والدین اور اعزّا کی مغفرت قرار دے۔ آمین ثم آمین۔

مترجم

احقر الکونین سیّد بشارت حسین کامل

مرزا پوری

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمْ

مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات

اے منعم حقیقی! تیرا شکر کیونکر ادا ہو سکتا ہے جبکہ تری نعمتوں کا کوئی حساب و شمار نہیں تونے اپنے اس عبد حقیر کو اشرف المخلوقات ہونے کا شرف بخشا۔ نیک و بد میں فرق کی تمیز کرامت فرمائی۔ اور سب سے بڑی نعمت محبت محمدؐ و آلِ محمد صلوٰۃ اللہ علیہم سے دِل و دماغ اور اعضاء و جوارح کو عزت بخشی۔

پالنے والے! انہی ذواتِ مقدسہ کا واسطہ۔ انہی کی محبت و مودت کے ساتھ مجھے زندہ رکھ۔ اور انہی کی پیروی میں میری زندہ گذار دے اور انہی کے ساتھ اس بندۂ ناچیز کا حشر و نشر فرما اور روزِ محشر جبکہ لوگوں کے ہاتھوں میں ان کے نامۂ اعمال ہوں۔ میرے ایک ہاتھ میں انہی کے محامد و اوصاف کا یہ دفتر اور دوسرے ہاتھ میں انہی انفاس قدسیہ کا دامنِ رحمت ہو جس کے سہارے صراط سے بلاخوف و خطر گزرنا آسان ہو۔

ربّ العالمین! اپنی رحمت ہمیشہ ان کتابوں کی اشاعت کرنے والوں، پڑھ کر عمل کرنے والوں اور انہی اشرف کائنات ہستیوں کے فضائل و مصائب سے مسرور و محزون ہونے والوں کے شامل حال رکھ۔ آمین ثم آمین۔

امیدوار رحم و کرم بندۂ ناچیز

سید بشارت حسین کامل مرزاپوری،

فہرست مضامین

مضامین	صفحہ نمبر

ترجمہ حیات القلوب جلد سوم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للہ الذی اوضح لنا مناھج الھدی بمفاتیح الکلم و مصابیح الظلم السید الوری محمد الذی بشر به الانبیاء جمیع الامم اهلبیته الاطھرین ھم معادن الکرم وسادة العرب والعجم وبتقاھم تم نظام العالم صلوات اللہ علیه وعلیھم مانھار اضیاء ودلیل اظلم۔ امابعد یہ کتاب حیات القلوب کی تیسری جلد ہے جس کو خادم اخبار آئمہ اطہار محمد باقر بن محمد تقی حشرھما اللہ مع موالیھما نے تالیف کیا جس میں وجوب امام علیہ السلام اور ان کا خدائے علیم و خبیر کی جانب سے متصف ہونا اور گناہان صغیرہ وکبیرہ سے معصوم ہونا اور سوائے نبوت کے تمام صفات کمالیہ سے متصف ہونا درج ہے۔ اور اُن آیتوں کا تذکرہ جو ائمہ طاہرین صلوات اللہ علیہم اجمعین کی شان میں مجمل نازل ہوئی ہیں اور اس میں بارہ باب ہیں۔

پہلا باب

اس بیان میں کہ ہر زمانہ میں امام کا موجود ہونا ضروری ہے اور کوئی زمانہ امام سے خالی نہیں رہتا اور اس کی اطاعت کا واجب ہونا اور یہ کہ لوگ ہدایت نہیں پاتے مگر امام کے ذریعے سے اور چاہیئے کہ امام گناہوں سے معصوم ہو اور خدا کی طرف سے مقرر ہو۔ اور مجمل طور پر ان نصوص کا تذکرہ جو آئمہ کے لئے وارد ہوئے ہیں۔ اور کچھ ان کے فضائل۔ اس میں چند فصلیں ہیں۔

پہلی فصل

امام کا وجوب اور کسی زمانہ کا امام سے خالی نہ ہونا۔

واضح ہو کہ علمائے اُمت کے درمیان اختلاف ہے کہ زمانۂ نبوت گذرنے کے بعد امام کا نصب کیا جانا واجب ہے یا نہیں۔ اگر واجب ہے تو خدا پر یا اُمت پر؟ بہر صورت آیا اُس کا واجب ہونا عقلی ہے یعنی اُس کے وجوب پر عقل فیصلہ کرتی ہے یا دلائل سمعیہ سے اس کا وجوب معلوم ہوا ہے؟ تمام علمائے امامیہ کا بلا شبہ یہ اعتقاد ہے کہ امام کا مقرر کرنا خدا پر عقلی و نقلی حیثیت سے واجب ہے۔ اور بعض معتزلی اہلسنت اور تمام خوارج کا اعتقاد یہ ہے کہ امام کا مقرر کرنا قطعاً خدا اور خلق پر واجب نہیں ہے۔ اور

اشاعرہ اور اصحاب حدیث اور اہلسنّت اور بعض معتزلی قائل ہیں کہ امام کا مقرر کرنا خلق پر سمعی (سنی ہوئی) دلیل سے واجب ہے عقلی سے نہیں۔ اور معتزلہ کے ایک گروہ کا اعتقاد یہ ہے کہ امام کا مقرر کرنا فتنوں سے بچنے کے لئے امن کی حالت میں انسانوں پر واجب ہے۔ اگر مقرر کرنے میں فتنوں کا خوف ہو تو واجب نہیں ہے اور بعضوں نے اس کے برعکس بھی کہا ہے۔

عرب کی لغت میں امام کے معنی پیشوا اور مقتدا کے ہیں اور فرقہ ناجیہ امامیہ کی اصطلاح میں جب نماز کے بارے میں امام کا ذکر آتا ہے تو غالباً پیش نماز کے معنی میں ہے۔ اور علم کلام میں امام سے مراد وہ شخص ہے جو خدا کی جانب سے جناب رسالتمآبؐ کی خلافت و نیابت کے لئے معین ہوا ہو۔ اور کبھی پیغمبر پر امام کا اطلاق ہوتا ہے۔ اور بعض معتبر حدیثوں سے انشاء اللہ معلوم ہوگا جو اس کے بعد بیان ہوں گی کہ مرتبۂ امامت مرتبۂ پیغمبری سے بالاتر ہے جیسا کہ خدا نے نبوت کے بعد حضرت ابراہیمؑ سے خطاب فرمایا ہے اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا (آیت ۱۲۴ سورہ بقرہ پ) میں تم کو لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔ اور بعض محققین نے کہا ہے کہ امام وہ ہے جو خدا کی جانب سے خلق پر مثل پیغمبر آدمی کے واسطے سے اُن کے امور دین و دنیا میں حاکم ہو لیکن پیغمبر وہ ہے جو کسی آدمی کے واسطہ کے بغیر (براہِ راست) خدا سے احکام نقل کرتا ہو اور امام آدمی کے واسطہ سے جو پیغمبر ہوتا ہے [۱]

[۱] مؤلف فرماتے ہیں کہ یہ تعریف بھی مشکل ہے کیونکہ بہت سے غیر اولوالعزم پیغمبر اولوالعزم پیغمبروں کے تابع ہوئے ہیں اور ان کی شریعت پر عمل کرتے رہے اور لوگوں کو احکام پہونچاتے رہے۔ اور بہت سی حدیثیں بیان کی جائیں گی کہ آئمۂ طاہرین صلوات اللہ علیہم اجمعین ملائکہ اور روح القدس کے توسط سے خدائے حی و قیوم سے علوم کا استفادہ کرتے تھے۔ اور حدیثوں میں امام اور نبی کے درمیان چند فرق و امتیاز مذکور ہیں جو اُسکے بعد انشاء اللہ بیان ہونگے۔ لیکن حق یہ ہے کہ کمالات اور شرائط اور صفات میں پیغمبر اور امام کے درمیان سوائے اس کے جو حدیثوں میں مذکور ہوگا۔ کوئی فرق نہیں ہے جس سے عظمت و بلندی رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معلوم ہوتی ہے۔ اور یہ کہ وہ جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اس لئے ان حضرتؐ کے بعد کسی پر اسم نبی اور اسکے مترادف الفاظ کے اطلاق کی ممانعت ہے اور شیخ مفید علیہ الرحمہ کتاب مسائل میں اسکے قائل ہوئے ہیں اور اس کی نسبت فرقۂ ناجیہ امامیہ کی طرف دی ہے اور ظاہر ہے کہ سابقہ امتوں میں ایک صاحب شریعت پیغمبر کی وفات کے بعد دوسرے صاحبِ شریعت پیغمبر کے مبعوث ہونے تک بہت سے پیغمبر ہوتے تھے جو سابق پیغمبر کے اوصیاء اور اُسکی ملّت اور شریعت کے محافظ تھے لہٰذا جناب سرور انبیاءؐ سے روایت ہے کہ میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے پیغمبروں کے مانند ہیں اور بعض روایتوں میں علماء کی تفسیر آئمہ علیہم السلام سے کی گئی ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جو فائدہ وجود رسول و نبی سے مرتب (باقی صفحہ پر)

اس ضمن میں آیتیں یہ ہیں۔ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (آیت سورہ الرعد پ۱۳) بعض مفسروں نے کہا ہے کہ یعنی (اے رسول) تم ہر قوم کو (عذاب خدا) سے ڈرانے والے

(بقیہ حاشیہ صـ۱) ہوتا ہے وہی وجود امام سے بھی مرتب ہوتا ہے یعنی فساد کا دفع کرنا، شریعت کی حفاظت کرنا اور لوگوں کو ظلم و جور اور گناہوں سے باز رکھنا۔

نصب امام کا حق تعالیٰ پر واجب ہونے کی عقلی دلیلیں:-

نصب امام کا حق تعالیٰ پر واجب ہونا۔ تو اس پر فرقہ ناجیہ امامیہ کی عقلی دلیلیں بہت ہیں جو کتب مبسوطہ میں مذکور ہیں جیسے کتاب شافی مؤلفہ سید مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور تلخیص شیخ طوسی قدس سرہ وغیرہ اور میں ان میں سے دو دلیلوں کے ذکر پر اکتفا کرتا ہوں کیونکہ اس کتاب کا موضوع نقلی دلیلوں کا ذکر کرنا ہے جو قرآن مجید اور احادیث متواترہ خاصہ و عامہ کے طریق سے ہوں۔

پہلی دلیل } یہ کہ حق تعالےٰ پر لطف واجب ہے کیونکہ جو باتیں بندوں کے حق میں زیادہ بہتر ہیں ان کا کرنا اس پر لازم ہے اس جہت سے کہ عقل کا اس پر حکم ہے کہ افعال کریم لایزال حکمت اور مصلحت پر مبنی ہوتے ہیں اور جو امر سب سے زیادہ بہتر اور سب سے زیادہ راجح اور سب سے زیادہ نفع بخش ہوتا ہے جبکہ کوئی مانع نہ رکھتا ہو اس کا ترک کرنا اور بجز اصلح کے اس کا تبدیل کرنا ترجیح مرجح ہے اور وہ اہل عقل کے نزدیک فاعل مختار و غنی کریم سے قبیح بھی ہے تو جب سب سے زیادہ بہتر امر کا واجب ہونا ثابت ہوا تو چاہیئے کہ لطف بھی خدا پر واجب ہو کیونکہ لطف سے مراد وہ امر ہے کہ اُس کے سبب سے وہ امر جس کا حکم دیا گیا ہو اور وہ نہی جس سے منع کیا گیا ہو مکلف پر آسان ہو اور آسانی کے ساتھ اس کا عمل میں لانا اور اس کا ترک کرنا اُس سے ممکن ہو بشرطیکہ کوئی اضطراری کیفیت اور مجبوری نہ ہو کیونکہ ثواب و عذاب کے مستحق ہونے کی علت کا ہونا اختیاری فعل ہے لہٰذا اس سبب سے حسن و قبح کے عقلی ہونے کے اور سب سے زیادہ بہتر امر کے واجب ہونے کے قائل اشخاص حق تعالیٰ پر لطف کے واجب ہونے کے قائل ہیں۔ اور اس پر دلیل یہ ہے کہ دنیا و عقبیٰ کی تکلیف بندوں کے لیے بہت سے منافع اور مصلحتوں پر مشتمل ہے یعنی تکلیف مشتمل ہے لطف پر اور لطف بیشک سب سے بہتر امر ہے اپنے غیر سے لہٰذا خدا لطف پر اصلح (سب سے بہتر امر) کے واجب ہونے کی بنا پر واجب ہے اور یہ معلوم ہے کہ وجود امام لطف ہے کیونکہ یہ ضروری علم ہر ایک کو حاصل ہے کہ جب لوگوں کا کوئی حاکم ہو گا جو ان کو فتنہ و فساد اور ایک دوسرے پر ظلم و ستم کرنے اور گناہوں کے عمل میں لانے سے روکے اور اطاعت الٰہی اور عبادتوں اور انصاف و مروت پر ان کو قائم رکھے تو اس حالت میں بلاشبہ لوگوں کے معاملات اصول کے مطابق اور منظم اور بہتری سے زیادہ قریب اور شر و فساد سے دور ہوں گے۔

دوسری دلیل } جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کا ایک محافظ ضروری ہے جو (بقیہ صـ۱۲ پر)

ہدایت کرنے والے ہو۔ اس صورت میں "ھاد" "منذر" پر عطف ہوگا اور بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ تم کفار و فجار کو عذاب الہٰی سے ڈرانے والے ہو اور ہر قوم کا ایک ہدایت کرنے والا ہے۔ اس صورت میں ایک جملہ دوسرے جملہ پر عطف ہوگا جو دلالت کرتا ہے اس پر کہ کوئی زمانہ ہدایت کرنے والے امام سے خالی نہیں ہوتا۔ اس تفسیر کے مطابق خاصہ و عامہ کے طریقے سے بہت سی حدیثیں ہیں چنانچہ عامہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ نے فرمایا کہ میں ڈرانے والا ہوں اور علیؑ ہدایت کرنے والے ہیں اے علیؑ تم سے ہدایت پانے والے ہدایت پائیں گے۔ اور ابوالقاسم حسکانی نے کتاب شواہد التنزیل میں ابی بریدہ اسلمی سے روایت کی ہے۔ کہ رسول اللہؐ نے آب وضو طلب فرمایا حضرت علیؑ نے حاضر کیا جب آنحضرتؐ وضو سے فارغ ہوئے تو علیؑ کا دست مبارک پکڑ کر اپنے سینۂ پر رکھا اور فرمایا اِنَّمَآ اَنَا مُنۡذِرٌ یعنی میں ڈرانے والا ہوں۔ پھر اپنا دست مبارک علیؑ کے سینہ پر رکھا اور فرمایا اَنۡتَ لِكُلِّ قَوۡمٍ هَادٍ یعنی تمھیں میرے بعد امت کے ہدایت کرنے والے ہو پھر فرمایا کہ تمھیں لوگوں کو نور بخشنے والے ہو تمھیں ہدایت کی علامت اور قاریان قرآن کے بادشاہ ہو اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تم ایسے ہی ہو۔

بصائر الدرجات میں بسند صحیح حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ رسول اللہ منذر (ڈرانے والے ہیں)، اور اُن حضرت کے بعد ہر زمانہ میں ہم میں سے ایک ہادی ہوتا ہے جو لوگوں کی ہدایت کرتا ہے ان امور کی جانب جو آنحضرتؐ خدا کی جانب سے لائے ہیں۔ آنحضرتؐ کے بعد ہادی علیؑ ابن ابی طالب ہیں

(بقیہ حاشیہ صلا) اس کو تحریف و تغیر اور کمی بیشی سے محفوظ رکھے اور چونکہ قرآن کی آیتیں مجمل ہیں۔ اکثر احکام قرآن کے ظاہری الفاظ سے معلوم نہیں ہوتے لہٰذا خدا کی جانب سے ایک مفسّر ہونا چاہئے جو قرآن سے احکام کا استنباط کر سکے۔ اس کے برخلاف جس وقت کہ جناب رسول خداؐ نے اپنی وفات کے وقت دوات و قلم طلب فرمایا تاکہ امت کے لئے ایک تحریر لکھ دیں کہ وہ کبھی گمراہ نہ ہو تو حضرت عمر نے کہا اِنَّ الرَّجُلَ لَيَهۡجُرُ حَسۡبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ یعنی یہ مرد (معاذ اللہ) ہذیان بکتا ہے ہم کو کتاب خدا کافی ہے۔ باوجودیکہ وہ قرآن کی ایک آیت کی تفسیر نہیں جانتے تھے اور جو مسئلہ درپیش ہوتا تھا وہ اور انکے ساتھی عاجز رہتے تھے اور جناب امیر المومنینؑ سے حل کراتے تھے یہاں تک کہ اہلسنت نے نقل کیا ہے کہ ستر موقعوں پر حضرت عمرؓ نے کہا لَوۡلَا عَلِیٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ اگر علی علیہ السلام نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔ اگر کتاب خدا کافی ہوتی تو امت کے درمیان اس قدر اختلاف کیوں ہوتا۔ غرض تفسیر آیات اور ترجمۂ احادیث کے ضمن میں بہت سی دلیلیں انشاء اللہ مذکور ہونگی۔ ۱۲

ان کے بعد ائمہ اطہار ایک کے بعد دوسرے قیامت تک ہدایت کرنے والے ہوں گے۔

بسند ہائے معتبر حضرت صادقؑ سے روایت ہے کہ آپ نے اسی آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ ہر امام اس قوم کا ہدایت کرنیوالا ہے جن کے درمیان ہوتا ہے اور بسند معتبر امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ جناب رسول خداؐ منذر ہیں اور علی ہادی ہیں اور خدا کی قسم ہم میں سے ہدایت کرنے والا برطرف نہیں ہوتا بلکہ ہمیشہ قیامت تک ہم ہی سے ہوگا۔

بسند صحیح و معتبر حضرت صادقؑ سے روایت ہے کہ آپ نے اسی آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ رسول خداؐ منذر اور علیؑ ہادی ہیں۔ پھر حضرتؑ نے راوی سے پوچھا کہ آج ہمارے درمیان کوئی ہادی ہے؟ عرض کی کیوں نہیں! میں آپ پر فدا ہوں ہمیشہ آپ ہی سے ایک ہادی ایک کے بعد رہا ہے یہانتک کہ (وہ عہدہ) آپ تک پہونچا۔ حضرتؑ نے فرمایا۔ خدا تم پر رحمت نازل کرے۔ اگر ایسا ہوتا کہ یہ آیت کسی پر نازل ہوتی اور وہ مرجاتا ہے اور کوئی اسکے بعد اس آیت کے معنی جاننے والا اور اس کا حکم لوگوں کے درمیان جاری کرنے والا نہ ہوتا تو بیشک خدا کی کتاب مردہ یعنی بیفائدہ ہوجاتی اور اس کا حکم برطرف ہوجاتا لیکن کتاب خدا قیامت تک زندہ ہے یعنی حکم قرآن جمیع امت کے اجماع سے قیامت تک باقی ہے اور تکلیف الٰہی کبھی بندوں سے ساقط نہیں ہوتی اور جب کبھی کوئی پیغام پہنچانے والا نہ ہو جو خطا سے معصوم ہو اور حکم کتاب امت کے لئے بیان کرے تو کتاب بیفائدہ ہوگی اور اگر تکلیف باقی رہے تو تکلیف غافل لازم آئیگی اور وہ ظلم ہے اور ظلم حق تعالیٰ کے لئے جائز نہیں ہے اور یہ ایک دلیل ہے۔ بہتہ دلیلوں میں سے جو خدا کی جانب سے نصب امام کا واجب ہونا ثابت کرتی ہے۔

ابن بابویہ علیہ الرحمہ نے کتاب اکمال الدین میں بسند صحیح امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت نے لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ کی تفسیر میں فرمایا کہ اس سے مراد وہ آئمہ ہیں جو اپنے اپنے زمانہ میں قوم کے ہادی ہوتے ہیں جس قوم میں وہ ہوتے ہیں۔ اور علی بن ابراہیم نے بسند صحیح انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ منذر رسول اللہ ہیں اور ہادی امیر المومنینؑ۔ ان کے بعد ائمہ اطہار یعنی ہر زمانہ میں ایک امام ہے جو لوگوں کی خدا کی راہ کی طرف ہدایت کرتا ہے اور اُن سے حلال و حرام بیان کرتا ہے۔

دوسری آیت:۔ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ۝ (آیت ۵۱ سورہ القصص پ۲۰) اس کے معنی میں اکثر مفسرین کا قول ہے یعنی ہم نے ان کے لئے منفصل کیا ایک آیت کو دوسری آیت کے بعد اور ایک قصہ کو دوسرے قصہ کے بعد اور وعدہ کو وعید کے ساتھ اور نصیحتوں کو قصوں کے ذریعہ سے جو ان کی عبرت کا سبب ہوں تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ اس ضمن میں

اہلبیتؑ کے طریقہ سے بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں کہ اس سے مراد ایک کے بعد دوسرے امام کا نصب کرنا ہے جیسا کہ علی بن ابراہیم نے اپنی تفسیر میں اور شیخ طوسی نے مجالس میں بسند ہائے معتبر امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے۔ یعنی ایک کے بعد ہم نے دوسرے امام کو نصب کیا ہے۔ اس تاویل میں چند احتمالات ہیں اول یہ کہ مراد یہ ہوگا کہ ہم نے ایک امام کو دوسرے امام کے بعد نصب کر کے قول کو یعنی بیان حق اور تبلیغ احکام حق و شرائع کو لوگوں کے لئے وصل کر دیا ہے دوسرے یہ کہ ہم نے امام کے نصب کے سبب سے قول کو یعنی حق کا بیان اور حق کے احکام کی تبلیغ اور شرائع دینی کو لوگوں کے لئے واضح کر دیا ہے۔ تیسرے یہ کہ یہ اشارہ ہو اس آیہ کریمہ کی طرف جو حقتعالیٰ نے جناب آدم علیہ السلام کے خلق کے ارادہ کے وقت فرشتوں سے خطاب فرمایا اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً (آیت ۳۰ پ سورہ بقرہ) یعنی زمین میں خلیفہ قرار دینے کا یہ وعدہ صرف جناب آدم کے زمانہ سے مخصوص نہیں ہے بلکہ قیامت تک جاری ہے اور کوئی زمانہ خلیفہ سے خالی نہیں ہوگا لیکن وجہ اول تو ظاہر تر ہے اور بہر تقدیر تاویل شاید باطن آیہ کی تاویل ہو جو ظاہری معنی کے خلاف نہیں ہے جو مفسروں نے بیان کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

بصائر الدرجات میں حضرت امام محمد باقرؑ سے حق تعالیٰ کے قول وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ یَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ یَعْدِلُوْنَ (آیت ۱۸۱ سورہ الاعراف پ) کی تاویل میں روایت ہے جس کا ظاہری ترجمہ یہ ہے کہ اس جماعت سے جسے ہم نے خلق کیا ہے ایک گروہ ہے جو لوگوں کی حق کے ساتھ ہدایت کرتا ہے اور ان میں عدل کے ساتھ حکم کرتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اس گروہ سے مراد آئمہ برحق ہیں۔ اس آیت کی تفسیر انشاء اللہ اس کے بعد مذکور ہوگی اس ضمن میں حدیثیں یہ ہیں کہ ابن بابویہؒ نے کتاب مجالس اور اکمال الدین میں حضرت امام زین العابدینؑ سے روایت کی ہے کہ مسلمانوں کے پیشوا اور عالمین پر خدا کی حجت ہم ہیں اور سادات (سردار) اور مومنون اور بہشت کے روشن چہرے اور سفید ہاتھ پاؤں والوں کے بزرگ ہم ہیں۔ جن کے منہ اور ہاتھ پیر روز قیامت وضو کے نور سے سفید اور روشن ہوں گے یعنی شیعوں کے اور مولا و آقائے مومنین ہم ہیں اور اہل زمین کے لئے عذاب الٰہی سے امان کا سبب ہم ہیں جس طرح ستارے اہل آسمان کے لئے امان ہیں یعنی جب تک ہم زمین میں ہیں قیامت برپا نہ ہوگی۔ اور لوگوں پر عذاب نازل نہ ہوگا اور جب تک ستارے آسمان میں ہیں فرشتوں کو قیامت قائم ہونے کا خوف نہیں ہے۔ ہمارا زمین سے اٹھ جانا۔ زمین کے نظام کے برطرف ہونے اور اہل زمین کے مرنے کی علامت ہے جس طرح ستاروں کا آسمان سے محو ہونا علامت ہے آسمانوں کے برطرف

اہل زمین کے لئے آئمہ اطہار عذاب الٰہی سے امان ہیں جس طرح ستارے اہل آسمان کے لئے امان ہیں۔

ہونے اور اپنی جگہ سے فرشتوں کے متفرق ہونے کی۔ حضرت نے پھر فرمایا کہ ہم امان ہیں۔ ہماری برکت سے خدا آسمانوں کو زمین پر گرنے سے محفوظ رکھتا ہے۔ مگر قیامت میں اسی کے حکم سے آسمان بھی فنا ہو جائیں گے اور ہماری برکت سے خدا زمین کو محفوظ رکھتا ہے۔ اس سے کہ وہ الٹ جائے اور اپنے ساکنوں سمیت سرنگوں ہو جائے۔ اور ہماری برکت سے خدا بارش بھیجتا ہے اور اپنی رحمت وسیع فرماتا ہے اور ہمارے سبب سے خدا زمین کی برکتیں ظاہر کرتا ہے اور اگر ہم میں سے زمین پر کوئی امام نہ ہو تو بیشک زمین اپنے ساکنین سمیت دھنس جائے۔ الغرض زمین کبھی حجت خدا سے خالی نہیں رہی جس روز سے کہ خدا نے حضرت آدم کو خلق فرمایا ہے۔ یا وہ حجت ظاہر و مشہور ہو یا وہ حجت غائب و مستور ہو اور قیامت تک زمین حجت خدا سے خالی نہیں رہے گی۔ اگر زمین میں حجت خدا نہ ہو تو عبادت نہیں کی جائے گی۔ کیونکہ عبادت کا طریقہ لوگ اسی سے سیکھتے ہیں۔ اور وہی لوگوں کو عبادت کا حکم دیتا ہے۔ راوی نے پوچھا لوگ اُس حجت سے کیونکر منتفع ہوتے ہیں جو ان سے غائب و مخفی ہو۔ حضرت نے فرمایا جس طرح لوگ اس آفتاب سے منتفع ہوتے ہیں جو زیر ابر پوشیدہ ہوتا ہے [1]

[1] مؤلف فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام غائب سے بھی فیوض و برکات خلق کو پہونچتی ہیں۔ اگر کوئی عام شبہ دنیا والوں کو ہوتا ہے وہ ان کی ہدایت اس طرح کرتا ہے کہ لوگ اس کو نہ پہچان سکیں۔ اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ غیبت امام ایک گروہ کے لئے لطف خدا ہے اس لئے کہ خدا جانتا ہے کہ اگر امام ظاہر ہو تو یہ لوگ ایمان نہ لائیں گے اور اکثر لوگ ایسے ہی ہیں کیونکہ ظہور امام کے سبب اعدائے دین وغیرہ سے جہاد کی تکلیفیں شدید ہوں گی۔ نیز اکثر لوگوں کا یہ حال ہے کہ آنکھیں اور دل جو بے نور ہیں۔ آنحضرت کے انوار و اسرار کی تاب نہیں لاسکیں گے۔ جس طرح چمگادڑ آفتاب کے نور سے منتفع نہیں ہو سکتا۔ اور بہت سے بادشاہ اور متکبر ایسے ہیں جو غیبت امام میں ایمان رکھتے ہیں۔ اور اُن حضرت کے ظہور کی تمنا کرتے ہیں اور آنحضرتؑ کے ظہور کے بعد جبکہ حضرت شریف، وضیع اور بادشاہ گدا کو برابر قرار دیتے ہیں تو بسا اوقات اس مساوات کی تاب نہیں لاتے اور کافر ہو جاتے ہیں جیسا کہ منافقین کو جناب امیر المومنین نے اس غلام کے ساتھ عطا و بخشش میں برابر قرار دیا جو ایک روز پہلے آزاد ہوا تھا اور یہ امر ان کے کفر کا باعث ہوا۔ اور اُن سے دین اور اہل دین کو نقصانات پہنچے۔ اور غیبت میں وجود امام کے لطف ہونے کی یہی دلیل کافی ہے۔ کہ اس کے وجود کا اعتقاد رکھنا بے انتہا ثواب کا باعث ہے اور سید مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے شافی اور رسالہ غیبت میں اس اعتراض یعنی غیبت امام میں عدم انتفاع خلائق کے چند جوابات دیئے ہیں۔ اوّل یہ کہ جب لوگ ہر وقت امام کے ظہور کا احتمال رکھتے ہیں تو یہی امر ان کے بعض قبیح افعال سے باز رہنے کا باعث ہے لہٰذا عدم امام اور غیبت امام کا فرق واضح ہو گیا۔ دوم یہ کہ خداوند عالم پر جو لطف لازم تھا اس کو (باقی صفحہ ۱۶ پر)

بسند معتبر کلینی و ابن بابویہ وغیرہ نے روایت کی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ہشام بن سالم سے جو فضلائے اصحاب آنحضرت میں سے تھے۔ پوچھا کہ عمرو بن عبید بصری سے جو علمائے صوفیہ اہلسنت سے ہیں۔ کیسے کیسے سوالات تم نے کئے۔ ہشام نے کہا میں حضور پر فدا ہوں اے فرزند رسولؐ مجھے حضورؑ کے سامنے بیان کرتے ہوئے شرم آتی ہے اور میری زبان میں طاقت نہیں کہ حضورؑ کی خدمت میں وہ ذکر کروں۔ حضرتؑ نے فرمایا جبکہ میں تمہیں حکم دیتا ہوں تو چاہیئے کہ تم اطاعت کرو۔ ہشام نے کہا بہت بہتر۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵) اس نے پورا کر دیا مگر امام کے دشمن خلائق کو منتفع ہونے سے مانع ہیں جس طرح رسالت مآبؐ مکہ میں تھے اور کفار قریش لوگوں کو آنحضرتؐ سے فائدہ حاصل کرنے سے منع کرتے تھے۔ خصوصاً ان چند سال میں جبکہ آنحضرت مع تمام بنی ہاشم کے شعب ابوطالب میں پوشیدہ تھے اور کفار قریش کسی کو آنحضرتؐ کے پاس جانے سے روکے ہوئے تھے اسی طرح جب آنحضرتؐ غار میں پنہاں تھے اس وقت تک جبکہ مدینہ منورہ میں نزول اجلال فرمایا اور یہ امور آنحضرتؐ کے وجود کے لطف ہونے سے کسی طرح منافات نہیں رکھتے۔ سوم غیبت امام کا سبب ممکن ہے دوستوں سے متعلق ہو کیونکہ خداوند عالم جانتا ہے کہ اگر امام ظاہر ہوں گے تو یہ ایمان نہ لائیں گے۔ اور یہ امر ان کے کفر کا باعث ہوگا۔ چہارم یہ کہ یہ لازم نہیں ہے کہ ظہور امام کا نفع عام ہو ممکن ہے کہ ایک جماعت حضرت کو دیکھے اور ان سے فائدہ حاصل کرے۔ جیسا کہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شہر ہے جس میں آنحضرت کی اولاد رہتی ہے۔ حضرت اس شہر میں تشریف لے جاتے ہیں اگرچہ وہ لوگ آنحضرت کو نہیں دیکھتے لیکن اپنے مسائل حضرت سے کسی واسطے یا پردہ کے پیچھے سے حاصل کرتے ہیں۔

سید مرتضیٰ علیہ الرحمہ نے بعض وجہیں ذکر کرنے کے بعد ایک مقدمہ تحریر فرمایا ہے کہ امام سے امت کا فائدہ مکمل نہیں ہوتا۔ مگر خدا کی جانب سے چند امور کے ساتھ جسکو چاہیئے کہ وہ عمل میں لائے اور چند امور امام کی جانب سے حاصل ہونے چاہئیں اور چند امور ہماری طرف سے ہونے چاہئیں۔ وہ امور جو خدا کی جانب سے ہونے چاہئیں وہ یہ ہیں کہ امام کو خلق فرمائے اور اس کو لوازم امامت کے ساتھ متمکن کرے مثل علم و شرائط امامت اور اسکی امامت پر نص کرنے اور اس پر لازم قرار دینے کے کہ امور امامت کے ساتھ قیام کرے۔ اور جو امور امام کی جانب سے ہیں۔ یہ ہیں کہ اس تکلیف کو قبول کرے اور لازم قرار دے کہ ان امور کے ساتھ قیام کرے گا۔ اور جو امور اُمت کی طرف سے راجع ہیں وہ یہ ہیں کہ اپنے امور کے بارے میں امام کو متمکن کرے اور اس سے رکاوٹیں دور کرے اور اس کی اطاعت و فرماں برداری کرے۔ اور وہ جو تدبیر قرار دے اُس پر عمل کرے۔ مختصر یہ کہ اس بارے میں جو امور خدا کی طرف راجع ہیں وہی اصل ہیں ان کا عمل میں آنا سب سے پہلے ضروری ہے۔ اس کے بعد جو امور امام سے متعلق ہیں اور جو اُمت سے متعلق ہیں دونوں اس اصل کی فرع ہیں۔ لہذا جو کچھ خدا اور امام سے متعلق ہے۔ جب تک عمل میں نہ آئے اُمت پر اُمت پر کچھ لازم نہیں ہے۔ اور اُس کے بعد جبکہ خدا و امام کی جانب سے امور متحقق ہو جائیں تو اگر اُمت کی جانب سے مانع ظاہر ہو اور وہ امام کی غیبت کا باعث ہو تو وہ لُطف الٰہی میں کوئی ضرر نہیں پہنچاتا۔ اس صورت میں جو کچھ خدا و امام کی جانب سے لازم ہے۔ اُس کے عمل میں لانے میں اُمت کی جانب سے کمی ہوگی۔ اس کی تفصیل ذکر غیبت میں انشاء اللہ مذکور ہوگی۔

مجھے عمرو کے فضیلت کے دعوے کی اطلاع ہوئی اور مسجد بصرہ میں اس کا بیٹھنا اور دین میں یکو اس کرنا مجھ پر بہت گراں گذرا۔ الغرض میں روانہ ہو کر روز جمعہ کو داخل بصرہ ہوا اور مسجد بصرہ میں پہونچا میں نے دیکھا کہ لوگوں کے ایک بڑے حلقہ میں ہے۔ ایک سیاہ اُون کا کپڑا کمر سے باندھے ہوئے اور ویسے ہی سیاہ کپڑے کی چادر اوڑھے ہوئے ہے اور لوگ اس سے سوالات کر رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر میں لوگوں سے آگے بڑھتا ہوا حلقہ میں داخل ہوا اور سب کے آخر میں دوزانو بیٹھ گیا۔ میں نے کہا اے عالم میں ایک غریب آدمی ہوں اور ایک مسئلہ دریافت کرنا چاہتا ہوں اجازت دیجیے کہ پوچھوں۔ اس نے کہا ہاں پوچھو۔ میں نے کہا کیا آپ کے آنکھیں ہیں۔ اس نے کہا اے لڑکے یہ کیا سوال ہے میں نے کہا میرا سوال ایسا ہی ہے۔ اس نے کہا اچھا پوچھو۔ ہر چند احمقانہ سوال ہے۔ میں نے پھر پوچھا۔ آپ کے آنکھیں ہیں۔ اس نے کہا ہاں۔ میں نے پوچھا آپ ان سے کیا کام لیتے ہیں۔ کہا اُن سے رنگ اور لوگوں کی صورتیں دیکھتا ہوں۔ میں نے پوچھا کیا آپ کے ناک بھی ہے۔ اُس نے کہا ہاں۔ پوچھا اس سے کیا کام لیتے ہیں۔ کہا اس سے خوشبوئیں سونگھتا ہوں۔ میں نے پوچھا کیا آپ کے دہن بھی ہے۔ کہا ہاں۔ پوچھا اس سے کیا کام لیتے ہیں۔ اُس نے کہا چیزوں کا مزہ اس سے حاصل کرتا ہوں۔ میں نے پوچھا کیا آپ زبان بھی رکھتے ہیں کہا ہاں۔ پوچھا اس سے کیا کام لیتے ہیں۔ کہا باتیں کرتا ہوں۔ میں نے پوچھا کیا آپ کان بھی رکھتے ہیں کہا ہاں۔ پوچھا وہ آپ کے کس کام آتے ہیں۔ کہا اس سے آوازیں سنتا ہوں میں نے پوچھا کیا آپ کے ہاتھ بھی ہیں۔ کہا ہاں۔ میں نے پوچھا اُن سے کیا کرتے ہیں کہا ان سے چیزیں پکڑتا ہوں۔ میں نے پوچھا کیا آپ دل بھی رکھتے ہیں۔ کہا ہاں۔ میں نے پوچھا وہ آپ کے کس کام آتا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ جو بات ان اعضا و جوارح پر مشتبہ ہوتی اس سے تمیز کرتا ہوں۔ میں نے پوچھا کہ کیا اعضا و جوارح کافی نہیں ہیں، اور دل سے بے نیاز و مستغنی نہیں ہیں اس نے کہا نہیں۔ میں نے پوچھا کیوں دل سے مستغنی نہیں ہیں حالانکہ سب صحیح و سالم ہیں۔ اس نے کہا اے لڑکے جب یہ اعضا کسی چیز میں شک کرتے ہیں جس کو سونگھا یا دیکھا یا چکھا یا سُنا یا چھویا ہے تو دل کی طرف پھیرتے ہیں تو وہ یقین کراتا ہے۔ اور شک کو زائل کرتا ہے۔ میں نے کہا کہ خدا نے دل کو بدن میں اس لئے رکھا ہے کہ وہ اعضا و جوارح کے شک کو زائل کرے۔ اس نے کہا ہاں۔ میں نے کہا تو پھر دل کو یقیناً بدن میں رہنا چاہیے اگر دل نہیں تو اعضا کا ادراک مستحکم نہیں ہو سکتا۔ کہا ہاں۔ تب میں نے کہا اے ابو مروان خداوند عالم نے تیرے اعضا و جوارح کو بغیر امام و پیشوا کے نہیں چھوڑا تا کہ جو حق ہے ظاہر کرے اور شک کو ان

سے دور کرے اور تمام خلائق کو حیرت وشک واختلاف میں چھوڑ دیا اور کوئی امام و پیشوا ان کے لئے مقرر نہیں کیا کہ حالتِ حیرت وشک میں اس کی طرف رجوع کریں جو ان کو راہِ حق پر قائم رکھے اور حیرت وشک ان سے زائل کرے۔ جب میں نے یہ کہا تو وہ ساکت ہوگیا اور کوئی جواب نہ دیا۔ پھر میری طرف متوجہ ہوکر بولا تو ہشام تو نہیں ہے۔ میں نے کہا نہیں کہا کیا اس کے ساتھ رہتا تھا۔ میں نے کہا نہیں تو پوچھا۔ تم کہاں کے رہنے والے ہو۔ میں نے کہا کوفہ کا تو کہا بیشک تم ہشام ہی ہو یہ کہہ کر اپنے مقام سے اٹھا اور آکر مجھے گود میں اٹھا کر اپنی جگہ بٹھایا اور جب تک میں بیٹھا رہا ایک لفظ نہ بولا۔ ہشام کہتے ہیں کہ جب میں نے یہ قصہ بیان کیا حضرت صادق بہت خوش ہوئے اور فرمایا اے ہشام یہ دلیل تم نے کہاں سے حاصل کی۔ میں نے عرض کی یا ابن رسول اللہ میری زبان پر اس طرح جاری ہوا اور دوسری روایت کے مطابق عرض کی یہ باتیں آپ سے اخذ کی تھیں اور ان کے اجزا ایک دوسرے کے ساتھ جمع کر دیئے۔ حضرت نے فرمایا خدا کی قسم یہ مضمون صحف ابراہیم و موسیٰ علیہما السلام میں لکھا ہوا ہے [1]

[1] مؤلف فرماتے ہیں کہ انسان عالم صغیر ہے اور عالم کبیر کا نمونہ ہے جیسا کہ امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے أَتَحْسَبُ أَنَّكَ جِرْمٌ صَغِيرٌ وَفِيكَ انْطَوَى الْعَالَمُ الْأَكْبَرُ۔ کیا تو یہ گمان کرتا ہے کہ تو ایک جسم صغیر ہے حالانکہ عالم کبیر تجھ میں پوشیدہ ہے۔ چنانچہ جسم میں ہڈیاں زمین کے پہاڑ کے مانند ہیں اور گوشت خاک کے مثل اور چھوٹی بڑی رگیں مثل چھوٹی بڑی نہروں کے ہیں اور آدمی کا سر جو اکثر قوی اور حواس کا محل ہے جسم کے آسمان کے مانند ہے۔ جس میں ستارے وغیرہ موجود ہیں جن کی روشنی زمین پر چمکتی ہے اور جو بخارات معدے سے اوپر اٹھ کر دماغ تک پہنچتے ہیں۔ اور سرد ہو کر آنکھ اور دماغ سے ٹپکتے ہیں۔ ان ابخرات کے مانند ہیں جو زمین سے اٹھ کر کرہ زمہریر تک جب پہونچتے ہیں تو وہاں سے بارش کی صورت میں ٹپکتے ہیں۔ نیز دماغ کی قوتیں مہرہائے پشت کے مغز کے ذریعہ سے تمام بدن میں پہونچتے ہیں۔ جس طرح ستاروں کی روشنی زمین میں اثر کرتی ہے۔ اور جس طرح زمین میں امراء وسلاطین وحکام ہیں اسی طرح بدن میں بھی بعض عضو دوسرے عضو کے خادم ہیں اور سب کا بادشاہ نفس ناطقہ ہے جس کو قلب کہتے ہیں اس اعتبار سے کہ پہلے ان کا تعلق روح حیوانی سے ہوتا ہے پھر دل سے نشو نما پاتے ہیں جس طرح دنیا کی آبادی شمال کی جانب ہے اور دل بھی جو بدن کی آبادی کا سبب ہے شمال کی طرف ہے اور جس طرح بادشاہوں کے وزیر ہوتے ہیں جو رعایا کا رزق تقسیم کرتے ہیں اسی طرح جگر کے مطبخ میں جو کچھ پکتا ہے تمام بدن میں تقسیم ہوتا ہے جس طرح زمین کے لئے بعض فضلات مقرر ہوئے ہیں جو دریا میں پہونچتے ہیں اسی طرح انسان کے بدن میں بھی مقرر ہیں۔ الغرض اس مضمون کا تمام وکمال بیان بہت شرح چاہتا ہے جس کے لئے یہ مقام مناسب نہیں۔ ۱۲

کلینی و شیخ طبرسی رحمہما اللہ تعالےٰ نے یونس ابن یعقوب سے روایت کی ہے کہ ایک شامی حضرت صادقؑ کی خدمت میں آیا اور بیان کیا کہ میں صاحب علم کلام و علم فقہ و علم فرائض و میراث ہوں۔ آپ کے اصحاب سے مناظرہ و مباحثہ کرنے آیا ہوں۔ حضرت نے پوچھا تیرا کلام جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام سے ماخوذ ہے یا تیرے دل کی باتیں ہیں اس نے کہا بعض باتیں تو آنحضرت کے کلام سے ماخوذ ہیں اور بعض خود میری ہیں۔ حضرت صادقؑ نے فرمایا تو پھر آنحضرتؐ کا شریک ہے اُس نے کہا نہیں تو حضرت نے فرمایا تو کیا وحی کو خدا سے سنا ہے کہ اُس نے تجھ کو اپنے احکام کی خبر دی ہے اس نے کہا نہیں تو حضرت نے فرمایا کہ پھر تیری اطاعت بھی اُسی طرح واجب ہے جس طرح رسول خدا کی واجب ہے۔ اُس نے کہا نہیں۔ یونس کہتے ہیں کہ پھر حضرت صادقؑ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اے یونس اس شخص نے قبل اس کے کہ گفتگو کرے اپنے کلام کو باطل کر دیا کیونکہ جس شخص پر وحی خدا نازل نہیں ہوتی اور خدا نے واجب الاطاعت نہیں کیا ہو۔ اُس کا امور دین میں گفتگو کرنا باطل ہوگا بلکہ وہ اپنے تئیں خدا کا شریک قرار دے گا۔ اسی وقت ہشام بن حکم وارد ہوئے جو اصحاب آنحضرتؑ کے متکلمین میں نہایت صاحب فضل و علم و دانش اور نوجوان تھے ان کا سبزہ آغاز تھا حضرتؑ نے ان کی تعظیم کی اور ان کے لئے جگہ خالی کی اور فرمایا کہ تم دل و زبان سے ہمارے مددگار ہو۔ اس کے بعد جبکہ حضرتؑ کے اصحاب نے اس سے گفتگو کی اور غالب نہ ہو سکے تو حضرتؑ نے اُس شامی سے کہا کہ اس لڑکے سے مناظرہ کر یعنی ہشام سے۔ یہ سنکر شامی نے ہشام سے کہا کہ مجھ سے اس شخص (حضرت صادق) کی امامت کے بارے میں گفتگو کرو۔ ہشام اس کے اس بے ادبانہ کلام کو سن کر غضبناک ہوئے اور کہا اے مرد کہ خدا لوگوں پر زیادہ مہربان ہے یا وہ خود اپنی ذات پر مہربان ہیں۔ اُس نے کہا خدا زیادہ مہربان ہے۔ ہشام نے کہا اس نے اپنی مہربانی سے لوگوں کے ساتھ کیا کیا شامی نے کہا اُس نے ان کے لئے ایک حجت اور راہنما قائم کیا تاکہ وہ پراگندہ نہ ہوں اور ان کے درمیان اختلاف پیدا نہ ہو۔ اور وہ حجت ان کے امور کو منتظم رکھے اور ان کو خدا کے فرائض سے آگاہ کرے۔ ہشام نے پوچھا وہ مرد کون ہے اس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ہشام نے پوچھا رسول کے بعد کون ہے اس نے کہا کتاب خدا و سُنّت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ہشام نے کہا آیا کتاب و سنّت نے آج ہم کو کچھ فائدہ پہنچایا ہے اس معاملہ میں کہ ہمارے اختلاف برطرف ہوں اُس نے کہا ہاں۔ تو ہشام نے کہا تو پھر کیوں ہم اور تم اختلاف رکھتے ہیں اور اسی اختلاف کے سبب سے تو شام سے ہماری طرف آیا تاکہ مناظرہ کرے۔ یہ سنکر شامی خاموش ہو گیا اور کوئی جواب نہ دے سکا۔ اُس وقت حضرت صادقؑ نے شامی سے فرمایا کیوں جواب

جناب امام جعفر صادقؑ کا ایک شامی عالم سے مناظرہ

حضرت صادقؑ کے حکم سے ہشام کا شامی عالم سے مناظرہ

نہیں دیتا۔ شامی نے کہا اگر کہتا ہوں کہ ہم اختلاف نہیں رکھتے ہیں تو میں یہ جھوٹ کہوں گا اور اگر کہتا ہوں کہ کتاب و سُنّت اختلافات ان کی طرف رجوع کرنے کے بعد مٹا دیں گی تو یہ بھی غلط ہوگا۔ اس لئے کہ بہت سے امور کے بارے میں ان دونوں میں احتمال ہو سکتا ہے اور ہر شخص اپنے مطلب کے موافق عمل کرتا ہے اور اگر یہ کہتا ہوں کہ ہم اختلاف تو رکھتے ہیں لیکن ہم دونوں حق پر ہیں اس صورت میں کتاب و سُنّت نے ہم کو کوئی فائدہ نہ پہونچایا لیکن یہی ہو سکتا ہے کہ میں بھی یہی باتیں اس پر پلٹ دوں حضرت نے فرمایا ہاں پلٹ دے تاکہ اس کا جواب بھی سن لے۔ شامی نے کہا خدا لوگوں پر زیادہ مہربان ہے۔ یا لوگ خود اپنے اوپر خدا سے زیادہ مہربان ہیں ہشام نے کہا خدا زیادہ مہربان ہے شامی نے کہا آیا اس نے کسی کو خلق کیا ہے جو ہمارے درمیان کے اختلاف کو دور کرے اور اُن کے امور کی اصلاح کرے اور ان پر حق و باطل واضح کرے ہشام نے پوچھا کہ رسول خدا کے زمانہ کے بارے میں دریافت کرتے ہو یا اس زمانہ سے متعلق پوچھتے ہو شامی نے کہا رسول خدا کے زمانہ میں تو خود رسولِ خدا تھے آج بتاؤ کون ہے۔ ہشام نے کہا یہ بزرگ (یعنی حضرت صادق علیہ السلام) جو اس جگہ تشریف فرما ہیں۔ جس کے پاس لوگ دُور دُور سے سفر کر کے آتے ہیں وہ ہم کو آسمانی خبریں دیتے ہیں اس میراث کے سبب جو ان کو اپنے جد و پدر سے حاصل ہے۔ شامی نے کہا یہ مجھ پر کیسے واضح ہو سکتا ہے۔ ہشام نے کہا ان سے جو پوچھنا چاہے پوچھ لے۔ شامی نے کہا تم نے مجھ کو لاجواب کر دیا اب مجھ پر لازم ہے کہ میں انہی سے سوال کروں۔ حضرت نے فرمایا اے شامی میں تجھے خبر دوں کہ تیرا سفر کیسا گذرا اور راستہ میں تجھ پر کیا واقع ہوا پھر حضرت نے اس کو اُس کے تمام حالات سفر سے مطلع فرمایا۔ اس نے کہا ہاں آپ نے سچ بیان فرمایا اب میں آپ پر ایمان لایا اور مسلمان ہو گیا حضرت نے فرمایا بلکہ اب تو ایمان لایا اور اس سے پہلے جب کہ کلمہ شہادتین پڑھتا تھا تو صرف مسلمان تھا۔ اور اسلام ایمان سے پہلے ہوتا ہے اسی پر احکام دینا میراث و نکاح وغیرہ مترتب ہوتے ہیں اور آخرت کا ثواب ایمان سے حاصل ہوتا ہے جب تک ائمہ اطہارؑ کی امامت کا اعتقاد نہیں کرتے لوگ بہشت کے مستحق نہیں ہوتے۔ شامی نے کہا آپ نے سچ فرمایا میں اب خدا کی وحدانیت اور حضرتِ رسولؐ کی رسالت کی گواہی دیتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ آپ اوصیاء میں سے ایک وصی ہیں۔

شامی کو حضرت صادقؑ کا اس کے سفر کے حالات بیان فرمانا اور اس کا مسلمان ہونا۔

کلینی و بابویہ و کشی نے بسند ہائے معتبر منصور بن حازم سے روایت کی ہے کہ اُس نے کہا کہ میں نے حضرت صادقؑ سے عرض کی کہ خداوند عالم اس سے بلند و بزرگ تر ہے کہ خلق[1] کے سبب اس کو پہچانیں بلکہ خلق کو خدا کے سبب پہچانتے ہیں۔

[1] مؤلف فرماتے ہیں کہ منصور نے جو یہ کہا کہ خدا کو خلق کے سبب نہیں پہچانا جا سکتا بلکہ خلق کو (باقی صفحہ ۲۱ پر ملاحظہ ہو)

حضرت نے فرمایا تو نے سچ کہا۔ میں نے عرض کی کہ جو شخص یہ جانے کہ اُس کا کوئی پروردگار ہے تو اس کو یہ بھی سمجھنا چاہیئے کہ وہ پروردگار غضب و خوشنودی بھی رکھتا ہے یعنی بعض اعمال اس کی خوشنودی کا باعث ہیں اور بعض اس کے غضب و ناراضی کا سبب ہیں پھر یہ بھی جاننا چاہیئے کہ اس کی خوشنودی و غضب وحی یا کسی رسول کے ذریعہ سے معلوم ہو سکتا ہے۔ تو جس کے پاس وحی نہیں آتی اس کو لازم ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰) خدا کے سبب سے پہچانتے ہیں۔ اس میں کئی احتمال ہو سکتے ہیں۔ اول یہ کہ وجود صانع کا علم بدیہی و فطری ہے اور ہر شخص جب حد شعور و تمیز کو پہنچتا ہے پہلے یہ جانتا ہے کہ اس کا ایک خالق ہے جس نے اس کو پیدا کیا ہے اور جو کفار اپنے اغراض فاسدہ کے سبب اس کا انکار کرتے ہیں وہ بھی اضطرار اور مجبوری کے وقت دریا یا صحرا میں خدا کی جانب متوجہ ہوتے ہیں اور اسی سے توسل کرتے ہیں اور جب اغراض باطلہ سے اپنے کو خالی کر کے اپنے نفس کی طرف رجوع کرتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ وہ خود اپنے کو پیدا کرنے والے نہیں ہیں اور یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ کسی ممکن نے جو انہی کی طرح ہے ان کو پیدا کیا ہے جیسا کہ خداوند عالم فرماتا ہے۔ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ (سورہ الزمر آیت ۳۸ پ۲۴) (یعنی اے رسولؐ اگر تم کافروں سے پوچھو کہ کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا تو یقیناً وہ کہیں گے کہ خدا نے پیدا کیا ہے اس بنا پر کہ یہ آیت مخصوص مشرکان مکہ کے بارے میں نہ ہو۔ اور اس بارے میں بہت حدیثیں ہیں کہ خلق کو خدا کے سبب سے پہچانتے ہیں۔ یعنی حقیقت انبیاء و اوصیاء ان کے چند معجزات کے سبب سے ظاہر و واضح ہوتی ہے جو خداوند عالم ان کے ہاتھ سے جاری کراتا ہے۔

دوسرے یہ کہ خدا کو مخلوقات کی مشابہت نہیں پہنچا سکتا اور خدا کو ستاروں کے نور سے تشبیہ دے سکتے ہیں نہ صفات کمالیہ کو جو مخلوقات میں ہیں اس کے لئے ثابت کر سکتے ہیں۔ اور خلق کو خدا کے سبب پہچان سکتے ہیں اس سبب سے کہ اس نے انکو پیدا اور ظاہر کیا ہے علوم و معرفت و حقائق اشیاء سب اسی کی جانب سے خلائق کو حاصل ہوتی ہیں۔

تیسرے یہ کہ کمالِ معرفت حقتعالے اور اس کے صفات کمالیہ بغیر وحیؐ الہام کے نہیں معلوم کر سکتے ورنہ دور لازم آئے گا بلکہ خدا کو اس عقل کے ذریعہ سے جو اس نے عطا کی ہے اور ان آیات کے ذریعہ سے جو آفاق و انفس میں اپنے وجود و صفات کمالیہ کے ثبوت میں ظاہر و آشکار فرمایا ہے پہچان سکتے ہیں۔ اور انبیاء و مرسلینؑ کی حقیقت ان معجزات کے ذریعہ سے جو ان کے ہاتھوں پر اس نے جاری کئے جان سکتے ہیں اور ان مطالب کی تفصیل مع وجوہ دیگر بحار الانوار میں درج ہے۔

جو دلیل منصور بن حازم نے وجوب امام اور آئمہ حق کی حقیقت کی بیان کی ہے تمام دلیلوں سے زیادہ ٹھوس اور مستحکم ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ حقتعالے نے اس خلق کو عبث و بیکار نہیں پیدا کیا اگر ان کے لئے کوئی تکلیف نہ ہو۔ اور لوگ جانوروں کی طرح کھائیں پیئیں اور چلیں پھریں اور ان کے لئے دوسری دنیا یعنی عالم آخرت نہ ہو

(باقی صفحہ ۲۲ پر)

کہ پیغمبروں کو تلاش کرے اور جب اُن سے ملاقات کرے تو سمجھے کہ وہ حجت خدا ہیں معجزات اور اُن علامتوں کے ساتھ جو خدا نے ان کو عطا فرمایا ہے اور یہ کہ ان کی اطاعت واجب ہے۔ منصور کہتے ہیں کہ میں نے سنیوں سے کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلق پر حجت خدا تھے انہوں نے کہا ہاں تو میں نے پوچھا کہ جب وہ دنیا سے رخصت ہوئے تو حجت خدا کون تھا۔ انہوں نے کہا قرآن تو میں نے نظر کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱) جہاں کے ابدی ثواب کا استحقاق حاصل کرنا غرض حقیقی ہے تو بیشک یہ دنیا عبث و بیفائدہ ہوگی کیونکہ اس دنیا کے رنج و غم راحت و آرام سے زیادہ ہیں اور دنیا کی کوئی لذت ایسی نہیں جو بہت سے رنج والم کے ساتھ نہ ہو۔ کیونکہ ایک لذت کھانے پینے کی ہے جن کے حاصل کرنے میں اکثر لوگوں کو بڑی محنت و جانفشانی کرنا پڑتی ہے۔ اور کھانے پینے کے بعد اکثر اوقات تکلیفیں اور بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح زوجہ ہے جس سے تھوڑی دیر کی لذت حاصل ہوتی ہے مگر اُسکے نان و نفقہ و فراہمی لباس وغیرہ اور اپنے لباس و مکان کے حاصل کرنے میں طرح طرح کی مشقتیں اور محنتیں کرنا ضروری ہوتی ہیں اور ان سے قلیل فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ اسی طرح تمام ضروریات زندگی اور زوجہ کی نامناسب معاشرت کو برداشت کرنا لازم ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر چوپایہ سواری کے لئے خرید کرے اس کی سواری سے تھوڑی لذت و راحت ہوتی ہے لیکن اس کی حفاظت و تزئین میں طرح طرح کی تکلیفیں یعنی اس کے لیے ضروری چیزوں کا مہیا کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اسی طرح مال دنیا ہے جس کے تھوڑے سے نفع کے خیال سے کہ خود اس سے فائدہ اٹھایا جائے گا۔ اس کے حاصل کرنے اور اس کی حفاظت میں چوروں اور ظالموں کے غلبہ کے سبب تکلیفیں اٹھانا پڑتی ہیں بلکہ دنیا کی تمام لذتوں کے ساتھ رنج و غم ہیں (جو دنیا میں ہر وقت انسان کو لاحق ہیں) چنانچہ کھانا بھوک کی تکلیف کے زائل کرنے کا سبب اور پانی پینا پیاس کی تکلیف کے دفعیہ کا سبب ہے اور جماع کرنا منی کی تکلیف دور کرنے کا سبب ہے اسی طرح تمام لذتوں کو قیاس کرنا چاہیئے اور یہ تمام موہوم لذات منقبض و مکدر ہو جاتی ہیں۔ اس خیال کیساتھ کہ یہ دنیا فانی ہے۔ موت ضرور آئے گی اور یہ سب معرض فنا و زوال میں ہیں۔ بعینہ اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص ایک جماعت کو ضیافت کے لئے طلب کرے ایسے خراب مکان میں جو منہدم ہونے کے قریب ہو اور اس کے متعلق یہ امید ہو کہ ان لوگوں کے سر پر بس گرا چاہتا ہے اور جو کھانا ان کے سامنے لایا جانے گرد و غبار و کوڑے کرکٹ سے آلودہ ہو اور ہر لقمہ اٹھاتے وقت بہت سے سانپ بچھو اور بھڑیں ان کے ہاتھ و زبان میں کاٹنے لگیں نیز شیر و بھیڑیئے اور درندے ان کے ہلاک کرنے کا ارادہ کریں اور چاہیں کہ لقمہ ان سے چھین لیں تو ایسی ضیافت سے مقصود صرف ان لقموں کا کھانا ہو تو اس کی تمام اہل عقل مذمت کریں گے۔ جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ (پ۱۸ سورہ مومنون آیت ۱۱۵) یعنی گمان کرتے ہو کہ ہم نے تم کو عبث و بیکار پیدا کیا ہے اور تم ہمارے پاس پلٹ کر نہ آؤ گے۔ یہ آیت اس بات پر دلالت (بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۳ پر)

اور دیکھا کہ جبریہ اور زندیق جو قرآن پر اعتقاد نہیں رکھتے اسی قرآن کے ذریعہ سے لوگوں سے مناظرہ و مخاصمہ کرتے ہیں۔ اہلِ قرآن اور انہی دلیلوں کے سبب غالب آتے ہیں تو میں نے سمجھا کہ قرآن حجت خدا نہیں ہو سکتا۔ مگر ایسے شخص کے سبب سے جو قرآن کی تفسیر کرنے والا ہو اور اُس کے معانی سے آگاہ ہو اور جو کچھ بیان کرے اس سے اپنی حقیقت ظاہر کر سکے۔ اہلِ سُنّت سے کہا کہ کون تفسیر کرنے والا اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲) کرتی ہے کہ اگر قیامت کے روز بازگشت اور ثواب و عذاب نہ ہو تو ان کا خلق کرنا عبث و بیکار ہوگا لہٰذا معلوم ہوا کہ ان کا پیدا کرنا دوسری دُنیا یعنی آخرت کے حاصل کرنے کے لئے ہے اور یہ معلوم ہے کہ اُس دنیا کا حاصل کرنا (بغیر سمجھے بوجھے) ہر عمل کے ذریعہ ممکن نہیں لہٰذا چاہیئے کہ خلاق عالم ہدایت کرنے والوں کو مقرر کرے جو معرفت و عبادت کے ذریعہ ثواب آخرت کے حصول کے طریقے ان کو تعلیم کرے۔ اس لئے زمانۂ انبیاء میں خود انبیاء راہ نما تھے ان کے بعد چاہیئے کہ کوئی محافظ شریعت اور قرآن سے استنباط کرنے والا ہو اور ہر دلیل جو پیغمبر کی عصمت اور اس کے تمام احکام شریعت سے آگاہ ہونے پر اور کل صفات پیغمبری پر دلالت کرتی ہے امام میں انہی صفات کے ہونے پر بھی دلالت کرتی ہے اور عصمت اور کمال علم کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ لہٰذا یقیناً چاہیئے کہ امام خدا کی جانب سے منصوب و منصوص ہو اور باتفاق امت امیرالمومنینؑ کے سوا کسی کے لئے نص کا واقع ہونا ثابت نہیں لہٰذا ضرورت ہے کہ آنحضرتؑ امام ہوں۔ اور جب کہ امامت حضرت امیر اور ابو بکر و عمر و عثمان کے درمیان مشتبہ ہو اس صورت میں بھی جناب امیر علیہ السلام ان تینوں صاحبان میں سب سے زیادہ صاحب علم سب سے زیادہ شجاع سب سے زیادہ متقی اور صاحب حسب و نسب تھے۔ لہٰذا ضروری ہوا کہ امامت کے لئے بھی وہی سب سے زیادہ مستحق و سزاوار ہوں اس لئے کہ عقل کی رو سے تفضیل مفضول قبیح ہے۔

نیز حق تعالیٰ فرماتا ہے هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۗ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ (پ ۲۳ سورہ زمر آیت ۹) یعنی کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہیں نصیحت تو صرف صاحبان عقل حاصل کرتے ہیں۔ پھر فرمایا ہے۔ أَفَمَن يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ أَحَقُّ أَن يُتَّبَعَ أَمَّن لَّا يَهِدِّي إِلَّا أَن يُهْدَىٰ ۖ فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ (پ ۱۱ سورہ یونس آیت ۳۵) یعنی جو حق کی طرف ہدایت کرتا ہے وہ زیادہ سزاوار ہے اس کا کہ اُس کی متابعت کی جائے یا وہ جو ہدایت یافتہ نہیں ہوتا مگر یہ کہ کوئی اس کی ہدایت کرے تم کو کیا ہو گیا ہے یہ تم کیسا حکم کرتے ہو۔ جس وقت کہ فرشتوں نے اپنے تئیں زمین میں خلافت کا حضرت آدم سے زیادہ مستحق سمجھا تو خلاق عالم نے آدم علیہ السلام کی علمیت سے اُن پر حجت تمام کی اور جس وقت کہ بنی اسرائیل نے طالوت کی امارت و بادشاہی قبول نہ کی تو خداوند عالم نے ان کے علم و جسم کے سبب جو شجاعت کے لئے لازم ہے ان کی اہلیت بیان فرمائی کہ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ (پ ۲ سورہ بقرہ آیت ۲۴۷) کہ وہ علم اور جسم (باقی حاشیہ صفحہ ۲۴ پر ملاحظہ ہو)

حافظ قرآن ہے انہوں نے کہا کہ ابن مسعود جانتے ہیں عمر جانتے ہیں، حذیفہ جانتے ہیں میں نے پوچھا تمام قرآن کی تفسیر جانتے ہیں کہا بعض کو جانتے ہیں۔ الغرض میں نے کسی کو نہیں پایا سوائے علی ابن ابیطالب کے جو کل قرآن کے معانی و مطالب جانتا ہو، لہٰذا کوئی چیز جب ایک جماعت کے درمیان ہو اور ان میں سے ہر ایک یہ کہتا ہو کہ میں اس کو مکمل طور سے نہیں جانتا اور ایک کہے کہ میں جانتا ہوں اور وہ صحیح صحیح بیان کر دے تو وہ صرف علی ابن ابیطالب ہیں لہٰذا میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ قرآن کے حافظ و مفسر اور قائم رکھنے والے ہیں اور ان کی اطاعت خلائق پر واجب ہے اور وہ بعد رسولؐ لوگوں پر حجت ہیں اور جو کچھ وہ قرآن کی تفسیر بیان کریں اور اس سے احکام استنباط فرمائیں سب حق و درست ہے حضرت صادقؑ نے فرمایا منصور تجھ پر خدا رحمت فرمائے۔ یہ سُنکر میں اٹھا اور حضرت کے سر اقدس کا بوسہ لیا اور کہا کہ حضرت علی ابن ابیطالب دنیا سے تشریف نہیں لے گئے جب تک اپنے بعد ایک حجت نہ چھوڑا جس طرح رسولؐ نے اپنے بعد ایک حجت چھوڑا تھا اور وہ حجت حضرت علیؑ کے بعد امام حسنؑ تھے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ امام حسنؑ حجت خدا تھے اور ان کی اطاعت خلق پر واجب تھی۔ پھر حضرت صادقؑ نے فرمایا خدا تجھ پر رحمت نازل فرمائے تو میں نے حضرت کے سر مبارک کو بوسہ دیا اور کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ امام حسنؑ نے دنیا سے رحلت نہ فرمائی یہاں تک کہ ایک حجت اپنے بعد کے لئے مقرر فرمایا جس طرح رسولِ خداؐ اور آپ کے پدر بزرگوار نے کیا تھا۔ اور امام حسنؑ کے بعد امام حسینؑ حجت خدا تھے اور ان کی اطاعت بھی واجب تھی۔ یہ سُنکر پھر حضرتؑ نے فرمایا کہ خدا تجھ پر رحمت فرمائے تو میں نے پھر حضرت کے سر مبارک کو چُوما اور کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ امام حسینؑ دنیا سے نہیں گئے مگر اپنے بعد ایک حجت چھوڑ گئے اور ان کے بعد حجت خدا علی بن الحسین علیہما السلام تھے اور ان کی اطاعت واجب تھی۔ حضرت نے فرمایا خدا تجھ پر رحمت فرمائے پھر میں نے حضرت کے سر اقدس کا بوسہ لیا اور کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت علی بن الحسین علیہ السلام

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۳) میں زیادہ ہیں۔ اور عامہ و خاصہ کے طریقہ سے متواتر ہے کہ تمام صحابہ خصوصاً خلفائے ثلثہ آیات و احکام مشکلہ میں جناب امیر سے رجوع کرتے تھے اور وہ حضرت کبھی اسلام کے کسی حکم میں یا کسی آیت کی تفسیر میں ان کے محتاج نہ ہوئے اسی طرح امام حسن علیہ السلام کے زمانہ میں خلافت آپ کے اور معاویہ کے درمیان مشتبہ ہوئی تو قطع نظر معاویہ کے کفر کے کسی عاقل کو امام حسن کے تمام کمالات اور معاویہ کے عیوب و نقص میں شک نہیں ہوسکتا اسی طرح امام حسین علیہ السلام اور معاویہ و یزید کے درمیان اور آئمہ معصومین اور خلفائے جور کے زمانہ میں انکے درمیان کسی کو شک نہیں ہوسکتا ہے اور اسی دلیل سے سب کی امامت ثابت ہوتی ہے۔ ۱۲

دنیا سے نہیں گئے جب تک کہ ایک حجت اپنے بعد نہ مقرر فرمایا اور ان کے بعد حجت خدا محمد بن علی بن الحسین علیہم السلام تھے اور ان کی اطاعت بھی واجب تھی پھر حضرت نے فرمایا خدا تجھ پر رحمت کرے تو میں نے حضرت کے سر مبارک کا بوسہ لیا۔ مگر سر اقدس چومنے پر حضرت ہنسے یہاں تک کہ نوبت خود حضرت صادق کی پہونچی اور وہ جانتے تھے کہ میں انہی حضرت کا نام لوں گا۔ الغرض میں نے کہا کہ آپ کے پدر بزرگوار نے دنیا سے رحلت نہ فرمائی جب تک اپنے بعد کے لئے ایک حجت نصب نہ فرمایا جس طرح ان کے پدر بزرگوار نے نصب فرمایا تھا اور گواہی دیتا کہ خدا کی قسم وہ حجت آپ ہیں اور آپ کی اطاعت واجب ہے۔ حضرت نے فرمایا تیرے لئے کافی ہے خدا تجھ پر رحمت نازل فرمائے تو میں نے کہا اپنا سر اقدس دیجئے کہ میں بوسہ دوں یہ سُنکر حضرت ہنسے اور فرمایا کہ جو کچھ تو چاہے مجھ سے معلوم کر کیونکہ اس کے بعد تجھ سے کچھ پوشیدہ نہ رکھوں گا

ابن بابویہ نے بسند معتبر جابر سے روایت کی ہے۔ جابر کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ لوگ کس سبب سے پیغمبر اور امام کے محتاج ہیں۔ فرمایا تاکہ دنیا اپنی صلاح پر باقی رہے کیونکہ خداوند رحمان اہل زمین سے عذاب کو دفع فرماتا ہے جبکہ اس میں کوئی پیغمبر یا امام ہوتا ہے۔ جیسا کہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ یعنی ایسا نہیں ہو سکتا کہ خدا ان پر عذاب نازل کرے گا حالانکہ تم (اے رسول) اُن کے درمیان موجود ہو اور جناب رسُولِ خدا نے فرمایا کہ ستارے امان اہل آسمان ہیں۔ تاکہ وہ اپنی جگہ سے نہ ہٹیں اور میرے اہلبیت امان اہل زمین ہیں تو جب ستارے برطرف ہو جائیں گے تو اہل آسمان کی طرف وہ حوادث رونما ہوں گے جن کو وہ نہیں چاہتے اور جب میرے اہلبیت زمین سے اٹھ جائیں گے تو ان کی طرف وہ کچھ رونما ہو گا جس کو وہ نہیں چاہتے۔

ابن بابویہ فرماتے ہیں کہ اہلبیت سے مراد آئمہ طاہرین ہیں جن کی اطاعت کو خدا نے اپنی اطاعت قرار دی ہے جیسا کہ فرمایا ہے اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ (سورہ النساء آیت ۵۹) (یعنی اطاعت کرو اللہ کی اور رسول کی اور صاحبان امر کی جو تم میں ہیں) وہ گناہوں سے معصوم ہیں اور عیبوں سے پاک ہیں وہ گناہ نہیں کرتے وہ مویّد و موفّق و مسدّد ہیں ان کی برکت سے خدا اپنے بندوں کو روزی دیتا ہے اُن کے طفیل اپنے شہروں کو آباد کرتا ہے۔ آسمان سے بارش کرتا ہے، زمین سے برکتیں اگاتا ہے گناہگاروں کو مہلت دیتا ہے، ان کے عذاب میں جلدی نہیں کرتا نہ عذاب اُن پر نازل کرتا ہے اور (ان ائمہ سے) روح القدس علیحدہ نہیں ہوتی اور نہ وہ اس سے الگ ہوتے ہیں

اور وہ قرآن سے جدا نہیں ہوتے اور نہ قرآن ان سے جدا ہوتا ہے۔

بسند معتبر حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کی مدت پیغمبری ختم ہو گئی اور ان کی عمر آخر ہوئی حق تعالیٰ نے ان کو وحی فرمائی کہ اے آدم تمہاری پیغمبری کا زمانہ گذر گیا اور تمہاری عمر تمام ہوئی ہے لہٰذا جو کچھ تمہارے پاس علم و ایمان و میراث پیغمبری اور بقیہ علم و اسم اعظم ہے سب اپنے بعد ہبتہ اللہ کو سپرد کر دو کیونکہ میں زمین کو بغیر کسی عالم کے خالی نہ چھوڑوں گا۔ جس سے لوگ میری عبادت اور دین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جانیں اور نجات اس کی ہے جو اس عالم کی اطاعت کرے۔

بسند معتبر حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے مناجات میں عرض کیا کہ پالنے والے تو زمین کو خلائق پر کسی حجت سے خالی نہ رکھنا جو یا ظاہر بظاہر ہو یا پوشیدہ تاکہ تیری دلیلیں اور بینات ضائع ہوں۔

بسند صحیح یعقوب سراج سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت صادقؑ سے دریافت کیا کہ آیا زمین بغیر زندہ عالم کے قائم و برقرار رہ سکتی؟ جس کی امامت ظاہر ہو اور لوگ اس کی طرف پناہ لیں اور اس سے حلال و حرام دریافت کریں۔ فرمایا اگر ایسا ہو تو خدا کی عبادت نہ ہو گی۔

ابن بابویہ و صفار و مفید رحمہم اللہ نے بسند ہائے معتبر و صحیح حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ زمین باقی نہیں رہے گی مگر یہ کہ اس میں کوئی عالم ہو گا جو دین کی زیادتی و نقصان جانتا ہو۔ تاکہ اگر مومنین دین خدا میں کچھ زیادتی کریں تو ان کو (حدود خدا کی جانب) پلٹا لادے اور اگر کچھ دین میں کمی کریں تو وہ ان کے لئے کامل کر دے۔ الغرض وہ عالم کہے گا کہ دین خدا کو کامل و تمام حاصل کرو۔ اگر ایسا نہ ہو تو یقیناً مومنین پر ان کا امر دین مشتبہ ہو جائے گا اور وہ حق و باطل میں فرق نہ کریں گے۔

بسند صحیح بسیار انہی حضرت سے منقول ہے کہ اگر زمین بغیر امام کے ایک لمحہ رہے تو بلاشبہ دھنس جائے[۱]

کلینی و ابن بابویہ وغیرہ نے بسند ہائے معتبر انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ اگر زمین میں دو مرد باقی رہوں تو ان میں سے ایک امام ہو گا۔ حضرت نے فرمایا کہ آخر میں جس کی وفات ہو گی وہ امام ہو گا تاکہ خدا پر کوئی حجت قائم نہ کر سکے کہ تو نے مجھے بغیر حجت کے چھوڑ دیا تھا۔

ابن بابویہ وغیرہ نے بسند معتبر حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جبرئیل جناب رسالتمآبؐ پر

[۱] مولف فرماتے ہیں کہ دھنس جانے سے ممکن ہے کہ اسکے انتظام کی خرابی در برطرف ہونا کنایہ ہو۔ ۱۲

نازل ہوئے اور خدا کی جانب سے خبر لائے کہ اے محمدؐ! میں نے زمین کو نہیں چھوڑا ہے مگر یہ کہ اس میں ایک پیغمبر کی وفات کے بعد دوسرے پیغمبر کے آنے تک ایک عالم ہوگا۔ جس سے لوگ میری عبادت اور راہ ہدایت جانیں۔ اور نجات خلق کا سبب ہو اور شیطان کو میں آزاد نہیں چھوڑتا ہوں کہ وہ لوگوں کو گمراہ کرے اور زمین پر میری کوئی حجت نہ ہو جو میری طرف لوگوں کو بلانے والا اور میری جانب ہدایت کرنے والا اور میرے امر و دین کا عارف اور جاننے والا ہو۔ اس لیے میں نے ہر قوم کے لئے ہدایت کرنے والا منتخب اور مقرر کیا ہے۔ تاکہ اس کے ذریعہ سے سعادتمندوں کی ہدایت کروں اور بدبختوں پر حجت ہو۔ نیز حضرت صادقؑ سے بسند معتبر روایت کی ہے کہ لوگوں کی اصلاح نہیں ہوتی مگر امام کے ذریعہ سے۔ اور بسند معتبر انہی حضرت سے روایت کی گئی ہے کہ اگر زمین پر دو مرد بھی ہوں تو ان میں سے یقیناً ایک حجت خدا ہوگا۔

بسند معتبر حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ خدا کی قسم خدا نے زمین کو جس روز سے آدمؑ دنیا سے رخصت ہوئے ہیں بغیر امام کے خالی نہیں چھوڑا ہے تاکہ لوگ اس کے ذریعہ سے خدا کی جانب ہدایت پائیں اور وہ اس کے بندوں پر حجت ہو اور زمین بغیر حجت خدا کے باقی نہیں رہ سکتی جو اس کے بندوں پر ہوتا ہے۔ جو شخص اس کی فرمانبرداری نہیں کرتا ہلاک ہوتا ہے اور جو اطاعت کرتا ہے نجات پاتا ہے اور یہ امر خدا پر واجب ہے۔ نیز انہی حضرت سے روایت ہے کہ زمین قائم و برقرار نہیں رہ سکتی مگر یہ کہ اس میں ظاہر یا پوشیدہ ایک امام ہوگا۔ اور دوسری حدیث میں فرمایا کہ زمین امام عادل سے خالی نہیں رہی ہے جس روز سے کہ خدا نے زمین و آسمانوں کو خلق فرمایا ہے اور قیامت تک خلق پر حجت خدا سے خالی نہ رہے گی۔

کلینی اور ابن بابویہ و شیخ طوسی نے بسند صحیح حمزہ ثمالی سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت صادقؑ سے پوچھا کہ کیا زمین بے امام کے باقی رہے گی فرمایا اگر ایسا ہو تو فنا ہو جائے گی۔

بسند بسیار امام باقرؑ سے مروی ہے کہ خدا نے بغیر عالم کے زمین کو خالی نہیں چھوڑا ہے جو دین میں جو کچھ لوگ زیادہ کرتے ہیں وہ انہیں کم کرتا ہے اور جو کچھ کم کر دیتے ہیں وہ زیادہ کر دیتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو بیشک لوگوں کے امور ہر دم مختلف و مشتبہ ہو جائیں۔

اور سلیمان جعفری نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا زمین کبھی حجت خدا سے خالی ہو سکتی ہے فرمایا کہ اگر ایک چشم زدن کے لئے خالی ہو جائے تو بلا شبہ اپنے ساکنین سمیت غرق ہو جائے اور دوسری صحیح حدیث میں فرمایا۔ کہ خدا کی حجت خلق پر قائم نہیں ہوتی اور پوری نہیں ہوتی مگر

امامِ زندہ کے سبب سے جسکو لوگ پہچانتے ہوں اور حمیری نے حضرت صادقؑ سے روایت کی جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ میری امت میں ہر زمانہ میں میرے اہلبیت میں سے ایک امام عادل ہوتا ہے جو اس دین میں غالیوں کی تحریف اور اہل باطل کے جھوٹے دعووں اور جاہلوں کی غلط تاویل کی نفی کرتا ہے۔ اور ابن بابویہ نے فضل ابن شاذان سے اُس نے جناب امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی کہے کہ کیوں خدا نے اولوالامر کو مقرر کیا اور ان کی اطاعت کا حکم دیا ہے میں اس کو جواب دوں گا کہ بہت سی وجہوں سے۔ پہلے یہ کہ دنیا والوں کے لئے ہر چیز میں (تصرف کا) ایک اندازہ مقرر کیا ہے کہ اس سے تجاوز نہ کریں جو ان کے لئے فساد کا سبب ہو اس لئے ضروری ہوا کہ ان پر ایک امین مقرر ہو جو ان کو حلال سے آگے بڑھ کر حرام میں داخل ہونے سے روکے اگر وہ نہ ہوتا تو کوئی شخص اپنی لذت و نفع کو دوسروں کے نقصان و تکلیف کے سبب ترک نہ کرتا۔ لہٰذا اس صورت میں باہم فساد قتال و نزاع ہوتی۔ اس لئے ان پر ایک مضبوط سردار کو مقرر کیا جو ان کو فساد سے روکے اور ان کو حدود و احکام خدا کے درمیان قائم رکھے۔ دوسرے یہ کہ کوئی فرقہ اور کوئی قوم اپنے دین و دنیا کے معاملات میں بغیر کسی رئیس و سردار کے زندہ و باقی نہیں رہ سکتی اس لئے حکیم مطلق کی حکمت کے لئے یہ سزاوار تھا کہ جس امر کو سب اس کی بہتری کے سبب قبول کریں اور یہ کہ جو لوگوں کے امور کو منظم رکھنے کے لئے ضروری ہے (وہ حکیم) اس کو ترک کر دے۔ لہٰذا ضروری ہوا کہ کسی ایسے شخص کو مقرر کرے جو اپنے دشمنوں سے جنگ و جہاد کرے اور لوگوں میں مال غنیمت تقسیم کرے اور جمعہ و جماعت ان کے درمیان قائم رکھے۔ اور ظالموں کے ظلم سے مظلوموں کو محفوظ رکھے۔ تیسرے یہ کہ اگر مخلوق کے لئے ایسا امام قیم و امین و مستودع قرار نہ دیتا جو امور خلق کا قائم رکھنے والا ہو اور دین خدا میں خیانت نہ کرنے والا اور دین و شریعت کی حفاظت کرنے والا۔ رسولِ خُدا کے اسرار کا امانت دار ہو تو اس صورت میں بیشک ملت کہنہ ہو جاتی دین خدا برطرف ہو جاتا۔ سُنّت و احکام پیغمبر میں تغیّر ہو جاتا اور صاحبانِ بدعت دینِ خدا میں زیادتی کرتے جس طرح صوفیہ حکم کرتے ہیں۔ اور ملحدین خدا کے دین میں کمی کر دیتے۔ جس طرح اسمٰعیلیوں نے کیا اور مسلمانوں پر ان کو مشتبہ کر دیتے کیونکہ تم خلائق کو ناقص اور تربیت کرنے والے کی محتاج اور اپنی عقل اور خواہشوں کے اختلاف کے سبب غیر کامل پاتے ہو۔ لہٰذا اگر ان میں کوئی قیم اور محافظ خدا مقرر نہ کرتا کہ جو کچھ جناب رسول اللہ خدا کی جانب سے لائے ہیں ان کی حفاظت کرے تو یقیناً لوگ گمراہ ہو جاتے اور شریعتیں اور سُنّتیں اور احکام الٰہی اور ایمان میں تغیّر و تبدل ہو جاتا اور ان میں تبدیلی تمام خلائق کیلئے فساد کا سبب ہوتی

اُمت پر اولوالامر مقرر کرنے کی وجہیں

بسند صحیح حضرت صادقؑ سے منقول ہے کہ جناب عیسےٰ علیہ السلام اور حضرت رسالتمآبؐ کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ رہا ہے اور ڈھائی سو سال تک نہ کوئی پیغمبر تھا نہ کوئی ظاہری عالم راوی نے پوچھا تو پھر لوگ اس وقت کیا کرتے تھے۔ فرمایا دین عیسیٰ علیہ السلام سے متمسک تھے۔ پوچھا ان کا حال کیسا تھا فرمایا مومن تھے اور فرمایا کہ زمین بغیر کسی عالم کے نہیں رہتی یعنی اگر کوئی عالم ظاہر نہیں ہوتا تو پوشیدہ ہوتا ہے۔

کلینی و ابن بابویہ وغیرہ نے بسند ہائے معتبر امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ بیشک اگر امام ایک لمحہ کے لئے بھی زمین سے الگ ہو جائے تو زمین اپنے تمام ساکنین کے ساتھ موج میں آجائے جس طرح دریا اپنے اہل کے ساتھ موج میں آتا ہے۔ اور ابن بابویہ نے بسند معتبر حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ اگر حجتہائے خدا زمین پر نہ ہوتے تو زمین یقیناً ان سب کو نکال دیتی اور سرنگوں کر دیتی جو زمین پر یا اس کے درمیان ہیں۔ کیونکہ زمین ایک ساعت کے لئے بھی حجت خدا سے خالی نہیں رہتی۔ نیز بسند معتبر امام رضاؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ ہم روئے زمین پر حجتہائے خدا ہیں اور خدا کے بندوں کے درمیان ہم خلیفہائے خدا ہیں ہم خدا کی رضا کے ساتھ خدا کے امین ہیں اور ہم ہیں کلمہ تقوےٰ جیسا کہ خدا نے قرآن میں فرمایا ہے وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى (آیت ۲۶ سورہ فتح پ۲۶) یعنی ہماری ولایت عذاب خدا سے نجات کا سبب ہے اور ہم عروۃ الوثقیٰ ہیں یعنی ہماری ولایت و متابعت وہ مضبوط زنجیر ہے کہ جو شخص اس کو پکڑ لے ٹوٹ نہیں سکتی بلکہ اس شخص کو بہشت میں پہونچاتی ہے اور ہم لوگوں کے درمیان خدا کے گواہ اور اس کی ہدایت کے نشان ہیں ہمارے سبب سے خدا آسمانوں اور زمین کو محفوظ رکھتا ہے اس سے کہ وہ اپنے مقام سے رواں ہوں یا حرکت کریں۔ اور ہماری برکت سے بارش کرتا ہے۔ اور اپنی رحمت کو وسیع فرماتا ہے اور زمین کبھی ہم میں سے کسی امام قائم سے خالی نہیں رہتی وہ امام یا تو ظاہر ہوتا ہے یا پنہاں اگر زمین حجتِ خدا سے ایک روز بھی خالی رہے تو یقیناً اس میں طوفان برپا ہو اور وہ اپنے ساکنین سمیت غرق ہو جائے جس طرح دریائی طوفان اپنے اہل کو برباد کر دیتا ہے اور بسند معتبر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ اگر زمین ایک روز بغیر امام کے رہے تو یقیناً اپنے اہل کے ساتھ دھنس جائے اور خدا ان کو اپنے بدترین عذاب کے ساتھ معذّب کرے کیونکہ خدا نے ہم کو زمین میں اپنی حجت اہل زمین کے لئے امام قرار دیا ہے۔ تاکہ ان پر عذاب نازل نہ ہو اور وہ ہمیشہ امن میں ہیں۔ اس سے کہ زمین ان کو ڈبا دے جب تک ہم ان کے درمیان ہیں۔ اور جب خدا چاہے گا۔

کہ انکو ہلاک کرے اور مہلت نہ دے ان کے درمیان سے ہم کو اٹھالے گا۔ پھر اپنے عذاب و عقاب سے جو ان کی نسبت چاہے گا عمل میں لائے گا۔

بسند معتبر حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جس روز سے زمین پیدا کی گئی ہے۔ کبھی ایسے عالم و حجت سے خالی نہیں رہی ہے جو امور حق کو زندہ کرتا ہے جس کو لوگ ضائع و برباد کرتے ہیں پھر یہ آیت پڑھی۔ یُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یُّطۡفِـُٔوۡا نُوۡرَ اللّٰهِ بِاَفۡوَاهِهِمۡ وَیَاۡبَى اللّٰهُ اِلَّاۤ اَنۡ یُّتِمَّ نُوۡرَهٗ وَلَوۡ كَرِهَ الۡكٰفِرُوۡنَ ○ (پ، سورہ توبہ آیت ۳۲) یعنی کفار چاہتے ہیں کہ اپنے منہ سے نور خدا کو بجھا دیں اور خدا اپنے نور کو کامل کرنے والا ہے اگرچہ کافروں کو یہ ناپسند ہی ہو۔ اور دوسری روایت میں فرمایا کہ حجت خدا یعنی ہادی خلائق سے پہلے تھا اور خلائق کے ساتھ ہے اور بعد ان کے رہے گا۔

بسند صحیح حضرت امام محمد باقر و جعفر صادق علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ جو علم حضرت آدم علیہ السلام لے کے آئے وہ واپس نہیں گیا۔ کیونکہ علم میراث میں ہم کو پہونچتا ہے اور جو علم اور آثار انبیا و مرسلین اہلبیت رسول خداؐ کے علاوہ دوسروں سے اخذ کیا جاتا ہے وہ باطل ہے اس لئے کہ علی علیہ السلام اس امت کے عالم تھے اور ہم اہلبیتؑ میں سے کوئی عالم دنیا سے نہیں جاتا مگر یہ کہ اپنے بعد کسی کو مقرر کرتا ہے جو اسی کے ایسا علم جانتا ہے جو خدا چاہتا ہے۔

بسند ہائے معتبر حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حق تعالیٰ نے زمین کو بغیر کسی عالم کے کبھی نہیں چھوڑا ہے جس کے دنیا والے علم میں محتاج ہوتے ہیں اور وہ کسی کا محتاج نہیں ہوتا اور حلال و حرام کو جانتا ہے۔ راوی نے پوچھا میں آپ پر فدا ہوں وہ کہاں سے علم جانتا ہے فرمایا اس میراث کے سبب جو جناب رسولخداؐ و علی بن ابیطالب علیہ السلام سے اس کو پہونچا ہے۔

ابن بابویہ و صفار و برقی نے حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ زمین میں خدا کی طرف سے ہمیشہ ایک حجت نبی یا امام رہا ہے جو حلال و حرام جانتا تھا اور لوگوں کو خدا کی طرف دعوت دیتا تھا۔ اور کوئی حجت یعنی ہادی سے زمین خالی نہیں ہوگی۔ مگر قیامت سے پہلے چالیس روز کے لئے غرضکہ جب وہ ہادی زمین سے اٹھالیا جائے گا۔ تو توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ اور ایمان لانے والوں کا ایمان کچھ فائدہ نہ دے گا جو لوگ حجت کے چلے جانے کے بعد ایمان لائے ہوں گے وہ بدترین خلق ہوں گے۔ پھر ان کے لئے قیامت قائم ہوگی۔

بسند معتبر حضرت امام محمد باقرؑ سے منقول ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس امت میں میرے اہلبیت کی مثال آسمان کے ستاروں کے مانند ہے کہ ہر ستارہ جو غروب

ہوتا ہے (اسکے بجائے) دوسرا ستارہ طلوع ہو جاتا ہے۔ اس طرح جو امام ہم اہلبیت میں دنیا سے رحلت کرتا ہے اس کے بعد دوسرا امامت کے ساتھ موجود ہو جاتا ہے۔

ابن بابویہ نے بسند معتبر حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے اس خطبہ میں جو مسجد کوفہ میں پڑھا فرمایا کہ خداوندا یہ شعبہ تیری زمین ایک حجت کی محتاج ہے جو تیری طرف سے خلق پر ہو اور تیرے دین کی طرف ان کی ہدایت کرے اور تیرا علم ان کو سکھائے تاکہ تیری حجت باطل نہ ہو اور تیرے فرمانبردار اور دوست ہدایت کے بعد گمراہ نہ ہوں۔ اس کے بعد وہ حجت یا امام ظاہر ہوگا جس کی لوگ اطاعت کریں گے یا پوشیدہ ہوگا جس کے ظہور کا انتظار کریں گے۔ اگرچہ حکومت باطل کے زمانہ میں وہ لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ ہوگا مگر اس کا علم اور اس کی رائے مومنوں کے دلوں میں ثابت و برقرار ہوگی جس پر لوگ اس کے ظاہر ہونے تک عمل کریں گے اور انہی چیزوں سے مانوس رہیں گے جن کے سبب جھٹلانے والوں کو ان سے وحشت ہوتی ہے اور گمراہوں کی جماعت ان سے انکار کرتی ہے۔

بصائر الدرجات میں بسند حسن حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ لوگوں نے انہی حضرت سے پوچھا کہ کیا ایک وقت زمین میں دو امام ہو سکتے ہیں۔ فرمایا نہیں مگر اس صورت سے کہ ایک خاموش رہے اور دوسرا امام اس سے پہلے امامت کا دعوے کرے اور اس کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد وہ امام ہو[1]

دوسری فصل

اس بیان میں کہ امام کو تمام گناہوں سے معصوم ہونا چاہیئے۔ واضح ہو کہ علمائے امامیہ کا اس پر اجماع ہے کہ امام اوّل عمر سے آخر تک تمام صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے معصوم ہوتا ہے۔ وہ کوئی گناہ نہ عمداً کرتا ہے نہ سہواً۔ اور اس بارے میں سوائے ابن بابویہ اور ان کے استاد محمد بن الحسن رحمہم اللہ کے کسی نے اختلاف نہیں کیا ہے۔ ان حضرات نے تجویز کی ہے کہ احکام خدا و تبلیغ رسالت کے علاوہ دوسرے معاملات میں جائز ہے کہ ان سے کسی مصلحت کی وجہ سے سہو ہو جائے۔ مثلاً نماز اور تمام عبادتوں میں سہو جائز ہے لیکن احکام و تبلیغ رسالت کے بیان میں کسی قسم کا سہو جائز نہیں جانتے اور تمام اسلامی فرقے اسمٰعیلیہ کے سوا عصمت کو شرط نہیں

---

[1] جو مؤلف فرماتے ہیں کہ وصیت کے اتصال کے بارے میں آدم سے آخر اوصیا تک اس کتاب کی پہلی جلد میں بیان کیا جا چکا ہے جس کا اعادہ طوالت کا باعث ہے۔ ۱۲

جانتے۔ مذہب امامیہ کے مطابق عقلی و نقلی دلیلیں بہت ہیں۔ ان میں سے بعض جلد اوّل میں بیان ہو چکیں اور اس بارے میں چند عقلی دلیلیں ہم پھر بیان کرتے ہیں۔

پہلی دلیل:۔ یہ کہ نصب امام کا مقتضا یہ ہے کہ رعایا سے خطا جائز ہے تو کوئی ایسا ہو کہ خطا سے انکو محفوظ رکھے۔ تو اگر اُس سے بھی خطا ممکن ہو تو وہ بھی کسی دوسرے امام کا محتاج ہوگا۔ لہٰذا یا تو تسلسل لازم آئے گا اور وہ محال ہے یا آخر میں ایک ایسے امام تک نوبت آئے گی جس کے لئے خطا جائز نہ ہو تو پھر وہی امام ہوگا۔

دوسری دلیل:۔ امام شریعت کا محافظ ہے کیونکہ قرآن میں احکام شریعت کی تفصیل نہیں ہے۔ اسی طرح سُنت و احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تمام احکام شرع معلوم نہیں ہوتے اور نہ اُمت کے اجماع سے معلوم ہو سکتے ہیں کیونکہ جس اجماع میں معصوم موجود نہ ہو تو جب ہر ایک سے خطا ممکن ہے تو خطا کاروں کی پوری جماعت سے بھی خطا ممکن ہے اور قیاس سے بھی معلوم نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ دلیلوں سے اصول میں اس کے ذریعہ سے عمل کا باطل ہونا ثابت ہو چکا ہے اور اگر مان بھی لیا جائے۔ تب بھی اس کا تمام احکام شرع کا محافظ ہونا ممکن نہیں نہ برأت اصلیہ کا کیونکہ اگر اس پر عمل ہو سکتا تو پیغمبروں کا مبعوث ہونا ضروری نہ تھا لہٰذا بغیر امام کے محافظ شریعت نہیں ہو سکتا۔ اور اگر اس سے خطا جائز ہو تو عبادات و تکالیف الٰہی میں اس کے قول پر اعتماد نہیں ہو سکتا اور یہ امر غرض تکلیف یعنی احکامِ الٰہی کی اطاعت کے خلاف ہے۔

تیسری دلیل:۔ یہ کہ اگر اس سے خطا واقع ہو تو واجب ہو گا کہ لوگ اس سے انکار کریں۔ اور یہ اسکی اطاعت کے واجب ہونے کے خلاف ہے جس کا حکم خدا نے دیا ہے اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ (پ۵ سورہ النساء آیت ۵۹) یعنی اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول اور اولی الامر کی جو تم میں ہوں نیز اگر وہ معصوم نہ ہو تو ہو سکتا ہے کہ گناہ کا حکم دے اور اطاعت سے منع کرے اور رعایا پہ واجب ہو گا کہ اس کے حکم کی اطاعت کریں اور معصیت میں اطاعت واجب ہونے سے یہ امر لازم آئے گا کہ ایک ہی فعل ایک طرف سے عبادت اور دوسری طرف سے معصیت ہو اور یہ امر محال ہے۔

چوتھی دلیل:۔ یہ کہ اگر گناہ اس سے سرزد ہو تو نصب امام کی غرض یعنی اُمت کی فرمانبرداری اور اس کے اقوال و افعال کی اطاعت باطل ہو جائے گی اور یہ نصب امام کے منافی ہے۔ مختصر یہ کہ تمام دلائل عقلیہ کا اس کتاب میں جمع کرنا ممکن نہیں اور جو کچھ اس کتاب کی ابتدا میں اور اس جگہ مذکور

امام کے لازمی صفات میں سے معصوم ہونا ضروری ہے

ہو اس مطلب کے ثبوت کے لئے کافی ہے۔

علمائے عامہ جو عصمت کو امام کے لئے شرط نہیں جانتے وہ فسق و فجور اور ظلم و جور بھی مبطل امامت نہیں مانتے لہٰذا امامت خلفائے بنو امیہ و بنی عباس کی امامت کے باوجود ان کے مظالم اور فسوق کے قائل ہیں اور ایک شخص جو ان کے مشہور علماء میں سے ہے کہتا ہے کہ فسق و فجور کے سبب امام امامت سے معزول نہیں ہوتا اور ملا سعدالدین نے اپنی شرح میں جو عقائد کے بارے میں لکھی ہے اسکی دلیل بیان کی ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ خلفائے راشدین کے بعد اماموں سے فسق و ظلم ظاہر ہوا حالانکہ اگلے لوگ ان کے مطیع و منقاد تھے۔ پھر اسی شرح میں بیان کیا ہے کہ امت کے اہل حل و عقد نے بنی عباس کی خلافت پر اتفاق کیا ہے۔ پھر ملا سعدالدین شرح مقاصد میں لکھتے ہیں کہ قہر و غلبہ سے اس کی امامت منعقد ہوتی ہے ہرچند وہ فاسق و جاہل ہو پھر لکھتے ہیں کہ اگر کوئی قہر و غلبہ سے امام ہو جائے اور دوسرا آ کر اس پر غالب ہو جائے اور اس کو معزول و مقہور کر دے تو پھر وہ غالب ہی امام ہوگا۔ یہ ہیں ان کے مہمل اقوال کس صاحب عقل کی عقل تجویز کر سکتی ہے کہ امام اہل جہنم سے ہو حالانکہ خدا نے فاسق کو اہل جہنم سے شمار کیا ہے جس جگہ کہ فرماتا ہے وَاَمَّا الَّذِیْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ (پ ۲۱ سورہ السجدہ آیت ۲۰) (جن لوگوں نے فسق کیا ان کا ٹھکانا جہنم ہے) دوسرے مقام پر یہ بھی فرمایا ہے کہ فاسق کی خبر پر اعتماد مت کرو اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا (جب کوئی بدکار تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو خوب تحقیق کر لیا کرو) (پ ۲۶ سورہ حجرات آیت ۶) اور فرمایا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ط خدا بدکاروں کو ہدایت نہیں کرتا۔ (سورہ منافقون پ ۲۸ آیت ۶)، تو جب یہ ثابت ہو گیا کہ عصمت امام کے لئے شرط ہے تو امامت خلیفہ اول باطل ہو گئی کیونکہ وہ بالاتفاق معصوم نہ تھے اور امامت امیر المومنین بیواسطہ ثابت ہو گئی کیونکہ بالاتفاق امت جناب رسول خدا کے بعد امامت امیر المومنین اور حضرت ابوبکرؓ کے درمیان مشتبہ تھی اور جب ایک کی باطل ہو گئی تو لامحالہ دوسرے کی ثابت ہو گئی۔

جاننا چاہیے کہ عصمت کے قائل حضرات نے اس امر میں اختلاف کیا ہے کہ آیا معصوم فعل معصیت پر قادر ہے یا نہیں تو جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ امام قادر نہیں ہے ان میں بعض کہتے ہیں کہ امام کے بدن یا نفس میں ایک خصوصیت ہے جو مقتضی ہے اس امر پر کہ محال ہے کہ امام معصیت پر اقدام کرے بعضوں کا قول ہے کہ طاعت پر قدرت رکھنا اور معصیت پر قادر نہ ہونا ہی عصمت ہے اکثر علماء اس بات کے قائل ہیں کہ امام معصیت پر قدرت رکھتا ہے اور ان میں بعض نے عصمت کی

عصمت کی تعریف

یہ تفسیر کی ہے کہ وہ خدا کا ایک لطف ہے بندہ کی نسبت جو طاعت سے قریب کرنے والا ہے جس کے سبب بندہ معصیت پر اقدام نہیں کرتا بشرطیکہ الجاء و اضطرار و جبر کی حد تک نہ پہنچے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ وہ ایک نفسانیہ ملکہ ہے جس کو وہ حاصل ہوتا ہے اس سے معصیت نہیں ہوتی اور بعضوں کا قول ہے کہ وہ بندہ پر خدا کا ایک لطف ہے جس کے سبب ترک طاعت وارتکاب معصیت کی خواہش بندہ کو نہیں ہوتی اور اس کے اسباب چار ہیں۔ پہلے یہ کہ اُس کے نفس یا بدن میں ایسی خاصیت ہوتی ہے جس سے وہ ملکہ ہو جاتا ہے جو فسق و فجور سے روکتا ہے۔ دوسرے یہ کہ اُس کو گناہوں کے عیوب کا اور طاعت کی نیکیوں اور فضیلتوں کا علم حاصل ہوتا ہے۔ تیسرے یہ کہ وحی و الہام الٰہی کے تابع ہونے کے سبب ان علوم میں اور بھی تاکید حاصل ہوتی ہے۔ چوتھے یہ کہ خدا کا اس سے فعل مکروہ اور ترک اولیٰ پر مواخذہ کرنا تاکہ وہ جانے کہ جب غیر واجب امور میں حق تعالیٰ اُس پر کام کو تنگ کرتا ہے تو واجبات و حرام میں اُس کے ساتھ تساہل نہ کریگا۔ الغرض جب یہ امور کسی میں جمع ہو جائیں گے تو وہ معصوم ہوگا۔ اور حق ہے کہ معصیت پر اس کی طاقت زائل نہیں ہوتی ورنہ ترک معصیت پر مدح کا مستحق نہ ہوگا۔ اور اس کے لئے ثواب و عقاب کچھ نہ ہوگا اس صورت میں وہ تکلیف کی حد سے باہر ہو جائے گا۔ اور یہ متواترہ نصوص و اجماع سے باطل ہے۔ نیز اس صورت میں عصمت کا کوئی فضل و کمال نہ ہوگا کیونکہ اس صورت میں خدا جس پر جبر کرے گا وہ ہی معصوم ہوگا۔ حالانکہ تحقیق یہ ہے کہ آدمی عقل کی قوت اور فطانت کی زیادتی اور عبادت و ریاضت کی کثرت اور خدا کی ہدایت و توفیق کے سبب اُس مرتبہ پر پہونچتا ہے۔ جہاں ہمیشہ اُس کی توجہ بارگاہ رب الارباب کی طرف ہوتی ہے بلکہ اپنی خواہشوں اور ارادوں سے اس کا قلب بالکل خالی ہوتا ہے۔ اور وہ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ "تم تو کچھ چاہتے ہی نہیں سوائے اس کے کہ جو خدا چاہتا ہے (پ سورہ الدھر آیت ۳۰) کے مقام میں پہونچتا ہے۔ اور بِيْ يَسْمَعُ وَبِيْ يُبْصِرُ وَبِيْ يَمْشِيْ وَبِيْ يُبْصِرُ وَبِيْ يَمْشِيْ بندہ میرے کانوں سے سنتا ہے میری آنکھوں سے دیکھتا ہے اور میرے پیروں سے چلتا ہے۔ کا مصداق ہو جاتا ہے اس حال میں عبادت ترک ہونا گناہوں کا صادر ہونا بلکہ ترک اولیٰ بھی اس سے محال ہوتا ہے۔ جیسے کوئی شخص کسی بادشاہ کے حضور میں اس کی انتہائی محبت و شفقت و احسان اور نوازشوں سے سرفراز ہو اسی کے ساتھ اس کے دل میں بادشاہ کی سطوت و طاقت کا پورا پورا تصور بھی ہو اور اپنی نسبت بادشاہ کی انتہائی شفقت و محبت مشاہدہ کرے اور خود بھی بادشاہ سے انتہائی محبت رکھتا ہو تو ایسا شخص تین وجہوں سے محال ہے کہ بادشاہ کی مرضی

کے خلاف کوئی کام کرے ہر چند وہ کام سہل و آسان ہو۔ پہلی وجہ انتہائی محبت کیونکہ جب محبت کرنے والا محبت کی حقیقت تک پہنچ جاتا ہے تو اس سے محبوب کی مرضی کے خلاف کوئی امر صادر ہونا محال ہے۔ دوسری وجہ شرم وحیا۔ اور وہ اُس کی شفقت و محبت و احسان و امتنان کے سبب اس کی غیبت میں اس کی مخالفت نہیں کرنے دیتی۔ پھر اس کے سامنے اس کی مخالفت کیونکر کرسکتا ہے۔ تیسری وجہ خوف و بیم۔ کیونکہ باوجود اس خصوصیت اور اس کی قدرت و اختیار کے اگر اس کی مرضی کی رعایت نہ کرے گا۔ تو یقیناً سخت سزا کا مستحق ہوگا اور وہ انتہائی عذاب سے مطمئن نہ ہوگا۔ اور کون سی سزا اور ایسے صاحب مرتبہ کے تغیرِ محبت اور مرتبہ قرب وعزت کے تنزّل کے برابر ہو سکتی ہے اور یہ بالکل واضح ہے کہ ایسے شخص سے گناہوں کا صادر ہونا محال ہے اور جبر کا لازم ہونا بھی محال ہے کیونکہ جبر وہ ہے جس میں بندہ کی طاقت اور ارادے کا دخل بالکل نہ ہو۔ اور اس مقام پر ایسے شخص کی طاقت وخواہش کسی دوسرے شخص سے مطلق کم نہیں ہوتی جیسا کہ تمام فاسقین مثلاً شراب پینے پر اقدام کرسکتے ہیں معصوم بھی یہ طاقت رکھتا ہے اور اقدام کرسکتا ہے۔ لہٰذا جبر کا مطلق یہاں شائبہ نہیں ہے جو آیتیں امام کے وجود پر دلالت کرتی ہیں۔ ان میں سے یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ سے خطاب فرمایا اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا آیت ۱۲۴ سورہ بقرہ پ۱) یعنی میں نے تم کو لوگوں کا امام بنایا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے عرض کی وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ (خداوندا) میری ذریت میں سے بھی بعض کو امام قرار دے حق تعالیٰ نے ان کے جواب میں فرمایا لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ میرا یہ عہد امامت ظالموں کو نہ پہنچے گا۔ اور ہر فاسق اپنی ذات پر ظالم وستمگار ہے۔ بہت سی حدیثیں جلد اول میں عصمت انبیاء کے بارے میں مذکور ہو چکی ہیں۔

ابن بابویہ نے کتاب خصال میں اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ جس شخص نے بتوں کی پرستش کی ہو اور ایک چشم زدن کے لئے خدا کے ساتھ کسی کو شریک کیا ہو وہ امامت کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اگرچہ آخر میں مسلمان ہو اور ظلم کسی شے کو اس کے غیر محل و مقام پر رکھنے کو کہتے ہیں اور سب سے بڑا ظلم خدا کے ساتھ کسی کو شریک کرنا ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ۔ (پ۲۱ سورہ لقمان آیت ۱۳) (یعنی یقیناً شرک ظلم عظیم ہے) اسی طرح امامت کے لائق وہ شخص بھی نہیں ہے جس نے کسی فعل حرام کا ارتکاب کیا ہو خواہ وہ صغیرہ ہو یا کبیرہ اگرچہ اس کے بعد توبہ کرلے۔ اور وہ شخص کسی پر حد نہیں جاری کرسکتا جس پر خود کوئی حد لازم ہوئی ہو لہٰذا یقیناً چاہئے کہ امام

معصوم ہو۔ اور اس کی عصمت معلوم نہیں ہو سکتی مگر پیغمبر کی زبانی خدا کی جانب سے اس پر نص ہونے سے۔ اس لیئے کہ نص خلقت ظاہری میں ظاہر نہیں ہوتی کہ دکھائی دے جیسے سیاہی و سفیدی وغیرہ بلکہ وہ ایک پوشیدہ امر ہے جو معلوم نہیں ہو سکتا۔ بغیر خدا کے بتائے ہوئے جو غیبوں کا جاننے والا ہے۔ اس بارے میں بھی حدیثیں جلد اول میں مذکور ہو چکیں۔

ابن بابویہ نے عیون اخبار الرضا میں حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ جو شخص درخت یاقوت سرخ کو دیکھنا اور چھونا چاہے جسے خلاق عالم نے اپنے دستِ قدرت سے لگایا ہے تو اسے چاہیئے کہ علیؑ اور ان کے فرزندوں کی امامت کا اعتقاد رکھے کیونکہ وہ ائمہ خلائق کے درمیان خدا کے اختیار کیئے ہوئے اور برگزیدہ اور ہر گناہ و خطا سے پاک ہیں۔

نیز اپنی اکثر کتب میں بسندِ حسن ابن عمیر سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہشام بن حکم کی مصاحبت کی تمام مدت میں کوئی بات اس بات سے بہتر میں نے حاصل نہیں کی۔ ایک روز میں نے ان سے پوچھا کہ آیا امام معصوم ہوتا ہے۔ کہا ہاں۔ میں نے پوچھا کہ کس دلیل سے اس کو معصوم جاننا چاہیئے جواب دیا کہ تمام گناہوں کے ارتکاب کی چار وجہیں ہیں پانچویں کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔ وہ حرص[1] حسد[2] غضب[3] اور شہوت[4] ہیں اور امام کی ذات میں ان میں سے کوئی نہیں ہوتی۔ جائز نہیں کہ امام دنیا کا حریص ہو کیونکہ تمام دنیا اُس کے زیر نگیں ہوتی ہے اور مسلمانوں کا خزینہ دار ہوتا ہے لہٰذا وہ کس چیز میں حرص کرے گا۔ دوسرے جائز نہیں کہ وہ حاسد ہو کیونکہ آدمی اُس پر حسد کرتا ہے جو اس سے بالاتر ہو اور جبکہ کوئی شخص اس سے بالاتر نہیں ہوتا تو وہ کس پر حسد کرے گا۔ تیسرے جائز نہیں کہ وہ امور دنیا میں سے کسی چیز کے بارے میں غضب کرے لیکن اس کا غضب و غصہ خدا کے لیئے ہوتا ہے کیونکہ خدا نے اس پر حدود کا قائم رکھنا واجب قرار دیا ہے یعنی کوئی اجرائے حدود الٰہی سے مانع نہیں ہوتا۔ اور دینِ خدا میں رحم حد جاری کرنے سے نہیں روکتا۔ چوتھے جائز نہیں کہ امام لذت و شہوتہائے دنیا کی متابعت کرے اور دنیا کو آخرت کے عوض اختیار کرے اس لیئے کہ خدا نے آخرت کو اس کا محبوب قرار دیا ہے جس طرح کہ دنیا کو ہمارا محبوب بنایا ہے لہٰذہ وہ آخرت پر نظر رکھتا ہے جس طرح ہماری نظریں دنیا سے لگی ہوتی ہیں۔ کیا تم نے کسی کو دیکھا ہے کہ خوبصورت چہرے کو بدصورت چہرے کے لیئے ترک کر دے یا تلخ طعام کے عوض لذیذ کھانوں کو چھوڑ دے یا نرم لباس کو سخت کپڑوں کے بدلے چھوڑ دے اور ہمیشہ باقی رہنے والی نعمت کو

(حاشیہ) انسانی کمزوریاں امام میں نہیں ہوتیں جو گناہوں کے ارتکاب کا باعث ہیں۔

فانی اور زائل ہونے والی نعمت کے لئے ترک کردے۔

معانی الاخبار میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ امام معصوم ہوتا ہے اور عصمت ظاہری مخلوق نہیں ہوتی جو پہچانی جا سکے لہٰذا امام وہی ہو سکتا ہے جس کی امامت پر خدا و رسول نے نص کی ہو۔ لوگوں نے پوچھا اے فرزند رسولؐ پھر معصوم کے کیا معنی ہیں۔ فرمایا کہ معصوم وہ ہے جو معتصم ہو اور ریسمان خدا سے متمسک ہو اور ریسمان خدا قرآن ہے اور امام۔ اور امام و قرآن قیامت تک آپس میں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے۔ امام لوگوں کی ہدایت قرآن کی طرف کرتا ہے اور قرآن لوگوں کی ہدایت امام کی طرف کرتا ہے اور قول خدا اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ (پ۱۵ سورہ بنی اسرائیل آیت ۹) یقیناً یہ قرآن ہدایت کرتا ہے اس ملت اور طریقہ کی جو سب سے زیادہ درست یعنی متابعت و ولایت آئمہ برحق کا طریقہ لہ

نیز روایت ہے کہ ہشام بن الحکم نے حضرت صادقؑ سے معصوم کے معنی دریافت کئے۔ حضرت نے فرمایا کہ معصوم وہ ہے جو اپنے تئیں بتوفیق خدا جمیع محرمات خدا سے محفوظ رکھے۔ جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ یَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِیَ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (پ۴ سورہ آل عمران آیت ۱۰۱) جس کے ظاہری الفاظ کے معنی یہ ہیں کہ جو شخص دین خدا سے متمسک یا خدا سے تمام امور میں متمسک ہو تو یقیناً وہ شخص صراط مستقیم کی طرف ہدایت پایا ہوا ہے اور اس تاویل کی بنا پر جو حضرت صادقؑ نے فرمائی ہے یہ معنی ہوں گے کہ جو شخص بتوفیق خدا اپنے کو تمام گناہوں سے محفوظ رکھے تو وہ بیشک صراط مستقیم کی طرف ہدایت یافتہ ہے۔

کراجکی نے کنز الفوائد میں جناب رسولخداؐ سے روایت کی ہے کہ حضرت فرماتے ہیں کہ مجھے جبرئیلؑ نے خبر دی ہے کہ امیرالمومنین علیہ السلام کے کاتبان کہتے ہیں کہ جس روز سے ہم ان حضرت کے ہمراہ ہیں اب تک ان کا کوئی گناہ لکھنے کی نوبت نہیں آئی۔ اور عمار یاسر سے بطریق اہلسنت روایت کی ہے کہ رسولخداؐ نے فرمایا کہ وہ دونوں فرشتے جو کاتبان اعمال امیرالمومنین ہیں۔ تمام کاتبان اعمال پر فخر کرتے

لہ مؤلف فرماتے ہیں کہ عصمت کی تفسیر جو ریسمان خدا سے متمسک ہونے سے کی گئی ہے وہ اس اعتبار سے کی گئی ہے کہ یا خدا اس کو گناہوں سے محفوظ رکھنے والا ہے اس سبب سے کہ وہ قرآن سے متمسک ہے یا اس معصوم سے مراد ہے جس کو خدا نے قرآن سے متمسک قرار دیا ہے کہ وہ تمام قرآن پر عمل کرے اور پورے قرآن کے معانی و مطالب جانتا ہو۔ ۱۲

ہیں کہ وہ اُن حضرت کے ساتھ ہیں جن کا کبھی کوئی عمل بالائے آسمان نہیں لے گئے جو خدا کے غضب کا باعث ہو۔

عقائد امامیہ میں حضرت صادقؑ سے منقول ہے جو آپ نے اعمش کے لئے بیان فرمایا کہ تمام پیغمبر اور ان کے تمام اوصیاء گناہوں سے معصوم ہیں اور صفات ذمیمہ سے پاک ہیں۔

عقائد اہلبیت علیہم السلام میں مذکور ہے جو امام رضا علیہ السلام نے مامون رشید کے لئے لکھے کہ حق تعالےٰ خلق پر اس شخص کی اطاعت واجب نہیں کرتا جس کے بارے میں جانتا ہے کہ وہ کافر ہو جائے گا۔ اور اس کی عبادت شیطان کی اطاعت کے ساتھ کرے گا۔

علل الشرائع میں بسند معتبر سلیم بن قیس ہلالی سے روایت کی ہے کہ امیرالمومنینؑ نے فرمایا کہ اطاعت صرف خدا اور رسول و اولوالامر کی واجب ہے اور اولوالامر کی اطاعت کا اس لئے حکم ہے کہ وہ گناہوں سے معصوم اور برائیوں سے پاک ہیں اور لوگوں کو خدا کی نافرمانی کا حکم نہیں دیتے۔

شیخ طبرسی نے مجالس میں اور ابن معازلی شافعی نے بطریق عامہ ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دُعا ہوں میں نے عرض کی یا رسول اللہ آپؐ ان کی دعا کس طرح ہیں؟ حضرتؐ نے فرمایا کہ خداوند عالم نے جناب ابراہیمؑ کو وحی کی کہ اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا یعنی میں تم کو لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔ جناب ابراہیمؑ چونکہ وعدۂ امامت سُنکر بہت خوش ہوئے اور چاہا کہ یہ عہدہ ان کی اولاد میں بھی رہے تو دُعا کی کہ میری ذریت میں سے بھی میری طرح امام قرار دے۔ خدا نے ان کو وحی فرمائی کہ میں تم سے کوئی عہد نہیں کروں گا۔ جس کو پورا نہ کروں۔ ابراہیمؑ نے عرض کی پالنے والے وہ کونسا عہد ہے جس کو تو وفا کرنا نہیں چاہتا۔ فرمایا کہ تم سے یہ عہد نہیں کروں گا۔ کہ تمہاری ذریت سے کسی ظالم کو امام بناؤں عرض کی پروردگارا وہ ظالم کون ہے جس کو عہد امامت نہیں پہنچے گا۔ فرمایا وہ جس نے کسی بت کو سجدہ کیا ہو گا۔ اس کو ہرگز امام نہ بناؤں گا اور وہ امام نہیں ہو سکتا۔ تب ابراہیمؑ نے دعا کی کہ وَّاجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ؕ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِیْرًا (سورہ ابراہیم آیت ۳۵ و ۳۶ پ۱۳) یعنی مجھ کو اور میری اولاد کو بتوں کی پرستش سے محفوظ رکھنا خداوندا ان بتوں نے کثیر لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے۔ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ پھر امامت کے لئے حضرت ابراہیمؑ کی دُعا مجھ تک اور میرے بھائی علیؑ تک منتہی ہوئی کیونکہ ہم میں سے کسی نے کبھی کسی بُت کو سجدہ نہیں کیا۔ لہٰذا مجھ کو پیغمبر اور علیؑ کو میرا وصی قرار دیا۔

ابن بابویہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسول خدا کو فرماتے ہوئے سُنا میں، علی، حسن وحسین اور حسین کے نو فرزند علیہم السلام عیبوں سے پاک اور گناہوں سے معصوم ہیں۔

عیاشی وغیرہم نے صفوان جمال سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم مکّہ میں تھے کہ اس آیت وَاِذِ ابْتَلٰۤی اِبْرٰهِیْمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ الخ کی تاویل کے بارے میں گفتگو ہونے لگی، حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا نے امامت کو محمدؐ و علیؑ اور علیؑ کے فرزندوں (علیہم السلام) تک ختم کردی۔ یہ فرما کر ذُرِّیَّةً بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۚ (پ۳ سورہ آل عمران آیت ۳۴) پھر فرمایا اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ۔ حضرت ابراہیمؑ نے کہا پالنے والے تو نے محمدؐ و علیؑ کے بارے میں جو مجھ سے وعدہ فرمایا ہے اس کو جلد پورا فرما اور ان کی مدد نصرت میں تعجیل کر۔ اور یہ خدا کے اس کلام کی طرف اشارہ ہے جو اس نے فرمایا ہے کہ وَمَنْ یَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ وَلَقَدِ اصْطَفَیْنٰهُ فِی الدُّنْیَا وَاِنَّهٗ فِی الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ ۝ (پ۱ سورہ بقرہ آیت ۱۳۰) جس کا حاصل یہ ہے کہ کون ہے جو ملت ابراہیمؑ سے انحراف کرے سوائے اس کے جو اپنے کو ناداں اور بے عقل قرار دے یقیناً ہم نے ان کو دنیا میں برگزیدہ کیا اور آخرت میں وہ شائستہ لوگوں میں سے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ ملّت سے مراد امامت ہے جب حضرت ابراہیمؑ نے اپنی ذریت کو مکّہ میں ساکن کیا تو کہا رَبَّنَاۤ اِنِّیْۤ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْـِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْۤ اِلَیْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ (پ۱۳ سورہ ابراہیمؑ آیت ۳۷) اور دوسری جگہ فرمایا ہے رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ (پ۱ سورہ البقرہ آیت ۱۲۶)

پہلی آیت کا ظاہری ترجمہ یہ ہے کہ اے میرے پروردگار بلاشبہ میں نے اپنی بعض اولاد کو ایسے صحرا میں تیرے خانۂ محترم کے نزدیک ساکن کیا ہے جس میں زراعت نہیں ہوتی اے ہمارے پروردگار اس لئے کہ وہ نماز کو قائم رکھیں لہٰذا لوگوں کے قلوب ان کی طرف مائل کر دے اور ان کو میوے روزی کر۔

دوسری آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ خداوندا اس شہر کو مقام امن قرار دے اور اس کے ساکنین کو جو اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان لائیں میوے کرامت فرما۔ حضرت نے فرمایا کہ جناب ابراہیمؑ نے

مومنوں کی تخصیص اس خوف سے کی کہ ایسا نہ ہو کہ سوال امامت کی طرح تمام باشندوں کے لئے یہ دعا قبول نہ ہو۔ جیسا کہ خدا نے فرمایا کہ میرا یہ عہد امامت ظالمون کو نہ پہنچے گا۔ الغرض خدا نے فرمایا مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗۤ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ (پ سورہ بقرہ آیت ۱۲۶) یعنی جو کافر ہو گا اس کو بہت قلیل مدت تک صرف دنیا کی زندگی میں (روزی سے) فائدہ پہنچاؤنگا۔ پھر اس کو عذاب جہنم سے اذیت دونگا اور وہ بُرا محل بازگشت ہے۔ جب خدا نے یہ فرمایا حضرت ابراہیم نے پوچھا کہ وہ کون لوگ ہیں جن کی بازگشت جہنم کو ہو گی تو خدا نے ان کو وحی فرمائی کہ وہ خلفائے جور اور ان کی پیروی کرنے والے ہیں۔

کلینیؒ اور شیخ مفید وغیرہم نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ خداوند عالم نے پیغمبری سے پہلے حضرت ابراہیمؑ کو اپنا بندہ قرار دیا اور رسول بنانے سے پہلے ان کو پیغمبر قرار دیا اور خلیل بنانے سے پہلے ان کو اپنا رسول قرار دیا اور امام بنانے سے پہلے ان کو اپنا خلیل بنایا۔ غرض یہ پانچ عہدۂ جلیل پر جب وہ فائز ہو چکے تب فرمایا اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا (میں نے تم کو لوگوں کا امام بنایا) تو چونکہ جناب ابراہیم کی نگاہوں میں یہ عہدہ بہت عظیم معلوم ہوا اس لئے چاہا کہ یہ شرف ان کی اولاد سے الگ نہ ہو تو عرض کی وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ (پالنے والے یہ عہدہ) میری اولاد میں سے بھی (لوگوں کو عطا فرما) خدا نے جواب میں فرمایا۔ لَا يَنَالُ عَهْدِى الظّٰلِمِيْنَ یہ میرا عہد ظالموں کو نہ پہنچے گا حضرت امام نے فرمایا کہ بیوقوف و بدعقل پرہیزگاروں کا پیشوا نہیں ہو سکتا۔

نیز روایت کی ہے آئمہ معصومین علیہم السلام سے کہ انبیاء و مرسلین کے چار طبقے ہیں۔ اوّل ایک وہ پیغمبر ہوتا ہے جو اپنی ذات کے لئے پیغمبر ہوتا ہے اور دوسروں کو تبلیغ نہیں کرتا وہ خواب میں فرشتہ کو دیکھتا ہے بیداری میں نہیں دیکھتا صرف فرشتے کی آواز سنتا ہے۔ اور وہ کسی پر مبعوث نہیں ہوتا اس پر ایک امام حاکم ہوتا ہے جیسے حضرت لوط علیہ السلام جن پر حضرت ابراہیمؑ امام تھے۔ دوسرے وہ پیغمبر ہوتا ہے جو خواب و بیداری دونوں حالتوں میں فرشتہ کو دیکھتا ہے اور اس کی آواز بھی سنتا ہے اور وہ ایک جماعت پر مبعوث ہوتا ہے خواہ اس کے افراد کم ہوں یا زیادہ ہوں۔ جیسا کہ خداوند عالم حضرت یونس علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ (پ۲۳ سورہ الصّٰفّٰت آیت ۱۴۷) یعنی ہم نے اُن کو بھیجا ایک لاکھ بلکہ زیادہ اشخاص کی طرف اور اُن پر ایک امام حاکم تھا۔ تیسرے وہ پیغمبر جو خواب میں دیکھتا ہے اور ملک کی آواز سنتا ہے اور خود امام بھی ہوتا ہے۔ ابتدا میں حضرت ابراہیم علیہ السلام پیغمبر تھے امام نہ تھے یہاں تک کہ خدا نے ان سے فرمایا کہ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ

اِمَامًا (میں نے تم کو لوگوں کا امام بنایا) اور جب اپنی ذریت کے لئے استدعا کی تو خدا نے فرمایا لَایَنَالُ عَھْدِی الظّٰلِمِیْنَ ۔ یعنی جو شخص کسی بت یا صورت یا تصویر کی پرستش کرے گا۔ (وہ امام نہیں ہو سکتا۔)

ثعلبی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ خدا نے جس سے جو شک اور گناہ سے اہلبیت علیہم السلام کے پاک ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے جیسا کہ آیہ تطہیر میں فرمایا ہے اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا (پ ۲۲ سورہ احزاب آیت ۳۳)

محمد بن عباس و ابن ماہیار نے اپنی تفسیر میں حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ کہ حضرت نے فرمایا کہ خداوند عالم ہم کو ہمارے حال پر نہیں چھوڑتا اگر ہم کو ہمارے حال پر چھوڑ دے تو ہم بھی۔ گناہ و خطا میں مثل دوسرے لوگوں کے ہو جائیں گے لیکن خدا نے ہمارے حق میں فرمایا ہے اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ ۔ یعنی جو دعا ہم کرتے ہیں اس کو خدا قبول فرماتا ہے [1]

[1] مؤلف فرماتے ہیں۔ واضح ہو کہ علمائے امامیہ رضوان اللہ علیہم نے آئمہ طاہرین کی تمام گناہوں سے عصمت پر اجماع کیا ہے لیکن بہت سی دعاؤں میں خصوصاً صحیفہ کاملہ کی دعاؤں میں آئمہ سے گناہوں کا اعتراف واقع ہوا ہے اور بعض حدیثوں میں چند امور جن سے معصیت کا وہم ہوتا ہے وارد ہوئے ہیں۔ جس کی تاویل چند وجہوں کے ساتھ کی جا سکتی ہے۔ اوّل یہ کہ کبھی فعل مکروہ و ترک مستحب کو بھی گناہ کہتے ہیں بلکہ بعض مباحات عمل میں لانے کو ان کی جلالت و بلندی شان کے پیش نظر اُن کے مرتبہ کے لحاظ سے اس فعل کے پست ہونے کے سبب گناہ سے تعبیر کرتے ہیں چنانچہ صاحب کشف الغمہ نے کہا ہے کہ اُن کے اکثر اوقات یاد خدا اور مراقبہ الٰہی میں صرف ہوتے ہیں اور اُن کے دل ملاء اعلےٰ سے تعلق رکھتے ہیں تو جب اس مرتبہ سے نزول کرتے ہیں اور کھانے پینے اور جماع کرنے اور تمام مباحات میں مشغول ہوتے ہیں تو ان افعال کو گناہ کہتے ہیں اور اس لئے استغفار کرتے ہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ بعض دنیا والوں کے غلام اپنے آقا کے سامنے ان امور کی جانب متوجہ ہوں۔ تو ان کی ملامت کا سبب ہوتا ہے اس لئے وہ آقا سے معذرت کریں گے۔ دوسرے یہ کہ جب کبھی معاشرت خلق اور اُن کی تعلیم و تکمیل و ہدایت میں مشغول ہوتے ہیں جس پر خدا کی جانب سے مامور ہوتے ہیں اس کے بعد جب مقام قرب و وصال و مناجات حضرت ذوالجلال کی جانب پلٹتے ہیں چونکہ یہ مرتبہ اس سے عظیم تر ہے اس لئے اپنے کو مقصر پاتے ہیں تو استغفار اور تضرع و زاری کرتے ہیں۔ ہر چند وہ حالت بھی خدا کے حکم سے ہوتی ہے۔ جس طرح بلا تشبیہ کوئی بادشاہ اپنے کسی مقرب کو جو ہمیشہ اس کی مجلس میں حاضر رہتا ہو کسی (باقی حاشیہ صفحہ ۴۲ پر)

ائمہ طاہرین کے استغفار اور گناہوں کے اعتراف کے وجوہ

تیسری فصل

اِس بیان میں کہ امامت خدا و رسول کے نص سے ہوتی ہے اُمّت کے اختیار و بیعت سے نہیں ہوتی اور یہ کہ ہر امام پر واجب ہے کہ اپنے بعد کے امام پر نص کرے۔ اور اس مطلب کی بعض

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۱) خدمت پر مامور کرے جس کے سبب سے وہ بادشاہ کے حضوری سے محروم رہے پھر جب وہ بادشاہ کی خدمت میں مشرف ہو تو اپنی غیر حاضری کو جرم و تقصیر سے نسبت دے۔ تیسرے یہ کہ چونکہ ان کے علوم و فضائل و عصمت خدا کے لطف و فضل سے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ممکن ہے کہ طرح طرح کے گناہ اُن سے صادر ہوتے جب اپنی اس حالت پر نظر کرتے ہیں خلاق عالم کے فضل اور اپنے عجز و نقص کا اقرار ان عبادات سے کرتے ہیں جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اگر تیری جانب سے عصمت نہ ہو تو ہم بھی گناہ کریں گے اور اگر تیری توفیق ہمارے شامل حال نہ ہو تو ہم سے بھی بہت سے خطائیں سرزد ہوں۔ چوتھے یہ کہ چونکہ معرفت کے مرتبے بے انتہا ہیں اور انبیاء و اوصیا اور اولیاء ہر وقت حصول کمالات اور بلندی درجات میں ترقی کرتے رہتے ہیں تو جب ایک لمحہ اور ایک آن کے لئے بھی مدارج عرفان و مراتب ایقان کے درجہ سے باہر آتے ہیں تو مرتبہ سابقہ کو اس مرتبہ کی بہ نسبت حقیر شمار کرتے ہیں اور وہ عبادتیں جب اس حالت میں واقع نہیں ہوتیں تو اپنے کو اُن عبادتوں سے مقصر سمجھتے ہیں اس لئے استغفار کرتے ہیں اور جناب رسول خداؐ کے اس ارشاد کا کہ میں ہر روز ستر مرتبہ استغفار کرتا ہوں شاید اسی طرف اشارہ ہو۔ پانچویں یہ کہ چونکہ آئمہ کو معرفت معبود درجۂ کمال پر ہوتی ہے اور خدا کی نعمتوں کو اپنے اوپر کامل و اکمل پاتے ہیں جس قدر بھی طاعات و عبادات میں سعی کرتے ہیں اس کی بارگاہ کے لائق نہیں سمجھتے اور اپنی عبادتوں کو اس جہت سے معصیت قرار دیتے ہیں اور اس لئے استغفار کرتے ہیں۔ اور سوائے وجہ اوّل کے جس کو اکثر علما نے بیان کی ہے دوسری وجہیں اس قاصر (مؤلف) کے دل سے قائم ہوئی ہیں اور جس کے ذہن میں بادہ محبت کا ایک قطرہ بھی پہونچا ہے وہ اِن وجہوں کی تصدیق کرے گا۔ وَمَنْ لَمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهُ نُوْرًا فَمَا لَهُ مِنْ نُوْرٍ اور ابن بابویہؒ نے رسالہ عقائد میں بیان کیا ہے کہ انبیا و مرسلین و آئمہ طاہرین علیہم السلام کے بارے میں یہ ہے کہ وہ ہر گناہ و خطا و عیب سے معصوم و مطہر ہیں اور یہ کہ اُن سے صغیرہ و کبیرہ گناہ سرزد نہیں ہوتے۔ اس امر میں جس کا خدا نے ان کو حکم دیا ہے وہ خدا کی نافرمانی نہیں فرماتے اور وہی کرتے ہیں جس پر وہ منجانب خدا مامور ہوئے ہیں۔ اور جو شخص ان کے کسی حال میں اُن سے عصمت کی نفی کرتا ہے تو اُس نے ان کو نہیں پہچانا ہے۔ اور ان کے بارے میں ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ وہ تمام کمال علم سے اپنے حالات میں ابتدا سے آخر تک موصوف ہیں وہ کسی حال میں نقص و عصیان و جہل سے متصف نہیں ہوتے۔ ۱۲

دلیلیں فصل اوّل میں مذکور ہوچکیں۔ جاننا چاہیئے کہ علمائے امامیہ کا اس امر پر اجماع ہے کہ امام خدا اور رسول کی جانب سے منصوص ہوتا ہے۔ عباسیہ کہتے ہیں۔ نص سے یا میراث سے ہوتا ہے اور زیدیہ کہتے ہیں کہ یا نص سے ہوتا ہے یا اپنی طرف دعوت کے سبب سے۔ اور تمام اہلسنّت کا قول ہے کہ یا نص کے ذریعہ سے یا حل وعقد کے اختیار و بیعت سے ہوتا ہے۔ اور مذہب امامیہ کی حقیقت پر دلائل عقلیہ بہت ہیں۔

پہلی دلیل :۔ جیسا کہ معلوم ہوچکا کہ امام کو معصوم ہونا چاہیئے اور عصمت ایک پوشیدہ امر ہے۔ جس کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ لہٰذا چاہیئے کہ خدا کی جانب سے نص ہو کیونکہ وہ عصمت کا جاننے والا ہے اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

دوسری دلیل :۔ یہ کہ اولاد آدم کی عادتوں کے مشاہدہ اور دنیا والوں کی طبیعتوں کے آثار کے ملاحظہ کی بنا پر عقلاً معلوم ہوتا ہے کہ جب ان پر کوئی با اختیار حاکم اور صاحب قوت و قدرت بادشاہ نہیں ہوتا جو ان کو ظلم و غضب اور خواہشوں کی پیروی اور بُرے افعال کے ارتکاب سے باز رکھے تو اکثر لوگوں میں اپنے بنی نوع پر ظلم و سختی و دست درازی اور غارت اموال اور ناحق قتل نفوس کے ساتھ غلبہ کی خواہش ہوگی اور یہ صورت طرح طرح کے فسادات اور انتظام عالم و خلائق میں فساد کا باعث ہے اور بنی آدم کے سلسلہ میں خلل کا سبب ہوگا اور یہ یقین ہے کہ حق تعالیٰ ان خصلتوں سے راضی نہیں ہے جیسا کہ فرماتا ہے، کہ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ (پ البقرہ آیت ۲۰۴) (یعنی خدا یقیناً فساد کو پسند نہیں کرتا) لہٰذا خداوند عالم پر واجب ہے کہ فساد کو دفع کرے اور یہ عادت کے مطابق نہیں ہوتا بلکہ ہر زمانہ میں اولاد آدم کی حکومت و ریاست اُس شخص کو سپرد ہو جو راہ صلاح و طریق فلاح سے قطعاً قدم باہر نہ رکھے اور شریعت کے تقاضہ کے مطابق تمام بندوں کی زندگی و آخرت کی تمام مصلحتوں کی حفاظت کرے ایسا ہی شخص امام ہے لہٰذا اگر حق تعالیٰ ہر زمانہ میں امام کی تعیین نہ کرے تو یقیناً فساد سے راضی ہوگا اور فساد قبیح ہے اور خدا کا امر قبیح پر راضی ہونا محال ہے۔

تیسری دلیل :۔ عقل و نقل سے یہ ثابت ہوچکا ہے کہ بندوں پر خدا کی شفقت و رافت اور راہ رشد و صلاح کی طرف ان کی ہدایت اور ان کی زندگی و آخرت کی اصلاح کے بارے میں بے انتہا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں کئی مقام پر فرمایا وَاللّٰهُ رَءُوفٌۢ بِالْعِبَادِ (پ سورہ بقرہ آیت ۲۰۷) (یقیناً خداوند کریم بندوں پر مہربان ہے) اور خدا کا اپنے تمام بندوں پر انتہائی رحم و کرم اور انتہائی شفقت و مہربانی کی دلیل یہ ہے کہ جزئیات اعمال و افعال کی اصلاح میں کوتاہی جائز نہیں رکھی ہے چنانچہ نورہ

ملگانے اور شارب لینے اور بیت الخلا میں داخل ہونے اور باہر آنے کی کیفیت اور پانی اور پتھر سے استنجا کرنے اور جماع کرنے کے آداب و اسی قسم کے امور کے جزئیات کو تمام و کمال اپنے رؤف و رحیم رسول کے ذریعہ سے اپنے بندوں کو آگاہ فرمایا اس طرح کہ تمام لوگوں پر بخوبی واضح و آشکار ہو گیا اور رسول کے لئے خلیفہ کا مقرر و معین کرنا جو ان کے بعد شریعت اور دین و ملت کے قواعد و طریقہ کی حفاظت کرے اور مخالفوں کے شر و فساد وغیرہ سے بندوں کی محافظت فرمائے جزئیات مذکورہ سے کہیں زیادہ اہم ہے اور جب خداوند عالم امور جزئیہ کے اظہار میں سستی و کوتاہی جائز نہیں رکھتا تو ایسے امر عظیم و ضروری کی تکمیل میں جو دین کا سب سے بڑا رکن ہے کیونکر پہلو تہی کرے گا۔ اس لئے یقین ہے کہ خلیفہ کی تعین فرمائی جو تمام بندوں کا حاکم ہوتا ہے اور جناب رسول خدا کو اُس امام کے مقرر کرنے کی وحی فرمائی اور تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ سوائے امیرالمومنین علیہ السلام کے کسی پر نص نہیں ہوئی لہٰذا وہ حضرت بلاشبہ نص کے ساتھ مقرر ہوئے ہیں۔

چوتھی دلیل۔ باعتراف اہلسنت جناب رب العزت کی عادت آدم سے خاتم تک تمام انبیاء کے بہ نسبت یہ رہی ہے کہ جب تک خلیفہ ان کے لئے مقرر نہ فرما دیا ان میں سے کسی کو دنیا سے نہ اٹھایا اور جناب رسول خدا کی یہی سنت تمام غزوات میں اور جزئی سفروں میں جو مدینہ منورہ میں فرماتے تھے بلکہ ہمیشہ جب آنحضرت اپنے مقام پر مقیم رہتے اہل اسلام کے کسی قریہ میں جہاں تھوڑے لوگ رہتے تھے یا کوئی سریہ اور کوئی لشکر کسی جگہ بھیجتے تو رئیس و خلیفہ کا مقرر کرنا رعایا پر نہ چھوڑتے جب تک خود حکم خداوند عالم سے امیر و حاکم مقرر نہ فرما دیتے تو ایسے سفر کے موقع پر جس کی مدت کی کوئی انتہا نہ تھی۔ تمام اہل اسلام اور تمام شرائع و احکام کو قیامت تک کیونکر معطل اور دوسروں کے اختیار میں چھوڑ دیتے۔

پانچویں دلیل:۔ منصب امامت مثل عہدۂ نبوت ہے کیونکہ یہ دونوں ایک ریاست و حکومت عام کی دلیل ہیں جو تمام مکلفین پر تمام امور دین و دنیا سے متعلق ہیں۔ اور لوگوں کا ایسے شخص کو پہچاننا جو اس منصب جلیل کے لائق ہو ممکن نہیں باوجود تمام مختلف رایوں کے جس امر پر بھی اتفاق کریں گے وہ انکی عقل ناقص کے مطابق اور اغراض باطلہ کے موافق ہوگا مصلحت کلی اور حکمت الٰہی کے مطابق نہیں ہو سکتا ان میں ہر شخص کی رائے متفرقہ اسی کو تجویز و اختیار کرے گی جس کو اپنے اور اپنی قوم کے لئے بہتر سمجھے گی ہاں ایسے امور پر متفق ہونا قہر و غلبہ کے سبب ہو سکتا ہے اور بادشاہان جبار کی سلطنت و

ریاست سے ہے امامت ملت و امارت شریعت نہ ہوگی۔ اور جب رعایا مصلحت الٰہی کے موافق امام کا انتخاب کر سکتی ہے تو نبی کو بھی اختیار کر سکتی ہے اور یہ باتفاق باطل ہے اور طرفہ یہ ہے کہ اگر کوئی بادشاہ کسی شہر کے حاکم کو معزول کر دے اور اس کی جگہ پر کسی کو مقرر نہ کرے یا کسی گاؤں کا رئیس اپنے گاؤں سے باہر جائے اور کسی کو اپنا جانشین مقرر نہ کرے کہ وہ رعایا کے امور کو منظم رکھے بلکہ یہ امر رعایا کے اختیار پر چھوڑ دے تو بلاشبہ وہ لوگ جو خدا و رسول پر نصب امام کے واجب ہونے کے قائل نہیں ہیں اس بادشاہ و رئیس کی نہایت مذمت و توبیخ کریں گے اور اس امر قبیح کو جسے رئیس قریہ کے لئے بہتر نہیں سمجھتے خدا اور رسول کے مستحسن جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ پیغمبر دنیا سے رخصت ہو گئے اور کسی کو خلیفہ مقرر نہیں کیا اور امام کا نصب کرنا رعایا کے اختیار میں چھوڑ دیا۔

چھٹی دلیل۔ فرض کر لیا جائے کہ اُمت اپنی تمام خواہشات و غرضہائے نفسانی سے پاک و منزہ ہو کر نہایت سوچ سمجھ کر امام کو اختیار کرے چونکہ سب کے سب جائز الخطا ہیں لہذا ہو سکتا ہے کہ ان سے کسی کو اختیار کرنے میں بھی خطا ہوئی ہو اور لائق امامت شخص کو ترک کر کے غیر مستحق و نااہل کو اختیار کر لیں۔ جیسا کہ ملوک و سلاطین نیز تمام لوگوں کے اختیار و انتخاب میں واقع ہوتا ہے کہ ایک مدت تک کسی کو کسی منصب کے لئے امین و معتمد اور قابل سمجھتے ہیں اس کے بعد اُس انتخاب کے خلاف ظاہر ہوتا ہے۔ حضرت صاحب الامرؑ کے ذکر میں یہ دلیل تفصیل سے انشاء اللہ بیان کی جائے گی۔

ساتویں دلیل:۔ مان لیا جائے کہ امت کا اپنے لئے امام اختیار کر لینا عین صواب و بہتر بھی ہو لیکن یہ امر بہت واضح ہے کہ خداوند کریم پوشیدہ و آشکار کا جاننے والا ہے وہ اپنے بندوں کو سب سے بہتر جانتا اور پہچانتا ہے کہ کون کس کام کے لائق اور مناسب ہے بیشک یہ کام اس کے لئے زیادہ آسان ہے پھر باوجود اس کے خود اس کا ترک کرنا اور دوسروں کے سپرد کرنا جو بہت مشکل سے جان سکتے اور کر سکتے ہیں ترجیح مرجوح ہے اور اس کا قادر حکیم سے صادر ہونا قبیح اور محال بھی ہے۔

آٹھویں دلیل:۔ اگر امامت امت کے اختیار میں ہو تو دو احتمال سے خالی نہیں پہلے یہ کہ ان کا اختیار کرنا خطا ہو گا۔ اور چونکہ خلاق عالم اختیار کرنے سے پہلے جانتا تھا کہ وہ خطا کریں گے لہذا باوجود علم و قدرت و حکمت و شفقت کے اجرائے امور دین اور تربیت مسلمین کو ایسے گروہ کے سپرد کرنا جو یقیناً خطا کرتے ہیں اور ظالم حاکم اختیار کرتے ہیں۔ نہایت قبیح ہے۔ اور حکیم و خبیر سے اس کا صادر ہونا محال ہے۔ اور علم الٰہی میں یہ گزرا ہو کہ وہ لوگ امامت کے

لائق شخص کو اختیار کریں گے حالانکہ ایسے شخص کا پہچاننا اور رعایا کو پہچنوانا اور اس کو اسکی اطاعت کے لیئے مجبور کر دینا اور تنازع کرنے والوں کی نزاع اور حسد کرنے والوں کے حسد کا دفع کرنا نہایت مشکل کام ہے اور پروردگار عالم کے لیئے نہایت آسان لہٰذا ایسا کام باوجود اس دشواری کے دوسروں پر چھوڑنا اور کمزوروں کے ایک گروہ کو ایسے امر عظیم کے لیئے مقرر کرنا انتہائی قبیح ہے اور یہ حکیم مطلق کے لیئے محال ہے۔ باوجودیکہ خود فرماتا ہے یُرِیۡدُ اللّٰہُ بِکُمُ الۡیُسۡرَ وَ لَا یُرِیۡدُ بِکُمُ الۡعُسۡرَ (سورہ بقرہ آیت ۱۸۵ پ۲) یعنی خدا تمہارے لیئے آسانی چاہتا ہے۔ دشواری نہیں چاہتا پھر فرماتا ہے مَا جَعَلَ عَلَیۡکُمۡ فِی الدِّیۡنِ مِنۡ حَرَجٍ (پ۱۷ سورہ الحج آیت ۷۸) یعنی خدا نے تمہارے لیئے دین میں تنگی اور دشواری نہیں کی ہے اور اس سے زیادہ دشواری اور کیا ہو سکتی ہے۔ یہ دلیل سابق کی دو دلیلوں سے مرکب ہے۔

وہ آیتیں جو نصب امام کے لیئے نص ہیں۔

پہلی آیت: خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَ اَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ۔ (پ۶ سورہ مائدہ آیت ۳) یعنی آج میں نے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں۔ باتفاق امت نبوت کے بعد دین کو اس قدر کسی چیز کی حاجت اور مسلمانوں کو اس قدر کسی نعمت کی ضرورت نہیں جس قدر کہ امام کی ہے اس حیثیت کہ اگر امام نہ ہو تو بہت جلد دین کا اور مسلمانوں کا نشان باقی نہ رہے تو باوجود دین اور مسلمانوں کے اس قدر احتیاج کے دونوں بغیر امام کے ناتمام و بے انتظام رہیں تو اگر خداوند تعالےٰ نے امام مقرر نہ کیا ہو اور امت کو اس کا حکم نہ دیا ہو اور اپنے پیغمبر کو دنیا سے اٹھا لیا ہو تو لازم آئے گا کہ دین اور امت دونوں نامکمل رہے اور جو شخص ایسا تجویز کرے اس نے قرآن و رسولؐ و خدا سب کی تکذیب کر دی اور وہ کافر ہو گیا قطع نظر حدیث متواترہ کے جو خاصہ و عامہ کے طریقہ سے وارد ہوئی ہیں کہ یہ آیت حضرت علی علیہ السلام کی نص خلافت ظاہر کرنے کے بعد نازل ہوئی ہے جن کو ہم انشاء اللہ ان کے محل و مقام پر ذکر کریں گے اور دوسری آیتیں وہ ہیں۔ حق تعالیٰ نے بہت سی آیتوں میں فرمایا ہے کہ ہم نے ہر چیز کو قرآن میں بیان کر دیا ہے جیسا کہ ارشاد فرماتا ہے مَا فَرَّطۡنَا فِی الۡکِتٰبِ مِنۡ شَیۡءٍ (پ۷ سورہ الانعام آیت ۳۸) اور وَ نَزَّلۡنَا عَلَیۡکَ الۡکِتٰبَ تِبۡیَانًا لِّکُلِّ شَیۡءٍ نیز وَ لَا رَطۡبٍ وَّ لَا یَابِسٍ اِلَّا فِیۡ کِتٰبٍ مُّبِیۡنٍ (پ۱۴ سورہ النحل آیت ۸۹) اور انہی کے مثل اور آیتیں ہیں اور ان سب کا حاصل یہ ہے کہ کوئی چیز نہیں جس کا حکم ہم نے قرآن میں

بیان نہ کر دیا ہو تو جب تمام چیزوں کو قرآن میں بیان فرما دیا ہے امامت کا حکم اور امام کی تعیین جو تمام چیزوں سے اہم اور نہایت ضروری حکم ہے۔ یقیناً بیان فرمایا ہے، اور ترک نہیں کیا ہے اور دوسروں کے اختیار میں نہیں دیا ہو گا۔ اور جو شخص اس کے خلاف کہے۔ وہ قرآن کی تکذیب کر کے کافر ہو جائے گا۔

اور دوسری قسم کی بہت سی آیتیں قرآن میں ہیں جن میں خدا نے فرمایا ہے کہ تمام امور خدا کے اختیار میں ہیں۔ دوسروں کو ان پر کوئی اختیار نہیں ہے مثل اس قول خدا کے جبکہ منافقین کہتے تھے کہ کیا ہم کو کسی امر میں کوئی اختیار ہے تو خدا نے فرمایا کہ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ رپ سورہ آل عمران آیت ۱۵۴) یعنی اے رسول ان سے کہہ دو تمام کاموں کا اختیار خدا کو ہے تم کو کسی کام میں کوئی اختیار نہیں ہے۔ دوسرے مقام پر ارشاد فرماتا ہے کہ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ (آیت ۱۲۸ سورہ آل عمران پ) یعنی (اے رسول) کسی کام کا تم کو اختیار نہیں تو جب آنحضرت کو کسی کام کا اختیار نہیں تو امامت بھی انہی میں سے ہے۔ لہٰذا دوسرے اس کے زیادہ مستحق ہیں کہ بے اختیار ہوں اور اہلبیت علیہم السلام کے طریق سے وارد ہوا ہے کہ یہ آیت امامت کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ چنانچہ عیاشی نے جابر جعفی سے روایت کی ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام کے سامنے یہ آیت پڑھی کہ لیس لك من الامر شئ حضرتؑ نے فرمایا کہ خدا کی قسم آنحضرتؐ کو ہر چیز کا اختیار تھا مراد اس آیت سے وہ نہیں جو تم نے سمجھا ہے میں تم سے اس آیت کے نازل ہونے کا سبب بیان کرتا ہوں حقیقت یہ ہے کہ پروردگار عالم نے جب اپنے پیغمبر کو ولایت و امامت علی علیہ السلام کے اظہار کا حکم دیا تو رسول خدا علیؑ کے بارے میں اپنی قوم کی عداوت سے متفکر ہوئے۔ چونکہ ان کو جانتے اور پہچانتے تھے کہ جب خداوند عالم نے امیر المومنینؑ کو ان کی تمام خصلتوں کے سبب صحابہ پر فضیلت دی اس لئے کہ امیر المومنینؑ نے خدا اور رسولؐ کی سب سے پہلے تصدیق کی اور ایمان لائے اور سب سے پہلے خدا و رسولؐ کی نصرت و مدد کی اور سب سے پہلے دشمنان خدا و رسولؐ کو قتل کیا اور خدا و رسولؐ کے مخالفوں سے سب سے زیادہ دشمنی کی ان کا علم سب سے زیادہ تھا۔ ان کے فضائل اس قدر زیادہ تھے جن کا احصا نہیں ہو سکتا تو جناب سرور کائنات کو جب امیر المومنینؑ سے ان کی ان خصلتوں کے سبب قوم کی عداوت کے بارے میں فکر ہوئی اور ان حسد کے بارے میں جو وہ اُن حضرتؑ سے کرتے تھے آنحضرتؐ کو خوف ہوا کہ وہ لوگ اُن حضرت کی اطاعت نہ کریں گے اس وقت خدا نے حضرت کو خبر دی کہ امامت و خلافت

کے بارے میں تم کو کوئی اختیار نہیں ہے اس کا اختیار خدا کو ہے اور خدا نے علیؑ کو ان کا وصی قرار دیا اس کے بعد حضرتؐ نے ان کو امور امت کا اختیار سپرد فرمایا اس آیت کا یہ مطلب ہے

پھر بسند دیگر جابر سے روایت کی ہے کہ انہوں نے حضرت امام باقرؑ سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی۔ حضرت نے فرمایا اے جابر رسول خدا کی خواہش تھی کہ ان کے بعد خلافت علیؑ کو ملے اور علم خدا میں یہ تھا کہ لوگوں کو برائے امتحان ان کے حال پر چھوڑ دے اور کسی امر میں جبر نہ کرے اور وہ جانتا تھا کہ وہ ان کی خلافت غصب کریں گے تو جابر نے پوچھا کہ پھر اس آیت سے کیا مراد ہے۔

فرمایا یہ مراد ہے کہ خدا نے فرمایا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امامت و خلافت علیؑ کے بارے میں اور ان کی خلافت غصب کرنے والوں کے بارے میں تم کو کوئی اختیار نہیں ہے جو کچھ اختیار ہے مجھ کو ہے اور میں نے تم پر یہ آیت نازل کی ہے۔ الٓمّٓ۝ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَكُوْۤا اَنْ یَّقُوْلُوْۤا اٰمَنَّا وَ هُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ۝ وَ لَقَدْ فَتَنَّا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَ لَیَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِیْنَ۔ (پ۲۰ سورہ عنکبوت آیت ۲ و ۳) یعنی کیا لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ ان کے اس کہنے پر کہ ایمان لائے وہ چھوڑ دیئے جائیں گے اور ہم ان کا امتحان نہ لیں گے بیشک ہم نے ان لوگوں کا امتحان لیا جو ان سے پہلے تھے تو خدا ان لوگوں کا بھی امتحان ضرور بالضرور لے گا تاکہ معلوم ہو جائے کہ کون دعوٰئے ایمان میں سچا ہے اور کون جھوٹا اور منافق ہے۔

اور دوسری آیت یہ ہے وَقَالُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْیَتَیْنِ عَظِیْمٍ۝ اَهُمْ یَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَیْنَهُمْ مَّعِیْشَتَهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ رَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِیًّا وَ رَحْمَتُ رَبِّكَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ۔ (پ۲۵ سورہ زخرف آیت ۳۱ و ۳۲) یعنی کفار قریش کہتے ہیں۔ کہ کیوں یہ قرآن دو قریوں (یعنی مکہ و طائف) کے کسی شخص یعنی ولید بن مغیرہ و عروہ بن مسعود ثقفی پر کیوں نازل نہیں ہوا جو جاہ و مال میں بڑھے ہوئے ہیں کیونکہ رسالت منصب عظیم ہے اور کسی مرد عظیم ہی کے لائق ہے اور انہوں نے یہ نہیں سمجھا کہ یہ مرتبہ روحانی ہے اور عظمت نفس یعنی فضائل قدسیہ سے آراستہ ہونے کی خواہش رکھتا ہے خرافات دنیا کے جمع کرنے کی نہیں اس لئے حق تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا یہ اس بات کو چاہتے ہیں کہ پروردگار عالم کی رحمت کو تقسیم

کریں جو پیغمبری ہے اور جس کو چاہیں دیں جس طرح ہم نے ان کے درمیان دنیاوی زندگی میں ان کی معیشت تقسیم کی ہے کہ ان میں بعض کا درجہ بعضوں پر بلند کیا ہے اور ان کی روزی میں فرق رکھا ہے اس لئے کہ ان میں بعض اپنی ضرورت میں دوسروں سے کام لیں اور ان میں الفت پیدا ہو اور اس طرح نظامِ عالم صحیح و منتظم رہے اور اس تقسیم میں ہم پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا۔ اور تمہارے پروردگار کی رحمت جو پیغمبری اور جو چیزیں اس کے تابع ہیں اس سے بہتر ہیں جو مال و سامان دنیا سے وہ لوگ جمع کرتے ہیں۔ اس آیت کا ماحصل یہ ہے کہ دنیا کی معیشت اور دولت سے نبوت بہتر ہے اور اس کا مرتبہ بڑا ہے۔ جس کا تقسیم کرنا ہم نے ان کے اختیار میں نہیں دیا ہے۔ بلکہ ہم خود تقسیم کرتے ہیں اور جس کے لئے چاہتے ہیں۔ مقرر کرتے ہیں اور جب نبوت کو جس کا مقام بلند اور اس کی شان عظیم ہے ہم ان کے اختیار میں نہیں چھوڑتے اور خود اس کی جانب توجہ رکھتے ہیں تو مرتبۂ امامت جو مرتبہ نبوت کے مثل ہے اور نبوت کے بعد خداوند کریم و رحیم کی کوئی نعمت و رحمت اس کے بندوں پر مثل امامت کے نہیں ہے تو جب معیشت دنیا کی تقسیم جو سب سے ادنی نعمت ہے عطائے نبوت کو جو نظیر امامت ہے بندوں کے اختیار پر نہیں چھوڑتا، بلکہ اپنے ارادہ و اختیار سے مقرر کرتا ہے تو بلاشک و شبہہ امام کا نصب و مقرر کرنا جو فی الحقیقت بحسب معنی نبوت ہے یقیناً امت کے اختیار میں نہ چھوڑے گا۔

دوسری آیت: وَ رَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَ يَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (پ۲۰ آیت ۶۸ سورہ القصص) یعنی تمہارا پروردگار جو چاہتا ہے خلق کرتا ہے اور ہر امر کے لئے جس کو چاہتا ہے۔ اختیار کرتا ہے دنیا والوں کو اختیار نہیں کہ جس کو چاہیں اپنی خواہش سے کسی امر کو اختیار کریں اور خداوند عالم اس سے پاک و منزہ ہے جس کی وہ لوگ اس کی طرف نسبت دیتے ہیں اور اپنے اور دوسروں کو اختیار میں شریک سمجھتے ہیں۔ اور صاحب اختیار جانتے ہیں۔

مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جبکہ کفار قریش نے کہا تھا۔ لَوْ لَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ۔ (پ۲۵ الزخرف آیت ۳۱) جیسا کہ اس کی تفسیر اس سے پہلے بیان ہوئی۔ اس آیت سے استدلال کی وجہ نہایت واضح ہے اور اس کی تاویل میں بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں جو ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔ ابن شہر آشوب نے مناقب میں حضرت صادقؑ سے اس آیت وَ رَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَ

یَخۡتَارُ کی تفسیر میں روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ خدا نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اہلبیت کو اختیار فرمایا ہے۔

نیز بطریق عامہ و خاصہ انس بن مالک سے روایت کی ہے اور سید ابن طاؤس نے بھی طرائف میں تفسیر محمد ابن مومن میں انس سے روایت کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے اس آیت وربک یخلق مایشاء کی تفسیر جناب رسول خدا سے دریافت کی حضرت نے فرمایا کہ خدا نے آدم کو مٹی سے جسطرح چاہا پیدا کیا پھر فرمایا وَ یَخۡتَارُ یعنی خدا نے مجھے اور میرے اہلبیتؑ کو تمام خلائق سے برگزیدہ کیا اور ہم کو سب پر اختیار کیا۔ تو مجھ کو رسول بنایا اور علی بن ابیطالب علیہ السلام کو میرا وصی قرار دیا پھر فرمایا مَا کَانَ لَهُمُ الۡخِیَرَةُ یعنی لوگوں کو اختیار نہیں دیا کہ خود جسے چاہیں اختیار کر لیں لیکن میں جسے چاہتا ہوں اختیار کرتا ہوں۔ چنانچہ میں اور میرے اہلبیت خلق سے خدا کے برگزیدہ اور اختیار کئے ہوئے ہیں اس کے بعد فرمایا سبحان اللہ یعنی خدا پاک ہے ان تمام باتوں سے جو کفار مکہ اس کے ساتھ شریک قرار دیتے ہیں وَ رَبُّكَ یَعۡلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوۡرُهُمۡ (پ۱ سورہ النحل آیت ۴، وپ۲ سورہ القصص آیت ۷۰) یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارا پروردگار جانتا ہے وہ سب کچھ جو وہ اپنے سینوں میں چھپاتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ مطلب یہ ہے۔ منافقوں کا بغض و عناد جو ان کو تم سے اور تمہارے اہلبیت سے ہے وَمَا یُعۡلِنُوۡنَ یعنی وہ بھی جو کچھ تمہاری اور تمہارے اہلبیت کی دوستی و محبت زبان سے ظاہر کرتے ہیں۔

حمیری نے قرب الاسناد میں بسند صحیح حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ امام پر اس کی وفات کے وقت واجب ہے کہ اپنے بعد کے امام کے بارے میں لوگوں پر حجت واضح و ظاہری تمام کرے خداوند عالم اپنی کتاب میں فرماتا ہے وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیُضِلَّ قَوۡمًا بَعۡدَ اِذۡ هَدٰىهُمۡ حَتّٰى یُبَیِّنَ لَهُمۡ مَّا یَتَّقُوۡنَ (پ۱۱ سورہ توبہ آیت ۱۱۵) یعنی خدا کسی قوم کو اس کی ہدایت کرنے کے بعد گمراہ نہیں کرتا۔ جب تک کہ ان چیزوں کو بیان نہیں کر دیتا کہ جس سے وہ پرہیز کریں۔ غرض کہ راوی نے پوچھا کہ آیا امام اپنے بعد کے امام کو وصی کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے مقرر کرتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اس کے بارے میں خدا کے حکم سے وصیت کرتا ہے جس کو خدا مقرر کرتا ہے۔ یہی روایت بصائر الدرجات میں بھی بسند معتبر منقول ہے۔

شیخ طبرسی وغیرہم نے احتجاج میں روایت کی ہے سعد بن عبداللہ امام حسن عسکری کی خدمت میں گیا تاکہ کچھ مسائل دریافت کرے دیکھا کہ ایک بچہ ان حضرات کی گود میں بیٹھا ہے۔ جب اس نے مسائل بیان کئے تو حضرت نے اس بچہ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ اپنے اس مولا سے پوچھو یعنی حضرت صاحب الامر علیہ السلام سے تو اس کا ایک سوال یہ بھی تھا کہ لے میرے مولا یہ بتائیے کہ کس سبب سے امت اپنے واسطے امام اختیار نہیں کر سکتی۔ حضرت نے فرمایا کہ کس امام سے تمہاری غرض ہے ایسا امام جو ان کے امور کی اصلاح کرنے والا ہو یا وہ امام جو ان میں فساد پیدا کرنے والا ہو۔ عرض کی کہ وہ امام جو اصلاح کرنے والا ہو حضرت نے فرمایا کیا ممکن ہے کہ ان کا اختیار فساد کا سبب ہو اور ان کے گمان میں وہ اصلاح کرنے والا ہو اس کی رائے جو کسی کے دل کے حالات سے آگاہ نہ ہو کہ وہ اصلاح کا ارادہ رکھتا ہے یا فساد کا۔ اس نے کہا ہاں یہ ممکن ہے حضرت نے فرمایا اسی سبب سے امام کا اختیار کرنا ان کے امکان میں نہیں ہے اور اس مطلب کو میں تم پر ایک دلیل سے اور واضح کرتا ہوں جس کو تمہاری عقل قبول کرے گی اس نے کہا ضرور بیان فرمائیے۔ حضرت نے فرمایا۔ مجھے ان رسولوں کے بارے میں بتاؤ جن کو خدا نے برگزیدہ کیا اور ان پر کتابیں نازل کیں اور ان کو وحی و عصمت سے قوت بخشی کیونکہ وہ امت کے راہنما ہیں۔ ان میں سے جناب موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام بھی ہیں۔ آیا جائز ہے کہ وہ اپنی عقل و کمال و علم کی زیادتی کے باوجود جب کسی جماعت کو اختیار کرنا چاہیں منافق کو اختیار کریں اس گمان سے کہ وہ مومن ہے اس نے کہا یہ جائز نہیں۔ حضرت نے فرمایا کون موسیٰ کلیم اللہ نے اپنے کمال علم و عقل و نزول وحی کے باوجود اپنے بزرگان قوم اور سرداران لشکر سے اپنے پروردگار کی میقات کے لئے ستر اشخاص کو اس گروہ سے اختیار کیا جن کے ایمان و اخلاص میں ان کو کوئی شبہہ نہ تھا لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ وہ سب منافق تھے۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا وَاخْتَارَ مُوسَىٰ قَوْمَهُ سَبْعِينَ رَجُلًا لِّمِيقَاتِنَا فَلَمَّا أَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ (پ ۹ سورہ الاعراف آیت ۱۵۵) جس کی تفسیر جلد اول میں بیان ہو چکی۔ اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ جب ہم کو معلوم ہوا کہ اس بزرگوار کا تجویز و اختیار کرنا۔ جس کو خدا نے پیغمبری کے لئے برگزیدہ کیا تھا۔ فاسد ترین مردم پر واقع ہوا اور وہ گمان کرتے تھے کہ وہ صالح ترین خلق ہیں تو ہم نے جانا کہ وہ شخص کسی کو اختیار نہیں کر سکتا جو ان چیزوں کو نہیں جانتا جو لوگوں کے سینوں میں پوشیدہ اور خلائق کے ضمیر میں

پنہاں ہے لہٰذا وہ اختیار کر سکتا ہے جس کے نزدیک لوگوں کے پوشیدہ راز ظاہر و ہویدا ہوں تو جب پیغمبر سب سے بہتر کو اختیار نہ کر سکے تو مہاجر و انصار کیونکر امام کو اختیار و انتخاب کر سکتے ہیں (یہ پوری حدیث حضرت صاحب الامر علیہ السلام کے حالات کے ابواب میں بیان ہوگی (انشاء اللہ تعالیٰ)

ابن بابویہ نے بسند معتبر حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ خداوند عالم آنحضرتؐ کو ایک سو بیس مرتبہ آسمان کے اوپر لے گیا اور ہر مرتبہ آنحضرتؐ کو ولایت امیرالمومنینؑ اور ان کے بعد کے اماموں کے بارے میں وصیّت فرمائی اور اس سے زیادہ تاکید کی کہ جو کچھ دوسرے فرائض کے بارے میں فرمائی۔

قرب الاسناد میں حضرت امام موسےٰ کاظم علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ خداوند عالم نے اپنے بندوں پر کسی امر میں اس قدر تاکید نہیں کی جس قدر کہ امامت کے اقرار کے بارے میں تاکید فرمائی ہے اور لوگوں نے کسی امر میں ایسا انکار نہیں کیا جیسا امامت کے بارے میں کیا۔

ابن بابویہ و کلینی و غیرہم نے بسند معتبر روایت کی ہے کہ حضرت صادق علیہ السلام سے لوگوں نے پوچھا کہ امامت کیوں فرزندان امام حسینؑ میں قرار پائی اور امام حسنؑ کے فرزندوں میں کیوں نہیں قرار پائی حالانکہ دونوں بزرگوار جناب رسول خدا کے فرزند اور آپ کی بیٹیؑ کے فرزند اور بہترین جوانان اہل جنّت تھے۔ حضرت نے فرمایا کہ جناب موسیٰ و ہارون دونوں پیغمبر مرسل تھے اور بھائی تھے۔ حالانکہ خدا نے پیغمبری کو صلب ہارون علیہ السلام میں قرار دیا صلب موسےٰ علیہ السلام میں قرار نہیں دیا اور کسی کی مجال نہ تھی جو کہے کہ کیوں خدا نے ایسا کیا اس لئے کہ امامت خدا کی خلافت ہے کسی اور کی نہیں ہے کہ کہے کہ کیوں امام حسین کے فرزندوں میں قرار دی کیونکہ خدا اپنے افعال میں حکیم ہے اور اس کے بارے میں جو کچھ وہ کرتا ہے اُس سے سوال نہیں کیا جا سکتا بلکہ دوسروں سے سوال کیا جا سکتا ہے۔

کلینی اور ابن بابویہ و صفار اور دوسرے بیسؔ اشخاص سے زیادہ لوگوں نے بسند معتبر حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ تم لوگ گمان کرتے ہو کہ امامت کا اختیار امام کو ہے کہ ہم جس کو چاہیں یہ عہدہ عطا کریں۔ نہیں خدا کی قسم بلکہ امامت جناب رسولِ خدا کا ایک عہد ہے مخصوص ایک ایک کی طرف آخری امام تک۔

بسند ہائے معتبر دیگر انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ ہم میں سے کوئی امام دنیا سے نہیں جاتا مگر یہ کہ خدا اس کو بتا دیتا ہے کہ کس کو اپنا وصی قرار دے۔ اور بروایت دیگر امام اپنے بعد کے امام کو جانتا ہے اور اسی سے وصیت کرتا ہے۔ اور بروایت دیگر امام دنیا سے نہیں جاتا جب تک کہ جان نہیں لیتا کہ کون اس کے بعد امام ہے۔

ابن شہر آشوب نے مناقب میں محمد ابن جریر طبرسی سے روایت کی ہے کہ جس وقت کہ جناب رسول خدا نے اپنے کو قبائل عرب کے سامنے پیش کیا اور اُن سے بیعت طلب کی تو قبیلہ بنی کلاب کے پاس آئے اور اسلام قبول کرنے کو فرمایا اور بیعت طلب کی ان لوگوں نے کہا کہ ہم اس شرط پر بیعت کریں گے کہ اپنے بعد آپ امر خلافت ہمارے سپرد کریں۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ خدا کا امر ہے اگر وہ چاہے گا تمہارے سپرد کرے گا اور اگر چاہے گا دوسروں کے سپرد کرے گا۔ جب ان لوگوں نے یہ سُنا تو بیعت نہیں کی اور کہا کہ ہم آئیں اور آپ کے لئے دوسروں سے شمشیر زنی کریں اور آپ دوسروں کو ہم پر حاکم قرار دیں۔

نیز روایت کی ہے کہ ابوالحسن رفا نے کسی عالم اہلسنت سے پوچھا کہ جس وقت جناب رسول خدا مدینہ سے باہر گئے تو کسی کو مدینہ میں خلیفہ مقرر کیا تھا اس نے کہا ہاں علی علیہ السلام کو خلیفہ مقرر کیا تھا ابوالحسن نے کہا کیوں نہ اہل مدینہ سے فرمایا کہ تم اپنے میں سے کسی کو خلیفہ بنا لو کیونکہ تم لوگ گمراہی و ضلالت پر مجتمع نہ ہوں گے۔ اس عالم نے کہا اس لئے کہ ان کی آپس کی مخالفت سے اور اس بات سے ڈرے کہ کہیں کوئی فتنہ نہ برپا ہو جائے۔ ابوالحسن نے کہا اگر ان کے درمیان فساد ہو جاتا تو حضرت جب واپس آتے تو ان کی اصلاح کر دیتے اس عالم نے کہا حضرت کا خلیفہ مقرر کرنا زیادہ بہتر اور فتنہ سے حفاظت کے لئے ضروری تھا تو ابوالحسن نے کہا کہ پھر کیا کسی کو مقرر کیا کہ حضرت کے بعد آپ کا جانشین ہو اس نے کہا نہیں۔ ابوالحسن نے کہا کہ حالت سفر سے موت کی حالت زیادہ عظیم اور اس وقت خلیفہ کی ضرورت زیادہ تھی لہذا وقت وفات امت کے اختلاف و فتنہ و فساد ان کے درمیان واقع ہونے سے کیوں نہ ڈرے حالانکہ حالت سفر میں خوف کیا جس کا تدارک جلد ممکن تھا یہ سنکر وہ عالم ساکت ہو گیا اور کوئی جواب نہ دے سکا۔

چوتھی فصل

معرفت امام کا واجب ہونا اور یہ کہ لوگ امام برحق کی ولایت ترک کر دینے پر معذور نہیں اور یہ کہ جو شخص مر جائے اور اپنے زمانہ کے امام کو نہ پہچانے

وہ کفر و نفاق کی موت مرے گا۔

جاننا چاہیئے کہ شیعوں کے نزدیک امام کا اقرار اصول دین میں سے ہے اور اس کا ترک کرنے والا احکام آخرت میں کافروں کے ساتھ شریک ہے۔ اور احکام دنیوی میں مسلمانوں کی طرح ان سے برتاؤ کیا جاتا ہے مگر جو لوگ کہ اہلبیت علیہم السلام کے ساتھ دشمنی ظاہر کرتے ہیں مثل خوارج کے تو وہ لوگ احکام دنیوی میں بھی کفار کا حکم رکھتے ہیں اور بعض روایتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام برحق کے غلبہ نہ ہونے کے زمانہ میں شیعوں پر شفقت کے لئے ان پر حکم اسلام ظاہراً جاری کیا ہے تاکہ ان کے ساتھ معاشرت میں دشواری نہ ہو اور حضرت صاحب الامر علیہ السلام کے ظہور کے بعد ان پر صرف کفار کا حکم جاری ہوگا اور اکثر علمائے شیعہ کا یہ اعتقاد ہے کہ سوائے ضعیف الاعتقاد والوں کے سب کے سب مثل تمام کافروں کے ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہیں گے اور علمائے شیعہ میں سے شاذونادر کوئی اس کا قائل ہوا ہے کہ عذاب الٰہی میں طویل مدت تک رہنے کے بعد انکی نجات کی امید ہے۔ اور مستضعف (کمزور اعتقاد والا) وہ ہے جو ضعف عقل کے سبب حق و باطل میں تمیز نہ کرسکے یا یہ کہ مذہب حق کی حقانیت کی دلیل باوجود عدم تقصیر کے اُس پر تمام نہ ہوئی ہو مثل ان لوگوں کے جنھوں نے سنی بادشاہوں کے محل میں نشوونما پائی ہو اور مذہب کے اختلاف کو نہ سنا ہو اور کسی کو نہ پایا ہو جو مذہب شیعہ کی حقیقت ان پر ثابت کرتا ایسے لوگوں کے لئے آخرت میں نجات کی امید ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ سوائے مستضعفین کے عذاب الٰہی سے نجات کی امید نہیں ہے وہ عذاب الٰہی میں ہمیشہ رہیں گے

عامہ و خاصہ نے بطریق متواترہ حضرت رسول خدا سے روایت کی ہے کہ حضرت فرماتے ہیں کہ مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَعْرِفْ إِمَامَ زَمَانِهِ مَاتَ مِيتَةً الْجَاهِلِيَّةِ یعنی جو شخص مر جائے اور اپنے امام زمانہ کو نہ پہچانے وہ اہل جاہلیت کی موت مرا ہوگا۔ جو کہ آنحضرت کے مبعوث ہونے سے پہلے اصول و فروع دین سے جہل و کفر پر مرتے تھے۔ اور یہ کہ جو بعض متعصب متکلمین اہلسنت نے کہا ہے کہ امام زماں سے مراد قرآن ہے تو ہر صاحب عقل جانتا ہے کہ امام سے کتاب مراد لینا مجاز اور ظاہر کے خلاف ہے نیز لفظ زمانہ کے اضافہ سے ظاہر ہے کہ ہر زمانہ میں ایک امام ہوتا ہے اور قرآن تمام زمانوں میں مشترک ہے لہٰذا اسی وجہ ثانی سے یہ تاویل دفع ہوتی ہے کہ حضرت رسول خدا کی مراد امام سے کتاب ہے۔ نیز امام گذشتہ کو امام زمانہ نہیں کہتے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ ہر زمانہ کے لئے ایک امام ہونا چاہیئے جس کو لوگ پہچانیں اور بالاتفاق

سوائے فرقہ امامیہ کے کوئی قائل نہیں کہ ہر زمانہ میں ایک امام ہے اور کوئی زمانہ امام سے خالی نہیں ہوتا۔

برقی نے محاسن میں بسند معتبر حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ رسولخدا نے فرمایا کہ جو شخص مرجائے اور اپنے زمانہ کے امام کو نہ پہچانے تو وہ دین جاہلیت پر مرا ہے۔ لہذا تم پر اپنے امام کی اطاعت لازم ہے تم نے بیشک اصحاب امیرالمومنین علیہ السلام کو دیکھا ہے کہ انہوں نے حضرت کی پیروی نہیں کی تو ان کا معاملہ کہاں منتہی ہوا تو تم کسی کی پیروی نہ کرو کہ تم جہالت اور امام کے نہ پہچاننے سے معذور نہیں ہوا اور قرآن میں کریم ترین آیتیں ہماری شان میں نازل ہوئی ہیں یعنی جو آیتیں کہ فضیلت پر دلالت کرتی ہیں اور ہم وہ گروہ ہیں جن کی اطاعت خدا نے واجب قرار دی ہے اور تمام زمینیں ہمارے لئے غنیمت میں ہیں اور برگزیدہ غنیمت ہم سے ہے۔

بسند معتبر حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ زمین قائم و باقی رہنے کی صلاحیت نہیں رکھتی ہے مگر امام کے سبب سے اور جو شخص مرجاتا ہے اور اس نے اپنے امام کو نہیں پہچانا وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے اور تم میں سے ہر ایک معرفت امام کا اس وقت تمام زندگی سے زیادہ محتاج ہوتا ہے جب اس کی جان یہاں تک پہونچ جاتی ہے اور اپنے دست مبارک سے اپنے سینہ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ اس وقت کہے گا کہ میں امر نیک اور صحیح مذہب پر تھا اور وہ وقت وہ ہے جب کہ احوال آخرت اُس پر ظاہر ہوتے ہیں اور اپنے حالات کو بخوبی مشاہدہ کرتا ہے۔

بسند حسن حسین بن ابی العلا سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت صادقؑ سے جناب رسول خدا کے اس قول کے بارے میں دریافت کیا جو حضرتؐ نے فرمایا ہے کہ جو شخص مرجاتا ہے اور اس کا کوئی امام نہیں ہوتا تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہوتی ہے۔ امام نے فرمایا کہ ہاں بجا ہے اگر لوگ حضرت علی بن الحسینؑ کی متابعت کرتے اور عبدالملک مروانی کو چھوڑ دیتے تو ہدایت پاتے۔ ہم نے کہا کہ جو شخص مرجائے اور اپنے امام کو نہ پہچانے تو وہ کفر کی موت مرتا ہے حضرت نے فرمایا نہیں بلکہ اپنے پیغمبر سے گمراہی کی موت مرتا ہے [1]

[1] مؤلف فرماتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ اس حدیث سے یہ مراد ہو کہ ان پر دنیا میں حکم کفر جاری نہیں ہوتا یا ضعیف الاعتقاد لوگ مراد ہوں۔ جیسا کہ دوسری معتبر حدیثوں میں انہی حضرت سے منقول ہے یعنی ان کی موت کفر و ضلالت و نفاق پر ہوتی ہے۔

نیز محاسن وغیرہ میں بسند ہائے معتبر حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ جو شخص مرجائے اور اس کا کوئی امام نہ ہو تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہے اور لوگ امام کے پہچاننے سے معذور نہیں۔ اور جو شخص اس حال میں مرجائے کہ اپنے امام کو پہچانتا ہو اس کو امام کا ظاہر ہونا ضرر نہیں کرسکتا خواہ ان کا ظاہر ہونا اس کی موت سے پہلے ہو یا بعد ہو اور جو شخص مرجائے اور اپنے امام کو پہچانتا ہو ایسا ہے کہ وہ حضرت قائم علیہ السلام کے ساتھ ان کے خیمہ کے اندر ہے۔

اکمال الدین میں بسند معتبر روایت ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام سے لوگوں نے پوچھا کہ جو شخص مرجائے اور اپنے امام کو نہ پہچانتا ہو کیا جاہلیت کی موت مرا ہے۔ حضرت نے فرمایا ہاں جو شخص امام کی امامت میں شک کرے یا توقف کرے وہ کافر ہے اور جو شخص امام کی امامت سے انکار کرے یا امام سے اظہار عداوت کرے وہ مشرک ہے یعنی بُت پرست کے مانند ہے

کلینی اور نعمانی نے بسند صحیح ابن ابی بصیر سے روایت کی ہے کہ لوگوں نے اس آیت وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ (پ۲۰ سورہ القصص آیت ۵۰) کی تفسیر حضرت امام رضاؑ سے دریافت کی یعنی اور اُس سے زیادہ گمراہ کون ہے جو خدا کی جانب سے ہدایت کے بغیر اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اس سے وہ شخص مراد ہے جو اپنے دین میں اپنی رائے سے عمل کرتا ہے بغیر اس کے کہ ائمہ ہدیٰ میں سے کسی امام کی متابعت کرے۔

نیز حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جس شخص نے ایسے امام کے ساتھ جس کی امامت خدا کی جانب سے ہو ایسے شخص کو شریک قرار دیا ہو جس کی امامت منجانب خدا نہ ہو تو وہ مشرک ہے اور ایسا ہے کہ اس نے خدا کے ساتھ شریک قرار دیا۔

نعمانی نے بسند قوی ابن ابی یعقوب سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی کہ ایک شخص ایسا ہے جو آپ کو دوست رکھتا ہے اور آپ کے دشمنوں سے بیزاری اختیار کرتا ہے اور آپ کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام قرار دیتا ہے اور یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ امامت آپ اہلبیت سے دوسرے سلسلہ میں نہیں جاتی۔ لیکن یہ بھی کہتا ہے کہ ان لوگوں نے اختلاف کیا ہے حالانکہ وہ بزرگوار پیشوا اور راہنما ہیں تو جس وقت سب ایک شخص پر اتفاق کرلیں گے تو میں بھی اس کی امامت کا قائل ہوجاؤنگا۔ حضرت نے فرمایا اگر اسی حال میں وہ مرے گا۔ تو جاہلیت کی موت مرے گا۔ اور اس بارے میں بہت سی روایتیں

بیان کی گئی ہیں۔
علی بن ابراہیم اور ابن بابویہ وغیرہم نے بسند ہائے معتبر حضرت باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ خداوند عالم روز قیامت کسی کو معذور نہ رکھے گا جو یہ کہے گا پالنے والے میں نہیں جانتا تھا کہ فرزندانِ فاطمہ صلوات اللہ علیہم تمام خلق پر والی و حاکم ہیں۔ اور فرزندان فاطمہ کے شیعوں کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی ہے قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۝ (پ۲۴ سورہ الزمر آیت ۵۳) یعنی اے میرے وہ بندو جنہوں نے بہت گناہ کرکے اپنی جانوں پر بڑا ظلم کیا ہے۔ خدا کی رحمت سے مایوس نہ ہو یقیناً اگر خدا چاہے گا تو تمام گناہوں کو بخش دے گا۔ وہ بیشک بخشنے والا بڑا مہربان ہے حضرت کی مراد یہ ہے کہ وہ صرف شیعیان اہلبیتؑ ہیں جو بخشے جانے کا حق رکھتے ہیں ان کے سوا دوسرے لوگ یہ حق نہیں رکھتے اور دوسرے لوگ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔
حمیری نے بسند صحیح حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جو اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کے اور خدا کے درمیان کوئی حجاب نہ رہے اور وہ رحمت الٰہی کی جانب دیکھے اور خدا تعالےٰ اسکی طرف نظر رحمت کرے تو وہ آلِ محمدؐ کو دوست رکھے اور ان کے دشمنوں سے علیحدگی اختیار کرے اور دوازدہ آئمہ میں سے کسی امام کی متابعت کرے۔ تو جو شخص ایسا کرے گا تو وہ ہمیشہ لطف و کرمِ خداوند عالم کی طرف نظر کرے گا اور رحم و کرم الٰہی کی نظر اس کی طرف سے منقطع نہ ہوگی۔
عیون اخبار الرضا میں انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ حضرت نے اپنے آبائے طاہرین کے واسطے سے حضرت امیر المومنینؑ سے روایت کی ہے کہ جو شخص مرجائے اور ہمارے فرزندوں میں سے کسی امام کا اعتقاد نہ رکھتا ہو تو وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے اور خدا اس کو ان تمام اعمال کے عوض عذاب کرے گا جو اُس نے جاہلیت و اسلام میں کئے ہوں گے۔
شیخ طوسی رحمہ اللہ نے مجالس میں اس آیت وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی (پ۱۶ سورہ طٰہٰ آیت ۸۲) کی تفسیر میں روایت کی ہے (یعنی میں یقیناً اس کو بخشوں گا۔ جس نے (بُرے کاموں سے) توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھے اچھے اعمال کئے پھر ہدایت پائی۔ حضرت نے فرمایا خدا کی قسم اگر کوئی شرک سے

توبہ کرے اور ایمان لائے خدا اور روز قیامت پر اور اچھے اعمال بجا لائے حالانکہ ہماری ولایت و محبت اور ہماری فضیلتوں کو پہچاننے سے ہدایت نہ پائے تو اس کو کوئی فائدہ نہ پہنچے گا لہذا بہتر ایمان اور اس کا جزو آخر آئمہ حق کی امامت کا اعتقاد اور ان کی پیروی ہے

علل الشرائع میں روایت ہے کہ حنّان بن سدیر نے حضرت صادق سے پوچھا کہ ہر وہ امام جو پیغمبر کے بعد ہیں کیا سبب ہے کہ ان کا پہچاننا ضروری ہے اور جو آنحضرت سے پہلے تھے ان سب کا پہچاننا واجب نہیں ہے حضرت نے فرمایا کہ اس کا سبب یہ ہے کہ ان کی شریعتیں جو آنحضرت سے پہلے تھے آنحضرت کی شریعت کی مخالف تھی اور ہم ان شریعتوں کے مکلّف و پابند نہیں ہیں اس سبب سے ان کی معرفت ضروری نہیں ہے برخلاف ان آئمہ کے جو آنحضرتؐ کے بعد ہیں اور ان حضرت کی شریعت کے محافظ ہیں۔

معانی الاخبار میں بسند معتبر روایت کی ہے کہ سلیم بن قیس ہلالی نے حضرت امیر المومنینؑ سے دریافت کیا کہ سب سے کم وہ بات جس سے کہ آدمی گمراہ ہو جاتا ہے کیا ہے۔ فرمایا کہ وہ ہے کہ اس شخص کو نہ پہچانے جس کی اطاعت کا خدا نے حکم دیا ہے اور اس کی محبت و ولایت واجب قرار دی ہے اور اس کو زمین میں اپنی حجت گردانا ہے اور خلائق پر اپنا گواہ مقرر کیا ہے۔ سلیم نے پوچھا کہ وہ کون لوگ ہیں۔ جناب امیر نے فرمایا کہ وہ وہ گروہ ہیں جن کی اطاعت کو خدا نے اپنی اور اپنے پیغمبر کی اطاعت قرار دی ہے اور فرمایا ہے اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ (پ۵ سورہ النساء آیت ۵۹) (یعنی اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول اور اولی الامر کی جو تم میں سے ہوں) یہ سنکر سلیم نے ان حضرت کے سر مبارک کو بوسہ دیا۔ اور کہا کہ آپ نے مجھ پر واضح فرما دیا اور میرے دل سے الجھن دور کر دی اور میرے دل کے تمام شکوک رفع فرما دئے۔

علل الشرائع میں حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ ایک روز حضرت امام حسین علیہ السلام دولتسرا سے نکل کر اپنے اصحاب کے پاس آئے اور فرمایا کہ ایہا النّاس خداوند عالم نے یقیناً اپنے بندوں کو خلق نہیں فرمایا مگر اس لئے کہ اس کو پہچانیں اور جب پہچانیں گے تو اس کی عبادت کریں گے اور جب اس کی عبادت کریں گے تو اس کی عبادت کے سبب دوسروں کی عبادت سے بے نیاز ہو جائیں گے یہ سن کر ایک شخص نے پوچھا یا ابن رسول اللہ

میرے باپ ماں آپ پر فدا ہوں معرفت خدا کیا ہے فرمایا ہر زمانہ کے لوگوں کا اُس امام کو پہچاننا جس کی اطاعت ان پر واجب ہے [1]

کتاب عقاب الاعمال میں بطریق عامہ ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ ایک روز آنحضرت تشریف فرما تھے اور آپ کی خدمت میں امیر المومنین اور اصحاب حاضر تھے جناب رسول خدا نے فرمایا کہ جو شخص لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہتا ہے وہ داخل بہشت ہوگا یہ سُنکر شیخین نے کہا ہم تو لا الہ الا اللہ کہتے ہیں حضرت نے فرمایا کہ لا الہ الا اللہ کہنا مقبول نہ ہوگا مگر اس کے سبب سے یعنی امیر المومنین اور ان کے شیعوں کے سبب سے کیونکہ ہمارے پروردگار نے ان سے علی کی ولایت کا عہد لیا ہے پھر ان دونوں صاحبان نے کہا کہ ہم لا الہ الا اللہ کہتے ہیں تو جناب رسول خدا نے اپنا دست مبارک امیر المومنین کے سر پر پھیر کر فرمایا کہ تمہاری اس شہادت کی قبولیت کی علامت یہ ہے کہ اس کی بیعت نہ توڑنا اور اس کے عہدہ کو غصب نہ کرنا اور اس کی بات کو دروغ سے نسبت مت دینا۔

حضرت صادقؑ سے بسند معتبر روایت ہے کہ ہم میں سے ہے وہ امام جس کی اطاعت واجب ہے جو شخص اس سے انکار کرتا ہے یہودی مرتا ہے یا نصرانی خدا نے زمین کو خالی نہیں چھوڑا جس روز سے حضرت آدم علیہ السلام کو دنیا میں بھیجا ہے مگر یہ کہ زمین میں کوئی امام رہا ہے جس کے سبب سے لوگ خدا کی طرف ہدایت پاتے تھے اور وہ بندوں پر خدا کی حجت تھا جو شخص اس کی متابعت سے انحراف کرتا تھا۔ وہ ہلاک ہوتا تھا۔ اور جو شخص اس کی اطاعت کرتا تھا نجات پاتا تھا اور خدا پر لازم ہے کہ ہمیشہ ایسا ہی رہے۔

کلینی نے بسند معتبر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ خدا کی عبادت نہیں کرتا ہے مگر جو خدا کو پہچانتا ہے لیکن جو خدا کو نہیں پہچانتا وہ گمراہی کے ساتھ خدا کی عبادت کرتا ہے راوی نے پوچھا خدا کی معرفت کیا ہے فرمایا خدا کی تصدیق کرے اسکے پیغمبر کی تصدیق کرے اور علی علیہ السلام

---

[1] مؤلف فرماتے ہیں کہ معرفت خدا کی معرفت امام سے اس لئے تفسیر فرمائی کہ خدا کو نہیں پہچان سکتے مگر امام کے ذریعہ سے۔ یا اس جہت سے کہ بغیر معرفت امام خدا کی معرفت فائدہ نہیں دے سکتی یا اس جہت سے کہ جو شخص خدا کو اس طرح پہچانے کہ لوگوں کو مہمل چھوڑ دیا اور کسی امام کا ان کے لئے معین نہیں کیا تو اس نے خدا کو اس کی حکمت و لطف و کرم کے ساتھ نہیں پہچانا۔ ۱۲

کی امامت کا اعتقاد رکھے اور ان کی پیروی کرے اور آئمہ ہدایت کی اور ان کے دشمنوں سے سے بیزاری اختیار کرے اسی طرح خدا کو پہچاننا چاہیئے۔

کلینی و برقی و نعمانی نے بسند ہائے صحیح و معتبر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جو شخص کہ خدا کی عبادت اس طرح کرے کہ اس میں اہتمام کرے اور اپنے کو تعب و مشقت میں ڈالے اور اس امام عادل کا اعتقاد نہ رکھتا ہو جو خدا کی جانب سے مقرر ہو تو یقیناً عبادت میں اس کا اہتمام اور کوشش مقبول نہیں۔ اور وہ گمراہ اور حیران ہے اور اس کی مثال اس گوسفند کی سی ہے جو اپنے چرواہے اور اپنے گلہ سے بھٹک گئی ہو۔ اور تمام دن حیران پھرتی رہی ہو اور جب رات ہوئی تو اس نے ایک دوسرے گلہ گوسفند کو اس کے چرواہے کے ساتھ دیکھا تو اسی گلہ کے ساتھ ہو گئی اور رات انہی کے ساتھ بسر کی پھر جب صبح کو وہ چرواہہ اپنے گلہ کو چراگاہ میں لے گیا تو گوسفند نے دیکھا کہ وہ اس کا گلہ ہے نہ اس کا چرواہہ تو وہ ان سے الگ ہو کر اپنے چرواہے اور گلہ کی تلاش میں حیران و سرگرداں پھرتی رہی پھر اس نے دوسرا گلہ دیکھا اور چاہا کہ اس میں شامل ہو جائے مگر اس کے چرواہے نے اس کو ڈانٹا کہ اپنے گلہ سے ملحق ہو کیونکہ تو حیران ہے اور اپنے گلہ اور چرواہے کو تُو نے گم کر دیا ہے یہ سُنکر وہ واپس ہوئی اور حیران و پریشان و خوفزدہ پھرتی رہی نہ اس کا کوئی چرواہا تھا کہ اس کو چراگاہ میں لے جائے یا چراگاہ سے جائے قیام کو پہنچا دے ناگاہ اسی حال میں بھیڑئیے نے اس کو دیکھا اور اس کی تنہائی کو غنیمت سمجھ کر اس کو کھا گیا اسی طرح جو شخص اس امت میں ایسا ہو جس کا کوئی ایسا امام نہ ہو جو خدا کی جانب سے مقرر ہو اور عادل ہو تو وہ بھی گمراہی میں حیران ہو کر مارا مارا پھرتا رہے گا اور اگر اسی حال میں مر جائے گا تو وہ کفر و نفاق پر مرا ہو گا۔ اور یہ سمجھ لو کہ امامان حق اور ان کے تابعین خدا کے دین پر ہیں اور امامان جور دین خدا اور حق سے معزول ہیں اور خود گمراہ ہیں اور لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں اور جو اعمال کرتے ہیں وہ ایسی راکھ ہے جس کو آندھی اڑا کر پراگندہ کر دیتی ہے یہ لوگ جو کچھ کماتے ہیں ان میں کسی چیز پر قادر نہیں مگر گمراہی دور دراز پر[1]

[1] مولف فرماتے ہیں کہ اس مثال میں وجہ تشبیہ اس جہت سے ہے کہ کوئی شخص امام برحق رکھتا ہو اور اس کے بعد اس کے جانشین کی متابعت نہ کرے اور آئمہ جور میں سے کسی کے پاس جاتا ہے اور وہاں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۱ پر ملاحظہ ہو)

ابن بابویہ نے بسند معتبر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ امام خلق خدا اور خدا کے درمیان ایک عَلَم اور نشان ہے تو جو شخص اس کو پہچانے وہ مومن ہے اور جو شخص اس کو نہ پہچانے وہ کافر ہے۔

نعمانی نے بسند معتبر روایت کی ہے کہ محمد بن مسلم نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ مجھے اس شخص سے آگاہ فرمائیے جو آپ میں سے کسی امام کا انکار کرے اس کا کیا حال ہے حضرت نے فرمایا کہ جو شخص اس امام سے انکار کرے جس کی امامت خدا کی جانب سے ہو اور اس سے اور ہمارے دین سے بیزاری اختیار کرے تو وہ کافر ہے اور دین اسلام سے مرتد ہے کیونکہ امام خدا کی جانب سے ہے اور اس کا دین خدا کا دین ہے تو وہ دین خدا سے بیزاری کا اظہار کرتا ہے اس حال میں اس کا خون مباح ہے مگر یہ کہ وہ دین میں واپس آئے اور خدا سے توبہ کرے اس سے جو کچھ اس نے کہا ہے۔

پانچویں فصل

اس بیان میں کہ جو ایک امام سے انکار کرتا ہے ایسا ہے کہ اس نے سب سے انکار کیا۔

کلینی و ابن بابویہ و نعمانی وغیرہم نے بسند ہائے صحیح و معتبر حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جو شخص ایک امام زندہ کا انکار کرے تو اس نے تمام گذشتہ اماموں سے انکار کیا۔

ابن بابویہ وغیرہم نے بسند ہائے معتبر ابان بن عثمان سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ جو شخص تمام گذشتہ اماموں کی معرفت رکھتا ہو اور اپنے زمانہ کے امام کو نہ پہچانے تو کیا وہ مومن ہے فرمایا نہیں میں نے دریافت کیا کہ کیا وہ مسلمان ہے فرمایا ہاں۔ ابن بابویہ فرماتے ہیں کہ اسلام شہادتین کا اقرار کرنا ہے اور اس سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۰) اس کے خلاف دیکھتا ہے جو امام برحق سے دیکھتا اور سنتا تھا تو اس سے نفرت کرکے دوسرے امام جور کے پاس جاتا ہے اس سے بھی وہی خلاف باتیں مشاہدہ کرتا ہے اور امام جور بھی جب اس سے اپنے امور باطلہ کی مخالفت دیکھتا ہے اس خیال سے کہ کہیں وہ اس کے پیروی کرنے والوں کو اس سے منحرف نہ کردے۔ اس کو دور کر دیتا ہے۔ یہاں تک کہ شیطان جو راہ دین و ایمان کا بھیڑیا ہے اس کی اس حیرانی کو غنیمت سمجھ کر اس کو دین سے بالکل خارج کر دیتا ہے یا کسی ایک امام جور کی متابعت پر راغب کر کے اس کو ہلاک کر دیتا ہے۔

اس کی جان و مال محفوظ ہو جاتے ہیں اور آخرت کا ثواب ایمان پر منحصر ہے۔ رسول خداؐ نے فرمایا کہ جس شخص نے خدا کی وحدانیت اور میری رسالت کا اقرار کیا تو اس نے اپنی جان و مال محفوظ کر لیا اس سے کہ وہ قتل کیا جائے یا اس کا مال لے لیا جائے۔ اور اس کا حساب قیامت میں خدا پر ہے

نیز حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جان لو کہ اگر کوئی شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیغمبری سے انکار کرے اور دوسرے تمام پیغمبروں کا اقرار کرے تو وہ مومن نہیں خدا کے راستہ پر چلنے کا قصد اس امام کی تلاش و طلب کر کے کرو جس کی علامت حق ہے اور جب تمہارا امام پوشیدہ ہو تو ائمہ کے آثار و احادیث کی تلاش کرو جو کہ تمہارے درمیان ہے اور اپنے امر دین کو کامل کرو تو تم اپنے خدا پر ایمان لائے ہوئے ہو گے۔

بسند معتبر حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اے علیؑ تم اور تمہارے فرزندوں میں سے امام میرے بعد خلق پر حجت خدا ہیں۔ اور بندوں میں راہ خدا کی ہدایت کے نشان ہیں جس شخص نے ان میں سے کسی ایک کا انکار کیا تو اس نے میرا انکار کیا اور جس نے ان میں سے کسی کی نافرمانی کی تو اس نے میری نافرمانی کی اور جس نے ان میں سے کسی پر ظلم کیا اس نے مجھ پر جفا کی اور جس نے تمہارے ساتھ محبت و نیکی کا برتاؤ کیا تو اس نے میرے ساتھ محبت و نیکی کا برتاؤ کیا۔ اور جس نے تمہاری اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے تم سے دوستی کی اس نے مجھ سے دوستی کی اور جس نے تم سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی کیونکہ تم مجھ سے اور میرے صلب سے پیدا ہوئے ہو اور میں تم سے ہوں۔

نعمانی نے محمد بن نما سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ فلاں شخص جو آپ کا غلام اور شیعہ ہے آپ کی خدمت میں سلام عرض کرتا ہے اور کہتا ہے کہ آپ میرے لئے ضامن ہوں کہ قیامت میں آپ میری شفاعت کریں گے۔ حضرت نے پوچھا کیا وہ ہمارے شیعوں اور دوستوں میں سے ہے۔ میں نے عرض کی ہاں۔ تب حضرت نے فرمایا کہ اس کی شان اس سے بلند ہے کہ

وہ شفاعت کی التجا کا محتاج ہو پھر میں نے عرض کی کہ ایک شخص ہے کہ علی علیہ السلام کو دوست رکھتا ہے اور ان کے بعد کے اوصیا کو نہیں جانتا اور نہیں پہنچانتا۔ یہ سُنکر حضرت نے فرمایا وہ گمراہ ہے میں نے کہا کہ تمام اماموں کا اقرار کرتا ہے مگر امام آخر کا انکار کرتا ہے حضرت نے فرمایا کہ وہ اُس شخص کے مانند ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیغمبری کا اقرار کرتا ہے اور حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیغمبری کا منکر ہے یا آنحضرت کی پیغمبری کا اقرار کرتا ہے اور حضرت عیسیٰ کی نبوت کا منکر ہے۔ میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں اس شخص سے جو خدا کی حجتوں میں سے کسی کا انکار کرتا ہے[۱]

کلینی اور نعمانی نے بسند موثق محمد بن مسلم سے روایت کی ہے کہ اس نے حضرت صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی کہ ایک یمنی نے مجھ سے کہا کہ امام آخری کو جو امام زمانہ ہیں تم پہچانتے ہو تو اگر پہلے کے امام کو نہیں پہچانتے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ خدا لعنت کرے اس شخص پر۔ میں اس کو دشمن رکھتا ہوں۔ باوجود اس کے کہ اس کو نہیں جانتا اور نہیں پہچانتا۔ وہ اپنے امام آخر کو نہیں پہچان سکتا مگر امام اوّل کے ذریعہ سے۔

کلینی نے بسند معتبر امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ بندہ مومن نہیں ہوتا جب تک خدا و رسول اور تمام ائمہ اور اپنے امام زمانہ کو نہ پہچانے اور اس کی طرف رجوع کرے اس امر میں جو اس پر مشتبہ ہو اور اس کی اطاعت کرے پھر فرمایا کہ کیونکر وہ امام آخر کو پہچان سکتا ہے جبکہ امام اوّل سے واقف نہ ہو اور اس کی امامت کو نہ جانتا ہو۔

نیز بسند صحیح زُرارہ رحمۃ اللہ سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ مجھے آگاہ فرمائیے کہ آیا معرفت امام تمام

[۱] مؤلف فرماتے ہیں کہ وہ انبیا و اوصیا جن کا ذکر خدا نے قرآن میں کیا ہے جیسے حضرت ابراہیم و موسےٰ و عیسےٰ علیہم السلام یا سنت پیغمبر میں ان کی نبوت و وصایت تواتر سے ہو اور ضروری دین سے ہے کہ جو شخص ان میں کسی کا انکار کرے وہ کافر ہے لہٰذا مجملاً تمام انبیاء و اوصیاء کا اعتقاد رکھنا چاہیئے خاص طور سے جاننا واجب نہیں ہے مثلاً یہ کہ اقرار کرے کہ تمام انبیا اور ان کے اوصیاء برحق ہیں۔ ۱۲

خلق پر واجب ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ خداوند عالمین نے حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسالت کے ساتھ تمام خلق پر مبعوث فرمایا اور وہ زمین میں تمام خلق پر حجت خدا تھے لہذا جو شخص خدا و رسول پر ایمان لاتا ہے اور ان کی متابعت کرتا ہے اور ان کی تصدیق کرتا ہے اس پر معرفت امام واجب ہے اور جو شخص کہ خدا و رسول پر ایمان نہیں لاتا اور ان کی متابعت و تصدیق نہیں کرتا اور ان کے حق کو نہیں پہچانتا تو اس پر امام پوشیدہ کی معرفت کیونکر واجب ہوگی حالانکہ وہ ایمان خدا و رسول پر نہیں لایا اور ان کے حق کو نہیں پہچانا۔ زرارہ نے کہا تو پھر آپ اس شخص کے حق میں کیا فرماتے ہیں جو خدا و رسول پر ایمان لایا اور جو کچھ خدا نے اپنے رسول پر نازل کیا ہے ان سب چیزوں کی تصدیق کی تو کیا ایسے لوگوں پر آپ کی معرفت واجب ہے۔ حضرت نے فرمایا ہاں۔ اہلسنّت ابوبکر و عمر کی معرفت باوجود ان کی کمزوریوں کے واجب جانتے ہیں۔ زرارہ نے کہا ہاں تو حضرت نے فرمایا کہ کیا تم گمان کرتے ہو کہ خدا نے ان دونوں کی معرفت ان کے دلوں میں ڈال دی ہے۔ نہیں خدا کی قسم سوائے شیطان کے کسی نے ان کے دلوں میں نہیں ڈالی ہے اور خدا کی قسم ہماری معرفت مومنین کو خدا کے سوا کسی نے نہیں الہام کی ہے۔

نیز بسند معتبر جابر سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے سنا ہے آپ نے فرمایا کہ خدا کو نہیں پہچانتا اور نہ اس کی عبادت کرتا ہے مگر وہ شخص جو خدا کو پہچانے اور ہم اہلبیت میں اپنے زمانہ کے امام کو پہچانے اور جو شخص خدا کو اور ہم اہلبیت میں سے اپنے عہد کے امام کو نہیں پہچانتا تو البتہ وہ غیر خدا کو پہچانتا اور غیر خدا کی پرستش کرتا ہے۔ خدا کی قسم وہ ضلالت و گمراہی کی وجہ سے بے راہ چلتا ہے۔

نیز بسند معتبر حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ تم لوگ صالح اور نیک نہیں ہو سکتے جب تک معرفت امام حاصل نہ کرو اور تم کو معرفت حاصل نہیں ہو سکتی جب تک تصدیق نہ کرو اور تم نے تصدیق نہیں کی ہے جب تک فرمانبرداری اور پیروی نہ کرو۔ چار چیزیں جو آیت میں مذکور ہوں گی حق ہیں یعنی توبہ، ایمان، عمل صالح اور ائمہ کی ولایت و متابعت سے ہدایت یافتہ۔ اس کے بعد فرمایا.....کہ صلاحیت نہیں پاتا اور درست نہیں ہوتا ان کا اوّل مگر ان کے آخر امامت کے ذریعہ سے

اور بغیر ولایت کے ان کو فائدہ نہیں ہوتا۔ اور تین مذکورہ باتوں پر ایمان رکھنے والے گمراہ ہیں اور انتہائی حیرانی میں مبتلا ہیں۔ یقیناً خدا قبول نہیں کرتا لیکن عمل صالح کو اور وہ قبول نہیں کرتا مگر ان کی شرطوں اور عہدوں کے ساتھ ان کو پورا کرنے سے جو اس آیت میں مذکور ہیں لہٰذا جو شخص خدا کی شرطوں کو پورا کرتا ہے اور عمل میں لاتا ہے ان باتوں کو جن کا خدا نے قرآن میں اس سے عہد لیا ہے تو اس کو وہ ثوابات ملتے ہیں جن کا خداوند عالم نے اس سے وعدہ کیا ہے یقیناً خدا نے اپنے بندوں کو راہ ہدایت سے مطلع فرمایا ہے اور راہِ ہدایت پر علامتیں نصب کی ہیں اور ان کو آگاہ کیا ہے کہ کس طرح اس راستہ کو طے کرنا چاہیئے لہٰذا فرمایا کہ انی لغفار لمن تاب وا من وعمل صالحاً ثم اھتدیٰ۔ یعنی میں یقیناً بڑا بخشنے والا ہوں اس کو جو شرک اور کفر سے توبہ کرے اور خدا اور رسول اور روز قیامت پر ایمان لائے اور ہدایت حاصل کرے۔ اور فرمایا ہے اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ (پ۶ سورہ مائدہ آیت ۲۷) یعنی یقیناً خدا اعمال کو قبول نہیں کرتا مگر پرہیزگاروں سے تو جو شخص خدا سے ڈرتا ہے اِن باتوں میں جن کا خدا نے حکم دیا تو وہ خدا سے ملاقات کرتا ہے اِن چیزوں پر ایمان کے ساتھ جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لائے ہیں۔ افسوس افسوس اس جماعت کا حال سعادت سے کس قدر دور ہے بہت سی جماعتیں قبل اس کے کہ آئمہ حق کی متابعت وولایت سے ہدایت پائیں گذر گئیں اور ان کے افراد گمان کرتے تھے کہ وہ سمجھتے تھے کہ خدا پر ایمان لائے ہیں حالانکہ اپنی نادانی سے خدا کا شریک قرار دیا تھا جو شخص گھر میں اس کے دروازہ سے آتا ہے وہ ہدایت یافتہ ہے اور جو شخص علاوہ دروازہ کے کسی اور راستہ سے داخل ہوتا ہے اس نے ہلاکت کا راستہ طے کیا اور علم رسول کے دروازے ائمہ حق ہیں۔ جیسا کہ جناب رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ میں علم وحکمت کا شہر ہوں اور علیؑ اس کے دروازہ ہیں اور خدا نے فرمایا ہے وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا (پ۲ سورہ بقرہ آیت ۱۸۹) یعنی گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ اور خدا نے اولوالامر یعنی ائمہ برحق کی اطاعت کو اطاعت رسول سے ملا دیا ہے اور اطاعت رسول کو اپنی اطاعت سے وصل کر دیا ہے چنانچہ فرمایا ہے اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ۔ تو جو شخص والیان امر کی اطاعت کو ترک کرتا ہے تو اس نے

نہ خدا کی اطاعت کی اور نہ رسول کی اطاعت کی اور ان کی اطاعت اقرار ہے اس امر کا جو کہ خداوند عالم نے فرمایا ہے کہ خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ (پ ۸ سورہ الاعراف آیت ۳۱) یعنی ہر مسجد کے پاس اپنے تئیں آراستہ کرو اور حدیثوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسجد سے مراد نماز ہے اور زینت سے مراد جسمانی و روحانی دونوں زینتیں ہیں اور روحانی زینتوں میں بہترین زینت ایمانی عقائد ہیں جن کے بغیر عبادتیں مقبول نہیں ہوتیں اور ان میں سب سے بہتر ائمہ حق و پیشوایان دین کی ولایت و متابعت ہے اس کے بعد فرمایا کہ ان مکانوں کو تلاش کرو جن کے بارے میں خدا نے آیت نور کے بعد جو اہلبیت علیہم السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے فرمایا ہے فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْکَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ - (پ ۱۸ سورہ نور آیت ۳۶) جس کی تاویل احادیث میں یوں وارد ہوئی ہے کہ یہ نور اس مکان میں روشن ہے جس میں خدا نے اجازت دی ہے اور مقرر و مقدر فرمایا ہے کہ ہمیشہ بلند مرتبہ اور شہرت میں بلند رہے اور اس میں ذکر خدا ہوتا رہے اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ تم کو بلا شبہ بتلا دیا ہے کہ وہ گھر اور اس کے رہنے والے کون لوگ ہیں۔ فرمایا ہے کہ رِجَالٌ لَّا تُلْهِیْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰهِ (پ ۱۸ سورہ نور آیت ۳۷) یعنی وہ کچھ ایسے لوگ ہیں جن کو نہ تجارت نہ خرید و فروخت یاد خدا سے نماز قائم کرنے اور ادا کرنے سے غافل کرتی ہے اور وہ لوگ اس روز سے ڈرتے ہیں جس روز کے خوف سے دل اور آنکھیں پھر جاتی ہیں اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ یقیناً خدا نے رسولوں اور پیغمبروں کو اپنے امر کے لئے برگزیدہ اور مخصوص فرمایا ہے یعنی ہدایت خلق اور بیان شرائع دین کے لئے پھر ان میں سے ایک گروہ کو برگزیدہ کیا جو پیغمبروں انذار یعنی ڈرانے کی تصدیق کریں جس کو خدا نے اپنے پیغمبروں کی زبانی بیان کیا ہے جیسا کہ فرمایا ہے کہ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِیْهَا نَذِیْرٌ یعنی کوئی امت ایسی نہیں جس میں خدا نے عذاب سے ڈرانے والے کو نہیں بھیجا جو شخص نادان ہے وہ حیران ہے اور جو شخص بینا اور صاحب عقل ہے وہ ہدایت یافتہ ہے اور بینائی سے مراد دل ہے جیسا کہ خداوند عالم فرماتا ہے فَاِنَّهَا لَا تَعْمَی الْاَبْصَارُ وَلٰکِنْ تَعْمَی الْقُلُوْبُ الَّتِیْ فِی الصُّدُوْرِ (پ ۱۷ سورہ الحج آیت ۴۶) یعنی ان کی آنکھیں اندھی نہیں بلکہ ان کے دل اندھے ہیں جو ان کے سینوں میں ہیں وہ شخص کیونکر

ہدایت پا سکتا ہے جس کا دل اندھا ہو وہ کیونکر بینا ہو سکتا ہے جو آیات و احادیث میں غور و فکر نہ کرے۔ اور رسولِ خدا صلعم اور ان کے اہلبیت کی متابعت کرو اور ان کا اقرار کرو جو کچھ خدا کی جانب سے نازل ہوا ہے اور متابعت کرو آثار ہدایت کی جو آئمہ حق ہیں بے شبہہ وہ لوگ امانت و دینداری و پرہیزگاری کی علامتیں ہیں۔

نیز بسند معتبر حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ عبداللہ بن الکوار جو خارجی تھا جناب امیرؑ کی خدمت میں آیا اور اس آیت وَ عَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمَاهُمْ (پ سورہ الاعراف آیت ۴۶) کی تفسیر دریافت کی حضرت نے فرمایا کہ ہم ہیں جو اعراف میں ہوں گے اور اپنے دوستوں کو ان علامتوں سے پہچان لیں گے جو ان کی پیشانیوں پر ہونگے ہم وہ اعراف ہیں کہ دنیا والے خدا کو نہیں پہچان سکتے مگر ہماری معرفت کے ذریعہ سے ہم وہ اعراف ہیں کہ جن کو خدا ہمارے دوستوں دشمنوں کو صراط پر پہچنوائے گا۔ لہٰذا بہشت میں داخل نہ ہوگا مگر وہ شخص جو ہم کو پہچانتا ہے اور اس کو ہم پہچانتے ہیں اور جہنم میں نہیں جائے گا مگر وہ شخص جس کو ہم نہیں پہچانتے اور وہ ہم کو نہیں پہچانتا اگر خدا چاہتا تو اپنے تئیں بندوں کو پہچنوا دیتا لیکن مصلحت اُس نے اسی میں سمجھا کہ ہم کو اپنی معرفت کا دروازہ قرار دے اور صراط مستقیم اور راہ نجات قرار دے۔ ہم وجہ خدا ہیں کہ ہمارے ذریعہ سے خدا تک پہونچا جا سکتا ہے لہٰذا جو شخص ہماری ولایت سے انکار کرے یا ہمارے غیر کو ہم پر ترجیح دے تو وہ راہ راست سے بھٹک گیا۔ وہ لوگ جن کی متابعت لوگ کرنے لگے ہیں۔ مرتبہ میں ہمارے برابر نہیں ہیں اس لیے کہ جو لوگ غیر شیعہ ہیں وہ کیچڑ بھرے تالابوں سے ملحق ہوئے ہیں جو بعض پر بعض گرتے ہیں اور جو لوگ ہماری طرف آئے ہیں وہ ایسے صافی چشمے کی طرف آئے ہیں جو خداوند عالم کے حکم سے ہمیشہ جاری ہیں۔ وہ چشمے کبھی آخر نہیں ہوتے اور کبھی منقطع نہیں ہوتے [1]

[1] مولف فرماتے ہیں کہ حضرت نے علم کو پانی سے تشبیہ دی ہے اس سبب سے کہ جس طرح پانی بدن کی حیات کا باعث ہے اسی طرح علم روح کی حیات کا باعث ہے اور مخالفین کے علم کو بوجہ ان کی کمی اور غیر منقطع ہونے اور شک و شبہ سے بھرے ہونے کے اس پانی سے تشبیہ دی ہے جو کم اور کسی گڑھے میں جمع ہو جس میں کیچڑ اور کثافتیں ہوں۔ اس سبب سے کہ انہوں نے آپس میں (بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۸ پر دیکھئے)

نیز بسند معتبر حمزۂ ثمالی سے روایت ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اُن سے فرمایا کہ تم میں سے کوئی ایک شخص اگر چند فرسخ کا سفر کرتا ہے تو ایک راہنما ساتھ لیتا ہے تاکہ راستہ بھول نہ جائے اور تم زمین کی راہوں کے بہ نسبت آسمان کی راہوں سے زیادہ ناواقف ہو لہٰذا اپنے لئے کسی راہنما کی تلاش کرو آسمان کی راہوں سے مراد چند اعمال وعقائد ہیں جن کے ذریعہ سے انسان بہشت اور قرب الٰہی کے بلند درجوں اور کمال معنوی پر فائض ہوتا ہے۔

اور بسند صحیح حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ میں نے اُن حضرت سے اس آیت وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا (پ ۳ سورہ بقرہ آیت ۲۶۹ رکوع ۲۷) کی تفسیر دریافت کی۔ یعنی جس کو حکمت دی گئی ہے اس کو خیر کثیر عطا ہوا ہے حضرت نے فرمایا کہ حکمت سے مراد طاعت خدا اور معرفت امام ہے [1]

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۷) ایک دوسرے سے علوم (فائدہ) حاصل کیا ہے جو خدا و رسول و ائمہ حق کی طرف جن کے پاس علوم حق ہیں منتہی نہیں ہوتا۔ اور حضرت نے تشبیہ دی ہے کہ وہ چشمے بعض میں بعض گرتے ہیں اور علوم اہلبیت علیہم السلام کی چشمہ صافی سے تشبیہ دی ہے جو ہمیشہ خداوند عالم کی جانب سے جاری رہتا ہے۔ اس بہت سے کہ ان کے علوم یقینی ہیں جن کا منبع وحی و الہام الٰہی ہے اور اس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے اور وہ ہمیشہ روح القدس کے القا کرنے سے اور الہامات یقینیہ سے جو ان کے قلب پر فائض ہوتے ہیں جو نہ منقطع ہوتے ہیں نہ ختم ہوتے ہیں چنانچہ اس کے بعد انشاء اللہ مذکور ہوگا۔ ۱۲

(حاشیہ صفحہ ۶۸ ہٰذا) مؤلف فرماتے ہیں کہ حکمت سے علوم حقۂ یقینی مقصود ہیں جن کا تعلق عمل سے ہوتا ہے چنانچہ کہا گیا ہے کہ حکیم سچا اور درست کردار ہوتا ہے۔ اسی لئے حضرت نے حکمت کی تفسیر معرفت امام سے فرمائی ہے جو تمام سعادتوں کا سرچشمہ ہے اور علوم حقۂ یقینیہ امام ہی سے حاصل ہوتے ہیں اور انہی سے خدا کی اطاعت ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اطاعت کا مقصد ان علوم پر عمل کرنا ہے۔ یہیں سے معلوم ہوا کہ حکمت وہ علوم باطلہ نہیں جنکو گمراہ لوگوں نے اپنی کوتاہ عقل سے پیدا کرکے حکمت نام رکھ لیا ہے اسی غلط حکمت کے ذریعہ اکثر نبیوں کی شریعتوں اور کتب الٰہی کو اُلٹ پھیر کرکے لوگوں کو معرفت الٰہی اور احادیث رسول خداؐ اور ارشادات آئمہ ہدیٰ صلوات اللہ علیہم سے محروم کر دیا ہے۔ ان لوگوں نے علم دین اور مسائل ضروریہ کو بغیر سمجھے ہوئے چند باطل مسئلوں کے سبب اپنا نام عالم اور حکیم رکھ لیا ہے

نیز بسند موثق حضرت امام باقر علیہ السلام سے اس آیت اَوَ مَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَ جَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا (پ۸ سورہ انعام آیت ۱۲۲ ع ۱۵) یعنی جو شخص کہ مردہ ہوتا ہے تو ہم اس کو زندہ کرتے ہیں اور اس کے لئے ایک نور قرار دیتے جس کی روشنی میں لوگوں کے درمیان راستہ چلتا ہے اس شخص کے مانند ہے؟ جس کی مثال اور صفت یہ ہو کہ وہ کفر و ضلالت کی تاریکی میں ہو اور کبھی اس میں سے باہر نہیں آتا۔ حضرت نے فرمایا کہ مردہ سے مراد ہے جو کچھ نہیں جانتا اور عقائد حقہ کا علم نہیں حاصل کرتا۔ اور وہ جو نور کے ذریعہ سے لوگوں کے درمیان راہ چلتا ہے وہ امام ہے جس کی لوگ پیروی کرتے ہیں اور جو شخص کہ تاریکیوں میں ہے وہ ہے جو اپنے امام کو نہیں پہچانتا۔

بسند معتبر حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ابو عبداللہ جدلی حضرت امیر المومنینؑ کی خدمت میں آئے تو حضرت نے فرمایا کہ اے ابو عبداللہ کیا تم چاہتے ہو کہ میں تم کو اس آیت مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا وَ هُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ ۝ وَ مَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (پ۲۰ سورہ النمل آیت ۸۹ و ۹۰) جس کا ظاہری ترجمہ یہ ہے کہ جو شخص خدا کی بارگاہ میں نیکی لاتا ہے تو اُس کے واسطے اُس سے بہتر ثواب ہے کیونکہ ذلیل کے عوض میں شریف اور فانی کے بدلے باقی اور ایک کے مقابلہ میں دس بلکہ سات سو تک خداوند عالم اس کو عطا فرماتا ہے اور ایسے لوگ روز قیامت کے ہول اور خوف سے محفوظ ہیں۔ اور جو شخص کہ گناہ اور بدی لاتا ہے (اکثر مفسرین نے سیئہ سے شرک مراد لیا ہے) تو ایسے لوگ مُنہ کے بَل جہنّم میں ڈالے جائیں گے کیا تم کو انہی اعمال کا بدلہ (نہ) دیا جائیگا جو تم کرتے ہو۔ ابو عبداللہ نے کہا ہاں یا امیر المومنینؑ میں آپ پر فدا ہوں حضرت نے فرمایا کہ حسنہ سے مراد ہماری ولایت و امامت ہے اور ہم اہلبیت کی محبت ہے اور سیئہ سے مراد اس جگہ ہماری ولایت سے انکار اور ہم اہلبیت سے عداوت ہے جو اس کا باعث ہوتا ہے کہ اس کو ذلت و خواری کے ساتھ اس دنیا سے لے جائے اور جہنّم میں ڈال دے۔

چھٹی فصل

ائمہ حق کی اطاعت کے واجب ہونے کا بیان۔

کلینی وغیرہ نے بسند مثل صحیح کے حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی

ہے کہ امر دین کی بلندی اس کی رفعت، اس کی کنجی اور تمام امور اور خداوند رحمان کی خوشنودی کا دروازہ امام کو پہچاننے کے بعد اس کی اطاعت ہے۔ پھر فرمایا کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا۔ (پ۵ سورہ نساء آیت ۸۰) یعنی جو رسول کی اطاعت کرتا ہے تو اس نے خدا کی اطاعت کی اور جو شخص اس کی اطاعت سے منہ پھیرتا ہے تو (کچھ پروا نہیں) اے رسولؐ ہم نے تم کو اُن کا محافظ بنا کر نہیں بھیجا ہے کہ تم ان کے اعمال کے ذمہ دار ہو اور نہ یہ کہ تم ان کا حساب کرو تم پر تو ہمارے احکام کا پہونچا دینا واجب ہے اور ان کا حساب کرنا اور ثواب و عذاب دینا ہمارے ذمہ ہے[۱]

بسند معتبر ابو الصباح سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے حضرت صادقؑ کو فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ وہ حضرت فرماتے تھے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ علی علیہ السلام وہ امام تھے جن کی اطاعت خدا نے واجب کی تھی اسی طرح حسن و حسین و علی بن الحسین علیہم السلام امام تھے جن کی اطاعت خدا نے واجب کی تھی۔ نیز انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم ائمہ وہ گروہ ہیں جن کی اطاعت خدا نے واجب کی ہے اور تم اس کی اقتدا کرو جس کے پہچاننے میں لوگ معذور نہیں ہیں۔ نیز انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے حق تعالیٰ کی اس قول کی تفسیر میں فرمایا جو اس نے آل ابراہیم کے حق میں ارشاد فرمایا ہے وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا (پ۵ سورہ النساء آیت ۵۴) یعنی ہم نے ان کو بادشاہی بزرگ عطا کی ہے فرمایا کہ بادشاہی بزرگ سے طاعت مفروضہ مراد ہے ہم نے ان کی اطاعت تمام خلق پر واجب قرار دی ہے اور رسول خداؐ اور ان کے اہلبیت صلوات اللہ علیہم آل ابراہیم میں داخل ہیں اور حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے ابو الحسن عطار سے فرمایا کہ اطاعت میں انبیاء اور اوصیا کو شریک کر لو یعنی جس طرح پیغمبروں کی اطاعت واجب ہے

[۱] مؤلف فرماتے ہیں کہ اس آیت سے استدلال اس جہت سے ہے کہ جناب رسول خدا نے متعدد موقعوں پر لوگوں کو ائمہ طاہرین کی اطاعت کا حکم دیا ہے اس لئے ان کی اطاعت رسول کی اطاعت ہے اور اطاعتِ رسول اطاعت خدا ہے نتیجہ یہ نکلا کہ ائمہ کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے۔

ان کے اوصیا کی اطاعت بھی واجب ہے۔ نیز بسند صحیح معتبر روایت کی ہے کہ ہم وہ گروہ ہیں کہ خلاق عالم نے ہماری اطاعت واجب کی ہے اور ہمارے لئے انفال کو قرار دیا ہے یعنی تمام پہاڑوں اور زمینوں وغیرہم کا حاصل جو اپنے مقام پر مذکور ہے اور برگزیدۂ مال غنیمت۔ اور ہم علم میں راسخ و مضبوط ہیں کہ علم میں ثابت قدم ہیں اور ہمارے علوم یقینی ہیں اور ہم وہ محسود ہیں جن کے حق میں خدا نے فرمایا ہے اَمْ یَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰی مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ (پ۵ سورہ النساء آیت ۵۴) یعنی آیا لوگ ان چیزوں پر حسد کرتے ہیں جو خدا نے اپنے فضل سے ان کو عطا کی ہے۔

ایضاً بسند معتبر کالصحیح حسین ابن ابی علاء سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت صادقؑ کی خدمت میں شیعوں کا اعتقاد عرض کیا کہ خدا کی جانب سے اوصیا کی اطاعت فرض ہے۔ حضرت نے فرمایا ہاں اوصیا وہ لوگ ہیں جن کی شان میں خدا نے فرمایا ہے اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ یعنی اطاعت کرو خدا کی اور اطاعت کرو رسول اور اولی الامر کی جو تم میں سے ہوں اس کے بعد انشاء اللہ بیان ہوگا کہ اولی الامر سے مراد آئمہ معصومینؑ ہیں جن امر امامت متعلق ہے اور ان کے حکم کی اطاعت واجب ہے اور وہی وہ لوگ ہیں جن کے حق میں خدا نے فرمایا ہے اِنَّمَا وَلِیُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ (پ۶ سورہ مائدہ آیت ۵۵) یعنی تمہارا والی امر اور صاحب اختیار تو بس خدا ہے اور اس کا رسول اور وہ لوگ ہیں جو نماز کو قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اس حال میں کہ رکوع میں ہوتے ہیں۔ باتفاق خاصہ و عامہ سوائے امیرالمومنینؑ کے کسی نے رکوع میں تصدق نہیں کیا اور بعض احادیث کے مطابق آئمہ علیہم السلام سے صدقہ دینا حالت رکوع میں واضح ہوتا ہے اور صیغۂ جمع اسی کی تائید میں ہے۔

بسند صحیح معتبر منقول ہے کہ اہل فارس میں سے ایک شخص نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا آپ کی اطاعت فرض ہے۔ فرمایا ہاں۔ پوچھا کیا مثل اطاعت علیؑ بن ابی طالب فرض ہے؟ فرمایا ہاں۔

نیز بسند معتبر ابوبصیر سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت صادقؑ سے سوال کیا کہ کیا ائمہ علیہم السلام امر امامت میں اور ان کی اطاعت واجب ہونے میں سب مثل ایک شخص کے

ہیں اور ان کا حکم ایک ہے۔ حضرت نے فرمایا ہاں۔

نیز بسند معتبر کلینی وغیرہ نے محمد بن زید طبری نے روایت کی ہے کہ میں خراسان میں حضرت امام رضا علیہ السلام کے پیچھے کھڑا تھا اور بنی ہاشم کے بہت سے لوگ اُن حضرت کی خدمت میں حاضر تھے جن میں اسحاق بن موسیٰ بن عیسیٰ عباسی بھی تھا حضرت نے اس سے فرمایا کہ مجھے خبر پہونچی ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم دعوے کرتے ہیں کہ لوگ ہمارے غلام ہیں۔ اُس قرابت کی وجہ سے جو ہم رسول خدا صلعم سے رکھتے ہیں۔ میں نے ہرگز یہ بات نہیں کہی ہے اور نہ اپنے آبا واجداد میں سے کسی سے سُنی کہ یہ بات کہتے ہوں اور نہ مجھ کو یہ خبر پہونچی ہے کہ میرے آبائے طاہرین میں سے کسی نے یہ کہا ہو۔ لیکن ہم یہ ضرور کہتے ہیں کہ اطاعت میں لوگ ہمارے بندے ہیں یعنی مثل بندوں کے ہیں اس لئے کہ واجب ہے کہ ہماری اطاعت کریں اور وہ سب دین میں ہمارے بندے ہیں اور آزاد کئے ہوئے ہیں، یعنی دین میں ہماری اطاعت کرنیکے سبب آتش جہنم سے آزاد ہوئے ہیں لہٰذا لازم ہے کہ ان لوگوں پر جو یہاں موجود ہیں اُن لوگوں تک یہ خبر پہونچادیں جو غائب ہیں۔

کلینی نے بسند معتبر ابی سلمہ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت صادق کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ ہم وہ گروہ ہیں کہ رب العزت نے ہماری اطاعت خلق پر واجب فرمائی ہے اور لوگوں کو ہماری معرفت کے بغیر چارہ نہیں ہے اور لوگ ہمارے نہ پہچاننے میں معذور نہیں ہیں اور جو شخص ہم کو ہماری امامت کے ساتھ پہچانے وہ مومن ہے اور جو شخص انکار کرے وہ کافر ہے۔ اور جو شخص کہ ہم کو پہچانے اور انکار بھی نہ کرے بلکہ مقام شک میں ہے وہ مثل ضعیف الاعتقاد کے ہے اور گمراہ ہے جب تک کہ اس ہدایت کی طرف نہ پھرے جس کو خدا نے اُس پر واجب کیا ہے یعنی ہماری اطاعت واجبہ کی طرف اور اگر اسی ضلالت میں وہ مرجائے تو خدا عذاب یا معافی اس کے لئے جو چاہے کرے۔

نیز بسند معتبر روایت کی ہے امام رضا علیہ السلام سے لوگوں نے اس بہترین چیز کے بارے میں دریافت کیا جسکے ذریعہ بندے خداوند عالم کا تقرب حاصل کریں۔ فرمایا کہ سب سے بہتر وہ امر جس کے ذریعہ سے بندے خدا کا تقرب حاصل کریں وہ اطاعت خدا ہے اور اطاعتِ رسول واولی الامر ہے اور حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ ہماری دوستی ایمان ہے اور ہماری دشمنی کفر ہے۔ ایضاً بسند معتبر روایت ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقرؑ سے عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ کے روبرو اپنا دین بیان کروں

جس کے ذریعہ سے عبادت خدا کرتا ہوں۔ فرمایا بیان کرو میں نے عرض کیا کہ میں شہادت دیتا ہوں خدا کی وحدانیت اور حضرت رسالت مآب صلعم کی رسالت کی اور ان تمام چیزوں کا اقرار کرتا ہوں جو آنحضرتؐ خدا کی جانب سے لائے ہیں اور یہ بھی اقرار کرتا ہوں کہ علی علیہ السلام وہ امام تھے جن کی اطاعت خدا نے واجب کی تھی۔ ان کے بعد امام حسنؑ امام تھے جن کی اطاعت بھی خدا نے واجب کی تھی ان کے بعد امام حسینؑ امام تھے۔ کہ ان کی اطاعت بھی خدا نے فرض اور واجب کی تھی۔ بعد اُن حضرت کے علی بن الحسینؑ امام تھے کہ ان کی اطاعت بھی خدا نے واجب قرار دی تھی اس کے بعد تمام اماموں تک کی امامت کا ذکر میں نے اسی طرح کیا یہاں تک کہ خود حضرت کی امامت کا اقرار کیا اور کہا کہ ان کے بعد امام واجب الاطاعت آپ ہیں تو حضرت نے فرمایا کہ یہی دین خدا و دین ملائکہ خدا ہے[1]

ساتویں فصل

اس بیان میں کہ ہدایت نہیں پا سکتے مگر ائمہ حق کے ذریعہ سے اور وہ خدا اور خلق کے درمیان وسیلہ ہیں اور بغیر ان کی معرفت کے عذاب الٰہی سے نجات نہیں حاصل ہو سکتی۔

ابن بابویہ نے مجالس میں اور دوسرے محدثین نے بسندہائے معتبر امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ اُن حضرت نے فرمایا کہ لوگوں کی بلائیں ہم پر عظیم ہیں اگر ان کو اپنی طرف بلاتے ہیں تو وہ قبول نہیں کرتے اور ان کو یونہی چھوڑ دیتے ہیں تو وہ ہمارے بغیر ہدایت نہیں پاتے۔ ایضاً خصال میں روایت کی ہے کہ رسول خدا صلعم نے امیرالمومنین علیہ السلام سے فرمایا تین چیزیں ہیں جن کو قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ حق ہیں اوّل یہ کہ تم اور تمہارے بعد تمہارے اوصیا جو عارفان خدا ہیں۔ خدا کی معرفت نہیں حاصل ہو سکتی مگر تمہاری معرفت کے سبب سے دوسرے یہ کہ تم عارفان باللہ اور وہ شناسا ہو کہ بہشت میں کوئی داخل نہیں ہو سکتا۔ مگر وہ شخص جس کو تم پہچانتے ہو اور وہ تم کو پہچانتا ہے تیسرے یہ کہ تم وہ عرفا ہو کہ جہنم میں نہیں جائے گا۔ مگر وہ شخص جس کو تم نہیں پہچانتے اور وہ تم کو نہیں پہچانتا۔ اور علل الشرائع میں بسند صحیح روایت کی ہے حضرت امام حسن عسکریؑ نے اسحٰق ابن اسمٰعیل کو

---

[1] مؤلف فرماتے ہیں کہ دین ملائکہ خدا سے یہ مطلب ہے کہ فرشتے اس دین کو خدا کے بندوں کے لئے پسند کرتے ہیں جس طرح کہ دین اللہ سے یہی مراد ہے یا یہ مطلب ہے کہ ملائکہ اس اعتقاد کے مکلف ہیں۔ جیسا کہ دوسری حدیثوں سے ظاہر ہوتا ہے۔

لکھا کہ حضرت رب العزت نے اپنی عنایت و رحمت سے جب فرائض کو تم پر واجب قرار دیا تو اس لئے نہیں کہ خدا کو ان کی احتیاج تھی۔ بلکہ اس خدا کی جانب سے ایک رحمت ہے جس کے سوا تمہارا کوئی خدا نہیں ہے تاکہ خبیث کو پاک سے جدا کرے اس لئے کہ تمہارا امتحان لے ان امور کے بارے میں جو تمہارے سینوں میں ہیں اور خالص قرار دے ان امور کو جو تمہارے دلوں میں ہیں اس واسطے کہ اس کی رحمت کی جانب سبقت کرو اور اس غرض سے کہ بہشت میں تمہارے درجے بلند کرے لہٰذا تم پر حج و عمرہ اور نماز کا قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا، اور روزہ رکھنا اور ولایت اہلبیت علیہم السلام واجب قرار دیا، اور تمہارے واسطے ایک مکان قرار دیا تاکہ اس کے سبب سے فرائض دروازے کھول دیں اور وہ اس درگاہ کی کنجی ہوں اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اوصیا ران کی اولاد میں سے نہ ہوتے تو تم بلاشبہ مثل چوپایوں کے حیران و سرگرداں ہوتے اور واجبات میں سے کوئی چیز نہ جانتے کیا شہر میں بغیر دروازے کے داخل ہو سکتے ہو، تو خدا نے کیسا احسان تم پر کیا ہے کہ تمہارے پیغمبرؐ کے بعد تمہارے لئے آئمہ اطہار وصاحبان اختیار مقرر فرمائے اور روز غدیر فرمایا اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ط (پ سورہ مائدہ آیت ۳) یعنی آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا تم پر اپنے دوستوں کے چند حقوق واجب کئے جن کے ادا کرنے کا تم کو حکم دیا تاکہ تم پر تمہاری عورتیں اور تمہارے مال اور جو کچھ کھاتے پیتے ہو حلال ہوں اور اس لئے کہ تم کو اپنے تئیں پہچنوائے اور ان چیزوں میں برکت و زیادتی عطا کرے تاکہ معلوم ہو کہ اس کی ظاہر و پوشیدہ کون اطاعت کرتا ہے پھر فرمایا قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی یعنی اے رسولؐ کہہ دو کہ میں تم سے کچھ اجر رسالت نہیں چاہتا سوائے اس کے کہ میرے قرابتداروں سے محبت کرو۔ لہٰذا یہ سمجھ لو کہ جو شخص ان سے محبت میں بخل کرے گا تو وہ اپنے نفس کے لئے بخل کرے گا کیونکہ اس کا فائدہ خود اس کی ذات کو پہنچتا ہے اور خدا تو یقیناً تم سے بے نیاز ہے اور تم خدا کے فقیر و محتاج ہو۔ لہٰذا جب کہ حق تم پر ظاہر ہو گیا تو تم جو چاہو کرو اس کے بعد خدا اور اس کا رسولؐ اور مومنین تمہارے عمل کو دیکھیں گے کیونکہ تمہاری بازگشت ہر طرح کے ظاہر و پوشیدہ جاننے والے کی طرف ہونے والی ہے جو تم کو تمہارے تمام اعمال تم کو بتا دے گا اور

بہتر انجام پرہیزگاروں کا ہے۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

معانی الاخبار میں حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ اے علیؑ روزِ قیامت میں، تم اور جبرئیلؑ صراط پر بیٹھیں گے اور کوئی اُس پر سے نہیں گذرے گا مگر وہ کہ جس کے پاس تمہاری ولایت کے سبب سے آتشِ دوزخ سے نجات کا پروانہ ہوگا۔

شیخ طبرسیؒ نے مجالس میں حضرت امام صادقؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ ہم وہ ہیں جو تمہارے اور خدا کے درمیان وسیلہ ہیں نیز امام حسن علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جناب رسولِ خدا صلعم نے حضرت امیرالمومنینؑ سے خطاب فرمایا کہ اے علیؑ تم اور تمہارے اصحاب اور پیروی کرنے والے بہشت میں ہوں گے۔ اور احتجاج میں عبداللہ بن سلیمان سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں جناب امام محمد باقرؑ کی خدمت میں حاضر تھا۔ اہلِ بصرہ میں سے ایک شخص نے حضرت سے عرض کی کہ حسن بصری کہتے ہیں کہ جو لوگ علم (اپنے ایمان) کو چھپاتے ہیں ان کے شکم اہلِ جہنم کو آزار پہونچائیں گے حضرت نے فرمایا جبکہ ایسا ہے تو مومن آلِ فرعون ہلاک ہوگا جس کے بارے میں خدا نے فرمایا ہے یَکْتُمُ اِیْمَانَہٗ (وہ اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھا۔) حالانکہ خدا نے ایمان کو پوشیدہ کرنے کے سبب اس کی مدح کی ہے۔ جس روز سے خدا نے حضرت نوح علیہ السلام کو پیغمبری کے ساتھ بھیجا ہے علم ہمیشہ پوشیدہ ومخفی رہا ہے۔ لہٰذا حسن بصری اگر چاہے داہنے جائے یا بائیں لیکن خدا کی قسم علم نہیں پایا جاتا مگر اہلبیت رسولؐ کے پاس اسی لئے حضرت نے فرمایا کہ ایسے لوگوں کی وجہ سے ہماری مصیبت عظیم ہے اگر ان کو اپنی طرف ہم بلاتے ہیں تو وہ نہیں آتے اور اگر ہم ان سے ہاتھ اٹھا لیتے ہیں تو وہ ہمارے بغیر ہدایت نہیں پاتے۔

بسندِ صحیح بصائر الدرجات میں امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ ہمارے سبب سے خدا کی عبادت کی جاتی ہے اور ہمارے سبب سے خدا کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور ہمارے سبب سے لوگ خدا کو اس کی وحدانیت و یکتائی کے ساتھ پہچانتے ہیں۔ اور حضرت محمد مصطفےٰ صلعم حجاب ہیں یعنی خدا اور اس کی مخلوق کے درمیان واسطہ ہیں۔

اور بشارۃ المصطفےٰ میں بسندِ معتبر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جو شخص خدا کو ہمارے وسیلے سے پکارتا ہے فلاح و رستگاری پاتا ہے اور جو شخص بغیر ہمارے وسیلے

کے خدا کو پکارتا ہے وہ خود بھی ہلاک ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی ہلاک کرتا ہے۔

آٹھویں فصل

حدیث ثقلین اور اسی کے مثل حدیثوں کا تذکرہ۔

بشارت المصطفےٰ میں بطریق عامہ رافع آزاد کردہ حضرت ابوذر غفاری سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوذرؓ کو دیکھا کہ وہ کعبہ کے دروازہ سے لگے ہوئے کہتے تھے کہ جو مجھے پہچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہے اور جو نہیں پہچانتا وہ پہچان لے میں ہوں ابوذر غفاری میں نے جناب رسول خدا سے سُنا ہے۔ آنحضرتؐ فرماتے تھے کہ جو شخص پہلی مرتبہ مجھ سے جنگ کرے گا۔ اور پھر دوسری مرتبہ میرے اہلبیت سے جنگ کرے گا۔ تو خدا اس کو تیسری مرتبہ دجال کے ساتھ محشور کرے گا۔ بے شبہ میرے اہلبیت کی مثال تمہارے درمیان کشتی نوحؑ کے مانند ہے کہ جو شخص اس میں سوار ہوا اُس نے نجات پائی اور جس نے اُس کشتی سے روگردانی کی وہ غرق ہوا۔ میرے اہلبیت باب حطہ بنی اسرائیل ہیں۔ جو شخص اس دروازہ میں داخل ہوا اس نے نجات پائی اور جو اس میں داخل نہیں ہوا وہ ہلاک ہوا۔

شیخ طوسی رحمۃ اللہ نے متعدد طریقہ سے حضرت ابوذرؓ سے اس حدیث کو روایت کی ہے اور بعض روایت کے آخر میں اتنا اضافہ اور ہے کہ حضرتؐ نے آخر میں تین مرتبہ فرمایا کہ کیا میں نے خدا کی رسالت پہونچا دی ؟

سیّد ابن طاؤس نے طرائف میں مسند احمد بن حنبل سے روایت کی ہے کہ ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ میں تم میں دو بڑی گرانقدر چیزیں چھوڑتا ہوں جب تک تم ان دونوں سے متمسک رہوگے میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہوگے اور وہ ایک دوسرے سے گرانقدر ہیں ان میں سے ایک کتاب خدا ہے اور وہ ایک ریسمان ہے جو آسمان سے زمین تک کھنچی ہوئی ہے اور دوسری میری عترت اور اہلبیتؑ ہیں بے شبہ وہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گی یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوں۔ نیز احمد سے روایت کی ہے کہ اسرائیل بن عثمان نے کہا کہ میں نے مختار کے مکان میں زید بن ارقم کو دیکھا تو ان سے پوچھا کہ کیا آپ نے رسول خدا سے حدیث ثقلین مذکورہ کو سُنا ہے۔ انھوں نے کہا۔ ایضاً۔ احمد نے زید ابن ثابت سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خدا فرماتے تھے کہ میں تم میں دو بڑی چیزیں چھوڑتا ہوں جو تمہارے درمیان میرے جانشین اور خلیفہ ہیں ایک خدا کی کتاب جو ایک رسّی ہے آسمان سے زمین کی طرف کھنچی ہوئی دوسرے میری

عترت جو میرے اہلبیت ہیں یقیناً یہ دونوں آپس سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوں اور ان حدیثوں کو شیخ نے عمدہ میں اسی طریقہ سے روایت کی ہے۔

ایضاً سید ابن طاؤس نے بطریق عامہ کتاب جامع الاصول سے روایت کی ہے جو کہ اس زمانہ میں عامہ کی معتبر ترین کتاب ہے اور سید موصوف نے اس کی اصل کتاب سے لکھا ہے میں اس کے الفاظ نقل کرتا ہوں میں نے حدیث میں بھی دیکھا ہے کہ یزید بن حیان سے روایت کرتے ہیں وہ کہتا ہے کہ میں اور حصین بن سبرہ اور عمر بن مسلم زید ابن ارقم کے پاس گئے۔ جب ہم لوگ ان کے پاس بیٹھے تو حصین نے ان سے کہا کہ زید تم نے حدیثیں بہت بیان کی ہیں اور تم نے رسول خدا صلعم کو دیکھا ہے اُن سے حدیثیں سنی ہیں ان کی معیت میں جہاد کیا ہے اور ان کے پیچھے نماز پڑھی ہے اور اُن حضرتؐ سے بہت مرتبہ ملاقاتیں کی ہیں اے زید مجھ سے وہ حدیثیں بیان کرو۔ جو آنحضرتؐ سے تم نے سُنی ہیں۔ زید نے کہا اے بھتیجے خدا کی قسم میری عمر زیادہ ہو گئی اور آنحضرتؐ کے ساتھ کو عرصہ گذر گیا میں بہت سی حدیثیں جو میں نے آنحضرتؐ سے سُنکر یاد کی تھیں اب بھول گیا ہوں لہٰذا جو کچھ میں تم سے روایت کروں اور بیان کروں اُسی کو قبول کرو اور جو روایت نہ کروں اس کے بارہ میں مجھے مجبور نہ کرو پھر کہا۔ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ یَوْمًا فِیْنَا خَطِیْبًا بِمَآءٍ یُدْعٰی خُمًّا بَیْنَ مَکَّةَ وَالْمَدِیْنَةِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰی عَلَیْهِ وَ وَعَظَ ثُمَّ ذَکَرَ وَقَالَ اَلَا اَیُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ یُوْشَكَ اَنْ یَّاْتِیَنِیْ رَسُوْلُ رَبِّیْ فَاُجِیْبُ وَاِنِّیْ تَارِكٌ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ اَوَّلُهُمَا کِتَابُ اللّٰهِ فِیْهِ الْهُدٰی وَالنُّوْرُ فَخُذُوْا بِکِتَابِ اللّٰهِ وَاسْتَمْسِکُوْا بِهٖ فَحَثَّ عَلٰی کِتَابِ اللّٰهِ وَرَغَبَ فِیْهِ ثُمَّ قَالَ وَاَهْلُ بَیْتِیْ اُذَکِّرُکُمُ اللّٰهَ فِیْ اَهْلِ بَیْتِیْ اُذَکِّرُکُمُ اللّٰهَ فِیْ اَهْلِ بَیْتِیْ اُذَکِّرُکُمُ اللّٰهَ فِیْ اَهْلِ بَیْتِیْ فَقَالَ لَهٗ حَصِیْنٌ وَمَنْ اَهْلُ بَیْتِهٖ یَا زَیْدُ اَلَیْسَ نِسَآءُهٗ مِنْ اَهْلِ بَیْتِهٖ فَقَالَ نِسَآءُهٗ مِنْ اَهْلِ بَیْتِهٖ وَلٰکِنَّ اَهْلَبَیْتِهٖ مَنْ حَرَّمَ الصَّدَقَةَ بَعْدَهٗ قَالَ وَمَنْ هُمْ قَالَ اٰلُ عَلِیٍّ وَاٰلُ عَقِیْلٍ وَاٰلُ جَعْفَرٍ وَاٰلُ عَبَّاسٍ قَالَ کُلُّ هٰؤُلَآءِ حَرَّمَ الصَّدَقَةَ قَالَ نَعَمْ۔ یعنی ایک روز جناب رسول خداؐ ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور خطبہ پڑھا اُس تالاب پر جس کو خُم کہتے ہیں جو مکہ و مدینہ کے درمیان واقع ہے۔

پھر خدا کی حمد و ثنا کی اور نصیحتیں فرمائیں اور ہم لوگوں کو آخرت کی یاد دلائی اور فرمایا کہ اے لوگو میں بھی ایک بشر ہوں عنقریب میرے پروردگار کی طرف سے میری طلبی ہو گی یعنی ملک الموت آئیں گے تو قبول کروں گا اور اس دنیا سے رخصت ہو جاؤں گا۔ بلاشبہ میں تم میں دو بزرگ چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ ان میں سے ایک کتاب خدا ہے جس میں ہدایت اور نور ہے لہٰذا کتاب خدا کو اختیار کرو اور اس کو پکڑ لو۔ پھر حضرت نے کتاب پر عمل کرنے کی تحریص کی اور ترغیب دلائی پھر فرمایا کہ ان میں دوسرے میرے اہلبیت ہیں پھر تین مرتبہ فرمایا کہ میں اپنے اہلبیت کے حق کے بارے میں تمہیں خدا کو یاد دلاتا ہوں یعنی ان کو اذیت نہ پہونچانا اور ان کی حرمت کی رعایت کرنا اور ان سے حق امامت غصب نہ کرنا۔ یہ سُنکر حصین نے پوچھا کہ اے زید ان کے اہلبیت کون ہیں کیا ان کی بی بیاں ان کے اہلبیت میں شامل نہیں ہیں۔ زید نے کہا اُن کے گھر کے لوگوں میں سے وہ ہیں تو مگر اس جگہ اہلبیت سے وہ مراد ہیں جن پر پیغمبرؐ کے بعد صدقہ حرام ہے اس نے پوچھا کہ وہ کون لوگ ہیں۔ زید نے کہا کہ وہ آل علی، آل عقیل آل جعفر اور آل عباس ہیں۔ حصین نے کہا کیا ان سب لوگوں پر صدقہ حرام ہے زید نے کہا ہاں [1]

ایضاً اسی مضمون کو تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ جامع الاصول اور تمام کتابوں میں روایت کیا ہے اور سید نے ابن مغازلی شافعی سے چند طریقوں سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ وہ زمانہ قریب آگیا ہے کہ عالم قدس میں میری طلبی ہو گی اور میں جانا قبول

[1] مؤلف فرماتے ہیں کہ اس کے بعد مذکور ہو گا کہ زید نے غلطیؑ کی اور اہلبیت مخصوص آل عبا ہیں۔

ؑ ممکن ہے کہ زید نے غلطی نہ کی ہو بلکہ ناقل حدیث نے جو علمائے عامہ میں سے ہیں آل عباس وغیرہ کی محبت میں اپنی طرف سے ان کا اضافہ کر دیا ہو جیسا کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوۃ میں تفسیر آیہ قل لا اسئلکم الخ میں علی و فاطمہؑ اور ان کے دونوں فرزند حسنین علیہم السلام کے بارے میں یہ لکھ کر کہ یہ لوگ عمدہ و نخبہ قرابتداران اور رسولؐ ہیں لیکن صواب یہ ہے کہ اس آیت میں ازواج رسول اور اصحاب بھی داخل ہیں اضافہ فرمایا ہے۔
(مترجم)

کروں گا۔ بیشک میں تم میں دو بڑی چیزیں چھوڑے جاتا ہوں ایک کتاب خدا جو آسمان سے زمین کی طرف ایک کھنچی ہوئی رسی ہے اور میری عترت جو میرے اہلبیت ہیں اور مجھے خداوند علیم و خبیر نے آگاہ فرمایا ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گی جب تک میرے پاس حوض کوثر پر وارد نہ ہوں لہٰذا غور کرو کہ ان دونوں کی رعایت میں کیونکر میری قائم مقامی کروگے۔

ایضاً سید نے کتاب فضائل قرآن ابن ابی الدنیا سے روایت نقل کی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ حوض کوثر پر تمہارا فرط ہوں گا (یعنی پہلے پہونچنے والا ہوں گا) اور تم سے پہلے وارد ہوں گا۔ تاکہ تمہارے لئے مہیا کروں تو جب تم لوگ آؤگے اور مجھ سے ملاقات کروگے تو میں ثقلین کے بارے میں تم سے سوال کروں گا کہ کیونکر ان کے حق میں تم نے میری قائم مقامی کی ہے راوی کہتا ہے کہ ہم نے نہیں سمجھا کہ ثقلین کیا ہیں۔ یہاں تک کہ ایک مہاجر نے اٹھ کر کہا کہ یا رسول اللہ میرے باپ ماں آپ پر فدا ہوں ثقلین کون ہیں حضرت نے فرمایا کہ ان میں بڑی چیز کتاب خدا ہے جس کا ایک سرا دست قدرت میں ہے اور دوسرا سرا تمھارے ہاتھوں میں ہے لہٰذا اس کو مضبوطی سے پکڑے رہنا تاکہ لغزش کرو اور گمراہ نہ ہو۔ اور اس سے چھوٹی چیز میری عترت ہیں ان میں جو میرے قبلہ کی طرف رُخ کرے اور میری دعوت قبول کرے تو ان کو قتل مت کرو اور فریب مت دو اس لئے کہ میں نے صاحب لطف و احسان اور دانا خدا سے سوال کیا تھا تو اس نے قبول فرمایا کہ یہ دونوں ساتھ ساتھ میرے پاس حوض کوثر پر آئیں اور اپنی دونوں انگشت شہادت ملا کر فرمایا کہ اس طرح دونوں ملے ہوئے اور خدا نے مجھ سے فرمایا کہ ان دونوں کی مدد کرنے والا اے رسول تمہاری مدد کرنے والا ہے اور ان دونوں کو حقیر و ذلیل کرنے والے مجھے حقیر و ذلیل کرنے والے ہیں اور ان دونوں کے دشمن ہیں اے لوگو تم سے پہلے کوئی امت ہلاک نہیں ہوئی مگر اپنی نفسانی خواہشوں پر عمل کرنے کے سبب سے اور انہوں نے اپنے پیغمبر کی نقصان رسانی میں ایک دوسرے کی مدد کی اور ان لوگوں کو قتل کیا جو ان میں انصاف کے ساتھ حکم کرتے تھے۔

صاحب طرائف نے ثعلبی سے جو مفسران عامہ میں سے ہے۔ اس آیت وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا۔ (پ۴ سورہ آل عمران آیت ۱۰۳) کی تفسیر میں چند طریقہ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا

صلعم نے فرمایا کہ ایہا النّاس میں تم میں دو امر بزرگ چھوڑتا ہوں جو تمہارے درمیان میرے خلیفہ و جانشین ہیں اگر تم ان کو اختیار کروگے اور عمل کروگے اور اس کی متابعت کروگے تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہوگے وہ ایک دوسرے سے بزرگتر ہے کہ وہ کتاب خدا ہے جو آسمان و زمین کے درمیاں کھینچی ہوئی ریسمان ہے دوسرے میرے اہلبیت ہیں۔ یہ دونوں آپس سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر آئیں اور ابن اثیر نے جامع الاصول میں جو ان کے درمیان متداول ہے صحیح ترمذی سے جس میں جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے روز عرفہ جناب رسول خدا کو ناقہ غضبا پر سوار خطبہ پڑھتے ہوئے سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ میں تم میں وہ چیز چھوڑتا ہوں کہ اگر تم اس کو پکڑے رہوگے تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے کتاب خدا اور میری عترت جو میرے اہلبیت ہیں ایضاً صحیح ترمذی سے زید بن ارقم سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ میں تم میں وہ چیز چھوڑتا ہوں کہ اگر ان سے متمسک رہوگے تو میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہوگے وہ دو چیزیں ہیں جو ایک دوسرے سے بلند و بزرگ ہیں اور وہ ایک کتاب خدا ہے جو ایک ریسمان کشیدہ ہے زمین سے آسمان تک اور دوسری میری عترت جو میرے اہلبیت ہیں وہ دونوں ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گی یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس وارد ہوں لہٰذا غور کرو کہ ان کے حق میں کیونکر میری قائم مقامی کروگے اور احتجاج میں سلیم بن قیس ہلالی سے روایت کی ہے سلیم کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ زمانہ حج میں میں اور حبیش بن المعتمر مکہ میں تھے ناگاہ ابوذر اٹھے اور کعبہ کی زنجیر کو پکڑ کر بآواز بلند ندا دی کہ ایہا النّاس جو مجھے پہچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہے اور جو نہیں پہچانتا تو وہ پہچان لے کہ میں جندب بن جنادہ ہوں میں ابوذر ہوں ایہا الناس میں نے پیغمبر خداؐ کو فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ میری امت میں میرے اہلبیت کی مثال کشتی نوح کے مانند ہے جو ان کی قوم میں تھی جو اس کشتی میں سوار ہوا اُس نے نجات پائی اور جو اس سے علیحدہ رہا وہ غرق ہوگیا اور میرے اہلبیتؑ کی مثال باب حطہ کی سی ہے جو بنی اسرائیل میں تھا۔ ایہا النّاس میں نے رسول خداؐ سے سُنا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑتا ہوں کہ جب تک اُن سے متمسک رہوگے ہرگز گمراہ نہ ہوگے کتاب خدا اور میرے اہلبیت تا آخر حدیث۔ اُس کے بعد جب ابوذر مدینہ میں آئے تو خلیفہ سوم نے ان کے پاس کسی کو بھیج کر انکو بلوایا اور کہا کہ تمہارے لئے کیا باعث ہوا کہ لوگوں کو تم نے کھڑے

ہو کر موسم حج میں یہ حدیثیں سنائیں ابوذر نے جواب دیا کہ یہ عہد تھا جو مجھ سے رسول خداؐ نے لیا تھا اور مجھے اس کا حکم دیا تھا عثمان نے پوچھا کہ اس کا گواہ کون ہے یہ سنتے ہی امیر المومنین علی علیہ السلام اور مقداد اٹھ کھڑے ہوئے اور گواہی دی پھر وہ تینوں حضرات باہر چلے گئے تو عثمان نے امیر المومنین کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ یہ اس کے دونوں مصاحب سمجھتے ہیں کہ یہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں گے اور کچھ ان کے ہاتھ آجائے گا۔

ابن بابویہ نے بسند معتبر ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص میرے دین پر اعتقاد رکھے اور میرے طریقہ پر عمل کرے اور میری سنت کی پیروی کرے اس کو چاہیئے کہ میرے اہلبیت یعنی اماموں کا اعتقاد بھی رکھے جو میری تمام امت سے بہتر ہیں یقیناً اس امت میں ان کی مثال بنی اسرائیل کے باب حطہ کی سی ہے۔ اور عیون اخبار الرضا میں بسند ہائے معتبر بسیار آنحضرت سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ تمہارے درمیان میرے اہلبیت کی مثال سفینۂ نوحؑ کی سی ہے جو اس کشتی میں اہلبیت کی متابعت میں سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے روگردانی کی اس کو پس گردن سے قتل کرکے آتش دوزخ میں ڈالدیں گے۔ اسی حدیث کو ابن اثیر نے جو عامہ کے بہت بڑے عالموں میں سے ہیں نہایہ میں نقل کیا ہے۔ اور صحیفۂ رضا علیہ السلام میں ہے اور عیاشی نے امام رضاؑ سے تفسیر آیہ قُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطَايَاكُمْ (پ سورہ بقرہ آیت ۵۸) کے بارے میں روایت کی ہے۔ کہ حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ تمہارے لئے باب حطہ ہم ہیں [۱]

[۱] مؤلف فرماتے ہیں کہ مفسرین و مورخین کے درمیان دخول باب حطہ میں بہت اختلاف ہے اور مشہور جو کچھ ہے وہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ کی وفات کے بعد چالیس سال میں تیہ کی مدت تمام ہوئی آپ کے وصی حضرت یوشعؑ بنی اسرائیل کو قوم عمالقہ سے جنگ کے لئے شہر اریحا میں لائے جو ملک شام میں سے ہے تاکہ فتح کریں جب فتح کر لیا اور عمالقہ کو قتل کر چکے اور بلاد شام پر متصرف ہو گئے تو خدا نے ان کو حکم دیا کہ تواضع و انکساری کے ساتھ استغفار کرتے ہوئے اپنے سروں کو جھکائے ہوئے شہر اریحا میں داخل ہوں جیسا کہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے۔ وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا (بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۲ پر)

اس کے بعد امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کے لئے دروازہ حِطّہ نصب کیا گیا اور اے امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے واسطے باب حِطّہ خدا نے در اہلبیت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نصب کیا ہے اور تم کو ان کی ہدایت کی پیروی اور ان کے طریقوں کو اختیار کرنے کا حکم دیا ہے تاکہ خدا تمھارے

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُولُوا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطَايَاكُمْ۔ (پ آیت ۵۸ سورہ البقرہ) اکثر مفسرین نے سجدہ سے خم ہونے اور عاجزی و انکساری ظاہر کرنے سے تفسیر کی ہے۔ اور حِطّۃٌ کے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ حِطَّةٌ عَنَّا خَطَايَاكُمْ یعنی ہمارے گناہوں کو محو کر دے۔ بیان کرتے ہیں کہ ان کا گناہ یہ تھا کہ حضرت موسیٰؑ کے زمانہ میں انھوں نے شہر اریحا میں داخل ہونا منظور نہیں کیا تھا تو بلاؤں میں مبتلا ہوئے اور ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حِطّہ کے معنی لاالہ الا اللہ ہے اور سَنَزِيدُ الْمُحْسِنِينَ کا مطلب ہے کہ ہم عنقریب نیک لوگوں کی نیکی میں اضافہ کر دیں گے۔ فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ یعنی پھر ان لوگوں نے جنھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اس بات کو بدل دیا جو ان سے کہی گئی تھی کہ کہیں۔ وہ لوگ خم نہ ہوئے اور اپنے بستروں کو اس پر بیٹھے ہوئے کھینچتے چلے اور حطّہ کے بجائے حنطہ سمقانا یعنی خدا کے حکم کا مذاق اڑانے کی غرض سے یہ کہتے ہوئے چلے کہ ہم سرخ گندم چاہتے ہیں۔ اس پر خدا نے ان کو تاریکی اور طاعون میں مبتلا کیا اور ایک ساعت میں ستّر ہزار اشخاص مرگئے اس کے بعد خدا نے ان پر رحم کیا اور طاعون برطرف کر دیا جیسا کہ خداوند عالم فرماتا ہے فَأَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ (آیت ۵۹ سورہ بقرہ پ) کہ ہم نے ان لوگوں پر جنھوں نے فسق کیا تھا آسمان سے عذاب نازل کیا الغرض اہلبیت کی مثال اس امت میں اُسی دروازہ کے مانند ہے کیونکہ وہ بابُ اللہ ہیں جو شخص ان کی متابعت کے دروازہ میں داخل ہوتا ہے دنیا اور آخرت کے عذاب سے نجات پاتا ہے اور جو شخص ان کی امامت کے اقرار اور ان کی پیروی سے روگردانی کرتا ہے وہ ہلاک معنوی کے ساتھ ہلاک ہوتا ہے اور گمراہ ہوتا اور دنیا و آخرت میں دردناک عذاب سے معذب ہوتا ہے۔

اور جلد اوّل میں تفسیر امامؑ سے ذکر ہو چکا ہے کہ حق تعالیٰ نے محمد و علی علیہم السلام کی صورتیں دروازۂ شہر پر ظاہر کر کے اُن کو حکم دیا تھا کہ اُن کو سجدۂ تعظیمی کریں اور ان کی بیعت اپنے اوپر تازہ کریں آخر تک جیسا کہ گذر چکا ہے۔

گناہوں کو بخش دے اور تمہارے نیک لوگوں کو ثواب زیادہ عطا فرمائے اور تمہارا باب حطہ بنی اسرائیل کے باب حطہ سے بہتر ہے اس لیئے کہ ان کا دروازہ چند لکڑیوں کا تھا اور ہم سچی بات کرنے والے ہیں ہم صاحبان ایمان اور ہدایت کرنے والے اور افضل و اعلیٰ ہیں۔ جیسا کہ رسولِ خدا نے فرمایا کہ ستارے آسمان کے لئے امان ہیں اور میرے اہلبیت میری امت کے لئے امان ہیں ان کے دین میں گمراہ ہونے سے اور وہ زمین میں ہلاک نہ ہوں گے جب تک کہ میرے اہلبیت میں سے کوئی باقی رہے گا۔ جب کے اخلاق و سنّت کی متابعت کرتے رہیں گے۔ ایضاً جناب رسول خدا نے فرمایا کہ جو شخص چاہے کہ میری زندگی کے مطابق زندگی گذارے اور میری روش کے مطابق دنیا سے رخصت ہو اور جنّت عدن میں مقام حاصل کرے جس کا میرے پروردگار نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے اور اُس درخت تک رسائی حاصل کرے جس کو خدا نے اپنے دست قدرت سے بویا ہے جس کے متعلق فرمایا کہ ہوجا تو وجود میں آگیا تو اس کو چاہیئے کہ علی علیہ السلام کی ولایت اختیار کرے اور ان کی امامت کا اقرار کرے اور ان کے دوست کا دوست رہے اور ان کے دشمن کو دشمن رکھے اور ان کے بعد ان کے افضل فرزندوں کی ولایت اختیار کرے جو خدا کی اطاعت کرتے ہیں اس لئے وہ میری طینت سے خلق ہوئے ہیں اور خدا نے میرا علم و فہم انھیں کرامت فرمایا ہے لہٰذا وائے ہو میری امت کے ان لوگوں پر جو ان کے فضل کی تکذیب کریں اور ان کے ساتھ میرے حق کی رعایت نہ کریں خدا ان کو میری شفاعت نصیب نہ کرے۔

حدیث سفینہ نوح کو سیّد نے طرائف میں کتاب ابن مغازلی شافعی سے کئی طریقہ پر ابن عباس اور سلمہ ابن الاکوع ابوذر وغیرہ سے روایت کی ہے اور حدیث سفینہ اور حدیث باب حطہ کو سلیم ابن قیس نے حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے روایت کی ہے اور حضرت سے عرض کی کہ مَیں نے اِن حدیثوں کو سو سے زیادہ فقہائے صحابہ سے سنی ہے۔

ابن بابویہ نے امالی اور اکمال الدین میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسولِ خدا نے حضرت علی ابن ابیطالبؑ سے فرمایا کہ یا علی میں حکمت کا شہر ہوں اور تم اس کے دروازہ ہو اور شہر میں داخل ہونا ممکن نہیں مگر اس کے دروازہ سے اور جو شخص تم کو دشمن

رکھتا ہے وہ غلط دعوے کرتا ہے کہ مجھ کو دوست رکھتا ہے کیونکہ تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں تمہارا گوشت میرے گوشت سے اور تمہارا خون میرے خون سے اور تمہاری روح میری روح سے اور تمہارا باطن میرے باطن سے اور تمہارا ظاہر میرے ظاہر سے ہے۔ تم میرے بعد میری امت کے امام اور میری امت پر میرے خلیفہ و جانشین ہو۔ سعادتمند وہ ہے جو تمہاری اطاعت کرے اور شقی و بدبخت ہے وہ جو تمہاری نافرمانی کرے۔ اور خوش قسمت ہے وہ جو تمہاری ولایت اختیار کرے اور زیاں کار ہے وہ شخص جو تم سے دشمنی رکھے۔ اور نجات یافتہ ہے وہ شخص جو تم سے جدا نہ ہو اور ہلاکت میں ہے وہ جو تم سے الگ ہو جائے تمہاری اور تمہارے امام فرزندوں کی مثال میرے بعد کشتی نوحؑ کے مانند ہے کہ جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے انحراف کیا۔ وہ غرق ہوا۔ اور تمہاری مثال آسمان کے ستاروں کی سی ہے کہ جب ایک ستارہ غروب ہوتا ہے تو اس کی جگہ دوسرا ستارہ طلوع ہوتا ہے اسی طرح قیامت تک ہوتا رہے گا۔

پھر زید ابن ثابت سے روایت کی ہے کہ رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ اِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ کِتَابَ اللّٰہِ وَ عِتْرَتِیْ اَھْلَ بَیْتِیْ اَلَا وَ ھُمَا الْخَلِیْفَتَانِ مِنْ بَعْدِیْ وَ لَنْ یَفْتَرِقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ۔

اور اکمال الدین، معانی الاخبار اور خصال میں ابو سعید خُدری سے روایت کی ہے کہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑتا ہوں جن میں سے ایک دوسرے سے بلند تر ہے۔ ایک کتاب خدا ہے آسمان سے زمین تک کھنچی ہوئی ایک ریسمان ہے دوسری میری عترت ہے یقیناً یہ دونوں آپس سے جدا نہ ہوں گی یہانتک کہ میرے پاس حوضِ کوثر پر پہونچیں۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے ابو سعید سے پوچھا کہ ان کی عترت کون ہے انھوں نے کہا کہ ان کے اہلبیت۔

ایضاً ابو عمر و مصاحب ابو العباس نحوی لغوی سے میں نے سنا وہ کہتے تھے کہ ان دونوں چیزوں کو ثقل اس لئے کہا ہے کہ ان سے تمسک سنگین اور دشوار ہے۔

ابن بابویہ نے حدیث ثقلین کو اکمال الدین وغیرہ میں ابو سعید خدری سے پچیس سند سے ثعلبی، ابو ہریرہ، حضرت امیر المومنین علیہ السلام، زید بن ارقم، جابر بن عبداللہ انصاری،

ابوذر غفاری زید بن ثابت وغیرہ صحابہ سے روایت کی ہے۔ اور علی بن ابراہیم نے اپنی تفسیر میں روایت کی ہے کہ جناب رسول خدا نے حجۃ الوداع میں مسجد خیف میں فرمایا کہ میں تمہارا فرط ہوں میں تم سے پہلے حوض پر پہونچوں گا۔ اور تم میرے بعد وارد ہوگے اور حوض وہ ہے جس کا عرض بصرہ و شام کے درمیانی فاصلہ کے برابر ہے صنعائے یمن تک، اُس پر خالص چاندی کے پیالے آسمان کے ستاروں کی تعداد میں ہیں۔ میں وہاں تم سے یقیناً ثقلین کے بارے میں سوال کروں گا کہ ان کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا۔ لوگوں نے پوچھا کہ ثقلین کیا ہیں فرمایا ایک کتاب خدا ہے جو ثقل بزرگ ہے جس کا ایک کنارہ خدا کے ہاتھ میں ہے اور دوسرا تمہارے ہاتھ میں ہے لہٰذا اس کو مضبوطی سے پکڑو تاکہ گمراہ نہ ہو اور کبھی لغزش نہ کرو۔ دوسرے میری عترت جو میرے اہلبیتؑ ہیں بلاشبہ مجھ کو خدائے لطف واحسان ودانائے ظاہر و پوشیدہ نے خبر دی ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گی یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہونچیں مثل میری ان دونوں انگلیوں کی گرہ کے اور اپنی دونوں شہادت کی انگلیاں ملا کر اشارہ کیا پھر فرمایا کہ میں یہ نہیں کہتا کہ ایک کو دوسرے سے بڑا سمجھو میری ان دونوں انگلیوں کے مانند جن میں ایک دوسرے سے بڑی ہے اور اپنی انگشت شہادت اور انگوٹھے کو ملا کر دکھایا۔[1]

حوض کوثر کی تعریف

---

[1] مؤلف فرماتے ہیں کہ پہلے جو ایک ہاتھ کی دونوں انگلیوں سے تشبیہ دی اس سے ایک دوسرے سے جدا نہ ہونا مقصود ہے۔ اس لئے ایک ہاتھ کی انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کی تشبیہ زیادہ مناسب ہے اور چونکہ ایک کو دوسرے پر فوقیت نہ دینا مقصود ہے لہٰذا دونوں ہاتھوں کی شہادت کی انگلیوں کی تشبیہ زیادہ بہتر ہے اور درمیانی انگلی کے ساتھ تشبیہ مناسب نہیں کیونکہ وہ انگشت شہادت سے بڑی ہے اور اُس پر فوقیت رکھتی ہے۔ الغرض دونوں تشبیہوں سے یہ مقصود ہے کہ قرآن کے اصل الفاظ اور معانی اہلبیت کے پاس ہیں اور کوئی دوسرا شخص ان سے واقف نہیں ہے نیز عمل قرآن سب کا سب اوامر و نواہی کے ساتھ انہی حضرات سے مخصوص ہے جیسا کہ جناب رسولخدا کی صفت میں وارد ہوا ہے کہ قرآن آنحضرت کا خلق ہے۔ ایضاً وہ حضرات حقیقت قرآن کی شہادت دیتے ہیں اور قرآن ان کی حقیقت کی گواہی دیتا ہے چنانچہ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ تہائی قرآن ان کے فضائل میں اور تہائی قرآن ان کے دشمنوں کی مذمت میں ہے بعض روایتوں میں ہے کہ چوتھائی قرآن وارد ہوا ہے۔ باوجودیکہ جناب رسول خدا نے اپنے کلام کو ایسی قید سے مقید فرمایا ہے کہ تمام شبہوں کو زائل کر دیا ہے اور اپنے کلام کو یہ فرما کر واضح کر دیا کہ میری (بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۶ پر ملاحظہ ہو)

ابن بابویہ نے اپنی اکثر کتابوں میں حضرت سیدالشہدائؑ سے روایت کی ہے کہ لوگوں نے جناب امیر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ عترت کون ہیں۔ فرمایا میں حسن حسین اور حسین کے فرزندوں میں سے نو امام ہیں اور ان کا نواں مہدی اور قائم ہے (سلام اللہ علیہم) یہ کتاب خدا سے جدا نہیں ہونگے اور نہ کتاب خدا ان سے جدا ہوگی یہاں تک کہ میرے پاس حوض

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) عترت میرے اہلبیت ہیں لہٰذا اس حکم کو متوجہ کیا ہے اس کی طرف جو دونوں کا مستحق ہو۔ اور ہم جانتے ہیں کہ آدمی کی عترت میں جو اس کے اہلبیت ہونے سے متصف ہو سکتا ہے وہ اس کی اولاد اور اولاد کی اولاد ہے اور وہ جو نسب میں قریب ہونے کے سبب اُن کا قائم مقام ہو سکے۔ باوجودیکہ جناب رسول خدا نے خود بیان فرمایا ہے کہ ان کے اہلبیت کون لوگ ہیں جیسا کہ اخبار متواترہ میں وارد ہوا ہے کہ آنحضرت نے جناب امیر اور جناب فاطمہ اور حضرات حسن و حسین علیہم السلام کو اپنے مکان میں جمع کیا اور ایک چادر اُن پر اوڑھا کر فرمایا کہ یہ میرے اہلبیت ہیں لہٰذا ان سے رجس اور برائی اور شک کو دور رکھ اور ان کو گناہوں اور صفات ضمیمہ سے پاک رکھ جو پاک رکھنے کا حق ہے تو اسی وقت آیت تطہیر نازل ہوئی۔ یہ دیکھ کر ام سلمہ زوجہ جناب رسول خدا نے کہا یا رسول اللہ کیا میں آپ کے اہلبیت میں نہیں ہوں حضرت نے فرمایا کہ نہیں لیکن تم ایک نیکی پر ہو۔ الغرض اہلبیت علیہم السلام مخصوص انہی حضرات کو قرار دیا ان کے علاوہ کسی اور کو اہلبیت میں داخل نہیں فرمایا لہٰذا لازم ہے کہ حدیث ثقلین انہی کی طرف متوجہ ہو یا اُس شخص کی طرف جو دوسری دلیل سے ان سے ملحق ہو۔ اور اس امر پر اجماع کیا ہے کہ یہ حکم یعنی وجوب تمسک اور ان حضرات کی پیروی کرنا ان کی اولاد کے لئے بھی ثابت و متحقق ہے کیونکہ وہ بھی ان کے قائم مقام ہیں اور انہی کا حکم رکھتے ہیں۔ اکثر لوگوں نے کہا ہے کہ بعض احتمالات کی بنا پر جو مذکور ہوئے چاہیئے کہ امیرالمومنینؑ داخل عترت نہ ہوں۔ ہم اس کا جواب دیتے ہیں کہ شیعوں میں سے جو شخص عترت کو مخصوص اولاد اور اولاد کی اولاد ہی جانتا ہے وہ یہ بھی کہتا ہے کہ اگرچہ ظاہر لفظ عترت اُن حضرت کو شامل نہیں ہے لیکن چونکہ وہ عترت کے پدر اور ان کے سردار اور ان سب سے بہتر ہیں لہٰذا عترت کے باب میں حکم بہ دلیل خارج اُن حضرت کے لئے شامل ہے اور اگر یہ کہیں کہ عدم ضلالت کا حکم اس کے لئے ہے جو کتاب و عترت دونوں سے متمسک ہو نہ تنہا عترت سے تو ہم جواب یہ دیں گے کہ اس بنا پر یہ کلام ہی بیفائدہ ہو جائے گا کہ جب کتاب تنہا حجت ہو اور جو چیز کہ تنہا حجت نہ ہو اس کا کتاب (بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۷ پر)

کوثر پہ وارد ہوں اور صفار نے بصائر الدرجات میں اور عیاشی نے تفسیر میں حدیث ثقلین کو بسند ہائے بسیار طریق اہل بیت سے روایت کی ہے اور بصائر میں حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ خدا نے زمین میں تین محترم چیزیں قرار دی ہیں۔ قرآن۔ میری عترت اور خانۂ خدا ہے۔ لیکن قرآن میں لوگوں نے تحریف کی اور تغیر کر دیا۔ اسی طرح کعبہ کو بھی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کے ساتھ ضم کرنا کچھ فائدہ نہیں رکھتا خاص کر عترت کا کچھ دخل نہ ہوگا بلکہ ہر شخص اور ہر چیز اسی طرح ہے کہ جب کتاب کے موافق ہو تو حجت ہو گی لہذا عترت کی تخصیص کرنا اور یہ قطعی فرمانا کہ وہ اور کتاب آپس سے تا روز قیامت جدا نہ ہوں گے اس بات کی دلیل ہے کہ اُنہی کا قول تنہا حجت ہے۔ اور عامہ نے اس حدیث میں یہ احتمال کیا ہے کہ اجماع اہلبیت علیہم السلام حجت ہے مگر اس سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا کیونکہ یہ معلوم ہے کہ اُن کا اس پر اجماع ہے کہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام بعد جناب رسول خداؐ بلا فاصلہ ان کے خلیفہ ہیں لیکن شاذ و نادر اس اجماع سے کسی کا خارج ہو جانا مضر نہیں رکھتا باوجودیکہ اسی حدیث سے یہ استدلال کرنا ممکن ہے کہ ہر زمانہ میں ایک معصوم امام کا ہونا ضروری ہے۔ اس لئے کہ ہم جانتے ہیں کہ جناب رسول خداؐ نے ہم کو صرف اس لئے اس کلام سے مخاطب فرمایا تاکہ ہمارا عذر قطع کر دیں اور امر دین میں ہم پر حجت تمام کر دیں اور ہماری رہنمائی اس چیز کی طرف فرما دیں جس کے سبب ہم شک و شبہ سے نجات پائیں اور زید بن ثابت کی روایت میں جو کچھ مذکور ہے وَ هُمَا الْخَلِيْفَتَانِ مِنْ بَعْدِیْ یعنی کتاب و عترت دونوں میرے بعد میرے خلیفہ و جانشین ہیں کیونکہ معلوم ہے کہ اس سے یہی مراد ہے کہ جس چیز کو میری حالت حیات میں میری طرف رجوع کرتے تھے چاہئے کہ میرے بعد ان کی طرف رجوع کرو ہم کہتے ہیں کہ یہ امر دو حال سے خالی نہیں اوّل یہ کہ ان کا اجماع حجت ہے جیسا کہ مخالفین نے سمجھا ہے۔ دوسرے یہ کہ ہر زمانہ میں اُن کے درمیان ایک معصوم رہتا ہے جس کا قول حجت ہے تو اگر قول اوّل مراد ہو تو اس صورت میں جناب رسول خدا نے حجت ہم پر تمام نہیں کی اور ہمارا عذر قطع نہیں کیا اس لئے کہ ہمارے درمیان اپنا ایسا کوئی خلیفہ نہیں چھوڑا جو ان کا قائم مقام ہو کیونکہ ہر مسئلہ میں واجب نہیں کہ ان کا اجماع منعقد ہو اور جس پر اُن کا اجماع ہو گیا ہے وہ شاید مسائل شریعت ہزار اجزاء میں سے ایک جزو پر ہوا ہو۔ لہذا کس طرح شریعت میں ہم پر حجت تمام ہوتی ہے اس شخص کے بارے میں جس سے ہماری کوئی حاجت پوری نہ ہو سکے لیکن بہت میں سے کم اس لئے یہ دلیل اس پر ہے (بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۸ پر)

لوگوں نے خراب کیا۔ اور یوں ہی میری عترت کو قتل کیا۔ اور یہ تینوں خدا کی امانتیں تھیں اور ان سب کو لوگوں نے ضائع کیا۔

واضح ہو کہ حدیث ثقلین و سفینہ و باب حطہ یہ تینوں متواتر ہیں اور عامہ کے تمام لغوی حضرات نے اس کو نقل کیا ہے اور ابن اثیر نے نہایہ میں کہا ہے کہ حدیث میں وارد ہوا ہے

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ) کہ اہلبیتؑ رسول میں سے ہر زمانہ میں ایک حجت کا ہونا لازمی ہے جو معصوم ہوا اور اس کے کلام پر اطمینان قطعی حاصل ہو اور یہ وجود حجت پر مجملاً دلیل ہے

اور خاص کی دلیلوں سے تفصیل معلوم ہوتی ہے۔ اور چونکہ آنحضرت نے فرمایا ہے کہ وہ دونوں قیامت تک آپس سے جدا نہ ہوں گی تو کتاب کا حکم اور اس کی اصل قیامت تک باقی ہے لہٰذا چاہیئے کہ وہ حجت بھی اس صفت کے ساتھ باقی رہے اور ہر زمانہ میں اُس کی ایک فرد موجود ہو۔ مؤلف کہتا ہے کہ) بلکہ حجت کی احتیاج کتاب کی احتیاج سے زیادہ ہے۔ کیونکہ ظاہر قرآن سے احکام شرع تھوڑے سے معلوم ہوتے ہیں۔ اور وہ بھی نہایت شک کے ساتھ چنانچہ بعض لوگوں نے کہا ہے۔ سب سے زیادہ واضح آیت قرآن مجید میں وضو کی آیت ہے لیکن اس میں بھی اتنے شبہے ہیں لہٰذا شریعت کی اکثر اصل اور عمدہ احکام و احکام موجودہ قرآن شرح، تفسیر اور تفصیل۔ میں خلیفہ کے محتاج ہیں۔ یہیں سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ ان لوگوں کا یہ قول کہ کتاب و عترت دونوں کے ساتھ رجوع ممکن نہیں کیونکہ تمام احکام قرآن سے ظاہر نہیں ہوتے اور جو معلوم ہوتے ہیں وہ بھی تشابہ کی وجہ سے لوگوں پر مشتبہ رہ جاتے ہیں لہٰذا اِن دونوں کے ساتھ ان کا عذر قطع نہیں ہوتا۔ لیکن اس عبارت کا امامت و خلافت پر اور اطاعت کے واجب ہونے پر نص کرنا تو جو شخص تھوڑی عقل اور انصاف سے متصف ہو گا وہ بھی اس میں شک نہیں کر سکتا۔ جیسے اگر کوئی بادشاہ یا حاکم شہر سے باہر جائے اور کہے کہ "فلاں شخص کو میں تمہارے درمیان چھوڑے جاتا ہوں" تو اس سے سوائے اس کے اور کچھ نہ سمجھا جائے گا۔ کہ جس طرح میری اطاعت کرتے ہو چاہیئے کہ اس کی اطاعت بھی کرو۔ اور جیسے کہ کوئی شخص اپنے گھر سے سفر کا ارادہ کرے اور کہے کہ فلاں شخص کو تمہارے درمیان چھوڑے جاتا ہوں تو اس کا یہ قول کیا اس بات پر دلالت نہیں کرتا بجز اسکے کہ وہ میرا وکیل ہے اور میرے گھر کا اس کو اختیار ہے۔ خاص کر اس وقت جبکہ وہ پہلے کہے کہ مَیں بھی تمہاری طرح ایک بشر ہوں اور بہت جلد اپنے خدا کی دعوت قبول کرنے والا ہوں اس کے بعد کہے کہ مَیں تمہارے درمیان کتاب (بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۹ پر)

اِنِّیْ تَارِكٌ فِیْكُمُ الثَّقَلَیْنِ كِتَابَ اللّٰهِ وَعِتْرَتِیْ تو ان کو ثقل کیوں فرمایا۔ اس لئے کہ ان سے تمسک کرنا اور عمل کرنا سخت و دشوار تر ہے اور ہر اور ہر عمدہ و بہتر چیز کو ثقل کہتے ہیں اسی لئے ان کا نام ثقل رکھا کیونکہ وہ نہایت عظیم القدر و مرتبت ہیں۔ پھر نہایہ میں کہا ہے کہ حدیث میں ہے کہ مَثَلُ اَهْلِ بَیْتِیْ كَمَثَلِ سَفِیْنَةِ نُوْحٍ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا زَجَّ اللّٰهُ فِی النَّارِ۔ اور قاموس

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اور اپنی عترت چھوڑے جاتا ہوں۔ اور جو اکثر احادیث مذکورہ میں عترت پر کتاب کی فضیلت وارد ہوئی ہے تو اسی طرح دوسری بہت سی حدیثوں سے کتاب پر عترت کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے لہٰذا ان کو مطابق کرنا اشکال سے خالی نہیں ہے۔ اس فقیر (مراد خود اپنی ذات) کے دل میں ایک واضح دلیل پیدا ہوئی جس کو تفصیل کے ساتھ میں نے کتاب عین الحیوٰۃ میں ذکر کیا ہے مجملاً یہ کہ قرآنی الفاظ کے معنی ظاہر و باطن بہت ہیں۔ سات بطن سے ستر بطن تک ہیں اور بہت سی حدیثوں کے موافق لفظ قرآن اور سارا قرآن اہلبیت علیہم السلام سے مخصوص ہے اور بہت سی حدیثیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ قرآن کے معنی خصوصاً اس کے باطنی معنی اہلبیت علیہم سے مخصوص ہیں بلکہ علم ماکان و مایکون قیامت تک اور جمع شرائع و احکام قرآن میں موجود ہیں اور اس کا علم ان کے پاس محفوظ ہے لہٰذا کامل قرآن کے حامل یہی نفوس قدسیہ ہیں اسی طرح تمام احکام و شرائع قرآن پر عمل انہی حضرات ؑ سے مخصوص ہے اس لئے کہ وہ تمام گناہوں سے پاک و معصوم ہیں۔ اور تمام کمالات بشری سے متصف ہیں اسی طرح قرآن کا زیادہ حصہ ان کی مدح میں اور ان کے مخالفوں کی مذمت میں ہے جیسا کہ پہلے مذکور ہو چکا۔ بایں معنی نیز واضح ہے کہ ہر صفت کمال کی تعریف جو قرآن میں واقع ہے اُس صفت سے متصف افراد کی مدح کی طرف پھرتی ہے اور اُس کمال صفت کے باحسن وجوہ مالک یہی حضرات ہیں اور ہر بُرائی کی مذمت جو وارد ہوئی ہے اس سے موصوف لوگوں کی مذمت کی جانب پھرتی ہے جو ان حضرات کے دشمن ہیں اور چونکہ قرآن قائم بالذات کوئی شخصیت نہیں ہے بلکہ ایک عرض ہے جو مختلف محلوں میں مختلف صورتیں رکھتا ہے۔ چنانچہ پہلے ملک علّام کے علم میں تھا پھر لوح محفوظ پر ظاہر ہوا اس جگہ سے حضرت جبرئیل ؑ پر منتقل ہوا پھر خدا کی جانب سے بلا واسطہ یا جبرئیل ؑ کے ذریعہ سے روح مقدس اور قلب منور حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر نازل ہوا۔ یہاں سے آپ کے اوصیا اور مومنین کے قلب میں آیا۔ اور کتابی شکل میں جلوہ نما ہوا۔ تو حقیقت میں اصل قرآن کی حرمت ہے اسی کے سبب سے ان مقامات کو جہاں وہ ظاہر ہوتا رہا قابل احترام بناتا رہا اور جس جگہ اُس (بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۰ پر دیکھئے)

میں ہے کہ ثقل محرکہ ہر نفیس چیز ہے جس کو لوگ حاصل کر کے پوشیدہ رکھتے ہیں۔ لہٰذا یہی معنی ہیں اِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ کِتَابَ اللّٰہِ وَ عِتْرَتِیْ کے۔

سید مرتضیٰ نے شافی میں تحریر فرمایا ہے کہ حدیث ثقلین کی صحت پر یہ دلیل ہے کہ تمام امت نے اس کو قبول کر لیا اور سوائے تاویل کے اس کی صحت میں کسی نے اختلاف

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کا ظہور زیادہ ہے وہ زیادہ قابل احترام ہے اسی طرح وہ روشنائی اور وہ تختی اور وہ کاغذ جس پر قرآنی الفاظ نقش کئے جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ جلد جو قرآن کے نقش شدہ الفاظ پر چڑھائی جاتی ہے جو قرآن کی پست ترین ظہور کا محل ہے۔ اس کی بھی اتنی حرمت ہو جاتی ہے کہ اگر کوئی شخص اس سے بے ادبی کرے تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔ لہٰذا جس مومن کا قلب حامل قرآن ہوتا ہے اُس کی حرمت قرآن کے الفاظ و کاغذ سے زیادہ ہو گی جیسا کہ وارد ہوا ہے کہ مومن کی حرمت قرآن سے زیادہ ہے۔ اور مضامین و اخلاق حسنۂ قرآن جس قدر مومن میں زیادہ ظاہر ہو گا اسی قدر اُس کے زیادہ احترام کا باعث ہو گا۔ اور جس قدر اچھائیوں کے بجائے گناہ اور رذیل طور و طریقے کسی میں ظاہر ہوں تو یہ قرآن کے ظاہر کے نقصان کا سبب ہو گا۔ الغرض یہ مراتب ظہور قرآن اور اس کے اوصاف زیادہ ہوتے جاتے ہیں یہاں تک کہ جب یہ ظاہر مراتب قرآن آنحضرت اور ان کے اہلبیت علیہم السلام تک پہونچتا ہے تو اس وقت اپنے درجہ انتہا کو پہونچتا ہے اس لئے اگر حقیقت کی نظر سے دیکھا جائے تو حقیقی قرآن یہی بزرگوار ہیں جو قرآن کے الفاظ کا محل اور اُس کے معنی اخلاق کا مقام ہیں جیسا کہ تم کو معلوم ہوا کہ قرآن اس چیز کو کہتے ہیں جس میں قرآن کے نقوش ہوں اور قرآن کے نقوش کامل طور سے لفظ و معنی کے لحاظ سے انہی بزرگوار کے قلوب مطہر ہیں۔ جیسا کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ میں قرآن ناطق ہوں۔ اس مضمون پر بہت سی حدیثیں ہیں۔ جن میں سے بعض کو ہم نے عین الحیوٰۃ میں لکھی ہیں۔ مختصر یہ کہ تحقیق کی بنا پر ان تمام حدیثوں کا ماحصل یہ ہے کہ ان بزرگواروں کی یہ جہت جو قرآن سے اتحاد رکھنے اور اس کے علم حاصل ہونے کی جہت ہے تمام جہتوں سے افضل و بہتر ہے جیسا کہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے وَ فَضَّلْنَاهُمْ عَلَى الْعَالَمِيْنَ۔ (پ۲۵ سورہ الجاثیہ آیت ۱۶) ہم نے ان کو (علم کی جہت سے) تمام عالمین پر فضیلت دی ہے۔ اور ان بزرگواروں کے تمام جہات جو مثل ان کے انساب شریفہ یا ان کے متعلق نصوص وغیرہ کے ہیں اگرچہ ان کو بھی جہات قرآنیت میں داخل کر سکتے ہیں لیکن قرآن کی تمام جہات میں سب سے بہتر جہت علم ہے۔۱۲

نہیں کیا۔ اور علماء کا قاعدہ یہ ہے کہ اگر حدیث کی صحت میں شک ہوتا ہے تو پہلے اسی کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں اُس کے بعد اس کی تاویل اور اُس کے معنی میں کلام کرتے ہیں۔ ان کا اس طریقہ سے روگردانی کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ حدیث کی صحت میں کوئی شک نہیں رکھتے اس کے بعد سید مرتضیٰ لکھتے ہیں کہ آدمی کی عترت لغت میں اس کی نسل ہے مثل لڑکے اور لڑکے کی اولاد اور بعض اہل لغت نے کچھ اور وسیع کر دیا ہے وہ کہتے ہیں کہ آدمی کی عترت اس کی قوم میں سب سے زیادہ نزدیک والے ہیں اس کے نسب میں لہٰذا قول اوّل کی بنا پر نہایت ظاہر و واضح ہے کہ حقیقت لفظ جناب امام حسنؑ و حسینؑ اور ان کی اولاد پر شامل ہے اور قول ثانی کی بنا پر ان بزرگواروں نیز اس گروہ کے لئے شامل ہو گا جو قرب نسب میں مثل ان کے ہیں۔

نویں فصل

ائمہ اطہار کے تمام متفرق نصوص کا بیان جو مجملاً مختلف حدیثوں کے ضمن میں وارد ہوئے ہیں۔

کتاب بشارۃ المصطفیٰ میں ابو ہُریرہ سے روایت ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ تم لوگوں میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو میرے بعد میرے اہلبیتؑ کے حق میں سب سے بہتر ہو۔

ایضاً جناب رسول خداؐ سے جابر بن عبداللہ انصاری نے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا جو لوگ پدری فرزندوں میں ہوتے ہیں باپ کی جانب رشتہ رکھتے ہیں۔ یعنی ہر ایک اپنے باپ کی طرف منسوب ہوتا ہے سوائے میری بیٹی فاطمہؑ کی اولاد کے کہ میں ان کا ولی اور ان کا عُصبہ ہوں۔ وہ میری عترت ہیں میری طینت سے خلق ہوئے ہیں۔ وائے ہو ان پر جو ان کی فضیلت سے انکار کریں جو شخص ان کو دوست رکھتا ہے۔ خُدا اس کو دوست رکھتا ہے اور جو شخص ان کو دشمن رکھتا ہے خدا اس کو دشمن رکھتا ہے۔

ایضاً بسند معتبر جناب امیر علیہ السلام سے روایت ہے کہ بے شبہ خداوند عالم نے اپنے بندوں پر پانچ چیزیں واجب قرار دی ہیں اور وہ سب کی سب بہتر اور عمدہ اعمال سے ہیں۔ نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ حج اور ہم اہلبیتؑ کی ولایت۔ تو لوگوں نے چار چیزوں پر عمل کیا اور پانچویں کو حقیر و ذلیل کیا۔ خدا کی قسم اِن چاروں چیزوں پر عمل کامل نہیں ہو سکتا جب تک پانچویں پر عمل نہ ہو۔ یعنی ہم اہلبیتؑ کی امامت کا اعتقاد نہ ہو جو ان

چاروں کی قبولیت کے لئے شرط ہے۔

ایضاً۔ حضرت امیرؑ ہی سے روایت ہے کہ ہم ہیں نجیب و شریف اور ہماری اولاد پیغمبروں کی اولاد ہے اور ہمارا گروہ خدا کا گروہ ہے اور جو گروہ ہم پر خروج کرے وہ شیطان کا لشکر ہے اور جو شخص ہم کو غیروں کے برابر ٹھہرائے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

صاحب کتاب مصباح الانوار نے حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ میں علم کا ترازو ہوں اور علی اس کے دونوں پلڑے ہیں اور حسنؑ و حسینؑ اس کی رسیاں ہیں۔ اور فاطمہؑ اس کی ڈنڈی ہیں۔ اور ان کے بعد کے ائمہ اس ترازو سے اپنے دوستوں اور دشمنوں کو وزن کریں گے۔ اور جو لوگ ان کے دشمن ہیں خدا کی اور لعنت کرنے والوں کی اُن پر لعنت ہے۔

علامہ ابن اثیر نے جامع الاصول میں صحیح ترمذی سے جناب امیرؑ کی زبانی نقل کیا ہے کہ جناب رسول خداؐ نے جناب حسن و جناب حسین علیہما السلام کے ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ جو شخص مجھ کو دوست رکھتا ہو اور ان دونوں فرزندوں کو اور ان کے باپ ماں کو تو وہ روز قیامت میرے ساتھ میرے درجہ میں ہوگا۔

ایضاً صحیح ترمذی میں زید بن ارقم سے روایت کی ہے کہ جناب رسولِ خدا جناب امیرؑ حضرت فاطمہ و امام حسن و امام حسین علیہم السلام کے بارے میں فرمایا کہ میں جنگ کرنے والا ہوں جو تم سے جنگ کرے اور صلح رکھنے والا ہوں جو تم سے صلح رکھے۔

دیلمی جو عامہ کے محدثین میں سے ہیں فردوس الاخبار میں حضرت علی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ ہم وہ اہل بیت ہیں جن سے خدا نے ظاہری و باطنی تمام برائیوں کو دور رکھا ہے۔ نیز روایت کی ہے کہ جناب رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ ہم وہ اہلبیت ہیں کہ خدا نے ہمارے لئے آخرت کو دنیا کے عوض اختیار کیا ہے۔

سید رضیؒ نے نہج البلاغہ میں روایت کی ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ نے اس خطبہ میں جس میں آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کیا ہے فرمایا کہ وہ پیغمبرؐ کے رازوں کے محل و مقام ہیں اور امور رسالت کی پناہ گاہ ہیں اور ان کے علم کے صندوق ہیں۔

اور ان کے حکم کی بازگشت کے محل ہیں اور ان کی کتابوں کے مخزن و محل ہیں اور ان کے دین کے ریسمان ہیں انہی کے ذریعہ سے خدا نے دین کی خمیدہ کمر سیدھی کی ہے اور انہی کے ذریعہ سے خدا نے دین کے خوف کو زائل کیا ہے آل محمدؐ کو اس امت کے کسی شخص پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ اور کسی گروہ کو کبھی ان کے برابر نہیں کیا جا سکتا کیونکہ انہی کے ذریعہ سے مسلمانوں کو نعمت ملی ہے۔ اور انہی کے ذریعہ سے لوگوں نے ہدایت پائی ہے۔ یہی ہیں دین کی مضبوط بنیاد اور یقین کا ستون انہی کی طرف ہر ایک کو رُخ کرنا چاہیئے یعنی متمسک رہنا چاہیئے۔ اور جس شخص نے ان کے بارے میں غلو کیا اور ان سے آگے بڑھ گیا اس کو چاہیئے کہ ان کی طرف پلٹ آئے اور جو شخص کہ ان کے معاملہ میں پیچھے رہ گیا ہے اس کو چاہیئے کہ ان سے آ کر مل جائے ان کے لئے ہیں حق ولایت کی خصوصیات ہر مخلوق پر ان کی محبت واجب ہے۔ انہی کے حق میں وصیت پیغمبر اور آپ کی وراثت ہے یعنی یہی حضرات اوصیائے پیغمبر اور آپ کے وارث ہیں۔

ابن بابویہؒ نے امالی میں حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ مجھے خدا کی جانب سے جبرئیل نے خبر دی کہ خدا فرماتا ہے کہ علی بن ابی طالب خلق پر میری حجت ہیں اور وہی میرے دین کو قائم رکھیں گے اور ان کے صلب سے کئی امام پیدا کروں گا۔ جو میرے حکم کے ساتھ لوگوں میں زندگی بسر کریں گے اور لوگوں کو میری راہ کی جانب بلائیں گے۔ ان کی برکت سے اپنے بندوں اور کنیزوں سے عذاب کو دفع کروں گا اور انہی کے سبب سے اپنی مخلوقات پر رحمت نازل کروں گا۔

ایضاً بسند معتبر روایت کی ہے ام سلمہ سے آپ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول خداؐ سے سُنا، آپ فرماتے تھے کہ میرے بعد علی بن ابیطالب اور ان کے فرزندوں میں سے ائمہ روئے زمین پر سب سے بزرگ ہیں اور یہی لوگ اِن لوگوں کو جنّت میں پہونچائیں گے۔ جن کے ہاتھ اور چہرے منوّر ہوں گے۔

ایضاً بسند قوی جناب رسُول خداؐ سے روایت کی ہے کہ جب شب معراج مجھ کو آسمان ہفتم پر اور وہاں سے سدرۃ المنتہیٰ اور وہاں سے حجابہائے نور تک لے گئے تو میرے پروردگار نے مجھ کو ندا دی کہ اے محمدؐ تم میرے بندے ہو اور میں تمہارا پروردگار ہوں لہٰذا میرے لئے خضوع کرو اور میری عبادت کرو اور مجھ پر بھروسہ کرو میرے غیر پر بھروسہ مت

کرو اور مجھ ہی پر اعتماد کرو اور بس۔ میں نے تم کو انتخاب کیا ہے اور تمہارے بھائی علیؑ کو جو تمہارے خلیفہ و جانشین اور تمہارے شہر علم کے دروازہ ہیں تو وہ میرے بندوں پر میری حجت ہیں اور میری مخلوق پر امام ہیں اور انکے پیشوا ہیں ان ہی کے ذریعے سے میرے دوست اور میرے دشمن پہچانے جائیں گے اور گروہ شیطان میرے گروہ سے الگ تمیز کیا جائے گا اور انہی کے ذریعہ سے میرا دین قائم ہوگا۔ اور میرے دین کے حدود کی حفاظت ہوگی اور میرے احکام جاری ہوں گے اور ان کے اور ان کے فرزندوں میں سے اماموں کے ذریعہ سے اپنے بندوں اور کنیزوں پر رحمت نازل کرونگا۔ اور تمہارے قائم کے ذریعہ سے اپنی زمین کو تسبیح و تقدیس و تکبیر و تمجید کے ساتھ آباد کرونگا۔ اور اسی کے ذریعہ سے زمین کو اپنے دشمنوں سے پاک کرونگا۔ اور اپنی زمین کو اپنے دوستوں کو میراث میں عطا کرونگا۔ اُسی کے ذریعہ سے کافروں کے بول بالا کو پست کرونگا اور اپنے کلمہ اور دین کو بلند کرونگا۔ اور اسی کے ذریعہ سے اپنے بندوں اور کنیزوں کو زندہ کروں گا۔ اور اپنے علم سے اپنی مشیت سے اس کے لئے خزانے اور دفینے ظاہر کروں گا۔ اور اس پر اپنے ارادہ سے لوگوں کے دلوں کے پوشیدہ راز ظاہر کروں گا۔ اور اپنے فرشتوں سے اُس کی مدد کروں گا۔ تاکہ وہ فرشتے میرے احکام جاری کرنے میں اور میرے دین کو ظاہر کرنے میں اس کو تقویت پہونچائیں۔ حقیقت میں وہ میرا دوست ہے اور وہ میرے بندوں پر سچائی کے ساتھ میرا مہدی ہے۔

ایضاً بسند معتبر حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ رسولخداؐ نے فرمایا کہ اے علیؑ تم میرے اہلبیت میں اور میری امت میں میری حیات اور میری وفات کے بعد میرے بھائی، میرے وارث، میرے وصی اور میرے خلیفہ و جانشین ہو۔ تمہارا دوست میرا دوست اور تمہارا دشمن میرا دشمن ہے۔ اے علیؑ میں اور تم اور تمہاری اولاد میں سے ائمہ خلق کے سید و سردار ہیں دنیا میں اور بادشاہ ہیں آخرت میں۔ جس نے ہم کو پہچانا تو اس نے خدا کو پہچانا ہے اور جس نے ہمارا انکار کیا تو یقیناً اس نے خدائے عزوجل کا انکار کیا ہے۔

ایضاً بسند معتبر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول خداؐ نے فرمایا کہ اس انزاع یعنی علیؑ کے دامن کو پکڑلو (چونکہ آپ کی پیشانی کشادہ تھی اس لئے آپ کو انزاع فرمایا) یقیناً وہ صدیق اکبر ہے (یعنی پیغمبر کی تصدیق سب سے پہلے

کی ہے) گفتار و کردار میں تمام صدیقوں سے اشرف و افضل ہے۔ اور وہی فاروق ہے کہ حق و باطل کے درمیان جدائی ڈالتا ہے جو شخص اس کو دوست رکھتا ہے خدا نے اس کی ہدایت کی ہے اور جو شخص اس کو دشمن رکھتا ہے خدا اس کو دشمن رکھتا ہے۔ اور جو شخص اس سے روگردانی کرتا ہے خدا اس کو ہلاک کرتا ہے۔ اُسی سے اس پیغمبر کے دو نواسے پیدا ہوں گے (یعنی حسنؑ و حسینؑ اور وہ میرے بیٹے ہیں) اور حسینؑ سے ہدایت کرنے والے امام پیدا ہوں گے خدا نے ان کو میرا علم و فہم عطا فرمایا ہے لہٰذا ان کو دوست رکھنا اور اپنا حاکم قرار دینا اور کوئی رازداری ان کے بغیر نہ کرنا۔ ورنہ تم میں خدا کا عظیم قہر و غضب نازل ہو جائے گا اور جس پر اس کے خدا کا غضب نازل ہو جائے تو وہ گمراہی کے میدان میں اور عذاب الٰہی میں گرفتار ہو جائے گا۔ اور دُنیا کی زندگی تو ایک فریب ہے جس کی کوئی اصل و حقیقت نہیں۔

علی بن ابراہیم نے اپنی تفسیر میں حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت نے اپنے ایک خطبہ میں فرمایا کہ یقیناً جو لوگ اصحاب پیغمبرؐ میں سے حدیثیں یاد رکھتے ہیں وہ بخوبی جانتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں اور میرے اہلبیت مطہر اور معصوم ہیں لہٰذا اُن پر کسی امر میں سبقت مت کرو ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے اور اُن سے روگردانی مت کرو نہیں تو راہِ حق سے ہٹ جاؤ گے اور ان کی مخالفت مت کرو ورنہ جاہل قرار پاؤ گے اور نہ ان کو کسی چیز کی تعلیم دو کیونکہ وہ تم سے زیادہ جاننے والے ہیں اور بزرگی میں بہت بلند ہیں اور اپنی کمسنی میں تمام لوگوں سے زیادہ بردبار ہیں اس لئے حق کی اور اہل حق کی متابعت کرو وہ جہاں بھی ہوں۔

ایضاً بسند معتبر حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جب قیامت برپا ہوگی تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طلب کیے جائینگے اور ان کو نور کا حلہ پہنایا جائیگا اور ان کو عرش کی داہنی جانب ٹھہرایا جائیگا۔ انکے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام بلائے جائینگے اور ان کو ایک سفید حلہ پہنایا جائیگا اور ان کو عرش کی بائیں جانب ٹھہرایا جائیگا پھر امیرالمومنین علی علیہ السلام کو بلایا جائیگا اور ان کو بھی سُرخ رنگ کا حلہ پہنا کر حضرت رسولِ خدا کی داہنی جانب کھڑا کیا جائیگا پھر حضرت اسمٰعیلؑ بلائے جائینگے اور انکو سفید حُلہ پہنا کر حضرت ابراہیمؑ کی بائیں جانب کھڑا کیا جائیگا۔ پھر امام حسنؑ کو طلب کرکے انکو ایک سبز حلہ پہنایا جائیگا۔ اور حضرت امیرالمومنین کی داہنی جانب کھڑا کیا جائیگا پھر حضرت امام حسینؑ کو بلا کر انکو سرخ حلہ پہنایا جائیگا۔ اور امام حسنؑ کی داہنی جانب کھڑا کیا جائیگا پھر ان بزرگوار دنکے شیعوں کو طلب کرکے انکے سامنے کھڑا کریں گے

پھر جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا بلائی جائیں گی اور ان کے شیعوں کی عورتیں اور بچے بھی بلائے جائیں گے اور ان کو بے حساب بہشت میں داخل کیا جائے گا اس کے بعد منادی عرش کے درمیان افق اعلیٰ سے بحکم خداندا کرے گا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا اچھے باپ ہیں تمہارے ابراہیم (علیہ السلام) اور کیا اچھے بھائی ہیں تمہارے علی بن ابیطالب علیہ السلام اور کیا اچھے تمہارے فرزند ہیں جو تمہاری بیٹی کے بیٹے حسنؑ وحسینؑ ہیں اور کیسا اچھا ہے تمہارا فرزند محسن جو ایام حمل میں ساقط کر دیا گیا تھا۔ جو علی و فاطمہ کا بیٹا ہے اور تمہارے فرزندوں میں سے بہترین اور بزرگ ترین ہدایت یافتہ ائمہ ہیں۔ پھر ہر ایک کا نام لے لے کر پکارا جائے گا۔ پھر ندا آئے گی کہ بہترین شیعہ ہیں تمہارے شیعہ۔ بیشک محمدؐ، ان کے وصی، اور ان کے دونوں فرزند حسنؑ وحسینؑ اور ان کے فرزندوں میں سے ائمہ نجات یافتہ ہیں۔ پھر ان کو حکم دیا جائے گا کہ سب کو بہشت میں لے جائیں یہ ہے مطلب قول حق سبحانہ وتعالیٰ کا فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ (آیت ۱۸۵ آل عمران پ ۴) یعنی جو شخص آتش جہنم سے دور رکھا گیا اور بہشت میں داخل کیا گیا وہ رستگار و کامیاب ہوا۔

صفار نے بسند معتبر حضرت امام محمد باقر و امام جعفر صادق علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ جناب رسولِ خدا نے فرمایا کہ جو شخص میری زندگی جیسی اپنی زندگی گذارنا اور میری موت جیسی اپنی موت چاہے اور اس بہشت میں داخل ہونا چاہے جس کا مجھ سے میرے پروردگار نے وعدہ فرمایا ہے اور وہ جنت عدن ہے وہ میری منزل ہے۔ بہشت میں میرے پروردگار نے ایک درخت اپنے دستِ قدرت سے بویا ہے یعنی اس سے کہا کہ ہو جا تو وہ درخت بن گیا تو اس شخص کو چاہئے کہ علی کو دوست رکھے اور میرے بعد انکی امامت کا اعتقاد رکھے اور میرے فرزندوں کی امامت کا اعتقاد رکھے جن کو خدا نے میرا علم و فہم عطا فرمایا ہے اور وہ میری عترت ہیں۔ میرے گوشت و خون سے پیدا ہوئے ہیں۔ میں اپنی امت میں سے ان کے دشمنوں کی خدا سے شکایت کروں گا کہ ان کی فضیلت کا انکار کیا اور ان کے حق میں میری قرابت اور رشتے کو قطع کیا خدا کی قسم وہ میرے فرزند کو قتل کریں گے خدا ان کو میری شفاعت نہ پہونچائے۔ اور دوسری روایت میں حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ رسولخدا نے فرمایا کہ جو شخص میری

جیسی زندگی گذارنا اور میری موت جیسی موت اور جنّت عدن میں داخل ہونا پسند کرے تو اس کو چاہیئے کہ اپنا حاکم اور امام علی بن ابی طالب اور ان کے اوصیاء کو میرے بعد قرار دے۔ اس لیئے کہ وہ تم کو ہرگز کسی بارگاہ ضلالت میں داخل کریں گے اور نہ کسی درگاہ ہدایت سے خارج کریں گے اور ان کو کچھ سکھانے پڑھانے کی جرات نہ کرنا کیونکہ وہ تم سے زیادہ جاننے والے ہیں اور میں نے اپنے پروردگار سے خواہش کی ہے کہ ان کے اور قرآن کے درمیان کبھی جدائی نہ ڈالے یہاں تک کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوں اور حضرتؐ نے اپنی دونوں انگلیوں کو باہم ملا کر دکھایا اور فرمایا کہ اس حوض کی چوڑائی اتنی ہے جس قدر فاصلہ بصریٰ و شام کے درمیان صنعائے یمن تک ہے اور اس کے کنارے سونے اور چاندی کے پیالے ستارہ ہائے آسمان کی تعداد کے مطابق رکھے ہوئے ہیں۔

ابن بطریق نے ان مضامین کی حدیثوں کو کتاب حلیۃ الاولیا سے کئی سندوں سے ابن عباس و زید بن ارقم سے روایت کی ہے اور صاحب کشف الغمہ نے مناقب خوارزمی سے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے اور شیخ مفید نے مجالس میں حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ اے علی خدا نے تم سے امر امامت کی ابتدا کی ہے اور تم ہی پر اس کا خاتمہ کرے گا۔ لہذا غاصبوں کے غصب پر اور دشمنوں کے ظلم پر صبر کرنا۔ اس لیئے کہ نیک عاقبت پرہیزگاروں کے لیئے ہے۔ تم خدا کے گروہ ہو اور تمہارے دشمن خدا کے گروہ نہیں بلکہ شیطان کے گروہ ہیں خوشحال اس کا جو تمہاری اطاعت کرنے والے ہو اُس پر جو تمہاری نافرمانی کرے۔ تم ہی خلق پر حجت خدا ہو اور اُس کی مضبوط رسی کہ جو شخص اس سے متمسک ہوگا ہدایت پائے گا اور جو اس کو ترک کرے گا گمراہ ہوگا اور میں خدا سے تمہارے لیئے بہشت کا سوال کرتا ہوں۔ طاعت خدا میں کوئی شخص تم پر سبقت نہیں کرتا بلکہ تم خود طاعت خدا کے دوسروں سے زیادہ حقدار ہو۔

ایضاً۔ جناب امیرؑ سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا کہ اے علیؑ خدا ہم پر دین اسی طرح ختم کرے گا جس طرح ہم سے ابتدا کی ہے۔ اور ہمارے سبب سے اے لوگو تمہارے دلوں میں خدا عداوت و کینے کے بعد ہماری محبت پیدا کرتا ہے۔

کتاب فضائل میں حضرت صادق اور اُن کے آبائے طاہرین علیہم السلام سے جابر

ابن عبد اللہ انصاری سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ فاطمہ میرے قلب کی خوشی ہے۔ اور اس کے دونوں فرزند (حسنؑ وحسینؑ) میرے دل کے میوے ہیں اور اس کا شوہر (علی) میری آنکھوں کا نور ہے اور اس کے فرزندوں میں ائمہ میری امانت اور ریسمان کشیدہ ہیں جو آسمان سے زمین تک کھنچی ہوئی ہے جو شخص اُن کو پکڑے رہیگا وہ نجات پائے گا اور جو روگردانی کرے گا ضلالت کے دلدل میں غرق ہو جائے گا۔

کتاب روضۃ الفضائل میں ابن عباس سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب ہم حجۃ الوداع سے واپس ہوئے تو مسجد نبوی میں آنحضرتؐ کے پاس بیٹھے تھے۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ آگاہ ہو کہ حضرت احدیت نے دینداروں پر احسان کیا کہ ان کی میرے ذریعہ سے ہدایت کی اور میں اُن پر احسان کرتا ہوں کہ ان کی ہدایت علیؑ کے ذریعہ سے کرتا ہوں جو میرا ابن عم اور میرے فرزندوں کا پدر ہے جو ان کے ذریعہ سے ہدایت حاصل کرے گا۔ نجات پائے گا اور جو شخص ان سے منہ پھیرے گا گمراہ ہو جائے گا۔ اے لوگو! میرے اہلبیت کے بارے میں خدا کو یاد رکھو اور اس سے ڈرو کہ بیشک فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے اس کے دونوں فرزند میرے دونوں بازو ہیں اور میں اور اس کے شوہر راہِ ہدایت کے دو چراغ ہیں۔ خداوندا رحم کر اس پر جو ان پر رحم کرے اور اس کو نہ بخشنا جو ان پر ظلم وستم کرے پھر آپ رونے لگے اور فرمایا کہ گویا میں دیکھ رہا ہوں جو ستم ان پر ہونگے۔

عیون الرضا میں بسند معتبر انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ یا علی تم اور تمہارے فرزند خدا کی مخلوق میں اس کے برگزیدہ ہو۔

ایضاً انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ جس کا مولا اور حاکم صاحب اختیار میں ہوں علی بھی اس کا مولا اور اس کے نفس پر صاحب اختیار ہے، خداوندا دوستی کر اس سے جو علی سے دوستی کرے اور دشمنی کر اس سے جو علی سے دشمنی کرے اور مدد کر اس کی جو علی کی مدد کرے اور یاری کر اس کی جو علی کی یاری کرے اور اُس کے دُشمن کو ذلیل کر۔ اور علی اور اس کے فرزندوں کا مددگار رہ اور اس کے فرزندوں میں اس کا قائم مقام رہ اور جو کچھ تو نے ان کو عطا فرمایا ہے اس میں برکت عطا فرما۔ اور روح القدس سے ان کی تائید کر۔ یہ لوگ زمین میں جس طرف جائیں تو ہر طرف سے ان کی حفاظت فرما۔ اور امامت اُنہی میں قرار دے اور جو شخص ان کی اطاعت کرے ان کو

زندگی حقیقی عطا فرما۔ اور جو ان کی نافرمانی کرے اُس کو ہلاک کر بیشک تو دعا کرنے والوں سے نزدیک ہے اور اُن کی دعائیں قبول فرماتا ہے۔

ابن بابویہ نے کتاب فضائل الشیعہ میں حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ لوگ علیؑ کے حق میں روز غدیر خم پیغمبرؐ کے ارشاد و فرمان سے غافل ہو گئے اسی طرح جیسا کہ آنحضرتؐ نے مادر ابراہیمؑ کے پوشیدہ حجرے میں علیؑ کے حق میں فرمایا تھا جبکہ لوگ آنحضرتؐ کی عیادت کو آتے تھے اور علیؑ بھی داخل حجرہ ہوئے اور چاہتے تھے کہ آنحضرتؐ کے نزدیک بیٹھیں۔ لیکن جگہ نہ ملی۔ جب آنحضرتؐ نے دیکھا کہ لوگوں نے علیؑ کو جگہ نہیں دی تو فرمایا کہ اے گروہ مردم یہ ہمارے اہلبیت ہیں لہٰذا تم ان کی شان میں کمی نہ کرو۔ ابھی تو میں تمہارے درمیان زندہ موجود ہوں۔ اگر میں تمہاری نظروں سے غائب ہو جاؤں تو خدا تمہارے ساتھ سے غائب نہ ہوگا۔ یاد رکھو کہ روح و راحت و خوشنودی و بشارت و دوستی و محبت اُس شخص کے لئے ہے جو علی بن ابی طالب کی اقتدا کرے اور اس کی امامت کا اعتقاد رکھے اور اس کی اور اس کے بعد اس کے اوصیاء کی اطاعت و فرمانبرداری کرے اور اُن کو اپنی شفاعت میں داخل کرنا مجھ پر لازم ہوگا جو ان کی اتباع کریں گے کیونکہ وہ درحقیقت میری اتباع کرنے والے ہوں گے۔ اور جو شخص میری اتباع کرے تو وہ مجھ سے ہے اور یہ وہ مثال ہے جو ابراہیمؑ کے بارے میں بیان کی گئی ہے۔ جیسا کہ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ (سورہ ابراہیمؑ آیت ۳۶ پ۱۳) کیونکہ میں ابراہیمؑ سے ہوں اور ابراہیمؑ مجھ سے ہیں میرا دین اُن کا دین ہے اور میری سنت ان کی سنت ہے اور میرا فضل ان کا فضل ہے اور میں ان سے افضل ہوں اور میری فضیلت ان کی فضیلت ہے میرے پروردگار کی اُس تصدیق کے مطابق جیسا کہ فرمایا ہے۔ ذُرِّيَّةً ۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۚ (آیت ۳۴ سورہ آل عمران پ۳)

دوسرا باب

ان آیتوں کا بیان جو ائمہ کی شان میں مجملاً نازل ہوئی ہیں اور اس میں چند فصلیں ہیں

پہلی فصل

سلام علےٰ آل یٰسین کی تاویل۔

(سورہ والصفٰت پ۲۳ آیت۔ ۱۳۰)

خداوند عالم نے فرمایا ہے۔ یٰسٓ والقرآن الحکیم (پ۲۲ آیت ۲ سورہ یٰسین) اور فرمایا ہے سلام علیٰ اٰل یٰسٓ۔ مفسرین نے حضرت امیرالمومنین اور حضرت امام محمد باقر علیہم السلام سے روایت کی ہے کہ یٰسین پیغمبر خدا کا نام ہے اور دوسری آیت میں فخر رازی نے کہا ہے کہ نافع بن عامر و یعقوب نے آل یٰس پڑھا ہے۔ لفظ یٰس پر لفظ آل کے اضافہ کے ساتھ باقی قاریوں نے بکسر ہمزہ و سکون لام (اِلْ) پڑھا ہے۔ قرأت اوّل میں تین وجہیں بیان کی گئی ہیں۔ پہلی وجہ یہ کہ الیاس یاسین کے فرزند ہیں لہٰذا الیاس آل یاسین ہوئے۔ دوسری وجہ یہ کہ آل تو آل محمد ہیں تیسری یہ کہ یٰسٓ اسم قرآن ہے۔ اور عامہ و خاصہ کے طریقہ سے بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں کہ قرآت بمنزلہ آل یٰسین ہے۔ اور اس سے مراد آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

ابن حجر نے صواعق محرقہ میں فخر رازی سے نقل کیا ہے کہ اہل بیتؑ رسولؐ پانچ باتوں میں رسول خدا سے مساوی ہیں۔

۱۔ سلام میں۔ رسولؐ کے لئے ہے۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ اور اہلبیت کے بارے میں ہے سلام علیٰ اٰل یٰسٓ۔

۲۔ تشہد میں رسول اور آل رسول پر درود ہے۔

۳۔ طہارت میں۔ کہ پیغمبر کی شان میں فرمایا ہے طٰہٰ اور اہلبیت کی شان میں یُطَهِّرَکُمْ

تَطْهِيرًا۔

۴۔ صدقہ کے حرام ہونے میں۔

۵۔ محبت میں۔ رسول کے حق میں ہے فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ (پ۳ آل عمران آیت ۳۱) اور اہلبیت کی شان میں ہے۔ قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی۔

علی بن ابراہیمؒ نے اپنی تفسیر میں حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ یٰسٓ جناب رسولِ خدا کا اسم مبارک ہے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ خدا نے اس کے بعد فرمایا ہے اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ (پ۲۲ سورہ یٰسین آیت ۳) نیز سلام علیٰ ال یٰسٓ کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ یٰسٓ سے مراد آنحضرتؐ ہیں اور آل محمد ائمہ اطہار علیہم السلام ہیں۔

کتاب امالی و کتاب معانی الاخبار اور تفسیر محمد بن العیاش بن ماہیار میں حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت امیرالمومنین نے قول حق تعالیٰ سلام علی ال یٰسٓ کی تفسیر میں فرمایا کہ یٰسٓ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور آل یٰسٓ ہم ہیں۔

امالی اور معانی الاخبار میں ابی مالک سے روایت کی ہے کہ یاسین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

انہی دونوں کتابوں میں قول حق تعالیٰ سلام علی ال یٰسٓ کے بارے میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ آل یٰسین سے آل محمد مراد ہیں

معانی الاخبار میں سلام علی ال یٰسٓ کی تفسیر میں ابن عباس سے روایت ہے کہ پروردگار عالم کی جانب سے سلام محمد اور اُن کی آل پر اور قیامت میں عذاب خدا سے سلامتی اس کے لئے ہے جس نے ان کی ولایت و محبت اختیار کی ہو گی۔

معانی الاخبار میں عبدالرحمٰن سلمی سے روایت کی ہے کہ عمر بن الخطاب سلام علی آل یٰسٓ پڑھا کرتے تھے۔ ابو عبدالرحمٰن نے کہا کہ آل یٰسین آل محمد ہیں۔

ابن ماہیار نے اپنی تفسیر میں سلیم بن قیس ہلالی سے روایت کی ہے کہ جناب امیرؑ نے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک نام یٰسین ہے اور ہم ہیں وہ جن کی شان میں خدا نے سلام علیٰ آل یٰسین فرمایا ہے۔

ابن ماہیار اور برقی نے اپنی اپنی تفسیروں میں بطریق مسند ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ایک طولانی حدیث میں جس سے جناب امام رضا علیہ السلام نے عترت کی فضیلت میں

علمائے عامہ سے احتجاج فرمایا مذکور ہے کہ حضرتؑ نے ان سے پوچھا کہ مجھے قول حق تعالٰے یٰسین والقرآن الحکیم انک لمن المرسلین علیٰ صراط مستقیم کے متعلق بتلاؤ کہ یٰسین کون ہیں۔ علمائے نے جواب دیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور اس میں کسی کو شک نہیں۔ تو حضرتؑ نے فرمایا کہ پھر خدا نے محمد و آل محمد کو اس کے سبب سے وہ فضیلت عطا فرمائی ہے کہ کوئی شخص اس کی حقیقی تعریف نہیں کر سکتا سوائے اس کے جو اس میں صحیح و درست غور و فکر کرے۔ اس لئے کہ خدا نے صرف انبیاء پر سلام بھیجا ہے اور فرمایا ہے سلام علی نوح فی العالمین۔ وسلام علی ابراہیمؑ۔ وسلام علیٰ موسیٰ وہارون اور سلام علیٰ نوح۔ یہ نہیں فرمایا کہ سلام علیٰ آل ابراہیم اور سلام علیٰ آل موسیٰ وہارون لیکن سلام علیٰ آل یٰسٓ فرمایا ہے۔ یعنی آلِ محمدؐ پر سلام ہو۔

دوسری فصل

اس بیان میں کہ "ذکر" سے مراد اہلبیت علیہم السلام ہیں۔ اور یہ کہ شیعوں پر واجب ہے کہ ان سے دریافت کریں لیکن اُن پر جواب دینا واجب نہیں ہے۔

خلاق عالم کا ارشاد ہے ۱؎ فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ (پ۱۴ سورہ نحل آیت ۴۳) (یعنی اگر تم نہیں جانتے ہو تو اہل ذکر سے پوچھو)

دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے ۲؎ هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ (آیت ۳۹ پ۲۳ سورہ ص)

پھر فرمایا ہے کہ ۳؎ وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ وَسَوْفَ تُسْئَلُوْنَ (پ۲۵ سورہ زخرف آیت ۴۴)

پہلی اور دوسری آیت کے ظاہری معنی یہ ہیں کہ اہل ذکر سے پوچھو اگر تم نہیں جانتے ہو۔ مفسروں نے اختلاف کیا ہے کہ اہل ذکر کون ہیں۔ بعضوں نے کہا ہے کہ اہل علم ہیں۔ بعض کا قول ہے کہ اہل کتاب ہیں۔ لیکن بہت سی حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ ائمہ اطہار ہیں دو وجہوں سے۔ اول یہ کہ اہلبیتؑ علم قرآن کے جاننے والے ہیں۔ چنانچہ خداوند عالم اس کے بعد سورہ نحل کی آیت میں فرماتا ہے کہ ۴؎ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ (پ۱۴ سورہ نحل آیت ۴۴) یعنی تمہاری طرف قرآن نازل کیا تاکہ جو احکام لوگوں کے لئے نازل کئے گئے ہیں تم ان سے صاف صاف بیان کر دو۔

دوسری وجہ یہ کہ ائمہ اطہار علیہم السلام رسول کے اہلبیت ہیں جیسا کہ فرمایا ہے۔

۵ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا رَّسُوْلًا (پ۲۸ سورہ الطلاق آیت ۱۰و۱۱) اللہ نے تمہاری طرف رسول بھیجا ہے جو ذکر ہے۔

تیسری آیت میں مفسروں کے درمیان مشہور یہ ہے کہ یہ خطاب حضرت سلیمان سے ہے یعنی یہ بادشاہی ہماری طرف سے ایک بخشش ہے جو تم کو دی ہے اگر تم چاہو تو کسی کو دیکر اُس پر احسان کرو یا خود روک رکھو اور کسی کو مت دو اس بارے میں تم پر کوئی حساب نہیں ہے۔ نہ دینے میں نہ روکنے میں۔ آئندہ مذکور ہونے والی حدیثوں سے معلوم ہوگا۔ کہ عطا سے مراد علم ہے۔

چوتھی آیت میں اکثر مفسرین نے ذکر سے شرف مراد لیا ہے یعنی قرآن مجید تمہارے اور تمہاری قوم کے لئے ایک شرف ہے اور قیامت میں قرآن عطا ہونے کا شکر ادا کرنے کے بارے میں اور اُسکے احکام پر عمل کرنے کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ آیندہ حدیثوں میں جو ذکر کی جائیں گی وارد ہوا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ تم سے قرآن کے علوم و احکام کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

علی بن ابراہیم و صفار نے بسند ہائے معتبر بسیار روایت کی ہے کہ زُرارہ نے حضرت امام محمد باقرؑ سے اہل ذکر کے بارے میں سوال کیا حضرت نے فرمایا کہ وہ ہم ہیں زرارہ نے کہا تو آپ سے دریافت کرنا چاہیئے فرمایا ہاں۔ زرارہ نے پوچھا کہ ہم سوال کرنے والے ہیں فرمایا ہاں زرارہ نے کہا تو ہم پر واجب ہے کہ ہم آپ سے سوال کریں۔ فرمایا ہاں۔ کہا تو آپ پر واجب ہے کہ آپ ہمارا جواب دیں فرمایا ہم کو اختیار ہے ہم جواب دیں یا نہ دیں پھر یہی آیت پڑھی هٰذَا عَطَآؤُنَا لہ

لہ مولف فرماتے ہیں کہ گمراہوں کی ہدایت کرنا نہی عن المنکر اور امر بالمعروف بغیر کسی رکاوٹ کے اور شرطیں پائے جانے پر تمام لوگوں پر واجب ہے خاص طور سے ان اماموں اور پیشوایانِ دین پر واجب ہے کیونکہ یہ لوگ تو ان اُمور کے لئے مقرر ہی ہوتے ہیں۔ لہٰذا یہ حدیثیں اور انہی کے ایسی دوسری حدیثیں یا تو تقیہ پر محمول ہیں کیونکہ وہ اس امر پر مامور نہیں کہ ترک تقیہ کریں۔ اگر نقصان کا خطرہ ہو تو حق کا اظہار نہ کریں۔ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ نقصان کا خوف نہ ہو اور دوسری شرط یہ ہے کہ تاثیر ہونے کا بھی امکان ہو۔ یا یہ قول امام محمول ہے آیتوں کی (بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۴ پر)

عیون اخبار الرضا میں عترت طاہرہ کی فضیلت کے ضمن میں مذکور ہے کہ (اگر بقول عامہ) آنحضرت نے فرمایا ہے کہ اہل ذکر یہود و نصاریٰ ہیں تو حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا یہ جائز ہے کہ ہم ان سے سوال کریں۔ اگر ہم اِن سے سوال کریں گے تو وہ ہم کو اپنے دین کی دعوت دیں گے اور کہیں گے کہ ہمارا دین دین اسلام سے بہتر ہے۔ مامون نے امام سے کہا کہ کیا آپ کے پاس ان کے قول کے خلاف کوئی بیان و دلیل ہے حضرت نے فرمایا ہاں رسولِ خداؐ اور ہم ان کے اہلبیت ذکر ہیں اور یہ مطلب کتاب خدا میں نہایت واضح ہے جہاں سورۂ طلاق میں خدا فرماتا ہے اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَدْ اَنْزَلَ اللّٰہُ اِلَیْکُمْ ذِکْرًا رَّسُوْلًا یَّتْلُوْا عَلَیْکُمْ اٰیٰتِ اللّٰہِ (پ۲۸ سورہ الطلاق آیت ۱۰و۱۱) لہٰذا ذکر رسول خدا ہیں اور ہم ان کے اہلبیت ہیں۔

قرب الاسناد و بصائر الدرجات اور کافی میں بسند صحیح روایت کی ہے کہ حضرت امام رضاؑ نے ابن ابی بصیر کو لکھا کہ پروردگار عالم فرماتا ہے فَاسْئَلُوْا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ نیز فرمایا ہے وَمَا کَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِیَنْفِرُوْا کَآفَّۃً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ کُلِّ فِرْقَۃٍ مِّنْھُمْ طَآئِفَۃٌ لِّیَتَفَقَّھُوْا فِی الدِّیْنِ وَلِیُنْذِرُوْا قَوْمَھُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَیْھِمْ لَعَلَّھُمْ یَحْذَرُوْنَ (پ۱۱ سورہ توبہ آیت ۱۲۲) یعنی مومنین کے لئے مناسب نہیں کہ سب کے سب علم دین سیکھنے کے لئے گھروں سے نکل جائیں۔ ہر گروہ (ہر بستی) سے کچھ لوگ کیوں نہیں دینی مسائل سیکھنے کے لئے نکلتے اور جب واپس آئیں تو اپنی قوم کو خدا کے عذاب سے ڈرائیں تاکہ وہ لوگ بھی (نافرمانی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) بعض تاویل یہ جو امام نے کسی گروہ کے متعلق فرمایا ہے جنکی عقلیں اُن کے سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتی ہیں۔ یا معرفت الٰہی کے بعض باریک نکتوں یا جناب رسول خدا اور ائمہ معصومین علیہم السلام کے بعض عجیب و غریب حالات پر جن کے سمجھنے سے اکثر مخلوق عاجز ہیں کیونکہ ہمارے ائمہ صلوات اللہ علیہم کم فہم شیعوں سے زیادہ سنیوں سے تقیہ کرتے تھے۔ اس سبب سے کہ شیعوں میں سے بعض ان کے عجیب معجزات و حالات دیکھنے سے غالی ہو گئے اور ان کی الوہیت کے قائل ہو گئے۔ لیکن اس آیت سے استدلال جس میں حضرت سلیمان کے قصہ کا ذکر ہے۔ یعنی جس طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کو امور دُنیا میں اختیار دیا گیا تھا کہ دیں یا نہ دیں اُسی طرح ہم کو علوم و حقائق کے اضافہ میں اختیار دیا گیا ہے۔ یا یہ کہ حضرت سلیمان کے قصہ میں بھی علوم و معارف کی خصوصیت ہو یا اس سے بھی امور دنیا مراد ہوں۔ یا یہ کہ ائمہؑ کے حق میں بھی ان دونوں امور دین و دنیا عام طور سے مراد ہوں۔ ۱۲

خدا سے) پرہیز کریں۔ امام نے فرمایا کہ اس حکم سے تم پر واجب ہوا کہ ہماری جانب رجوع کرو اور ہم سے سوال کرو۔ لیکن جواب دینا ہم پر واجب نہیں کیا ہے۔ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے۔ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا یَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ ؕ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَیْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ (پ ۲۰ رکوع ۸ سورہ قصص آیت ۵۰) اے ہمارے حبیبؐ اگر یہ لوگ تمہاری بات نہ مانیں تو سمجھ لو کہ یہ لوگ اپنی خواہشات نفسانی کی پیروی کرتے ہیں اور اُس سے بڑھ کے گمراہ کون ہوگا جو خدا کی ہدایت کے بغیر اپنی خواہش کی پیروی کرے لہ

بصائر الدرجات میں کئی موثق طریقہ سے امام نے فرمایا کہ تم شیعہ ہو۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے کہا کہ آپ مامور ہیں اس پر کہ ہم آپ سے سوال کریں۔ پھر میں نے سمجھا کہ اس صورت سے جب معلوم ہو جائے گا تو ہم جو چاہیں گے آپ سے سوال کریں گے حضرت جواب دیں گے۔ یہ سُنکر حضرت نے فرمایا کہ تم کو حکم ہے کہ ہم سے سوال کرو۔ لیکن ہم جواب دینے پر مامور نہیں ہیں۔ ہم کو اختیار ہے۔ جواب دیں یا نہ دیں۔ اور صفار نے بصائر الدرجات میں تیس معتبر سندوں کے ساتھ اس مضمون کی زرارہ سے روایت کی ہے اور علامہ حلّی علیہ الرحمہ نے کتاب کشف الحق میں محمد بن موسیٰ شیرازی کی تفسیر سے جو عامہ کے علماء میں سے ہیں بارہ تفسیروں سے استخراج کر کے روایت کی ہے کہ اُس نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ اہل ذکر محمد و علی و فاطمہ و حسن و حسین علیہم السلام ہیں۔ یہی لوگ اہل ذکر و اہل علم و اہل عقل ہیں یہی اہلبیت نبوّت اور معدن رسالت ہیں اور فرشتوں کے آنے جانے کے محل و مقام ہیں خدا کی قسم خدا نے مومن کا نام امیرالمومنین علیہ السلام کی بزرگی و کرامت کے سبب مومن رکھا ہے۔ سفیان ثوری نے بھی اس روایت کو سدی اور حارث اعور سے روایت کی ہے۔

بصائر الدرجات میں چار صحیح سندوں سے حضرت امام جعفر صادقؑ سے وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ

لہ مؤلف فرماتے ہیں کہ امامؑ نے ظاہرا اس آیت کی تاویل یہ فرمائی ہے کہ جب تم یہ جان لو کہ تمہاری بات نہیں قبول کرتے تو سمجھ لو کہ اس امر میں تبلیغ کی ضرورت نہیں ہے اور پھر اس میں مبالغہ نہ کرو تو یہ اس امر کی دلیل ہے کہ ان بزرگواروں پر جواب دینا واجب نہیں ہے۔ ۱۲

لَّكَ وَ لِقَوْمِكَۚ وَسَوْفَ تُسْـَٔلُوْنَ (پ۲۵ سورہ الزخرف آیت ۴۴) کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ ذکر سے مراد قرآن ہے اور ہم آنحضرتؐ کی قوم ہیں جن سے قرآن کے معانی و احکام کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔

دوسری صحیح روایت میں حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ اس آیت سے مقصود ہم ہیں اور ہم اہل ذکر ہیں ہم سے سوال کیا جا سکتا ہے اور کرنا چاہیئے۔

دوسری صحیح روایت میں امام محمد باقرؑ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ رسول خُدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اہلبیت اہلِ ذکر ہیں اور یہی وہ بزرگوار ہیں جن سے سوال کیا جا سکتا ہے۔ اور بسند صحیح ومعتبر حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ ہم آنحضرت کی قوم ہیں۔

ابن ماہیار نے اپنی تفسیر میں انہی روایتوں کے مانند سلیم بن قیس سے امیرالمومنینؑ سے روایت کی ہے کہ حضرتؑ نے اس آیت کو پڑھا اور فرمایا کہ رسول خداؐ اور ان کے اہلبیتؑ اہل ذکر ہیں وہی ہیں جن سے سوال کیا جا سکتا ہے۔ خدا نے لوگوں کو حکم دیا ہے کہ ان سے سوال کریں۔ (مسائل واحکام دریافت کریں۔)

وہی ہیں لوگوں کے حاکم اور ان کے امور کے والی۔ لہٰذا کسی کو یہ جائز نہیں کہ یہ حق جو خدا نے ان کے لئے واجب قرار دیا ہے۔ ان سے چھینے۔

ایضاً۔ دوسری معتبر حدیث میں اُنہی حضرت (علیؑ) سے روایت کی ہے آنحضرتؐ کی قوم سے مراد حضرت علی ہیں اور قیامت میں لوگوں سے اُن حضرت کی ولایت کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

کافی میں بسند معتبر موسیٰ بن اشیم سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت صادقؑ کی خدمت میں حاضر تھا۔ ایک شخص نے اسی آیت کی تفسیر دریافت کی حضرت نے جواب دیا۔ اسی وقت ایک دوسرا شخص حاضر ہوا اور اسی آیت کے بارے میں سوال کیا۔ حضرت نے دوسری تفسیر بیان فرمائی اس کے علاوہ جو پہلے بیان کی تھی۔ جس کو سُنکر مجھ پر وہ کیف طاری ہوئی جس سے بس خدا آگاہ ہے معلوم ہوتا تھا کہ میرے دل کو چھری سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں نے شام میں ابوقتادہ کو دیکھا کہ اس کا ایک لفظ بھی ایک دوسرے کے خلاف نہیں ہوتا اور اس شخص کو دیکھو کہ ایسا سخت ظلم کرتا ہے میں اسی خیال میں تھا کہ ایک دوسرا شخص آیا اس نے بھی اسی آیت کے متعلق سوال کیا حضرتؑ

نے اس سے ایک تیسری بات بیان کی ان دونوں کے خلاف جو پہلے بیان کی تھی۔ یہ دیکھ کر مجھے سکون ہو گیا میں نے سمجھا کہ یہ غلطی نہیں بلکہ دیدہ و دانستہ بنظر تقیہ و مصلحت ایسا فرمایا ہے جب حضرت نے جانا کہ میرے دل میں ایسی باتوں نے خطور کیا ہے تو میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اے اشیم کے بیٹے خدا نے تفویض کیا اور فرمایا ہے وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (پ۲۸ سورہ حشر آیت ۷) جو کچھ رسول تمہیں دیدیں وہ لے لو اور جس سے منع کر دیں اس سے باز آجاؤ۔ اور خدا نے جو کچھ رسول کو تفویض فرمایا تھا وہ سب ہم کو بھی تفویض فرمایا ہے۔ کتاب اختصاص میں بھی اسی حدیث کو روایت کیا ہے اور اس کے آخر میں یہ ہے کہ جب حاضرین مجلس چلے گئے تو حضرت نے میری جانب رُخ کیا۔ اور فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم دلتنگ ہو گئے ہو میں نے عرض کی ہاں! میں آپ پر فدا ہوں ایک سوال کے جواب میں آپ کے تین مختلف اقوال سے ضرور دل تنگ و پریشان ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ اے پسر اشیم یقیناً خدا نے سلیمان علیہ السلام کو سلطنت و حکومت تفویض فرمائی اور فرمایا کہ هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ (پ۲۳ سورہ ص آیت ۳۹) اور جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اپنا امر دین تفویض فرمایا ہے اور فرمایا کہ وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ الخ اور خدا نے ہم ائمہ کو وہی سب کچھ تفویض فرمایا ہے جو محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو تفویض فرمایا تھا۔ لہٰذا دلتنگ نہ ہو۔

بصائر الدرجات میں بسند حسن مثل صحیح کے روایت کی ہے کہ صفوان نے امام رضا علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ امام سے کسی کے حرام و حلال ہونے کے متعلق دریافت کیا جائے اور اس کے پاس اس کا جواب نہ ہو۔ فرمایا کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جواب تو اس کے پاس ہوتا ہے مگر کسی مصلحت کی بنا پر وہ بیان نہیں کرتا۔

حضرت صادق علیہ السلام سے بسند صحیح روایت کی ہے کہ ہم اہل ذکر اور صاحبان علم ہیں اور تمام حلال و حرام کا علم ہم کو حاصل ہے۔

علی بن ابراہیمؒ نے اس آیت اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ (پ۱۳ سورہ الرعد آیت ۲۸) یعنی جو لوگ ایمان لاتے ہیں ان کے قلوب کو ذکر خدا سے اطمینان و سکون حاصل ہوتا ہے فرمایا کہ یاد خدا امیر المومنینؑ اور آئمہ علیہم السلام ہیں۔ یعنی ان کی محبت و ولایت کیونکہ ان کی یاد خدا کی یاد ہے

ابن ماہیار نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے اس آیت لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کی تفسیر میں روایت کی ہے، ہم نے بے شک تمہاری طرف وہ کتاب نازل کی ہے جس میں تمہارا ذکر ہے کیا تم نہیں سمجھتے ہو۔ (پ۱۷ سورہ انبیاء آیت ۱۰) فرمایا کہ ذکر سے مراد امام کی اطاعت ہے پیغمبر کے بعد جو دنیا و آخرت کی عزت و شرف کا باعث ہے۔

تیسری فصل

اس بیان میں کہ قرآن کے علم کے جاننے والے اور راسخون فی العلم اور قرآن سے ڈرنے والے ائمہ اطہار ہیں۔

ابن ماہیار نے بسند معتبر امام محمد باقر علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر میں فَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يُؤْمِنُوْنَ یعنی ہم نے جن کو کتاب دی ہے وہ لوگ اس پر ایمان رکھتے ہیں امام نے فرمایا کہ اس آیت میں "وہ لوگ" سے مراد جن کو کتاب عطا کی ہے آل محمد علیہم السلام ہیں جن کو علم قرآن عطا کیا ہے وَمِنْ هٰٓؤُلَآءِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ اور اس گروہ سے بعض وہ ہیں جو ایمان لائے ہیں۔ کتاب پر۔ حضرت نے فرمایا کہ اہل ایمان سے مراد بعض اہل قبیلہ ہیں۔

کلینی وغیرہ نے بسند ہائے بسیار حضرت صادقؑ سے اس آیت کی بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ (پ۲۱ سورہ عنکبوت آیت ۴۹) قرآن مجید کھلی ہوئی چند آیتیں ہے۔ ان سینوں میں جنکو علم عطا کیا گیا ہے کی تفسیر میں حضرت صادقؑ نے فرمایا کہ جن کو علم عطا کیا گیا ہے وہ آل محمدؐ سے ائمہ اطہار ہیں اور ان کے سینوں میں قرآن کے الفاظ و معنی دونوں ہیں۔

بصائر الدرجات میں بسند معتبر ابوبصیر سے امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت نے اس آیت کو پڑھا اسکے بعد فرمایا ہے کہ خدا نے یہ نہیں فرمایا کہ دو دفتیوں کے درمیان مصحف ہے بلکہ فرمایا ہے کہ اُن کے سینوں میں ہے جن کو اُس کا علم دیا گیا ہے۔ ابوبصیر نے پوچھا کیا وہ لوگ آپ ہیں فرمایا اور کون ہو سکتا ہے تقریباً بیس سندوں کے ساتھ روایت کی ہے کہ یہ آیت ان کے شان میں ہے اس سے یہ بھی احتمال ممکن ہے کہ فی صدور الذین اوتوا العلم سے حضرت کی مراد یہ ہو کہ قرآن مجید کی وضاحت ائمہ کے سینوں میں ہے۔ اور کوئی ان کے سوا اس کے معنی اور رموز نہیں جانتا لہٰذا قرآن سمجھنے کے لئے ان ہی سے رجوع کرنا چاہیئے۔

عیاشی نے اس آیت اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ۭ اُولٰۗىِٕكَ

یُؤْمِنُوْنَ بِہٖ (سورہ بقرہ پ آیت ۱۲۱)" یعنی وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی ہے اس کی تلاوت
کرتے ہیں جیسا کہ تلاوت کا حق ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جو اس پر ایمان رکھتے ہیں کی تفسیر
میں حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ وہ لوگ جن کو کتاب دی گئی ہے وہ ائمہ
اطہار ہیں ؎۱

کلینی نے بسند ہائے معتبر امام صادق علیہ السلام سے اس آیت وَ اُوْحِیَ اِلَیَّ ھٰذَا
الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَکُمْ بِہٖ وَ مَنْ بَلَغَ (پ سورہ الانعام آیت ۱۹) یعنی میری طرف اس
قرآن کی وحی کی گئی ہے" تاکہ اس کے ذریعہ سے میں تم کو ڈراؤں اور وہ جو (اس عہدۃ تک)
پہونچے کی تفسیر میں حضرت نے فرمایا کہ مَنْ بَلَغَ جو پہونچے سے مطلب یہ ہے کہ وہ جو آلِ
محمدؐ میں سے حد امامت تک پہونچے وہ بھی قرآن کے ذریعہ سے لوگوں کو ڈراتا ہے جس طرح
رسولِ خدا ڈراتے تھے۔ علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ مَنْ بَلَغَ سے مراد امام ہے
حضرت نے فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (عذاب الٰہی سے) ڈرایا کرتے تھے اور ہم
بھی اسی طرح ڈراتے ہیں ؎۲

علی بن ابراہیمؒ نے حضرت صادقؑ سے بسند معتبر روایت کی ہے کہ قرآن خبر کرنے والا
اور ڈرانے والا ہے۔ جنت کی ترغیب دیتا ہے اور جہنم سے بچنے کی تاکید کرتا ہے اس میں
محکم آیتیں ہیں جو معنی مقصود پر واضح دلیل ہیں اور متشابہات ہیں جن میں بہت سے معنی نکل سکتے
ہیں اور معنی مقصود کا سمجھنا اور جان لینا مشکل ہے۔ لیکن محکم آیتوں پر عمل کر سکتے ہو اور ایمان

؎۱ مولف فرماتے ہیں کہ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ کتاب سے مراد توریت ہے اور وہ جن کو اس
کا علم دیا گیا ہے وہ یہود و نصاریٰ میں سے وہ لوگ ہیں جو جناب رسولِ خدا پر ایمان لائے تھے بعضوں کا قول ہے
کہ کتاب سے مراد قرآن ہے اور وہ جن کو کتاب دی گئی ہے اس اُمت کے مومنین ہیں۔ اور تفسیر جو حضرت نے
فرمائی ہے اساس پر مبنی ہے اور سیاق آیت کے موافق ہے کیونکہ تلاوت کا حق موقوف ہے انکے علم و
اسرار و رموز کے ساتھ اور وہ انہی بزرگواروں کے ساتھ مخصوص ہے چنانچہ قرآن پر ایمان کامل نہیں ہو سکتا مگر انہی کے ذریعہ سے

؎۲ مولف فرماتے ہیں کہ اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ من بلغ عطف ہے ضمیر مفعول لانذرکم پر
یعنی اسلئے کہ میں ڈراتا ہوں ہر شخص کو جس تک قرآن تا روز قیامت پہونچے اور احادیث میں جو
وارد ہوا ہے اسکی بنا پر انذرکم کی ضمیر فاعل پر عطف ہو گی۔

لاؤ اور متشابہات پر بس ایمان لاؤ مگر اس پر عمل نہیں کر سکتے۔ یہ ہے قول حق تعالےٰ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ وَ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۔ (آیت، سورہ آل عمران پ) یعنی جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ تو متشابہات کے پیچھے پڑے رہتے ہیں اور اُسی کے ذریعہ سے اپنی خواہش کے مطابق تاویل کر کے فتنے برپا کرتے ہیں حالانکہ ان کی تاویل خدا اور راسخون فی العلم کے سوا کوئی نہیں جانتا اور علم میں راسخ آل محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

ایضاً۔ علی بن ابراہیم اور صاحب اختصاص نے بسند ہائے معتبر امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ رسول خدا علم میں بہترین راسخین میں سے تھے اور وہ جانتے تھے جو کچھ خدا نے ان پر تنزیل قرآن اور اُس کی تاویل بھیجی تھی۔ یعنی قرآن کا ظاہر و باطن جانتے تھے۔ ایسا نہ تھا کہ خدا نے کوئی آیت اُن پر نازل کی ہو اور اس کی تاویل سے آگاہ نہ کیا ہو اور آپ کے اوصیاء جو آپ کے بعد ہوئے سب قرآن کی تنزیل و تاویل جانتے تھے۔

کافی اور بصائر میں اس کا تتمہ یہ ہے کہ شیعہ اُس کی تاویل نہیں جانتے مگر جب کوئی راسخون فی العلم میں سے یعنی امام اُن سے بیان کرتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے وہ سب خدا کی جانب سے ہے حالانکہ قرآن میں خاص، عام، محکم، متشابہ، ناسخ و منسوخ سب کچھ ہے اور ان سب کو وہ لوگ جانتے ہیں جو علم میں راسخ ہیں لے

لے مترجم فرماتے ہیں کہ ان آیتوں کی ابتدا اس طرح ہوئی ہے ھو الذی انزل الکتاب یعنی وہ خدا وہ ہے جس نے تم پر قرآن نازل کیا ہے منہ ایات محکمات ھن ام الکتاب جس میں واضح الدلالت آیتیں ہیں اور یہی اصل قرآن ہیں واخر متشابہات اور کچھ دوسری آیتیں ہیں جو آپس میں متشابہ ہیں جن کے معنی و مطالب واضح نہیں ہیں واما الذین فی قلوبھم زیغ تو جن کے دلوں میں باطل کی جانب رجحان ہے فیتبعون ما تشابہ منہ تو وہ انہی متشابہات کے پیچھے لگے رہتے ہیں ابتغاء الفتنۃ وابتغاء تاویلہ تاکہ لوگوں کو گمراہ کریں اور شبہہ میں ڈالیں اور اپنی خواہش کے مطابق تاویل کریں وما یعلم تاویلہ الا اللہ اور متشابہ کی تاویل نہیں جانتے لیکن خدا جانتا ہے والرسخون فی العلم اور وہ لوگ جانتے ہیں جو علم میں مضبوط ہیں اور ان کے علم کی بنیاد یقین پر ہے۔ (بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۱ پر)

کلینی نے بسند صحیح امام سے روایت کی ہے کہ ہم راسخون فی العلم ہیں اور تاویل قرآن کو جانتے ہیں۔ اور دوسری معتبر حدیث میں انہی حضرت (امام جعفر صادقؑ) سے روایت کی ہے کہ راسخون فی العلم امیرالمومنین اور ان کے بعد ائمہ ہیں صلواۃ اللہ علیہم اجمعین۔

بصائر الدرجات میں بسند صحیح حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ قرآن میں کوئی آیت نہیں ہے مگر یہ کہ اس کے لئے ظاہر و باطن ہے اور کوئی حرف اس میں نہیں ہے مگر یہ کہ اشارہ ہے اس امر کی طرف جو حادث ہوتا ہے اور اس کا حدوث وظہور امام وقت پر وارد ہوتا ہے اور امام موجود و زندہ پر اس کا علم واضح ہوتا ہے اور امام گذشتہ پر بھی جیسا کہ خدا فرماتا ہے کہ اس کی تاویل کوئی نہیں جانتا مگر اللہ اور راسخون فی السلم اور وہ ہم ہیں جو جانتے ہیں۔

علم بن ابراہیم نے جناب صادق علیہ السلام سے اس آیت قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوْٓءَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ (پ۱۴ سورہ نحل آیت ۲۷) یعنی اس جماعت کے لوگ کہیں گے جن کو علم دیا گیا ہے کہ آج کی ذلت و بری حالت کافروں کے لئے ہے۔ کی تفسیر میں حضرت صادق سے روایت ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ وہ جماعت جن کو علم دیا گیا ہے ائمہ علیہم السلام ہیں۔

ایضاً اس آیت وَيَرَى الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) مفسرین کے درمیان اس میں اختلاف ہے اکثر اللہ پر وقف کرتے ہیں اور اس کو کلام کی ابتدا سمجھتے ہیں ویقولون امنا بہ کل من عند ربنا کو اسکی خبر جانتے ہیں یعنی راسخون فی العلم کہتے ہیں کہ ہم متشابہ پر ایمان لائے یہ سب ہمارے خدا کی جانب سے ہے اگرچہ ہم اسکے معنی نہیں جانتے۔ بعض مفسرین اللہ پر وقف نہیں کرتے والراسخون کو اللہ پر عطف کرتے ہیں یعنی راسخون فی العلم بھی متشابہات قرآن کو جانتے ہیں۔ اس تفسیر پر بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں کہ راسخون فی العلم سے مراد رسول خدا اور ائمہ ہدیٰ صلواۃ اللہ علیہم ہیں اور بعض روایتوں میں وارد ہوا ہے کہ یقولون استیناف کلام ہے اور اس کے فاعل شیعہ ہیں یعنی جب شیعہ اپنے ائمہ سے جو علم میں راسخ ہیں متشابہ کی تاویل سنتے ہیں تو ان کی تصدیق کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ سب ہمارے پروردگار کی جانب سے ہے۔ ۱۲

(پ۲۲ سورہ سبا آیت ۶) یعنی جن کو علم دیا گیا ہے وہ جانتے ہیں کہ اسے رسول جو کچھ تم پر تمہارے پروردگار کی طرف سے نازل ہوا ہے کی تفسیر میں حضرت نے فرمایا کہ اس سے مراد امیرالمومنین علیہ السلام ہیں جنھوں نے جناب رسول خدا پر جو کچھ خدا نے بھیجا ہے اسکی تصدیق فرمائی۔

کلینی نے بسند معتبر امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ کسی شخص نے سوائے دروغ گو کے دعوئے نہیں کیا ہے کہ تمام قرآن کو جیسا کہ آنحضرت پر نازل ہوا ہے۔ جانتا ہے اور نہ جمع کیا ہے اور نہ حفظ کیا ہے جیسا کہ اُسے خدا نے بھیجا ہے مگر علی بن ابی طالب علیہ السلام اور ان کے بعد کے ائمہ علیہم السلام نے (صحیح دعویٰ کیا ہے)

دوسری روایت میں فرمایا کہ کوئی دعوئے نہیں کر سکتا کہ اس کے پاس ظاہر و باطن علم قرآن ہے سوائے اوصیائے پیغمبر علیہم السلام کے۔

دوسری حدیث میں فرمایا کہ منجملہ اُن تمام علوم کے جو خدا نے ہم کو دیا ہے قرآن کی تفسیر اور احکام قرآن ہے۔ اور زمانہ کے تغیرات و حوادثات کا علم بھی عطا فرمایا ہے جو واقع ہوتے ہیں پھر فرمایا کہ اگر کسی ضبط کرنے والے کو ہم پاتے جو ہمارے بھیدوں کو فاش نہ کرتا یا ایسے شخص کو پاتے جس سے راز کہے جا سکتے ہیں تو ہم اُس سے کہتے۔

ایضاً بسند معتبر حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم میں کتاب خدا اوّل سے آخر تک اس طرح جانتا ہوں۔ جیسے کہ گویا وہ دونوں ہتھیلیاں ہیں قرآن میں آسمان و زمین کی اور گذشتہ و آیندہ کی خبریں ہیں۔ خدا فرماتا ہے فِيهِ تِبْيَانُ كُلِّ شَيْءٍ یعنی قرآن میں ہر چیز کا بیان ہے۔

دوسری حدیث میں فرمایا کہ خدا نے آصف بن برخیا وزیر حضرت سلیمان علیہ السلام کی شان میں فرمایا ہے کہ اس شخص نے کہا جس کے پاس کتاب کا کچھ علم تھا کہ میں آپ کے لئے تخت بلقیس لاتا ہوں قبل اس کے کہ آپ کی آنکھ جھپکے۔ پھر امام نے اپنا دست مبارک اپنے سینۂ حقیقت گنجینہ پر رکھ کر فرمایا کہ خدا کی قسم ہمارے پاس تمام کتاب کا علم ہے۔

بسند صحیح حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ معاویہ بن عمار نے اُن حضرت سے اس آیت قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ۝ (پ۱۳ سورہ الرعد آیت ۴۳) یعنی اے محمد (میری نبوت) کی گواہی کیلئے کہدو کہ میرے اور

تمہارے درمیان ایک تو خدا کافی ہے اور ایک وہ شخص جس کے پاس کتاب کا پورا پورا علم ہے امام نے فرمایا کہ پیغمبر کے بعد وہ ہم میں سے ہیں اور ہم سے بہتر ہیں۔ (یعنی وہ علیؑ بن ابی طالب ہیں)۔

بصائر میں بسند معتبر روایت کی ہے کہ ایک شخص نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کتاب خدا کی کچھ ایسی تفسیریں کرتے ہیں جن کو ہم نے کسی دوسرے سے نہیں سُنا ہے حضرت نے فرمایا کہ قرآن دوسروں سے پہلے ہمارے پاس آیا اور قبل اس کے کہ اس کی تفسیر دوسروں تک پہونچے ہم کو معلوم ہوئی لہٰذا ہم قرآن کے حلال وحرام اور ناسخ ومنسوخ کو جانتے ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ کون سی آیت سفر میں نازل ہوئی اور کون سی حضر میں۔ اور کون سی رات کو نازل ہوئی۔ اور کون سی دن میں اور کس کے بارے میں نازل ہوئی اسلئے ہم خدا کی جانب سے اسکی زمین میں صاحب عقل وحکمت ہیں اور خلق پر خدا کے گواہ ہیں اور حضرت باری عزوجل کے قول کے مطابق ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے سَنَكْتُبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْئَلُوْنَ یعنی عنقریب ہم ان کی گواہی لکھیں گے اور اُن سے پوچھا جائیگا۔ حضرت نے فرمایا کہ شہادت (گواہی) ہمارے لئے ہے اور سوال اُن کے لئے ہے جن میں ساری امت داخل ہے۔ لہٰذا یہ وہ علم ہے جس سے تم کو باخبر کر دیا اور تم پر حجت تمام کر دی جو کچھ مجھ پر لازم تھی۔ تو اگر قبول کرتے ہو تو شکر کرو اور اگر ترک کرتے ہو تو خدا ہر چیز پر گواہ ہے۔

چوتھی فصل

اس بیان میں کہ خدا کی آیات وبیّنات اور خدا کی کتاب سے مراد بطن قرآن میں حضرات ائمہ اطہارؑ ہیں۔

علی بن ابراہیم نے بسند معتبر امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے اس آیت کی تفسیر میں وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ وَّبُكْمٌ فِي الظُّلُمٰتِ مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يُضْلِلْهُ وَمَنْ يَّشَاْ يَجْعَلْهُ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (پ سورہ الانعام آیت ۳۹) جس کے ظاہری لفظ کا ترجمہ یہ ہے کہ جن لوگوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی وہ ایسے بہرے ہیں جو آیتوں کو سنتے نہیں جیسا کہ سُننا چاہیے تا کہ اُس سے فائدہ اٹھائیں اور ایسے گونگے ہیں جو کلمۂ حق کے ساتھ گویا نہیں ہوتے۔ کفر و ضلالت کی تاریکیوں میں حیران وسرگرداں پڑے ہیں جسکو خدا گمراہ کرنا چاہتا ہے اسکو گمراہ کر دیتا ہے یعنی جو الطاف الٰہی کا مستحق نہیں اس کو اسکے حال پر چھوڑ دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے اس کو راہ راست کی طرف پھیر دیتا ہے امام نے فرمایا کہ یہ آیت اس جماعت کی شان میں نازل ہوئی ہے جنھوں نے نبیوں کے اوصیا

کی تکذیب کی ہے اور وہی لوگ بہرے اور گونگے ہیں۔ جیسا کہ خدا فرماتا ہے کہ وہ تاریکیوں میں گھرے ہوئے ہیں۔ جو شخص شیطان کی اولاد میں سے ہے وہ اوصیاء کی تصدیق نہیں کرتا اور ان پر ایمان نہیں لاتا یہی ہیں وہ جنھیں خدا گمراہ کرتا ہے اور جو شخص کہ آدم کی اولاد میں سے ہے اور شیطان اس کے نطفہ میں شریک نہیں ہوا ہے اور وہ انبیاء کے اوصیا پر ایمان لاتا ہے اور راہ مستقیم پر ہے۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے حضرتؑ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ قرآن میں جس جگہ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا نازل ہوا ہے اس سے مراد تمام اوصیاء کی تکذیب ہے [1]

ایضاً۔ علی بن ابراہیم نے اس آیت وَالَّذِیْنَ ھُمْ عَنْ اٰیٰتِنَا غٰفِلُوْنَ ۝ یعنی وہ لوگ جو ہماری آیتوں سے غافل ہیں۔ کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ مراد آیات سے حضرت امیرالمومنین اور آئمہ معصومین صلوات اللہ علیہم ہیں اور اس پر حضرت علیؑ کا یہ قول دلیل ہے کہ خدا کی کوئی نشانی مجھ سے بڑی نہیں ہے۔

ایضاً۔ بسند معتبر حضرت صادق علیہ السلام سے اس آیت وَمَا تُغْنِی الْاٰیٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا یُؤْمِنُوْنَ کی تفسیر میں روایت کی ہے۔ یعنی آیتیں اور ڈرانے والے ان گمراہوں کو فائدہ نہیں پہنچاتے جو ایمان نہیں لاتے۔ حضرت نے فرمایا آیات سے مراد آئمہؑ ہیں اور نُذُر سے مراد انبیاء ہیں پھر اس کی تفسیر میں فرمایا کہ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَکَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا فَاُولٰٓئِکَ لَھُمْ عَذَابٌ مُّھِیْنٌ۔ (پ۱۷ سورہ الحج آیت ۵۷) یعنی وہ لوگ جو کافر ہوگئے اور جنھوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تو ان کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔ جس سے مراد وہ گروہ ہے جو امیرالمومنینؑ اور ائمہ اطہارؑ کی ولایت پر ایمان نہیں لایا۔ پھر اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ سَیُرِیْکُمْ اٰیٰتِہٖ فَتَعْرِفُوْنَھَا۔ یعنی بہت جلد خدا تم کو اپنی آیتیں دکھائے گا۔ اس وقت تم ان کو پہچان

---

[1] مولف فرماتے ہیں کہ تکذیب آیات کی تاویل اوصیاء کی تکذیب کے ساتھ کرنے کی دو وجہیں ہیں۔ اول یہ کہ مراد آیات سے عظمت و جلالت الٰہی کی نشانیاں ہیں جیسا کہ اس کے بعد بیان ہوں گی۔ دوسرے یہ کہ وہ آیتیں مراد ہوں گی جو ائمہ کی شان میں قرآن میں وارد ہوئی ہیں ان کی تکذیب تمام قرآن کی تکذیب ہے۔ ۱۲

لوگے "ان کو" میرالمومنین اور ائمہ معصومین علیہم السلام مراد ہیں۔ جب وہ رجعت میں واپس آئیں گے تو ان کے دشمن ان کو پہچان لیں گے جب ان کو دیکھیں گے پھر بسند حسن مثل صحیح کے حضرت صادق علیہ السلام سے اس آیت اِنْ نَشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِنَ السَّمَاءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ۔ یعنی اگر ہم چاہیں تو ان پر آسمان سے کوئی آیت نازل کر دیں تو ان کی گردنیں اس کے لئے جھک جائیں کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ اس سے مراد بنی امیہ کی گردنیں ہیں اس وقت جبکہ آسمان سے حضرت صاحب الامرؑ کا نام لے کر ایک آواز آئے گی۔ (تو ان کو ان کی اطاعت کرنا پڑے گی)

ایضاً۔ اس قول حق تعالیٰ کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَا اِلَّا الْكَافِرُوْنَ یعنی انکار نہیں کرتے ہیں ہماری آیتوں سے مگر کفار۔ "انکار نہیں کرتے ہیں" سے مراد امیرالمومنینؑ ہیں۔

ایضاً۔ بسند معتبر حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے اس آیت ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ کی تفسیر میں منقول ہے کہ بَیِّنٰت سے مراد ائمہ علیہم السلام ہیں۔

کلینی نے حضرت صادقؑ سے اس آیت وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَاءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَا اَوْ بَدِّلْهُ (سورہ یونسؑ آیت ۱۵) جب ان کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں جو واضح اور روشن ہیں تو وہ لوگ ہماری ملاقات کا یقین نہیں رکھتے یعنی آخرت کا یقین نہیں رکھتے کہتے ہیں کہ اس قرآن کے علاوہ کوئی اور قرآن لاؤ یا اس کو تبدیل کر دو۔ کی تفسیر میں حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ حضرتؑ نے فرمایا کہ بدل دو علی علیہ السلام کو۔ گویا مراد یہ ہو گی کہ وہ لوگ کہتے تھے کہ ایسا قرآن لاؤ جس میں ولایت علی کا ذکر نہ ہو۔ یا اس قرآن میں علیؑ کے بدلے دوسروں کا ذکر درج کر دو۔

بہت سی حدیثوں میں بروایت ابن ماہیار وغیرہ حضرت صادق و امام رضا علیہم السلام سے اس آیت وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ کی تفسیر میں وارد ہوا ہے کہ اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ ہمارے پاس قرآن لوح محفوظ ہیں۔ تغیر و تبدل سے محفوظ ہے اور تمام کتب آسمانی میں بلند رتبہ اور حکیم ہے۔ یعنی حکمتوں پر مشتمل ہے یا محکم ہے اور

اپنے سوا کسی اور سے منسوخ نہیں ہوتا۔ ان حضرات نے فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ جناب امیرؑ سورۂ فاتحہ میں جو ام الکتاب ہے مذکور ہیں جو حکیم و دانا ہیں۔ اور یہ اس پر مبنی ہے کہ حضرت امیرؑ راہِ ولایت و متابعت میں صراطِ مستقیم ہیں چنانچہ منقول ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام سے لوگوں نے پوچھا کہ ام الکتاب میں کس جگہ حضرت علی بن ابیطالب کا ذکر ہوا ہے فرمایا اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ میں کیونکہ علی علیہ السلام صراطِ مستقیم ہیں اور روز غدیر کی دعا میں وارد ہوا ہے کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ علی علیہ السلام ہدایت کرنے والے امام ہیں اور مومنوں کے امیر ہیں جن کا ذکر خدا نے اپنی کتاب میں کیا ہے یعنی فرمایا ہے وَاِنَّهٗ فِىۡۤ اُمِّ الۡكِتٰبِ لَدَيۡنَا لَعَلِىٌّ حَكِيۡمٌ ؕ

پانچویں فصل

اس بیان میں کہ تمام بندوں میں اور آل ابراہیمؑ میں برگزیدہ ائمہ معصومین علیہم السلام ہیں اور اس میں چند آیتیں ہیں۔

اوّل۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے ثُمَّ اَوۡرَثۡنَا الۡكِتٰبَ الَّذِيۡنَ اصۡطَفَيۡنَا مِنۡ عِبَادِنَا ۚ فَمِنۡهُمۡ ظَالِمٌ لِّنَفۡسِهٖ ۚ وَمِنۡهُمۡ مُّقۡتَصِدٌ ۚ وَمِنۡهُمۡ سَابِقٌ ۢ بِالۡخَيۡرٰتِ بِاِذۡنِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الۡفَضۡلُ الۡكَبِيۡرُ ؕ جَنّٰتُ عَدۡنٍ يَّدۡخُلُوۡنَهَا (الخ پ۲۲ سورہ فاطر ع ۴ آیت ۳۲) یعنی ہم نے کتاب میراث میں دی جو قرآن ہے یا توریت یا مطلق خدا کی کتابیں اَلَّذِيۡنَ اصۡطَفَيۡنَا مِنۡ عِبَادِنَا اور وہ لوگ جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے برگزیدہ کیا ہے بعضوں نے کہا کہ برگزیدہ حضرات پیغمبران خدا ہیں۔ اور بعضوں نے کہا کہ حضرت رسول خداؐ کی امت کے علماء ہیں۔ اس کے بعد بہت سی حدیثیں مذکور ہوں گی جن سے معلوم ہوگا کہ یہ حضرات مخصوص اہلبیتؑ ہیں فَمِنۡهُمۡ ظَالِمٌ لِّنَفۡسِهٖ تو ان میں سے بعض اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے ہیں۔ ضمیر منہم کے مرجع میں مفسروں کے درمیان اختلاف ہے سیّد مرتضیٰ رحمہ اللہ اور مفسروں کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ یہ ضمیر راجع ہے عباد کی جانب۔ یعنی ہمارے بندوں میں بعض اپنے نفسوں پر ظلم کرتے والے ہیں اور بعضوں نے کہا ہے کہ راجع ہے برگزیدہ لوگوں کی طرف۔ وَمِنۡهُمۡ مُّقۡتَصِدٌ یعنی ان میں سے بعض میانہ رو ہیں۔ وَمِنۡهُمۡ سَابِقٌ ۢ بِالۡخَيۡرٰتِ بِاِذۡنِ اللّٰهِ اور ان میں سے بعض نیکیوں کی طرف خدا کی توفیق سے سبقت کرنے والے ہیں۔ ذٰلِكَ هُوَ الۡفَضۡلُ الۡكَبِيۡرُ اور یہ بڑی فضیلت ہے مفسروں نے ان تینوں فرقوں کے بارے میں اختلاف

کیا ہے جن کا ذکر آیت میں ہوا ہے۔ بعض کہتے ہیں وہ سب نجات پائیں گے۔ بعض کا قول ہے کہ جو ظالم ہیں وہ عذاب الٰہی سے نجات نہ پائیں گے۔ چنانچہ قتادہ نے کہا ہے کہ ظالم اصحاب مشئمہ میں سے ہے اور مقتصد اصحاب میمنہ میں سے ہیں اور سابق مقربین میں سے ہیں۔ جَنّٰتُ عَدْنٍ یَّدْخُلُوْنَهَا عدن کی جنّتیں ان کے قیام کی جگہ ہیں جن میں وہ داخل ہونگے مفسروں نے اس میں اختلاف کیا ہے کہ یَدْخُلُوْنَهَا کی ضمیر فاعل کس چیز کی طرف راجع ہے بعض نے کہا ہے کہ تینوں کی طرف راجع ہے اور یہ تینوں فرقے بہشت میں داخل ہوں گے اور بعضوں نے کہا ان برگزیدہ لوگوں کی طرف راجع ہے جن کے بارے میں فرمایا ہے اَلَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا۔ اور بعض کا قول ہے کہ مقتصد اور سابق کی طرف راجع ہے ظالم اس میں داخل نہیں ہے کیونکہ وہ حدیثیں اس کا ثبوت ہیں جو اس بارے میں وارد ہوئی ہیں چنانچہ معانی الاخبار میں حضرت صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ظالم ہمیشہ اپنے خواہشات نفس کی پیروی کرتا ہے اور مقتصد اپنے دل میں غور و فکر کرتا رہتا ہے یعنی اپنے عقائد کی صحت کی کوشش میں لگا رہتا ہے یا اپنے اصلاح نفس میں مشغول رہتا ہے یا عبادت میں اور اغراض دنیوی میں بھی اسکے پیش نظر دین ہوتا ہے۔ اور سابق الخیرات اپنے پروردگار کے گرد پھرتا ہے اور اپنی مرادوں اور تمناؤں سے خالی الذہن ہو کر اپنے پروردگار کی رضامندی کے سوا کوئی غرض نہیں رکھتا۔

ایضاً۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے بسند معتبر روایت کی ہے کہ حضرت رسول خداؐ کی ذریت طاہرہ میں سے ظالم وہ ہے جو حق امام کو نہیں جانتا اور مقتصد وہ ہے جو امام کی امامت کا اعتقاد رکھتا ہے۔ اور اس کے حق کو جانتا ہے۔ اور سابق الخیرات خود امام ہے۔

مجمع البیان میں حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت نے اس مضمون کے آخر میں فرمایا کہ ان میں سے سب بخشے جائیں گے جنات عدن یدخلونہا یعنی سابق و مقتصد عدن کی جنتوں میں داخل ہوں گے۔

ایضاً بسند معتبر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ لوگوں نے حضرت سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی حضرت نے فرمایا کہ یہ ہم اہلبیتؑ کی شان میں

نازل ہوئی ہے ابوحمزہ ثمالی کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا اپنے نفس پر ظلم کرنے والا آپ میں سے کون ہے فرمایا کہ ہم اہلبیتؑ میں سے وہ ہے یعنی ذریت رسول خدا میں سے جس کا گناہ اور ثواب برابر ہوگا تو وہ اپنی ذات پر ظلم کرنے والا ٹھہرا کہ خدا کی عبادت میں کمی کی۔ میں نے پوچھا مقتصد آپ میں سے کون ہے فرمایا وہ ہے جو شدت اور امید کی حالت میں یا غلبۂ اہل باطل کے عالم میں عبادت خدا کرتا ہے یہاں تک کہ متعین موت اس کو آئے۔ میں نے پوچھا سابق بالخیرات آپ میں سے کون ہے فرمایا وہ ہے جو خدا کے سیدھے راستہ پر چلنے کا لوگوں کو حکم کرتا ہے اور نیکیوں اور عبادت کی ہدایت کرتا ہے اور برائیوں اور گناہوں سے منع کرتا ہے اور گمراہ کرنے والوں کا مددگار نہیں ہوتا اور خیانت کرنے والوں کی طرف سے کسی پر غصہ نہیں کرتا اور فاسقوں کے حکم پر راضی نہیں ہوتا مگر وہ جس کو اپنی ذات اور دین کے بارے میں خوف ہو اور اس کے ساتھ ایسے مددگار نہ ہوں جو فاسقوں کی مخالفت کریں اس لئے وہ تقیہ کے طور پر اُن سے میل جول رکھتا ہے اور علی بن ابراہیم نے کہا ہے کہ الذین اصطفینا سے مراد ائمہ علیہم السلام ہیں اور ظالم لنفسہ آل محمد سے ائمہ اطہار کے علاوہ وہ لوگ ہیں جو حق امام سے انکار کرتے ہیں لیکن امام کی امامت کا اقرار کرتے ہیں اور سابق بخیرات سے مراد امام ہیں۔

اور کتاب احتجاج میں روایت کی ہے کہ ابو بصیر نے حضرت صادقؑ سے سوال کیا کہ اس آیت کی تفسیر بیان فرمائیے۔ حضرت نے فرمایا کہ تم کیا کہتے ہو ابو بصیر نے کہا کہ میں کہتا ہوں کہ یہ بنی فاطمہ سے مخصوص ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ جو شخص تلوار کھینچے اور لوگوں کو اپنی طرف اور ضلالت و گمراہی کی طرف دعوت دے اور ناحق دعوائے امامت کرے خواہ وہ بنی فاطمہ سے ہو یا اُن کے علاوہ دوسروں میں سے ہو اس آیت میں داخل نہیں ہے۔ ابو بصیر نے پوچھا پھر کون اس آیت میں داخل ہے فرمایا کہ ظالم اپنے نفس پر وہ ہے جو لوگوں کو بجائے ہدایت کے گمراہی کی طرف بلائے اور مقتصد ہم اہلبیت میں سے وہ ہے کہ حق امام کو پہچانے اور سابق بالخیرات سے امام مراد ہے۔

اور حضرت صادقؑ سے الذین اصطفینا کے بارے میں روایت ہے کہ وہ

آل محمد ہیں اور سابق بخیرات امام ہے اور حضرت باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ یہ آیت ہماری شان میں نازل ہوئی ہے اور سابق بخیرات امام ہے۔

دوسری سند سے اُنہی حضرت سے روایت کی ہے کہ سابق بخیرات امام ہے اور یہ آیت فرزندان علی و فاطمہ صلوٰۃ اللہ علیہا کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

کشف الغمہ میں دلائل حمیری سے روایت کی ہے کہ ابو ہاشم جعفری نے کہا کہ میں نے حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی آپ نے فرمایا کہ تینوں فرقے آل محمدؐ میں سے ہیں اور اپنے نفس پر ظلم کرنے والا (ظالم لنفسہ) وہ ہے کہ امام کا اقرار نہ کرے ابو ہاشم کہتے ہیں کہ یہ سُنکر میری آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور میرے دل میں گذرا کہ یہ کون سی بزرگی ہے جو خدا نے آل محمدؐ کو عطا فرمائی ہے۔ امام باعجاز میرے دل کی بات سمجھ گئے اور میری طرف دیکھ کر فرمایا کہ امر امامت بلند تر اور رتبہ امام اُس سے بزرگ تر ہے جو کچھ عظمت و شان محمدؐ کے بارے میں تمہارے دل میں گذرا۔ لہٰذا خدا کی حمد کرو کہ تم کو اُن سے متمسک قرار دیا اور ان کی امامت کا معتقد کیا ہے۔ قیامت کے روز اُنہی کے ساتھ تم کو طلب کریں گے جس وقت کہ ہر گروہ کو ان کے مقتدا کے ساتھ بلائیں گے لہٰذا اے ابو ہاشم خوش ہو کہ تم مذہب حق پر ہو۔

مجمع البیان میں ابو درداسے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ مَیں نے رسول خُدا صلعم سے اس آیت کی تفسیر میں سُنا آپ فرماتے تھے کہ سابق بحساب داخل بہشت ہوگا اور مقتصد کا آسان حساب کیا جائے گا اور اپنے نفس پر ظلم کرنیوالے کو طویل مدت تک مقام حساب میں روکیں گے پھر وہ داخل بہشت ہوگا الغرض یہی لوگ ہیں جو کہیں گے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْۤ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ (پ۲۲ سورہ فاطر آیت ۳۴) یعنی تمام تعریفیں اُس خدا کے لئے زیبا ہیں جس نے ہم سے آخرت کا خوف و رنج دور کر دیا۔ اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ اپنے نفس پر ظلم کرنے والا وہ ہے جو نیک اور بُرے اور ناشائستہ دونوں طرح کے اعمال بجا لاتا ہے اور مقتصد وہ ہے جو عبادت میں بڑی کوشش کرتا ہے اور سابق بخیرات علی و حسن و حسین علیہم السلام ہیں اور آل محمدؐ میں سے وہ لوگ مراد ہیں جو شہید ہوں۔

سیّد ابن طاؤس نے کتاب سعد السعود میں محمد بن عباس کی تفسیر سے روایت کی ہے اور صاحب تاویل الآیات الباہرہ نے بھی انہی کے سند سے ابی اسحاق سبیعی سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں حج کو گیا اور محمد بن علی علیہ السلام یعنی محمد بن حنفیہ سے ملاقات کی اور ان سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی انھوں نے فرمایا کہ تمہاری قوم اس آیت کی تفسیر میں کیا کہتی ہے (قوم سے آپ کی مراد اہل کوفہ ہیں) میں نے کہا وہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد شیعہ ہیں حضرت نے فرمایا جبکہ وہ اہل بہشت سے ہیں تو کیوں ڈرتے ہیں۔ میں نے عرض کی میں آپ پر فدا ہوں آپ کیا فرماتے ہیں۔ فرمایا کہ اے ابو اسحاق یہ مخصوص ہم اہلبیت سے ہے۔ لیکن سابق بخیرات علی بن ابی طالب علیہ السلام اور حسن وحسین علیہم السلام ہیں اور ہم میں سے ہر امام جو ہو گا بعض نسخوں میں ہے کہ اس کے بعد فرمایا کہ ہم میں سے ہر شہید بھی ہے اور مقتصد وہ ہے جو دنوں کو روزہ رکھتا ہے اور راتوں کو عبادت میں قیام کرتا ہے۔ اور اپنے نفس پر ظالم (ظالم لنفسہ) توبہ کرنے والوں کے حق میں نازل ہوا ہے اور بعض روایتوں میں جو تمام لوگوں کے لئے ہے اور وہ بخشے ہوئے بیان کئے گئے ہیں تو اے ابو اسحاق خداوند کریم ہمارے سبب سے تمہارے عیبوں اور گناہوں کو زائل کرتا ہے اور ہماری وجہ سے تمہاری گردنوں سے ذلت وخواری کی رسیاں کھولتا ہے اور ہمارے سبب سے تمہارے گناہوں کو بخشتا ہے یا تمہارے قرضوں کو ادا کرتا ہے اور ہمارے ذریعہ سے خلافت وامامت کا افتتاح کرتا ہے۔ اور ہمیں پر اس کو ختم کرتا ہے تم پر نہیں۔ اور اصحاب کہف کے مانند ہم ہی تمہارے غار اور پناہ کی جگہ ہیں اور کشتی نوح کی طرح ہم ہی تمہاری کشتی نجات ہیں۔ اور ہم ہی باب حطہ بنی اسرائیل کے مثل تمہارے باب حطہ ہیں۔

سیدؒ نے فرمایا کہ محمد بن العیاش نے اس آیت کی تاویل میں بیس طریقوں سے تھوڑی سی کمی وزیادتی کے ساتھ روایت کی ہے اور فرات بن ابراہیم نے بھی تھوڑے سے فرق کے ساتھ کتاب تاویل الآیات الباہرہ میں محمد بن عیاش کی تفسیر سے روایت کی ہے۔

بسند معتبر سورۃ بن کلیب سے روایت کی ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام

سے میں نے اس آیت کی تفسیر دریافت کی حضرت نے فرمایا کہ ظالم لنفسہ وہ ہے جو امام کو نہ پہچانے میں نے عرض کی پھر مقتصد کون ہے فرمایا وہ ہے جو امام کو پہچانتا ہے میں نے پوچھا کہ سابق بخیرات کون ہے فرمایا وہ امام ہے میں نے کہا پھر آپ کے شیعوں کے لئے کیا ہے فرمایا ان کے گناہ بخشے جائیں گے اور ان کے قرضے ادا کئے جائیں گے۔ اور ہم ان کے باب حطہ ہیں اور ان کے گناہ ہمارے سبب سے بخشے جائیں گے۔

ایضاً بسند معتبر امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے الذین اصطفینا آلِ محمدؐ ہیں جو خدا کے برگزیدہ ہیں اور اپنے نفس پر ظلم کرنے والا ہلاک ہونے والا ہے اور مقتصد صالح و نیک لوگ ہیں اور سابق بالخیرات علی بن ابی طالب ہیں۔ خداوند عالمین فرماتا ہے ذلك هو الفضل الكبير یعنی قرآن اور جنات عدن يدخلونها۔ یعنی آل محمد بہشت کے قصروں میں داخل ہوں گے جن میں سے ہر ایک قصر سفید موتی کے ایک دانے کا ہے جس میں کوئی شگاف اور کوئی جوڑ نہیں ہے اگر اس میں تمام اہل اسلام جمع ہو جائیں تو اس میں سب کی گنجائش ہو گی۔ ان قصروں میں زبرجد کے کمرے ہیں جن میں دو دو ڈیوڑھیاں ہیں اور ہر ڈیوڑھی کا طول بارہ میل ہو گا جو چار فرسخ کے برابر ہے اس کے بعد خدا فرماتا ہے کہ جب وہ داخل بہشت ہونگے تو کہیں گے حمد و ثنا اس خدائے بزرگ و برتر کے لئے جس نے ہم سے رنج و غم برطرف کر دیا۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ حزن وہ ہے جو دنیا میں ان کو برداشت کرنا پڑا تھا۔ یعنی اہل زمانہ کی طرف سے سختیاں اور تکلیفیں [1]

---

[1] مؤلف فرماتے ہیں کہ ان احادیث کا حاصل دو وجہوں میں سے ایک ہو سکتی ہے اول یہ کہ ضمیریں اہلبیتؑ کی طرف راجع ہیں اور آنحضرت کی تمام ذریت طاہرہ ہو گی اور ظالم و فاسق سب انہی میں سے ہوں۔ مقتصد ان کے نیکو کار اور سابق بخیرات امام ہو۔ اس بناء پر اس تقسیم میں وہ داخل نہیں ہو گا جنہے ناحق دعوائے امامت کیا یا دوسرے طریقہ سے اس کے عقائد درست نہ ہوں۔ دوسری وجہ یہ کہ ظالم وہ ہے جس کے عقائد درست نہ ہوں اور ایمان کے خلاف کوئی فعل اس سے صادر نہ ہوا ہو لہٰذا ضمیر يدخلونها راجع ہو گی مقتصد اور (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ پر)

دوسری آیت اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰیٓ اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰھِیْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ذُرِّیَّۃً بَعْضُھَا مِنْ بَعْضٍ وَ اللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ (پ۳ سورہ آل عمران آیت ۳۳)
یعنی خداوند عالم نے نبوت و امامت و خلافت کے لیئے آدمؑ، نوحؑ اور آل ابراہیمؑ تمام عالمین میں سے چن لیا اور ان کی اولاد سے رسول خدا اور آئمہ ہدیٰ بھی اسی میں داخل ہیں لیکن آل عمران کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ کون ہیں۔ بعضوں نے کہا ہے کہ وہ موسیٰ و ہارون علیہم السلام اور ان کی اولاد ہیں۔ کیونکہ موسیٰؑ و ہارون عمران کے لڑکے ہیں۔ بعضوں نے کہا ہے کہ مریمؑ و عیسیٰؑ مراد ہیں کیونکہ مریمؑ عمران کی بیٹی تھیں
شیخ طبرسیؒ قول ہے کہ یہ آیت قرات اہلبیتؑ میں (بجائے آل عمران) "وآل محمد علی العالمین" ہے اور آئمہ علیہم السلام سے منقول ہے کہ آل ابراہیمؑ سے مراد آل محمدؐ ہیں۔
ایضاً۔ طبرسیؒ نے کہا ہے کہ جس جماعت کے افراد کو خدا نے برگزیدہ فرمایا ہے واجب ہے کہ وہ لوگ تمام گناہوں اور عیبوں سے مطہر و معصوم ہوں۔ کیونکہ خدا ایسے لوگوں کے سوا کسی کو اختیار نہیں کرتا اور نہیں چنتا جن کا ظاہر بھی مثل باطن کے طاہر ہو اور عصمت اصطفینا کی بناء پر اسی سے مخصوص ہوگی جو آل ابراہیم میں سے ہو۔ اور آل عمران خواہ پیغمبر ہو یا امام ہو۔ ذُرِّیَّۃً یعنی چند اولاد و اطفال ہیں بَعْضُھَا مِنْ بَعْضٍ ان میں سے بعض ہیں بعض سے یعنی ایک دوسرے کی دین میں مدد کرتے ہیں یا ایک دوسرے کی نسل سے ہیں کیونکہ وہ ذریت آدم ہیں پھر نوحؑ کی ذریت ہیں پھر ابراہیم کی ذریت ہیں۔ چنانچہ جناب صادق علیہ السلام سے منقول ہے آپ نے فرمایا کہ وہ لوگ جن کو خدا نے برگزیدہ کیا ہے وہ بعض کی نسل سے ہیں۔ تمام ہوا کلام طبرسیؒ۔

بقیہ حاشیہ گذشتہ) سابق بالخیرات کی جانب اس سے ظالم مراد نہیں ہو سکتا اور آیت کے ظاہری اور باطنی اعتبار سے یا مختلف باطنی اعتبار سے یہی دونوں مراد ہوں گے اور اصطفینا سے یہ مراد ہوگی کہ حقتعالےٰ نے اس پاک ذریت کو اس طرح برگزیدہ کیا ہے کہ انہیں اوصیا اور ائمہ کو قرار دیا ہے اور ان میں سے ہر ایک کو علم کتاب عطا فرمایا ہے اور یہ شرف اولاد میں سے ہر ایک کے لئے ہو سکتا ہے اگر وہ اس کو ضائع نہ کریں ۱۲۰

علی بن ابراہیمؒ نے تفسیر میں بیان کیا ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ آیت اس طرح نازل ہوئی ہے وال ابراهیم وال عمران وال محمد علی العالمین۔ آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرآن سے خارج کر دیا ہے۔
شیخ طوسیؒ نے مجالس میں بسند معتبر ابراہیم بن عبدالصمد سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت صادقؑ کو اس آیت کو اس طرح پڑھتے ہوئے سنا ان اللہ اصطفیٰ ادم و نوحا وال ابراهیم وال عمران وال محمد علی العالمین لیکن آل محمد کو قرآن سے نکال دیا حضرت نے فرمایا کہ یہ آیت اسی طرح نازل ہوئی ہے۔ کتاب تاویل الآیات میں امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا نے فرمایا کہ وائے ہو ان لوگوں پر کہ جب آل ابراہیم و آل عمران کو یاد کرتے ہیں خوش ہوتے ہیں اور جب آل محمدؐ کو یاد کرتے ہیں تو ان کے قلوب مکدر ہو جاتے ہیں اُسی خدا کی قسم ہے جس کے قبضۂ قدرت میں محمدؐ کی جان ہے۔ اگر ان میں سے کسی نے ستر پیغمبروں کے مثل عمل کیا ہو گا تو خدا اس کے عمل کو قبول نہ کرے گا اگر اس کے نامہ عمل میں میری اور علی بن ابیطالب کی محبت و ولایت نہ ہو۔
ایضاً۔ ابن عباس سے روایت کی ہے کہ میں حضرت امیرالمومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا ابا الحسن مجھ کو اس وصیت سے آگاہ فرمائیے جو آپ کو حضرت رسولؐ نے فرمائی ہے جناب امیرؑ نے فرمایا کہ بیشک خدا نے تمہارے لئے دین حق کو انتخاب کیا اور تمہارے لئے اس کو پسند فرمایا اور تم پر اپنی نعمت تمام کی کیونکہ تم اس کے سب سے زیادہ مستحق اور اہل تھے اور بیشک خدا نے اپنے پیغمبرؐ کو وحی کی کہ وہ مجھ سے وصیت فرمائیں تو حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ اے علیؑ میری وصیت یاد رکھو میرے امان کی رعایت کرنا۔ میرے عہد کو وفا کرنا میرے وعدوں کو پورا کرنا میری سنت کو زندہ رکھنا اور لوگوں کو میرے دین کی طرف دعوت دینا کیونکہ خداوند تعالےٰ نے مجھ کو برگزیدہ کیا اور پسند کیا تو مجھے اپنے بھائی موسیٰؑ کی دعا یاد آگئی اور میں نے دعا کی کہ خداوندا میرے واسطے میرے اہل سے ایک وزیر قرار دے جس طرح جناب موسیٰؑ کے لئے ہارون کو وزیر قرار دیا تھا تو خدا نے مجھے وحی فرمائی کہ علیؑ کو میں نے تمہارا وزیر اور مددگار اور تمہارے بعد تمہارا خلیفہ

وجانشین قرار دیا اے علیؑ تم امامانِ ہدایت میں سے ہو اور تمہاری اولاد میں سے بھی تمہاری طرح امام ہیں تو اے علیؑ تم لوگ ہدایت و تقویٰ کی طرف لوگوں کو کھینچ لانے والے ہو۔ اور تم لوگ وہ درخت ہو جس کی جڑ میں ہوں اور تم لوگ اس کا تنہ اور شاخیں ہو جو شخص اس درخت کو پکڑ لے گا بیشک نجات پائے گا۔ اور جو شخص اس سے روگردانی کرے گا وہ ہلاک ہو گا اور جہنم کے نیچے طبقے میں جائیگا۔ اور تم وہ لوگ ہو جن کی محبت اور مودّت خدا نے واجب قرار دی ہے اور تمہاری امامت کا اقرار فرض کیا ہے اور تم وہ جماعت ہو جن کا ذکر اور وصف اپنے بندوں کے لئے خدا نے اپنی کتاب میں کیا ہے اور فرمایا ہے انّ اللہ اصطفیٰ ادم و نوحًا و ال ابراھیم و ال عمران علی العالمین ذریۃ بعضھا من بعض واللہ سمیع علیم۔ تو تم لوگ آدمؑ و نوحؑ و آل ابراہیمؑ اور آل عمران میں برگزیدہ خدا ہو اور اسمٰعیلؑ کے بہترین قبیلہ اور گروہ ہو اور محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی عترت ہو جو خلق کی ہدایت کرنے والی ہے۔

عیاشی نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے ان اللہ اصطفی ادم تا ذریۃ بعضھا من بعض کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ حضرتؑ نے فرمایا کہ ہم اُسی ذریت سے اور عترت سے ہیں۔ اور بسند دیگر روایت کی ہے کہ رسولِ خدا نے فرمایا کہ روح راحت۔ نصرت۔ آسانی اور تونگری اور خوشنودی اور دشمنوں پر غلبہ اور خدا و رسول کا قرب و محبت اس کے واسطے ہے جو علیؑ کو دوست رکھے اور اُن کی اور ان کے بعد ان کے اوصیا کی پیروی کرے مجھ پر واجب و لازم ہے کہ میں اُن کی شفاعت کروں اور میرے پروردگار پر لازم ہے کہ میری شفاعت ان کے حق میں قبول کرے اس لئے کہ وہ میرے پیرو ہیں اور جو شخص میری پیروی کرتا ہے وہ مجھ سے ہے میرے متعلق ابراہیمؑ کی مثال جاری ہے جیسا کہ ابراہیمؑ نے کہا تھا کہ فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ۔ (پ۱۳ سورہ ابراہیم آیت ۳۶) یعنی جس نے میری پیروی کی تو وہ یقیناً مجھ سے ہے کیونکہ ابراہیمؑ مجھ سے ہیں اور میں اُن سے ہوں اور ان کا دین میرا دین ہے اور میرا دین ان کا دین ہے اور ان کی سُنّت میری سنت ہے اور میری سُنّت ان کی سنت ہے اور میری فضیلت ان کی فضیلت ہے اور میں ان سے افضل ہوں اور اس بات کی تصدیق

میرے پروردگار عالم کا یہ ارشاد ہے جو اس نے فرمایا ہے ذریہ بعضها من بعض واللہ سمیع علیم۔

ابن بطریق نے کتاب عمدہ میں تفسیر ثعلبی سے ابی وائل سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن مسعود کے مصحف میں ان اللہ اصطفیٰ ادم ونوحًا و ال ابراھیم وال محمد علی العالمین پڑھا ہے۔

تیسری آیت۔ اَلحَمدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِینَ اصطَفٰی۔ یعنی حمد خدائے عالمین کے لیے ہے اور خدا کی سلامتی اس کے ان بندوں پر جن کو اس نے برگزیدہ کیا ہے۔ علی بن ابراہیم نے کہا کہ برگزیدہ بندے آل محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہیں

چوتھی آیت۔ رَبَّنَا اِنِّیٓ اَسکَنتُ مِن ذُرِّیَّتِی (پ۱۳ آیت۳۷ سورہ ابراہیم) تا آخر آیت۔ یہ اس وقت کا ذکر ہے جب کہ حضرت ابراہیمؑ نے جناب اسمٰعیلؑ اور ان کی مادر گرامی حضرت ہاجرہؑ کو خدا کے حکم سے مکہ معظمہ کے نزدیک چھوڑا تھا تو خدا سے دُعا کی تھی کہ اے ہمارے پروردگار بیشک میں نے اپنی بعض ذریت اور اولاد کو ساکن کر دیا بِوَادٍ غَیرِ ذِی زَرعٍ اس وادی میں جہاں کھیتی باڑی نہیں ہوتی اور نہ وہ زمین زراعت کے قابل ہے اس لئے کہ پتھریلی ہے۔ عِندَ بَیتِکَ المُحَرَّمِ تیرے گھر کے نزدیک جو ہمیشہ سے قابل احترام و اکرام ہے رَبَّنَا لِیُقِیمُوا الصَّلٰوۃَ اے ہمارے پروردگار تاکہ وہ نماز کو قائم کریں۔ فَاجعَل اَفئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَھوِیٓ اِلَیھِم۔ لہٰذا کچھ لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف پھیر دے کہ شوق و محبت کے ساتھ ان کی جانب سبقت کریں یا ان کے مشتاق اور دوست ہوں۔ وَارزُقھُم مِّنَ الثَّمَرٰتِ اور ان کو پھلوں کی روزی عطا فرما لَعَلَّھُم یَشکُرُونَ۔ تاکہ وہ ان نعمتوں پر تیرا شکر ادا کریں۔

عیاشی اور ابن شہر آشوب نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ہم اُس عترت کا بقیہ ہیں۔ اور تفسیر فرات بن ابراہیم میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ افئدہ من الناس سے ہمارے شیعوں کے دل مراد ہیں جو ہماری محبت میں سبقت کرنے اور متوجہ ہوتے ہیں اور دوسری سند کے ساتھ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ خداوند عالم نے فرمایا

فاجعل افئدۃ من الناس تھوی الیھم کی ضمیر ذریّت کی جانب راجع ہے کیونکہ الیہ نہیں فرمایا ہے۔ جس سے ضمیر خانہ کعبہ کی طرف ہوتی لہٰذا تم یہ گمان کرتے ہو کہ خدا نے تم پر پتھروں کی طرف آنا اور اس پر ہاتھ ملنا واجب کیا ہے اور ہماری طرف متوجہ ہونا اور ہم سے مسائل دریافت کرنا اور ہم اہلبیتؑ سے محبت کرنا واجب نہیں کیا ہے۔ خدا کی قسم تم پر خدا نے ہمارے دین کے سوا کسی اور دین کی پیروی واجب نہیں کی ہے۔

پانچویں آیت:۔ إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَهَٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ۔ جناب ابراہیم کی جانب منسوب ہونے کی سب سے زیادہ مستحق وہ جماعت ہے جو انکی پیروی کرتی ہے اور یہ پیغمبر اور وہ لوگ جو اس پیغمبر پر ایمان لائے ہیں۔ اور خدا مومنین کا والی اور مددگار ہے۔ (پ ۳ ع ۱۵ سورہ آل عمران)

کافی میں بسند معتبر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ مراد ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں ائمہ علیہم السلام اور ان کی پیروی کرنے والے ہیں۔ مجمع البیان میں عمر بن یزید سے روایت کی ہے کہ حضرت صادق علیہم السلام نے فرمایا کہ اے عمر بن یزید تم لوگ آل محمد میں سے ہو عمر بن یزید نے کہا کہ ہم خود؟ امام نے تین مرتبہ فرمایا کہ ہاں خدا کی قسم خود تم لوگ پھر حضرت نے میری جانب نظر کی اور میں نے حضرت کو دیکھا پھر حضرت نے فرمایا اے عمر حق تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے۔ ان اولی الناس الخ۔

چھٹی آیت:۔ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ مِن ذُرِّيَّةِ آدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ وَمِن ذُرِّيَّةِ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْرَائِيلَ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُ الرَّحْمَٰنِ خَرُّوا سُجَّدًا وَبُكِيًّا۔ (پ ۱۶ ع، آیت ۵۸ سورہ مریم) جس کا ظاہری ترجمہ یہ ہے کہ وہ ایسی جماعت ہیں جن پر خدا نے انعام فرمایا ہے وہ پیغمبروں میں سے ہیں آدم کی اولاد سے اور اُس جماعت سے جن کو ہم نے نوحؑ کی کشتی میں سوار کیا۔ اور ابراہیمؑ و اسرائیل (یعنی یعقوبؑ) کی ذریّت میں سے اور اس جماعت سے جن کی ہم نے ہدایت کی اور جن کو منتخب کیا یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان کے سامنے خدا کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ روتے ہوئے

سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔

بسند معتبر محمد بن العیاشی نے حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ لوگوں نے انہی حضرتؑ سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی فرمایا ہم ذریت ابراہیمؑ ہیں ہم وہ ہیں جو نوحؑ کے ساتھ کشتی میں سوار ہوئے اور ہم خدا کے برگزیدہ ہیں اور اس قول خدا ممن ھدینا و اجتبینا سے خدا کی قسم ہمارے شیعہ مراد ہیں جن کی خدا نے ہماری محبت و مودت کی طرف ہدایت کی ہے اور ان کو ہمارے دین کے لئے اختیار فرمایا ہے تو وہ لوگ ہمارے دین پر زندہ رہتے ہیں اور مرتے ہیں خدا نے ان کی تعریف کی ہے عبادت و خشوع و رقت قلب کے ساتھ جیسا کہ فرمایا ہے۔ اذا تتلی علیھم ایات الرحمٰن الخ [۱]

ساتویں آیت :۔ وَلَقَدِ اخْتَرْنَاهُمْ عَلَىٰ عِلْمٍ عَلَى الْعَالَمِينَ (پ ۲۵ سورہ دخان آیت ۳۲) یعنی ہم نے ان کو سمجھ کر عالمین پر برگزیدہ کیا ہے [۲]

محمد بن العیاشی کی تفسیر میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے یعنی ہم نے اماموں کو غیروں پر فضیلت عطا کی ہے [۲]

چھٹی فصل

محبت و مودت اہلبیت علیہم السلام کے واجب ہونے کے بیان میں اس لئے کہ ان کی محبت اجر رسالت ہے۔ خداوند کریم ارشاد فرماتا ہے۔ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً اور فرماتا ہے قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ وَمَنْ يَقْتَرِفْ حَسَنَةً نَزِدْ لَهُ فِيهَا حُسْنًا إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ شَكُورٌ ۝ (پ ۲۵ سورہ شوریٰ آیت ۲۳)

---

[۱] مؤلف فرماتے ہیں کہ جو تفسیر حضرت نے فرمائی ہے وہ اس پر مبنی ہے کہ مِمَّنْ هَدَيْنَا جملہ مستانفہ ہو جیسا کہ مفسرین کی ایک جماعت نے کہا ہے۔ ۱۲

[۲] مؤلف فرماتے ہیں کہ اگرچہ آیت کی ظاہری ضمیر حضرت موسیٰ اور آپ کی قوم کی طرف راجع ہے لیکن چونکہ بنی اسرائیل کا حکم اس امت سے مشابہ ہے اور بجائے پیغمبر کے جو انکی امت میں تھے اور ان کے خلیفہ تھے اس اُمت میں جناب رسول خُدا کے جانشین و خلیفہ ائمہ اطہارؑ ہیں جو تمام اُمت سے افضل ہیں۔ لہٰذا آئمہ طاہرین ہی مراد ہیں۔ ۱۲

شیخ طبرسی نے پہلی آیت کی تفسیر میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ کافروں نے آنحضرتؐ پر بہت سی عورتوں سے نکاح پر طعن کیا اور کہا کہ اگر یہ پیغمبر ہوتے تو عورتوں سے نکاح کرنے کے بجائے کار رسالت میں مشغول ہوتے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ اور حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت نے اس آیت کو پڑھا اور اپنے سینہ کی طرف اشارہ فرما کر کہا کہ خدا کی قسم ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذریت ہیں۔

اور دوسری آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بارے میں چند اقوال کے ساتھ لوگوں نے اختلاف کیا ہے۔

قول اول:۔ یہ کہ اے مسلمانوں! میں تم سے تبلیغ رسالت کی اجرت کچھ نہیں چاہتا لیکن دوستی و محبت اس چیز سے چاہتا ہوں جو قرب الٰہی کا باعث ہو۔

دوسرا قول:۔ یہ کہ مراد یہ ہو کہ "لیکن مجھ کو اُس قرابت کے سبب سے دوست رکھو جو تم سے رکھتا ہوں۔

تیسرا قول:۔ یہ کہ میں تم سے کچھ اجر رسالت نہیں چاہتا سوائے اسکے کہ میرے رشتہ داروں کو جو میری عترت ہیں دوست رکھو اور ان کے حق میں میرے احترام کی حفاظت کرو۔

اس مطلب کے سلسلہ میں علیؑ بن حسینؑ۔ سعید بن جبیر۔ عمرو بن شعیب۔ امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ اور ایک جماعت سے اور شواہد التنزیل میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہیں جن کی محبت کا ہم کو حکم دیا گیا ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ وہ علی و فاطمہ و حسن و حسین علیہم السلام ہیں۔

ایضاً ابو امامہ باہلی سے روایت کی ہے کہ رسول خدا نے فرمایا کہ حضرت عزت نے پیغمبروں کو مختلف درختوں سے خلق فرمایا اور میں اور علیؑ ایک درخت سے مخلوق ہوئے ہیں۔ تو میں اُس درخت کی جڑ ہوں اور علیؑ شاخیں۔ اور حسنؑ و حسینؑ اُسکے پھل اور ہمارے شیعہ اس کے پتے ہیں۔ تو جو شخص اس کی کسی شاخ کو پکڑ لے گا وہ نجات پائے گا اور جو اُس سے منہ پھیرے گا وہ عذاب الٰہی میں گرفتار ہوگا۔ اور اگر کوئی

بندہ صفا و مروہ کے درمیان ہزار سال تک عبادت کرے یہاں تک کہ مشک کی طرح بوسیدہ ہو جائے اور اس کے دل میں ہماری محبت نہ ہو تو خدا اُس کو اوندھے منہ آتش جہنم میں ڈالے گا۔ اس کے بعد اس آیت قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ الخ کی تلاوت فرمائی۔

زادان نے حضرت امیرالمومنینؑ سے روایت کی ہے حٰمٓ کی سورتوں میں ایک آیت ہماری مودت کے حکم میں ہے جس کو ہر مومن ہی یاد رکھتا ہے پھر اس آیت کو پڑھا تو شیخ طبرسی نے کہا کہ ہر حال میں اس مودت کے سلسلہ میں دو قول ہیں۔ اول یہ کہ استثنا منقطع ہے یعنی یہ محبت اسلام کے سبب سے واجب ہے لہٰذا پیغمبری کی اجرت نہیں ہوگی۔ دوسرا قول یہ کہ استثنائے متصل ہے۔ یعنی میں تم سے سوائے مودت کے کسی اُجرت کا سوال نہیں کرتا کیونکہ اسی پر راضی ہوں اور اس مودت کا فائدہ تمہیں کو پہونچیگا۔ گویا میں نے تم سے اپنے لئے کسی اجر کی خواہش نہیں کی ہے۔

حمزہ ثمالی نے اپنی تفسیر میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جناب رسولخدا جب مدینہ میں تشریف لائے اور اسلام مستحکم ہو گیا اور انصار نے آپس میں یہ طے کیا کہ ہم سب آنحضرتؐ کی خدمت میں چل کر کہیں کہ آپ کے ذمہ اخراجات زیادہ ہوتے ہیں۔ ہمارے مال آپ کے لئے جائز ہیں اپنے تصرف میں جس طرح چاہیں لائیں۔ اس میں آپ کے ذمہ کوئی حساب کتاب نہیں ہے اور نہ آپ کے لئے حرام ہے۔ جب ان لوگوں نے یہ عرض کی تو یہ آیت نازل ہوئی قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى۔ آنحضرتؐ نے ان لوگوں کو سنایا اور فرمایا کہ تم لوگوں کو چاہئے کہ میرے بعد ان کو دوست رکھنا یعنی دشمنی نہ کرنا آزار نہ پہنچانا اس کے بعد آنحضرتؐ کے پاس سے ان کی اطاعت کا اقرار کرتے ہوئے واپس آئے اس وقت منافقوں نے کہا کہ محمدؐ نے اس آیت کا افترا کیا ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ اپنے بعد اپنے قرابتداروں کا ہم کو فرمانبردار اور ذلیل کر دیں اُس وقت یہ آیت نازل ہوئی اَفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا تو آنحضرتؐ نے ان منافقوں کو بلا بھیجا اور ان کے سامنے یہ آیت پڑھ کر سنائی تو وہ رونے لگے اور اس آیت کا نازل ہونا اُن پر گراں گزرا تو یہ آیت نازل ہوئی هُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ

عَنْ عِبَادِهٖ یعنی وہ خدا وہ ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے۔ تو حضرت نے یہ آیت بھی اُن کے پاس بھیجدی اور خوشخبری دی اور فرمایا۔ وَيَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا یعنی خدا اہل ایمان کی دعائیں قبول فرماتا ہے یا ان کو ثواب عطا فرماتا ہے یا وہ لوگ خدا کی دعوت کو قبول و منظور کرتے ہیں۔ پھر اس کے بعد فرمایا کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو خدا کے حکم کی اطاعت پر پہلے ہی آمادہ ہو گئے۔ وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا یعنی جو شخص اطاعت کرتا ہے ہم اس کی اس اطاعت میں نیکی کو اور بڑھا دیتے ہیں یا یہ کہ اُس کے لئے ثواب واجب کر دیتے ہیں یا زیادہ بڑھا دیتے ہیں۔ ابوحمزہ ثمالی نے سدی سے روایت کی ہے کہ اِقْتِرَافِ حَسَنَةٍ سے مراد آل محمدؐ کی دوستی اور محبت ہے۔

حدیث صحیح میں امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے لوگوں کے سامنے خطبہ پڑھا اور اس میں فرمایا کہ میں اُن اہل بیت میں سے ہوں جن کی مودّت خدا نے ہر مسلمان پر واجب کی ہے اور فرمایا ہے قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنٰى۔ اقتراف حسنہ ہم اہل بیت کی محبت ہے اور حضرت صادقؑ سے منقول ہے کہ یہ آیت ہم اہل بیت کی شان میں نازل ہوئی ہے کیونکہ ہم اصحاب عبا ہیں۔ یہاں کلام طبرسیؒ تمام ہوا۔

علامہ حلی قدس اللہ سرہ نے کشف الحقائق میں لکھا ہے کہ اہل سُنّت کی کتاب صحیح بخاری و مسلم و احمد بن حنبل کی مسند اور ثعلبی کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہؐ آپ کے قرابتدار کون لوگ ہیں جن کی محبت خدا نے ہم پر واجب قرار دی ہے فرمایا کہ وہ علیؑ فاطمہؑ اور اُن کے دونوں فرزند ہیں۔ اور مودّت کا واجب ہونا ان کی اطاعت واجب ہونے کو لازم قرار دیتا ہے۔ اس روایت کو علامہ بیضاوی نے بھی اپنی تفسیر میں لکھا ہے اور فخر رازی نے جو ان کے بڑے عالموں میں سے ہیں اپنی تفسیر میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ جب مدینہ میں تشریف لائے تو ان پر اخراجات کی زیادتی ہوئی کیونکہ ان کے پاس بہت قبائل عرب آیا کرتے تھے

شان نزول آیۂ مودّت

اور اُنکے حقوق (مہمانداری) کی ادائیگی اُن پر لازم تھی اور آپ کی مالی حالت وسیع نہ تھی انصار نے آپس میں مشورہ کیا کہ خدا نے اس بزرگ کے ذریعہ سے ہماری ہدایت کی اور وہ ہمارے خواہرزادہ بھی ہیں اور تمہارے پاس تمہارے شہر میں آئے ہیں لہٰذا ان کے واسطے اپنے مالوں میں سے تھوڑا تھوڑا جمع کرو چنانچہ کچھ رقم جمع کر کے آنحضرتؐ کے پاس لائے۔ حضرت نے وہ رقم ان کو واپس کر دی اور قبول نہ فرمائی تو یہ آیت نازل ہوئی قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ۔ یعنی میں تمہارے ایمان لاتے یعنی تمہاری ہدایت کرنے کے عوض میں تم سے کوئی اُجرت نہیں چاہتا مگر یہ کہ میرے رشتہ داروں کو دوست رکھو۔ پھر اپنے قرابتداروں کی مودت پر تحریص و ترغیب فرمائی۔

پھر صاحب تفسیر کشاف سے نقل کیا ہے کہ اُنھوں نے جناب رسول خُدا سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ جو شخص آلِ محمدؐ کی محبت پر مرتا ہے وہ شہید مرتا ہے اور جو شخص آلِ محمدؐ کی محبت پر مرتا ہے وہ توبہ کئے ہوئے مرتا ہے اور جو شخص آلِ محمدؐ کی محبت پر مرتا ہے وہ ایمان کامل کے ساتھ مرتا ہے اور جو شخص آلِ محمدؐ کی محبت پر مرتا ہے۔ اس کو ملک الموت جنّت کی خوشخبری دیتے ہیں۔ پھر منکر و نکیر اس کو جنّت کی بشارت دیتے ہیں۔ جو شخص آلِ محمدؐ کی محبّت پر مرتا ہے اس کو جنّت میں اس طرح آراستہ کر کے لے جائیں گے جیسے دولہن کو اس کے شوہر کے گھر لے جاتے ہیں اور جو شخص آل محمدؐ کی محبّت پر مرتا ہے وہ سُنّت اور جماعت کی راہ پر مرتا ہے اور جو شخص آل محمدؐ کی بغض و عداوت پر مرتا ہے وہ کافر مرتا ہے جو شخص آل محمدؐ کی عداوت پر مرتا ہے وہ بوئے بہشت بھی نہ سونگھے گا فخر رازی کہتے ہیں کہ یہ ہیں وہ حدیثیں جن کو صاحب کشاف نے روایت کیا ہے۔ اور میں کہتا ہوں کہ آل محمدؐ وہ لوگ ہیں کہ جن کے معاملات آنحضرتؐ کی طرف رجوع ہوتے ہیں اور جن کے امور آنحضرتؐ کی طرف بہت شدت کے ساتھ راجع ہوں چاہئے کہ وہ ان کے آل ہوں اور اس میں شک نہیں کہ علیؑ و فاطمہ و حسن و حسین علیہم السلام کے اور آنحضرتؐ کے درمیان تعلق مضبوط ترین تعلقات ہے اور یہ تواتر سے معلوم ہے لہٰذا چاہئے کہ یہی حضرات ان کی آل ہوں۔

لوگوں نے آل کے معنی میں اختلاف کیا ہے بعض کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ کے اعزا

آل ہیں۔ بعض کہتے ہیں حضرت کی امت آل ہے لہٰذا اگر اعزا پر ہم حمل کریں تو وہی آل ہیں اور امت پر حمل کریں جنھوں نے آنحضرت کی دعوت قبول کی تو پھر وہی آل ہیں غرض کہ ہر صورت میں وہی آل ہیں اور ان کے سوا غیروں کے آل ہونے میں اختلاف ہے لہٰذا یہی بزرگوار ہر صورت میں آل محمد ہیں اور صاحب کشاف نے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو لوگوں نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہؐ آپ کے وہ کون سے قرابتدار ہیں۔ جن کی محبت ہم پر واجب ہوئی ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا علی و فاطمہ اور ان کے دونوں فرزند لہٰذا ثابت ہوا کہ یہ چار افراد پیغمبرؐ کے قرابتدار ہیں۔ اور جب یہ ثابت ہو گیا تو واجب ہے کہ وہی حضرات زیادہ سے زیادہ تعظیم کے لئے مخصوص ہوں اور زیادہ تعظیم و تکریم پر ان حضرات کا مخصوص ہونا چند وجوہ کی بنا پر ہے۔

پہلی وجہ قول خداوند عالم اِلَّا المودۃ فی القربیٰ جیسا کہ بیان ہو چکا۔

دوسری وجہ۔ جبکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت رسالتمآبؐ جناب فاطمہؑ کو زیادہ دوست رکھتے تھے اور فرمایا کہ فَاطِمَةُ بِضْعَةٌ مِّنِّيْ يُؤْذِيْنِيْ مَا يُؤْذِيْهَا یعنی فاطمہؑ میرا جگر کا ٹکڑا ہے جو اس کو ایذا دیتا ہے وہ مجھ کو ایذا دیتا ہے۔ اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ آنحضرتؐ علیؑ و فاطمہؑ و حسن و حسین علیہم السلام کو بہت دوست رکھتے تھے۔ تو جب یہ امر ثابت ہو گیا تو تمام امت پر مثل اس قول حقتعالےٰ کے ثابت ہو گیا کہ فَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ یعنی رسولؐ کی متابعت کرو تاکہ تم فلاح پاؤ اور خدا نے فرمایا ہے کہ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖ (پ۱۸ سورہ نور آیت ۶۳) یعنی جو لوگ پیغمبر کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو کسی فتنے یا عذاب دردناک سے ڈرنا چاہیئے۔ اور خدا نے فرمایا ہے۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔ اے رسول ان سے کہہ دو کہ اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو تاکہ خدا بھی تم کو دوست رکھے۔ پھر فرمایا ہے لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ یعنی تمہارے لئے رسولؐ کی ذات گرامی نیک اعمال کا بہترین نمونہ ہے۔

تیسری وجہ۔ آنحضرتؐ کی آل کے لئے دعا کرنا مسلمانوں کا بہترین منصب ہے۔

اسی وجہ سے اس دعا کو ہر نماز میں تشہد کا خاتمہ قرار دیا ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ اور یہ تعظیم سوائے آل کے کسی کے لئے عمل میں نہیں آئی۔ الغرض یہ سب دلالت کرتے ہیں اس پر کہ محبت آل محمدؐ واجب ہے اسی بنا پر شافعی نے چند اشعار نظم کئے ہیں جن میں سے ایک شعر یہ ہے۔

اِنْ کَانَ رَفْضًا حُبُّ اٰلِ مُحَمَّدٍ فَلْیَشْھَدِ الثَّقَلَانِ اِنِّیْ رَافِضٌ

یعنی اگر آل محمد کی دوستی رفض ہے تو دونوں جہان گواہ رہیں کہ میں رافضی ہوں فخر رازی کا کلام ختم ہوا۔ اور صاحب تفسیر کشاف نے اس پر مزید جو رازی نے نقل کیا ہے حضرت امیرالمومنینؑ سے روایت کی ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے لوگوں کے حسد کرنے کی رسول اللہؐ سے شکایت کی تو حضرتؐ نے فرمایا کہ یا علیؑ کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ چار افراد میں چوتھے ہو جو بہشت میں داخل ہوں گے میں۔ تم۔ حسن اور حسین علیہم السلام اور ہماری عورتیں ہمارے داہنے اور بائیں اور ہمارے لڑکے عورتوں کے پیچھے ہوں گے۔ اور جناب رسالتمآبؐ سے روایت کی ہے کہ اس پر بہشت حرام ہے جو میرے اہلبیتؑ پر ظلم کرے اور مجھ کو میری عترت کے بارے میں اذیت پہونچائے۔ اور جو شخص فرزندان عبدالمطلب میں سے کسی کے ساتھ نیکی کرے اور وہ اس نیکی کا بدلہ اس کو نہ دے تو میں اس کو اس نیکی کا بدلہ دوں گا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اس آیت قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ مِنْ خَیْرٍ فَھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ کی تفسیر میں فرمایا کہ جناب رسول خداؐ نے اپنی قوم سے سوال کیا کہ میرے قرابتداروں کو دوست رکھو اور اُن کو اذیت نہ پہونچانا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی کہ جو کچھ میں نے تم سے طلب کیا ہے اس کا ثواب اور نفع تمہیں کو پہونچے گا

کافی، مناقب شہر آشوب۔ قرب الاسناد اور اختصاص میں بسند ہائے صحیح روایت کی ہے کہ حضرت صادقؑ نے مومن الطاق سے پوچھا کہ تم بصرہ گئے ہو عرض کی ہاں پوچھا لوگوں کی شیعیت کی طرف رغبت و سرعت اور ان کا دین حق کی جانب مائل ہونا تم نے کیسا پایا۔ عرض کی خدا کی قسم بہت

کم اہل بصرہ میں سے بعض نے اس طرف توجہ کی لیکن بہت تھوڑے۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ جوانوں کی رغبت جس طرف بوڑھوں سے زیادہ ہو اسی لحاظ سے ان کی اصلاح تم کو کرنا چاہیئے۔ پھر حضرت نے پوچھا کہ اہل بصرہ اس آیت قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔ عرض کی میں آپ پر فدا ہوں کہتے ہیں کہ یہ آیت رسولؐ کے قرابتداروں اور اُن کے اہلبیت کے بارے میں نازل ہوئی ہے حضرت نے فرمایا کہ یہ آیت صرف ہم اہلبیتؑ کے حق میں نازل ہوئی ہے اور وہ علیؑ و فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ ہیں۔ جو اصحابِ کسا ہیں۔

قرب الاسناد و امور اختصاص میں بسند ہائے معتبر حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جب آیۂ مودّت مذکور نازل ہوئی تو آنحضرت اصحاب کے درمیان کھڑے ہوئے اور فرمایا ایہا النّاس حق تعالیٰ نے تمہارے اوپر میرے لئے ایک فرض عائد کیا ہے کیا تم اسے ادا کروگے۔ یہ سُنکر اُن میں سے کسی نے کوئی جواب نہیں دیا تو حضرتؐ واپس چلے آئے۔ دوسرے روز پھر آئے اور اسی طرح کھڑے ہو کر فرمایا کسی نے کچھ جواب نہ دیا۔ تیسرے روز بھی اسی طرح کہا لیکن کوئی جواب نہ ملا تو حضرتؐ نے فرمایا کہ وہ فرض سونے چاندی اور کھانے پینے کی قسم سے کوئی چیز نہیں ہے تب اصحاب نے کہا اچھا فرمائیے وہ کیا ہے۔ تو حضرت نے فرمایا کہ خدا نے یہ آیت نازل فرمائی ہے تب ان لوگوں نے کہا کہ اگر ایسا ہے تو ہم قبول کرتے ہیں اور آپ کے اہلبیت کی مودّت اپنے اوپر واجب قرار دیتے ہیں یہ بیان کرکے حضرت نے فرمایا خدا کی قسم اس عہد پر وفا نہیں کی مگر صرف سات اشخاص نے اور وہ سلمانؓ۔ ابوذرؓ۔ عمارؓ۔ مقدادؓ بن الاسود کندی۔ جابرؓ بن عبداللہ انصاری۔ شبیبؓ آزاد کردہ رسول خداؐ اور زیدؓ بن ارقم ہیں۔

علی ابن ابراہیم نے اپنی تفسیر میں بسند کالصحیح امام محمد باقرؑ سے الا المودۃ فی القربیٰ کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ یہ آنحضرتؐ کے اہلبیتؑ کے بارے میں ہے امام نے فرمایا کہ جناب رسول خداؐ کی خدمت میں انصار نے آکر کہا کہ ہم نے آپ

کو پناہ دی اور آپ کی مدد کی لہٰذا ہم سے اپنے اخراجات کے لئے کچھ مال قبول کیجئے۔ تو خدا نے آیۂ قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ نازل کیا یعنی تم سے میں رسالت کا اجر کچھ نہیں چاہتا مگر یہ کہ میرے اہلبیتؑ سے محبت کرو۔ اس کے بعد امام نے فرمایا کیا ایسا نہیں ہے کہ کسی کا کوئی دوست ہوتا ہے اور اس دوست کے دل میں اس کے اہلبیت کی طرف سے عداوت اور کینہ ہوتا ہے تو اس کا دل اس دوست کی طرف سے صاف نہیں ہوتا اسی بنا پر خدا نے چاہا کہ پیغمبرؐ کے دل میں امت کی جانب سے کوئی خدشہ باقی نہ رہے اور ان کے عزیزوں اور اہلبیتؑ کی محبت امت پر واجب قرار دی۔ اگر وہ قبول کریں تو امر واجب کو قبول کیا اور اگر ترک کریں تو امر واجب کو ترک کیا۔ الغرض جب سرور کائنات نے اپنے اصحاب کے سامنے آیت کی تلاوت کی اور وہ لوگ حضرت کے پاس سے اٹھ کر باہر گئے تو ان میں سے بعض نے کہا کہ ہم نے اپنے مال کی پیش کش کی تو کہنے لگے کہ میرے بعد تم میرے اہلبیتؑ کی دوستی و محبت قائم رکھنا بعضوں نے کہا کہ یہ بات پیغمبر نے اپنی طرف سے کہی ہے اور حضرتؐ کی بات سے انکار کیا یعنی مودت اہلبیتؑ کو نہیں مانا۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰی عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا (پ۲۵ سورہ شوریٰ آیت ۲۴) یعنی کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ رسولؐ نے خدا پر افترا کیا ہے اس کے بعد خدا نے فرمایا فَاِنْ یَّشَاِ اللّٰهُ یَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ یعنی اگر اے رسول تم خدا پر افترا کرو تو ہم تمہارے دل پر مہر لگا دیں تا کہ تم افترا نہ کر سکو۔ وَیَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ یعنی خدا باطل کو مٹا دیتا ہے وَیُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ (پ سورہ انعام آیت ۱۹) یعنی اپنے کلمات سے حق کو ثابت کرتا ہے۔ یعنی ائمہ اور قائم آل محمد علیہم السلام کے ذریعہ سے۔ وَیَسْتَجِیْبُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (پ۲۵ سورہ شوریٰ آیت ۲۶) حضرتؑ نے فرمایا کہ جن لوگوں نے تصدیق کی اور کہا کہ رسولؐ کا قول خدا کا قول ہے وَمَنْ یَّقْتَرِفْ حَسَنَةً فرمایا کہ حسنہ ائمہ اہلبیتؑ کا اقرار ہے اور ان کے ساتھ احسان کرنا اور صلہ رحم کرنا۔ نَّزِدْ لَهٗ فِیْهَا حُسْنًا یعنی ہم ان کی نیکی میں اور اضافہ کر دیں گے۔

بصائر میں بسند معتبر امام محمد باقر علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ حضرتؑ نے فرمایا کہ خدا کی قسم بندوں پر خدا کی جانب سے محمد صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کے لئے اُن کے اہلبیتؑ کے بارے میں محبت واجب ہے اور بروایت محاسن امام نے فرمایا کہ قربیٰ سے مراد ائمہ معصومین علیہم السلام ہیں جن پر صدقہ حلال نہیں ہے۔

ایضاً۔ روایت کی ہے کہ حضرت صادقؑ نے ابو جعفر سے پوچھا کہ علمائے عامہ جو تمہارے نزدیک رہتے ہیں اس آیت کی تفسیر میں کیا کہتے ہیں اس نے کہا کہ حسن بصری کہتے ہیں کہ اس آیت سے آنحضرتؐ کے تمام اعزائے عرب مراد ہیں حضرت نے فرمایا کہ قریش کی جماعت میں سے جو لوگ ہمارے قریب رہتے ہیں کہتے ہیں کہ اس آیت سے ہم اور تم سب مراد ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ ہم کو یہ بتاؤ کہ جب رسول اللہ صلعم پر کوئی سخت وقت آتا تھا تو اس سے مقابلہ کے لئے کس کو مخصوص فرماتے تھے وہ وقت جب کہ نصارائے نجران سے باہمی لعنت کا موقع تھا علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کو لیا اور ان کو محل لعن و عذاب میں پیش فرمایا اور جنگ بدر میں سب سے پہلے لڑنے کو جنھیں بھیجا وہ علیؑ اور حمزہؑ اور عبیدہ بن حارث تھے تو میٹھا میٹھا تو تم لوگوں کے واسطے اور کڑوے اور تلخی کے لئے ہم کو مخصوص کیا ہے

تفسیر فرات میں امام محمد باقرؑ سے بسند معتبر روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ہم ہیں وہ درخت جس کی جڑ پیغمبر اور تنہ علیؑ ہیں اور اس کی شاخ فاطمہؑ اور اس پھل حسنؑ و حسینؑ ہیں۔ لہٰذا ہم ہیں درخت پیغمبری خانۂ رحمت حکمت کی کنجی۔ معدن علم، مقام رسالت فرشتوں کے آنے جانے کی جگہ، خدائی رازوں کے محل اور خدا کی وہ امانت جس کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا گیا اور خدا کے بزرگ حرم اور بیت اللہ عتیق اور ہم کو حاصل ہے لوگوں کی موت اور ان کی بلاؤں کا علم۔ ہم خدا کے قضا و قدر اور پیغمبروں کی وصیتیں ہیں اور ہم ہیں فصل الخطاب یعنی حق کو باطل سے جدا کرنے والے اور ہم جانتے ہیں کہ کون دین اسلام پر پیدا ہوا ہے اور اہل عرب کے نسبوں کو جانتے ہیں۔ بلاشبہ ائمہ عرش خدا کے چاروں طرف ایک نور تھے تو خدا نے ان کو حکم دیا کہ وہ خدا کی تنزیہ کریں (یعنی پاکی بیان کریں) انہوں نے جب تنزیہ کی تو اہل آسمان نے ان کی تسبیح سے تسبیح کی۔ خدا نے جو صافون اور مسبحون قرآن میں فرمایا ہے تو یہی لوگ اس سے مراد ہیں جس نے ان

کے عہد کو وفا کیا اس نے خدا کے عہد کو پورا کیا اور جس نے ان کے حق کو پہچانا اس نے خُدا کے حق کو پہچانا اور جس نے ان کے حق سے انکار کیا اُس نے خدا کے حق سے انکار کیا۔ یہی لوگ خدا کے امور کے والی اور خدا کی وحی کے خازن اور کتاب خدا کے وارث ہیں۔ یہی لوگ پیغمبرؐ کی عترت اور رسولؐ خدا کے اہلبیتؑ ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن سے فرشتے اڑنے میں اُنس حاصل کرتے ہیں اور یہی وہ بزرگوار ہیں جن کو جبرئیلؑ نے حکم خدا سے غذا دی ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جو خدا کا آباد گھر ہیں اور جن کو خُدا نے اپنے شرف سے گرامی قرار دیا ہے اور انہی کو اپنی کرامت سے مشرف فرمایا ہے۔ اور اپنی ہدایت سے عزیز قرار دیا ہے اور ان کو اپنی وحی کے ذریعہ سے قائم رکھا ہے اور ان کو ہدایت کرنے والے پیشوا اور فتنوں کی تاریکی کا نور بنایا ہے۔ اور اپنے دین کے لئے مخصوص کیا ہے اور اپنے علم میں دوسروں پر فضیلت بخشی ہے اور وہ کچھ عطا فرمایا ہے جو مخلوقات میں سے کسی کو عطا نہیں فرمایا اور ان کو اپنے دین کا ستودہ (تعریف کیا ہوا) قرار دیا اور ان کو اپنے پوشیدہ راز سپرد کئے ہیں۔ اور ان کو اپنی وحی کے منبروں پر بٹھایا ہے۔ اور اپنی مخلوق پر گواہ قرار دیا ہے۔ اور ان کو برگزیدہ کیا ہے اور ان کو مخصوص کیا ہے اور ان کو زیادتی عطا کی ہے اور ان کو پسند کیا ہے اور ان کو شہروں کے لئے نور بنایا ہے اور بندوں کے لئے ستون قرار دیا اور اپنی بڑی نشانیاں اور اہل نجات اور اپنا مقرب بنایا ہے۔ یہی خُدا کے بڑے برگزیدہ اور حق وانصاف کے ساتھ حکم کرنے والے قاضی ہیں اور راستہ دکھانے والے ستارے ہیں یہی صراط مستقیم ہیں اور وہ راہ ہیں جو سب سے زیادہ درست ہے۔ جو شخص ان کی راہ سے پھر جائے تو گویا وہ دین سے نکل گیا اور جو ان سے پیچھے رہ گیا وہ باطل ہے اور جو ان کے طریقہ پر گامزن ہوتا ہے وہ ان سے مل جاتا ہے۔ یہی لوگ مومنوں کے دلوں میں خدا کا نور ہیں اور تشنہ کاموں کے لئے دریا ہیں اور اس کے لئے پناہ ہیں جو ان سے ملتجی ہو اور اماں کا دروازہ ہیں اس کے لئے جو ان سے متمسک ہو اور لوگوں کو رضائے خدا کے لئے خدا کی جانب دعوت دیتے ہیں اور خدا کے مطیع و فرمانبردار رہتے ہیں اور خدا کے حکم پر عمل کرتے ہیں اور خدا کے بیان کے ساتھ حکم کرتے ہیں۔ انہی میں خدا نے اپنے پیغمبر کو مبعوث فرمایا اور

ان پر ملائکہ نازل ہوتے ہیں اور انہی پر خدا کی جانب سے سکینہ نازل ہوا اور ان کی طرف جبریل بھیجے گئے ہیں۔ یہ خدا کا انعام ہے ان پر کہ ان کو دوسروں پر ان نعمتوں سے مخصوص فرمایا ہے اور اُن پر انہیں فضیلت بخشی ہے اور ان کو تقویٰ دیا ہے اور حکمت کے ساتھ قوت دی ہے۔ وہی لوگ ہیں طیب و طاہر فروع اور پاک و پاکیزہ اصول اور علم کے خزینہ دار اور حلم کے جاننے والے اور پرہیزگار اور عقل اور نور اور روشنی یہی نبی و انبیا کے وارث اور بقیۂ اوصیا ہیں۔ انہی میں سے طیب و طاہر اور برگزیدہ دامی محمد مصطفےٰؐ جیسے رسول ہیں اور انہی میں سے شیر بیشۂ شجاعت حمزہ بن عبدالمطلب ہیں۔ انہی میں سے عباس عم رسول ہیں انہی میں سے جعفر طیار ہیں جن کو خدا نے دو پر عطا فرمائے ہیں اور جنھوں نے دو قبلہ کی طرف نماز پڑھی اور حبشہ اور مدینہ کی طرف دو ہجرتوں سے اور دو بیعتوں سے مشرف ہوئے انہی میں سے ہیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوست اور ان کے بھائی اور ان کے بعد دلیلوں اور تاویلوں اور محکم تفسیر اور تبلیغ کرنے والے مومنوں کے امیر اور ولی ان کے امر کے والی رسول خدا کے وصی علی بن ابی طالب علیہ السلام۔ یہ لوگ ہیں جن کی محبت اور ولایت خدا نے ہر مسلمان مرد عورت پر واجب اور فرض قرار دی اس آیۂ محکم قل لا اسئلکم علیہ اجرًا الخ میں۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ اقتراف حسنہ سے ہم اہلبیت کی محبت مراد ہے۔

ایضاً حضرت امیرالمومنینؑ سے روایت کی ہے کہ جب جبرئیل اس آیت کو لائے تو کہا کہ ہر دین کی ایک اصل ایک ستون اور ایک فرع اور ایک بنیاد ہوتی ہے اور اس دین کا ستون لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا اقرار ہے اور اصل و فرع آپ کی اور آپ کے اہلبیتؑ کی محبت ہے اور آپ کی متابعت ہے جو حق کے موافق ہو[1]

اور ان آیتوں میں سے جو احادیث معتبرہ کے موافق مودت اہلبیتؑ طہارت پر دلالت کرتی ہیں یہ آیت کریمہ بھی ہے وَاِذَا الْمَوْءٗدَۃُ سُئِلَتْ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ (پ ۳۰ سورہ تکویر آیت ۸ و ۹) اگرچہ قرأت مشہور مہموز (ہمزہ کے ساتھ) بروزن مفعول ہے

[1] مؤلف فرماتے ہیں کہ مضامین مذکور بہت سی حدیثوں میں ہیں ہم نے اتنے پر ہی اکتفا کیا۔

لیکن اہلبیتؑ کی قرأت میں بفتح واو اور دال مشدد کے ساتھ ہے اور شیخ طبرسی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ موؤدہ اس لڑکی کو کہتے ہیں جو زندہ دفن کی جاتی ہے اور زمانۂ جاہلیت میں ایسا تھا کہ زن حاملہ کا جب وقت ولادت آتا تو وہ ایک گڑھا کھودتی اور اس کے دہانے پر بیٹھ جاتی۔ اگر لڑکی پیدا ہوتی تو اس گڑھے میں ڈال کر مٹی پاٹ دیتی اور اس کو قبر بنا دیتی اور اگر لڑکا جنتی تو اس کی حفاظت اور پرورش کرتی۔ ترجمۂ آیت یہ ہے کہ قیامت میں اس لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ تو کس گناہ پر قتل کی گئی اور اس سوال سے مار ڈالنے والے کی تہدید اور سرزنش مقصود ہے کہ کیوں اس کو قتل کیا تھا۔ بعضوں نے کہا ہے کہ سوال مار ڈالنے والے سے کیا جائیگا۔

حضرت امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام سے روایت ہے کہ وہ حضرات واذا المودة بفتح میم و واؤ پڑھتے تھے۔ ابن عباس سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔ امام فرماتے ہیں کہ حقیقت یہ ہے کہ صلہ رحم و قرابت داری ہمارے لئے ہے اور یہ کہ قطع رحم کرنے والے سے سوال کیا جائے گا کہ کیوں قطع رحم کیا۔ اور ابن عباس سے بھی روایت کی ہے کہ جو شخص محبت اہلبیتؑ میں قتل کیا گیا ہو گا اس کے بارے میں سوال ہو گا۔

امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول کہ اس سے مراد قرابت رسولؐ ہے اور وہ شخص جو جہاد میں قتل ہوا ہے۔ اور دوسری روایت میں وہ شخص جو ہم اہلبیتؑ کی مودت و ولایت میں مار ڈالا گیا۔ طبرسی کا کلام ختم ہوا۔

علی بن ابراہیم نے بسند معتبر امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ اس آیت سے مراد وہ ہے جو ہماری مودت میں کشتہ ہوا اور محمد بن العیاش نے اپنی تفسیر میں زید بن علیؑ بن الحسین علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ اس سے مراد خدا کی قسم ہماری محبت ہے اور یہ آیت صرف ہماری شان میں نازل ہوئی ہے اور حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ اس سے مراد وہ ہے جو ہماری محبت میں مارا جائے اور اس کے قاتل سے سوال کیا جائے گا کہ کیوں اس کو مارا۔ اور حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ اس سے مراد وہ ہے جو ہماری محبت

میں مارا گیا ہے۔ اور دوسری روایت میں فرمایا کہ اس سے مراد شیعیان آل محمد ہیں ان سے سوال کیا جائے گا کہ کس گناہ پر قتل ہوئے۔

بسند معتبر انہی حضرت سے منقول ہے کہ مراد اس سے ہماری مودت ہے اور یہ آیت ہماری شان میں نازل ہوئی ہے اور حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ اس سے مراد امام حسین علیہ السلام ہیں۔

تفسیر فرات میں محمد بن الحنفیہ سے روایت کی ہے کہ مراد ہماری مودت ہے اور حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مسلمانو اس مودّت کے بارے میں جو تم پر فضیلت کے طور پر نازل ہوئی ہے تم سے سوال کیا جائے گا کہ ہماری محبت کرنے والوں کو کس گناہ پر تم نے قتل کیا۔ اور حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے آپ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ہماری مودّت ہے اور وہ ہمارا ایک حق ہے جو لوگوں پر واجب ہے اور ہماری محبت ہے جو خلق پر واجب ہے اور انھوں نے ہماری محبت کو قتل کر ڈالا[1]

ساتویں فصل | والدین - ولد - رسول خداؐ اور آئمہ اطہار کے قرابتداروں کی تاویل کا بیان۔

[1] مؤلف فرماتے ہیں کہ ان احادیث کی بنیاد قرأت دوم کے لحاظ سے ہے اور میری دانست میں چار وجہوں سے اس کی تاویل کی جا سکتی ہے اوّل یہ کہ ایک مضاف کلام میں مقدر کریں یعنی اہل مودّت سے سوال کریں گے کہ کس گناہ پر ان کو قتل کیا۔ دوسرے یہ کہ قتل کی نسبت مودّت کے ساتھ مجازی ہو اور مراد اہل مودّت کا قتل ہو۔ تیسرے یہ کہ قتل میں ایک مجاز واقع ہوا ہو اور مودت کے ضائع کرنے کو مجازاً قتل کہا ہو اور مودّت کے قتل سے اس کا باطل کرنا اور اس کے حقوق ادا نہ کرنا مراد ہو۔ چوتھے یہ کہ بعض روایتوں کو ہم قرأت مشہورہ پر محمول کریں کہ موّدۃ سے مراد وہ نفس ہو جو مٹی میں دفن ہوگیا۔ وہ قطعی مردہ دفن ہوا یا زندہ اور یہ اشارہ ہو کہ چونکہ وہ راہِ خدا میں مارے گئے ہیں مردہ نہیں بلکہ خدا کے نزدیک زندہ ہیں اور روزی پاتے ہیں جیسا کہ خداوند عالم فرماتا ہے لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الخ گویا وہ دفن ہوگئے ہیں اور یہ وجہ نہایت لطیف ہے۔ ۱۲

خلاق عالم فرماتا ہے وَ وَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ (سورہ بلد پ ۳۰ آیت ۳) یعنی میں قسم کھا کر کہتا ہوں باپ اور اس کی اولاد کی۔ بعض مفسروں نے کہا ہے کہ والد سے مراد حضرت آدم ہیں اور وَمَا وَلَدَ سے اُن کے لڑکے ہیں۔ خود وہ نبی ہوں یا ان کے اوصیا۔ بعضوں نے کہا ہے کہ والد سے مراد جناب ابراہیمؑ اور وَلَدَ ان کی اولاد ہے۔ اور بعض کا قول ہے کہ ہر باپ اور اس کی اولاد مراد ہے۔

ابن شہر آشوب نے سلیم ابن قیس سے روایت کی ہے کہ والد رسول خداؐ اور وما ولد سے مراد آپ کے اوصیا اور اولاد ہیں۔ اور تفسیر محمد بن العیاشی اور کافی میں بسند ہائے معتبر امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ وَالِدٍ حضرت علی علیہ السلام ہیں وما ولد آئمہ معصومین علیہم السلام ہیں۔

ایضاً بسند معتبر حضرت صادق علیہ السلام سے خداوند عالم کے اس ارشاد وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ (آیت ۲ سورہ مذکور) کی تفسیر میں روایت ہے کہ وَوَالِدٍ سے مراد جناب رسول اللہؐ اور حضرت علیؑ مراد اور وَّمَا وَلَدَ سے مراد حضرت علیؑ کی اولاد ہیں۔ اور کافی میں بسند معتبر اصبغ بن نباتہ سے روایت ہے کہ انھوں نے جناب امیرالمومنینؑ سے اس آیت اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ (پ ۲۱ سورہ لقمان آیت ۱۴) کی تفسیر دریافت کی فرمایا وہ والدین جن کا شکریہ ادا کرنا خدا نے واجب قرار دیا ہے۔ وہ پدر ہیں جن سے علم پیدا ہوا ہے اور حکمت ان سے میراث میں ملی ہے۔ اور لوگ ان کی اطاعت پر مامور ہوئے ہیں اس کے بعد خدا نے فرمایا ہے اِلَيَّ الْمَصِيْرُ یعنی بندوں کی بازگشت۔ میری طرف ہے اور اس تاویل کی دلیل لفظ والدین ہے پھر جناب امیر نے کلام کا رُخ اوّل و دوم کی طرف موڑ کر فرمایا۔ وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ یعنی اگر یہ لوگ تم سے مجادلہ کریں کہ تم شرک اختیار کرو یعنی وصیت میں دوسروں کو اس کے ساتھ شریک کرو خدا نے تمھیں جس کو وصی بنانے کا حکم دیا ہے یعنی علی ابن ابی طالب کے ساتھ تو اے رسول تم ان کی بات مت مانو اور ان کا کہنا نہ سنو۔ پھر حضرتؑ نے کلام کو والدین کی طرف پھیر دیا اور فرمایا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا یعنی ان کی فضیلت سے لوگوں کو آگاہ کر دو اور ان کی اطاعت کا لوگوں کو حکم دو۔ یہ ہے خدا کے اس ارشاد کا مطلب وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ثُمَّ اِلَيَّ

مَرْجِعُكُمْ (پ۲۱ سورہ لقمان آیت ۱۵) یعنی خدا کی طرف پھر حضرت نے فرمایا کہ خدا سے ڈرو اور والدین کی نافرمانی اور مخالفت مت کرو کیونکہ ان کی رضامندی خدا کی رضامندی کا سبب ہے اور ان کا غضب خدا کے غضب کا سبب ہے [۱]

تفسیر فرات میں حضرت امام جعفر صادقؑ سے خداوند عالم کے اس قول کی تاویل میں روایت کی ہے وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا (پ۵ سورہ النساء آیت ۳۶) (خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور والدین کے ساتھ احسان کرو) حضرت صادقؑ نے فرمایا کہ رسولِ خدا اور علی بن ابیطالب دو باپ ہیں اور ذِی الْقُرْبیٰ سے مراد حسن وحسین علیہم السلام ہیں۔

تفسیر امام حسن عسکریؑ میں اس قول حق تعالیٰ کی تفسیر میں مذکور ہے وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللّٰهَ وَ بِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا (پ۱ بقرہ آیت ۸۳) یعنی جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور والدین کے ساتھ نیکی کرنا) رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ تمہارے بہترین والدین اور تمہارے شکر ونیکی کے سب سے زیادہ مستحق محمد و علی علیہم السلام ہیں۔

---

[۱] مولف فرماتے ہیں کہ مشکل خبروں اور عجیب وغریب رازوں میں سے ہے جس کا خلاصہ یہ ہے جسمانی باپ ماں کا حق اس جہت سے ہے کہ دنیا کی فانی اور جلد ختم ہو جانے والی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور ممکن ہے کہ ان کے دنیا کے فانی مال سے کچھ میراث مل جائے جس سے شاید اس فانی زندگی میں کچھ فائدہ حاصل ہو جائے۔ لیکن وہ روحانی باپ جو پیغمبر اور امام ہیں اور وہ آخرت کی ابدی اور روحانی زندگی کا سبب ہیں اس لئے کہ ایمان ومعرفت وعبادت کا سبب ہوتے ہیں جو بہشت کی ابدی نعمتوں کا باعث ہے۔ اور ان کی جو میراث ہے وہ ربانی حکمتیں ہیں جن کا اثر انسان کی ذات کے ساتھ ابد الاباد تک رہتا ہے لہٰذا ان کا حق بہت بلند اور ان کے حق کی رعایت بہت زیادہ لازم ہوگی کیونکہ لفظ فقط والد کا ذکر کوئی ترجیح کا باعث نہیں اس لیے کہ والدین کا اطلاق باپ اور ماں پر غالب طور سے مجازی ہے اس بنا پر لفظ والد کی تاویل میں اس کا اطلاق روحانی باپ پر تجویز ہوا ہے اور ان دونوں کو ایک دوسرے پر ترجیح نہیں ہو سکتی اس وجہ سے کہ معنوی ترجیحیں جن کا ذکر ہوا والد روحانی کی طرف بھی ہیں۔ اور حدیث کے اشکالات کا دفعیہ ہم نے کتاب بحار الانوار میں کر دیا ہے۔ ۱۲

جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ مَیں نے جناب رسول خداؐ سے سُنا کہ مَیں اور علیؑ اس امت کے دو باپ ہیں اور اُن پر ہمارا حق ان کے باپ ماں سے جن سے وہ پیدا ہوئے ہیں بہت زیادہ ہے اس لئے کہ ہم ان کو آتش جہنم سے رہا کریں گے۔ اگر وہ ہماری اطاعت کریں گے اور جنت میں ان کو لے جائیں گے جو مقام قرار ہے اور ہم ان کو خواہشات کی بندگی سے نکال کر بہترین آزادوں سے ملا دیں گے جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ اس امت کے دو باپ محمد و علی علیہم السلام ہیں جو ان کی کجی کو سیدھا کرتے ہیں اور دردناک عذاب سے ان کو نجات دیتے ہیں۔ اگر وہ ان کی اطاعت کریں۔ اور ان پر بہشت کی ابدی نعمتیں مباح کرتے ہیں اگر وہ ان کی موافقت کریں۔ اور جناب حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ محمد و علی علیہما السلام اس امت کے دو باپ ہیں لہٰذا کیا کہنا ہے اس کا جو ان کے حق کو پہچانے اور ہر حال میں ان کا فرمانبردار رہے۔ خدا اس کو بہترین اہل بہشت قرار دے گا اور اپنی خوشنودی اور نوازشوں سے اس کو سعادت مند کرے گا۔ اور جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ جو اپنے سب سے افضل دو باپ محمدؐ و علیؑ کے حق کو پہچانے اور ان کی اطاعت کرے جیسا کہ اطاعت کا حق ہے تو روز قیامت کہا جائے گا کہ بہشت کی وسعت و نعمتوں میں جس جگہ چاہے ساکن ہو جائے۔ اور امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر اولاد کے باپ ماں کا حق اس پر اس لئے بہت زیادہ ہے کہ اس کے ساتھ انھوں نے نیکی کی ہے تو محمد و علی علیہما السلام کے احسانات اس امت پر ان کے باپ ماں سے بھی زیادہ بلند و برتر ہیں لہٰذا یہ دونوں حضرات امت کے دو باپ ہونے اور حقوق کی رعایت میں بہت زیادہ مستحق ہیں۔ اور امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص اپنے پروردگار کی قدر و عزت کو جانے تو اس کو چاہئے کہ غور کرے کہ اس کے سب سے افضل دو باپ محمد و علی علیہما السلام کی اس کے نزدیک کیا قدر و منزلت ہونی چاہئے یعنی جس قدر ان حضرات کی اس کے نزدیک قدر و منزلت ہوگی اسی لحاظ سے اس کی قدر و عزت پیش خدا ہوگی۔ اور امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ جو اپنے افضل باپ محمد و علی علیہما السلام کے حق کی رعایت کرے تو اس نے اگر اپنے ماں باپ اور تمام بندوں کے حقوق ضائع کئے ہوں گے تو

اس کو کچھ نقصان نہ پہونچے گا اس لئے کہ وہ دونوں بزرگوار اس کے باپ ماں اور دیگر بندوں کو روز قیامت اس سے راضی کر لیں گے۔ اور حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا اُسی قدر نماز کا ثواب زیادہ ہوتا ہے جس قدر نماز گذار اپنے افضل دو باپ محمدؐ و علیؑ پر صلوات بھیجتا ہے۔ اور حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کیا تم میں سے کوئی اس بات سے کراہت نہیں کرتا کہ اس کے ماں باپ جن سے وہ پیدا ہوا ہے۔ لوگ ان کی اولاد ہونے سے انکار کریں۔ لوگوں نے عرض کی کیوں نہیں؟ خدا کی قسم ضرور بُرا معلوم ہوتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ ایسا شخص کوشش کرتا ہے کہ اس کے دونوں باپ محمدؐ و علیؑ نے جو اس کے باپ ماں سے افضل ہیں لوگ اس کے باپ ہونے سے انکار کریں۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے امام محمد تقی علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ میں محمدؐ و علی علیہم السلام کو اس قدر دوست رکھتا ہوں کہ اگر میرے اعضا ایک دوسرے سے جدا کر دیں یا ان کو قینچی سے ٹکڑے ٹکڑے کریں تب بھی میں ان کی محبت ترک نہیں کر سکتا۔ حضرت نے فرمایا وہ حضرات تم کو تمہاری محبت کے مطابق جزا دیں گے۔ اور روز قیامت خدا سے تمہارے لئے کرامتوں اور بلند درجوں کی استدعا کریں گے جن کا ایک حصہ تمہاری لاکھ گنا محبت کے درجہ کے مقابلہ میں زیادہ ہوگا۔

حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا جس شخص کے نزدیک اسکے دینی دو باپ محمدؐ و علی علیہ السلام نسبی ماں باپ سے زیادہ محبوب نہ ہونگے خداوند عالم کے نزدیک اسکی کوئی عزت نہ ہوگی اور امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص اپنے دونوں دینی باپ محمدؐ و علی علیہم السلام کی اطاعت کو اپنے دونوں نسبی باپ ماں کی اطاعت پر ترجیح دیتا ہے خداوند عالم اس سے خطاب کرتا ہے۔ میں نے تجھ کو اختیار کیا۔ اور تیرے دونوں دینی باپ کے روبرو شرف و عزّت عطا کی جیسا کہ تُو نے اپنے نسبی باپ ماں کے مقابلہ میں ان کی محبت اختیار کر کے اپنے تئیں شرف و عزّت دیا ہے۔ پھر امام نے فرمایا کہ قول حقتعالیٰ وَذِی الْقُرْبٰی کے مطابق وہ بزرگوار تمہارے دینی اقربا ہیں خدا نے تم کو حکم دیا ہے کہ ان کے حق کو پہچانو جیسا کہ ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا ہے اور اے اُمت محمدؐ اسی طرح تم سے عہد لیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابتداروں کو پہچانو جو محمدؐ کے بعد آئمہ معصومین ہیں اور جو لوگ دین کے برگزیدہ لوگوں میں سے ان کے مرتبہ کے بعد ہیں یعنی شیعہ حضرات!

جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے باپ ماں کے حق کی رعایت کرے خدا بہشت میں اس کو ہزار درجہ کرامت فرمائے گا کہ جس کے دو درجوں کے درمیان تیز دوڑنے والے گھوڑوں کی سو سال کی راہ ہو گی اس میں ایک درجہ چاندی کا دوسرا سونے کا پھر مروارید کا پھر زبرجد کا پھر زمرد کا اور دوسرا مشک کا پھر دوسرا عنبر کا اور دوسرا کافور کا اس طرح ہر درجہ مختلف قسم کا ہوگا اور جو شخص محمد و علی علیہم السلام کے حق کی رعایت کرے گا خداوند عالم اس کے ثوابات اور درجات اتنا ہی زیادہ بلند کرے گا جس قدر اس کے نسبی باپ ماں پر محمد و علی علیہم السلام کو فضیلت حاصل ہے۔

جناب فاطمہ زہرا صلوٰۃ اللہ علیہا نے بعض عورتوں سے فرمایا کہ اپنے نسبی باپ ماں کی ناراضی وغضب زائل کرنے کے لئے اپنے دو دینی باپ محمد و علی علیہم السلام کو راضی کرو۔ لیکن ان دونوں دینی باپ کو ناراض کرکے اپنے نسبی والدین کو رضامند مت کرو کیونکہ اگر تمہارے نسبی والدین تم پر غضبناک ہونگے تو ان کو تمہارے دینی دونوں باپ بعوض ہزار میں سے ایک جزو کے ثواب کے جو ایک ساعت کی ان کی اطاعت میں تم کو حاصل ہوں گے تم سے راضی کرلیں گے اور اگر تمہارے دینی دونوں باپ تم پر غضبناک ہونگے تو تمہارے نسبی والدین ان کو راضی کرنے پر قادر نہیں ہوسکتے کیونکہ تمام دُنیا کی عبادتوں کے ثواب ان کے غضب کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔

جناب امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں تم پر اپنے دونوں پدر دینی محمدؐ و علی علیہم السلام کے قرابتداروں کے ساتھ نیکی و احسان کرنا لازم ہے ہر چند اپنے نسبی والدین کے قرابتداروں کے حقوق ضائع کرنا پڑیں۔ اپنے دونوں نسبی باپ ماں کے عزیزوں کے حقوق کی ادائیگی کے سبب ہرگز اپنے دینی دونوں پدر کے عزیزوں کے حقوق ضائع مت کرو کیونکہ اس جماعت کا تمہارا شکر ادا کرنا یعنی تمہارے دینی دونوں پدر کے عزیزوں کا بہ نسبت تمہارے نسبی باپ ماں کے عزیزوں کے شکر ادا کرنے کے زیادہ فائدہ مند ہے۔ کیونکہ جب وہ محمدؐ و علیؑ کے سامنے تمہارا شکریہ ادا کریں گے تو ان دونوں بزرگوں کی ذراسی شفقت تمہارے تمام گناہوں کے زائل ہونے کا باعث ہو گی اگر تمہارے گناہ زمین سے عرش تک بھرے ہوئے ہونگے۔

اور اگر محمدؐ و علیؑ کے سامنے تمہارے نسبی باپ ماں کے قرابتدار تمہارے شکر گزار ہوں جبکہ تم نے اپنے دینی دونوں پدر کے قرابتداروں کے حقوق ضائع کئے ہونگے تو ان کا یہ شکر کرنا تمہارے لیئے کچھ مفید نہ ہوگا۔

امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ دو پدر دینی محمد و علی علیہم السلام کے قرابتداروں کے حقوق ہم پر بہ نسبت نسبی والدین کے قرابتداروں کے حقوق کی ادائیگی کے زیادہ سزاوار ہیں۔ کیونکہ ہمارے دینی پدر ہمارے نسبی باپ ماں کو ہم سے راضی کرلیں گے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ جس شخص کے نزدیک اُس کے دینی دو پدر محمد و علی علیہم السلام کے نسبی ماں باپ کے بہ نسبت بہت زیادہ عزت و منزلت والے ہوں اور ان بزرگواروں کے قرابتدار اُن کے نسبی مادر و پدر کے قرابتداروں سے زیادہ گرامی ہوں تو حق تعالیٰ اس سے خطاب فرماتا ہے کہ سب سے افضل حضرت کو فضیلت دینے اور ان لوگوں کو اختیار کرنے کے سبب جو سب سے اولیٰ و بلند ہیں میں بہشت میں جو ہمیشگی کا گھر ہے تجھ کو اپنے دوستوں کا ندیم و مصاحب قرار دوں گا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جس شخص سے ممکن نہ ہو کہ دینی و نسبی دونوں طرح کے والدین کے قرابتداروں کے حق کی رعایت کر سکے لہٰذا اس کو مناسب ہے کہ اپنے دینی دونوں پدر کے قرابتداروں کے حقوق کی رعایت کو اپنے نسبی والدین کے عزیزوں کے حقوق پر مقدم کرے تو اس سے خداوند بزرگ و برتر روز قیامت فرمائے گا کہ چونکہ تونے اپنے دینی دونوں پدر کے قرابتداروں کو اپنے نسبی رشتہ داروں پر مقدم کیا۔ لہٰذا اے میرے فرشتو تم بھی اس کو میری بہشت میں پہونچانے میں مقدم کرو۔ اس وقت وہ اس کے لیئے جو کچھ بہشت میں نعمتیں مہیا ہوں گی ان میں ہزار ہزار گنا اضافہ کردیں گے۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر کسی کے سامنے دو چیزیں پیش کی جائیں جن میں سے ہر ایک کی قیمت ہزار درہم ہو اور اس کے پاس صرف ہزار درہم ہوں اور وہ پوچھے کہ ان دونوں چیزوں میں سے کون ایک میرے لیئے زیادہ فائدہ مند ہے اور اس سے ایک کے متعلق کہا جائے کہ یہ بہ نسبت دوسرے کے ہزار گونہ رنج

رساں اور تکلیف دہ ہے کیا ایسا نہیں ہے کہ اس کی عقل اس شے کو اختیار کرے گی جو بہتر ہو گی ۔ حاضرین مجلس نے کہا کیوں نہیں ضرور بہتر شے کو اختیار کرے گا ۔ تو حضرت نے فرمایا اسی طرح تمہارے دینی دو پدر محمدؐ و علی علیہم السلام کو(اختیار) کرنا اس کے ثواب کی بہت زیادتی کا سبب ہے بہ نسبت اس کے اپنے نسبی مادر و پدر کو اختیار کرنے کے کیونکہ اس کے ثواب کی فضیلت ویسی ہی زیادہ ہے جیسے اس کے باپ ماں پر محمدؐ و علی علیہم السلام کی فضیلت زیادہ ہے۔

ایک شخص نے امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ کیا میں آپ کو ایسے شخص سے آگاہ کر دوں جو نہایت نقصان اٹھانے والوں میں ہے حضرت نے پوچھا وہ کون ہے اس نے عرض کی فلاں شخص جس کے پاس دس ہزار اشرفیاں تھیں اس نے ان کے عوض دس ہزار درہم قبول کر لیا۔ حضرت نے فرمایا کہ جو شخص دس ہزار اشرفیوں کو دس ہزار درہم کے عوض بیچتا ہے کیا وہ زیادہ خسارہ میں نہیں ہے ۔ لوگوں نے عرض کی ضرور ہے ۔ حضرت نے فرمایا کہ کیا میں ایسے شخص سے تم کو آگاہ نہ کر دوں جو اس سے زیادہ نقصان اٹھانے والا ہے اور جس کی حسرت و افسوس اس سے زیادہ ہے کہ اگر سونے کے ہزار پہاڑ رکھتا ہو اور وہ ہزار کھوٹی چاندی کے دانوں کے عوض فروخت کر دے اس پہلے شخص کی بد قسمتی اس شخص سے زیادہ نہیں ہے ۔ لوگوں نے کہا بیشک ایسا ہی ہے تو حضرت نے فرمایا کہ اس سے بھی زیادہ زیاں کار اور افسوس کے قابل وہ شخص ہے جو اپنے نسبی باپ ماں کے قرابتداروں کو اپنے دینی دو پدر محمد و علی علیہم السلام کے قرابتداروں کے عوض نیکی و احسان میں اختیار کرتا ہے ۔ کیونکہ محمد و علی علیہما السلام کے قرابتداروں کی فضیلت اُس کے نسبی باپ ماں کے عزیزوں کی فضیلت سے بھی زیادہ ہے جو ہزار کوہِ طلا کو ہزار دانۂ نقرہ پر ہے۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص اپنے نسبی باپ ماں کے قرابتداروں پر اپنے دینی دو پدر محمد و علی کے قرابتداروں کو اختیار کرتا ہے خداوند عالم اس کو تمام خلائق کے سامنے روز قیامت اپنے خلعتہائے کرامت سے سرفراز فرمائے گا تاکہ تمام خلائق اس کو دیکھے اور اس کو لوگوں میں مشہور فرمائے گا ۔ اور تمام بندوں پر شرف بخشے گا سوائے اُس کے جو اس فضل میں اُس کے مثل ہو یا اس سے

زیادہ ہو۔

حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا کی عظمت و جلال کو بڑا اور بزرگ سمجھنے کی شرطوں میں ایک شرط یہ ہے کہ تو اپنے دینی دو پدر محمدؐ و علیؑ کو اپنے نسبی پدر و مادر پر اختیار کرے اور اس کی بزرگی و جلال کو حقیر سمجھنا اپنے نسبی باپ ماں کو اپنے دینی دونوں پدر محمدؐ و علیؑ کے مقابلہ میں اختیار کرنا ہے

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک شخص کے بال بچے بھوکے ہوئے وہ گھر سے باہر نکلا تاکہ ان کے لئے کچھ کھانے کا انتظام کرے اُس نے ایک درم کمایا اور روٹی و سالن اپنے عیال کے لئے لے کر واپس گھر چلا اثنائے راہ میں محمدؐ و علیؑ کے قرابتداروں میں سے ایک مرد اور ایک عورت سے ملاقات ہوئی جو بہت بھوکے تھے اس نے اپنے دل میں کہا کہ یہ دونوں حضرات میرے عیال سے زیادہ سزاوار و مستحق ہیں اور جو کچھ اس نے خریدا تھا ان کو دیدیا اور حیران تھا کہ اپنے عیال کو کیا جواب دے اسی فکر میں تھا اور کچھ آگے بڑھا تھا کہ اس نے ایک قاصد کو دیکھا جو اسی کو تلاش کر رہا تھا جب لوگوں نے اس کا پتہ بتایا تو اس نے اس کو ایک خط اور پانچ سو اشرفیوں کی تھیلی دی اور کہا کہ یہ تمہارے چچا کا بقیہ مال ہے جو مصر میں فوت ہوا ہے اور اس کے ایک لاکھ درم مکہ و مدینہ کے تاجروں کے ذمہ باقی ہیں اور اس سے زیادہ مالیت کی اس کی زمینیں اور جائداد مصر میں ہیں۔ اس شخص نے پانچ سو اشرفیاں لے لیں اور اپنے عیال پر صرف کیں رات کو جب سویا تو محمدؐ و علیؑ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ تو نے دیکھا کہ ہم نے تجھ کو کس طرح غنی کر دیا جبکہ تو نے میرے قرابتداروں کو اپنے قرابتداروں کے مقابلہ میں اختیار کیا۔ اس کے بعد اُن مکہ و مدینہ کے رہنے والوں میں سے ہر ایک نے جن کے ذمہ اس فوت شدہ شخص کے ایک لاکھ درہم باقی تھے خواب میں محمدؐ و علیؑ کو دیکھا کہ وہ حضرات فرماتے ہیں کہ اگر تم نے فلاں شخص کے چچا کی میراث میں سے جو تمہارے اوپر واجب الادا ہیں اس کو صبح کے وقت ادا نہیں کیا تو ہم تم کو ہلاک کر دیں گے اور تم کو برباد کر دیں گے اور تمہارے تمام مال و اسباب زائل کر دینگے اور تمہاری شان و شوکت مٹا دیں گے صُبح ہوتے ہی ان میں سے ہر ایک شخص نے جس کے ذمہ اس کے چچا کی رقمیں

باقی تھیں اُس شخص کو لاکر ادا کر دیں یہاں تک کہ اُس کے پاس ایک لاکھ درہم جمع ہو گئے اور مصر میں جس کے پاس اُس متوفی کا مال باقی تھا اُن میں سے ہر ایک کو محمدؐ و علی علیہم السلام نے خواب میں سختی کے ساتھ حکم دیا کہ جلد سے جلد اس شخص کے میراث کا مال اس کے پاس پہونچا دو۔ پھر اسی شخص کو خواب میں آکر خوشخبری دی کہ تو نے دیکھا خدا کی قدرت کو کہ ہم نے مصر میں ہر شخص کو حکم دے دیا ہے کہ وہ جلد سے جلد تیرے چچا کا سارا مال جو ان کے ذمہ باقی ہے تیرے پاس پہونچا دیں۔ اور کیا تو یہ بھی چاہتا ہے کہ حاکم مصر کو ہم حکم دیں کہ تیرے چچا کی املاک و زمین فروخت کر کے تیرے پاس بھیجدے تاکہ اُس کے عوض میں تو مدینہ میں املاک خرید لے اُس نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ اور یا امیر المومنینؑ! پھر حاکم مصر کو اُن حضرات نے خواب میں حکم دیا تو اُس نے اسکی تمام جائداد اور زمینیں تین لاکھ درم کے عوض فروخت کر کے ساری قیمت اس شخص کے پاس مدینہ میں بھیجدی اور وہ مدینہ کے تمام مالداروں میں سب سے زیادہ مالدار ہو گیا۔ پھر جناب رسالتمآبؐ نے خواب میں اس سے فرمایا کہ اے بندۂ خدا چونکہ تو نے اپنے قرابتداروں پر میرے قرابتداروں کو ترجیح دی اس لئے دُنیا میں تیرے لئے اِسکا عوض یہ تھا جو ہمنے تجھ کو عطا فرمایا اور آخرت میں ہر دانے کے بدلے جو تُو نے میرے قرابتداروں کو دیا تھا ہزار ہزار قصر تجھ کو عطا کروں گا جس میں سب سے چھوٹا قصر اس تمام دُنیا سے بہت بڑا ہو گا۔ اور اسمیں کی ہر سوئی (یعنی ہر چھوٹی سے چھوٹی چیز) دینا اور کچھ دُنیا میں ہے۔ سب سے بہتر ہے۔

ایضاً حضرت امام حسن عسکریؑ نے سورہ رحمٰن کی تفسیر میں فرمایا کہ رحمٰن مشتق ہے رحمت سے بعض نسخوں میں ہے کہ رحم سے مشتق ہے اور حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ جناب رسول خداؐ سے میں نے سُنا کہ آپ نے فرمایا کہ خداوند عالم فرماتا ہے کہ میں ہوں رحمٰن اور اپنے لئے ایک نام اپنے ناموں میں سے اشتقاق کیا اور اسکا نام رحم رکھا جو شخص میرے رحم سے وصل کرتا ہے میں اس کو اپنی رحمت سے وصل کرتا ہوں اور جو شخص میرے رحم کو قطع کرتا ہے میں اس سے اپنی رحمت منقطع کر دیتا ہوں اس کے بعد امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے ایک صحابی سے پوچھا کہ تم جانتے ہو کہ یہ کون سا رحم ہے۔ اس نے جواب دیا کہ حق تعالیٰ نے ہر قوم کو ترغیب دی ہے کہ اپنے عزیزوں کے ساتھ صلۂ رحم کریں۔ حضرت نے فرمایا کیا ترغیب دی ہے کہ اپنے کافر عزیزوں کے ساتھ صلہ رحم کریں اور اس کی تعظیم کریں جسنے اس (یعنی خدا) کو حقیر سمجھا ہے کہا نہیں لیکن ان لوگوں نے اپنے مومن عزیزوں کے ساتھ صلۂ رحم کی ترغیب دی ہے۔ حضرت نے فرمایا کیا صلۂ رحم ان پر واجب قرار دیا ہے۔ اس لئے کہ ان کا نسب ان کے باپ ماں سے متصل ہوتا

ہے کہا ہاں اے رسول خدا کے بھائی حضرت نے فرمایا تو معلوم ہوا کہ صلۂ رحم میں مادر و پدر کے حقوق کی رعایت کرتے ہیں اس نے کہا ہاں اے برادر رسول خداؐ۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ اُن کے باپ ماں نے دُنیا میں دُنیا کی تکلیفوں اور برائیوں سے ان کی حفاظت کی ہے اور یہ چند نعمتیں ہیں زائل ہونے والی اور چند تکلیفیں ختم ہو جانے والی اور جناب رسول خدا ہمیشہ کی نعمتوں کی جانب سے جارہے ہیں جو کبھی ختم نہ ہوں گی تو ان دونوں میں کون سی نعمت عظیم تر ہے اس نے کہا رسول صلعم کی نعمت بہت بڑی اور عظیم تر ہے تو حضرت نے فرمایا کہ کیونکر جائز ہے کہ آنحضرتؐ اس کے حق کے ادا کرنے کی ترغیب دیں جس کے حق کو خدا نے حقیر شمار کیا ہو اور ترغیب نہ دیں اس کے حق کے ادا کرنے کی جس کے حق کو خدا نے بزرگ اور برتر قرار دیا ہے اس نے کہا یہ تو جائز نہیں ہے تب حضرت نے فرمایا کہ حق رسول خدا عظیم تر ہے باپ ماں کے حق سے اور ان کے قرابتداروں کا حق رحم عظیم تر ہے باپ ماں کے حق سے لہٰذا رسول خدا کا رحم زیادہ بلند ہے ادا کرنے کے لئے اور بہت سخت ہے قطع کرنے میں لہٰذا عذاب اور کُل عذاب اُس شخص کے لئے ہے جو اس کو قطع کرے اور جہنم اور عظیم عذاب ہے اُس کے لئے جو اس کی حرمت کی تعظیم قطع کرے شاید تم کو نہیں معلوم کہ جناب رسول خداؐ کی حرمت خدا کی حرمت ہے اور خدا کا حق عظیم تر ہے اس کے علاوہ تمام منعموں سے کیونکہ ہر منعم جو اُس کا غیر ہے نعمت نہیں دیتا مگر اُسی کی توفیق سے اور خداوند عالم نے جناب موسیٰ علیہ السلام سے خطاب فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ تم پر میری رحمت کس قدر ہے۔ جناب موسیٰؑ نے عرض کی کہ تیری رحمت مجھ پر میری ماں کی محبت کی طرح ہے حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ تمہاری ماں نے تم پر رحم نہیں کیا ہے مگر میری رحمت کی زیادتی کے سبب سے کیونکہ میں نے اس کو تم پر مہربان کیا تھا اور میں نے اس کو ایسا بنایا تھا کہ وہ اپنی میٹھی نیند تم پر قربان کرتی تھی تاکہ تمہاری پرورش ہو۔ اگر میں ایسا نہ کرتا تو وہ اور دوسرے لوگ تمہارے لئے یکساں ہوتے۔ اے موسیٰؑ کیا تم جانتے ہو کہ میرا کوئی بندہ اس قدر گناہ کئے ہوتا ہے جو تمام آسمانوں کے کناروں تک کو گھیر لیتا ہے اور میں اس کے گناہ بخش دیتا ہوں اور پروا نہیں کرتا موسیٰ نے عرض کی پالنے والے تو کیوں پرواہ نہیں کرتا ارشاد ہوا کہ ایک نیک عادت

کے سبب سے جس کو میں دوست رکھتا ہوں اور وہ خصلت وہ ہے کہ وہ اپنے برادران مومن کو دوست رکھتا ہے اور ان کے حالات کو معلوم رکھتا ہے اور ان کو اپنے ذات کے برابر قرار دیتا ہے اور اُن سے غرور نہیں کرتا جب وہ ایسا کرتا ہے تو میں اس کے گناہوں کو بخش دیتا ہوں اور پرواہ نہیں کرتا اے موسیٰؑ فخر کرنا میری چادر ہے اور (دوسروں کا) غرور کرنا میرے آزار کا سبب ہے اور جو شخص ان دونوں صفتوں میں مجھ سے مقابلہ کرتا ہے اس کو میں اپنے آتش غضب سے معذب کرتا ہوں۔ اے موسیٰؑ منجملہ میری تعظیم کے یہ ہے کہ میں نے دُنیائے فانی کی دولت اس کو دی ہے تو وہ میرے بندۂ مومن کو عزیز رکھے تاکہ اس کا ہاتھ دُنیا کے مالوں سے کوتاہ رہے اور اگر وہ اس مومن سے تکبر کرتا ہے تو گویا اس نے میری عظمت وجلالت کو سبک قرار دیا اس کے بعد امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ رحم جس کو خدا نے رحمٰن سے مشتق کیا ہے وہ رحم محمدؐ ہے اور خدا کی عظمت کا جاننا محمدؐ کی عظمت کا جاننا ہے اور محمدؐ کو عظیم جاننا آپ کے رشتہ داروں اور عزیزوں کو عظیم جاننے سے ہے بیشک ہمارے شیعوں میں سے ہر مرد مومن اور زن مومنہ محمدؐ کے رحم میں سے ہے اور ان کی تعظیم محمدؐ کی تعظیم ہے لہٰذا اس پر افسوس ہے جو رحم محمدؐ کی کچھ بھی ہتک کرے اور خوشحال اس کا جو حرمت محمدؐ کو عزیز رکھے اور آپ کے قرابتداروں کے ساتھ صلۂ رحم کرے۔

کافی اور تمام کتابوں میں بہت سی حدیثوں میں خداوند کریم کے اس ارشاد وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى۔ (پ۱۰ سورہ انفال آیت ۴۱) کی تفسیر میں منقول ہے کہ ذی القربیٰ سے مراد آئمہ معصومینؑ ہیں کہ مال خمس کا نصف امام وقت کا حصہ ہے اور نصف سادات کے یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کا حق ہے۔

ایضاً بہت سی حدیثوں میں آیہ انفال مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ (پ۲۸ سورہ الحشر آیت ۷) کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ ذوی القربیٰ سے مراد آئمہ معصومین ہیں۔

ایضاً۔ اخبار کثیر میں وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ (پ۲۱

سورہ الاحزاب آیت ۶) اولوالارحام اور اعزا اُن میں سے بعض کتاب خدا میں بعض سے زیادہ مستحق ہیں۔ کے بارے میں روایت ہے کہ یہ آیت حضرت امام حسینؑ کے فرزندوں کی شان میں نازل ہوئی ہے اور ان کی امامت و امارت و خلافت کے بارے میں ہے کہ یہ عہدہ فرزند کو پہونچتا ہے بھائی یا چچا کو نہیں پہنچتا اور بعض روایتوں میں وارد ہوا ہے کہ اس سے یہ مراد ہے کہ پیغمبر کے قرابتدار اور اعزا دوسروں کی بہ نسبت کے زیادہ حقدار ہیں۔

تفسیر علی بن ابراہیم اور عیاشی میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر میں اِنَّ الَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ یُّوْصَلَ یعنی وہ لوگ جو اس چیز کو وصل کرتے ہیں جس کے وصل کرنے کا خدا نے حکم دیا ہے۔ روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا آلِ محمدؐ کا رحم عرش الٰہی سے لپٹا ہوا ہے اور کہتا ہے کہ اے خدا وصل کر اس سے جو شخص مجھے وصل کرے اور قطع کر اس سے جو مجھے قطع کرے اور یہ آیت دوسرے قرابتداروں میں جاری ہے۔

معانی الاخبار میں روایت کی ہے کہ آلِ محمدؐ میں سے آئمہ علیہم السلام کا رحم اور مومنوں کے رحم بھی قیامت کے روز عرش کو پکڑ کر کہیں گے کہ خداوندا اپنی رحمت اس سے وصل کر جس نے ہم کو وصل کیا ہو اور اپنی رحمت کو قطع کر اس شخص سے جس نے ہم کو قطع کیا ہو اس وقت خدا فرمائے گا کہ میں رحمٰن ہوں اور تو رحم ہے میں نے تیرا نام اپنے نام سے مشتق کیا ہے۔ جس نے تجھ کو وصل کیا ہوگا میں اپنی رحمت اُس سے وصل کروں گا۔ اور جس نے تجھ کو قطع کیا ہوگا میں اپنی رحمت اُس سے قطع کروں گا۔ اس سبب سے جناب رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ رحم ایک رشتہ ہے جو خدا اور بندوں کے درمیان قائم ہے اور عیاشی نے اس آیت کی تاویل میں حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ اس آیت میں صلۂ رحم داخل ہے اور اسکی انتہائی تاویل ہم اہلبیت کے بارے میں تیرا صلہ و احسان ہے۔

ابن شہر آشوب نے اس آیت وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ کی تفسیر میں حضرت امام محمدؐ باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ارحام سے مراد قرابت داران پیغمبرؐ ہیں اور ان کے سردار اور بزرگ امیرالمومنینؑ ہیں خدا نے ان کی

مودت کا حکم فرمایا ہے تو لوگوں نے اس حکم کی مخالفت کی جس پر مامور ہوئے تھے۔ اور تفسیر فرات میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ یہ آیت جناب رسول خدا اور ان کے قرابتداروں کی شان میں نازل ہوئی ہے کیونکہ ہر سبب اور نسب قیامت کے دن منقطع ہو جائے گا سوائے اس کے جس کا سبب اور نسب آنحضرتؐ تک منتہی ہوتا ہے۔[۱]

عیاشی نے اس آیت إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ (پ۱۴ سورہ النحل آیت ۹۰) کی تفسیر میں امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ خدا انصاف کا حکم دیتا ہے یعنی عقاید میں افراط و تفریط کے درمیان درجۂ اوسط مثل جبر و تفویض کے درمیان امر بین الامرین (اوسط و معاملات کے وسط میں)۔ اور احسان کا حکم دیا ہے جس سے مراد عبادات میں خلوص یا بندوں کے ساتھ نیکی اور اپنے قرابتداروں کے ساتھ نیکی یعنی اپنے رشتہ داروں کو وہ چیز دینا جس کی ان کو ضرورت ہو اور بُری باتوں سے منع کرتا ہے یعنی خواہشات نفسانی کی پیروی کی زیادتی سے اور منکر یعنی قوت غضبی کی متابعت میں افراط سے اور بغی سے یعنی خلق خدا پر جبر و تشدد اور غلبہ کرنے سے۔ یہ معنی مفسرین کے ظاہر الفاظ کے مطابق ہیں۔ حضرت نے فرمایا عدل محمدؐ ہیں جنھوں نے عدالت کی بنیاد قائم کی اور احسان علی بن ابی طالب ہیں جنھوں نے شریعتوں اور عبادتوں کو خلائق پر تمام کیا اور فرمایا کہ ایتائے ذی القربیٰ سے ہماری قرابت ہے جس کے ذریعہ سے خدا نے بندوں کو ہماری مودت کا اور ہمارے حقوق ادا کرنے کا حکم دیا ہے اور ان کو فحشا اور منکر اور بغی سے منع کیا ہے یعنی اہلبیت کے ساتھ بغاوت کرنے یعنی ان کے سوا دوسرے کی طرف لوگوں کو رغبت دینے سے منع کیا ہے۔

محمد بن العیاش وغیرہ نے بسند ہائے معتبر روایت کی ہے کہ جبریل رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئے اور عرض کی کہ آپ کے ایک فرزند پیدا ہو گا۔ اس کو اشقیا آپ کے بعد شہید کریں گے حضرتؐ نے فرمایا مجھے ایسے فرزند کی ضرورت نہیں ہے جبرئیل نے کہا کہ اس سے ائمہ پیدا ہوں گے اور دوسری روایت کے مطابق حضرتؐ کا جواب سن کر آسمان پر چلے گئے پھر واپس آئے اور کہا کہ آپ کا پروردگار

[۱] مؤلف فرماتے ہیں کہ اکثر قاریوں نے وَالْأَرْحَامَ فتحہ (زبر) کے ساتھ پڑھا ہے اور حمزہ نے جو سات قاریوں میں ایک قاری ہے والارحامِ کسرہ (زیر) کے ساتھ پڑھا ہے لیکن ان دونوں حدیثوں کی بنا قرأت اوّل پر ہے یعنی رحم قطع کرنے سے پرہیز کرو۔

آپ کو سلام کہتا ہے اور آپ کو خوشخبری دیتا ہے کہ اسی کی ذریت میں امامت اور ولایت اور وصیت کو قرار دیا ہے حضرت نے عرض کی میں راضی ہوں۔ اُسکے بعد جناب رسالتمآبؐ حضرت فاطمہ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ ایک لڑکا تم سے پیدا ہوگا۔ جس کو میری اُمت میرے بعد قتل کرے گی حضرت فاطمہؑ نے کہا کہ مجھے ایسے فرزند کی ضرورت نہیں ہے۔ حضرت نے تین بار یہ خوشخبری دی اور ہر مرتبہ یہی جواب سُنا۔ آخر میں فرمایا کہ ائمہ اور اوصیاء اس سے پیدا ہوں گے تب جناب سیدہ نے کہا میں راضی ہوں۔ اس کے بعد امام حسینؑ سے حاملہ ہوئیں تو خدا نے شر شیطان سے اس کی حفاظت کی جو ان کے بطن مطہر میں تھا۔ چھ مہینے کے بعد امام حسینؑ پیدا ہوئے اور کسی نے سنا بھی نہیں کہ چھ ماہ کے حمل کا بچہ پیدا ہو کر زندہ رہا ہو سوائے امام حسینؑ اور حضرت یحیٰی علیہما السلام کے۔ جب امام حسینؑ پیدا ہوئے تو جناب رسولؐ خدا نے اپنی زبان مبارک ان کے دہن اقدس میں دیدی وہ چوسنے لگے اور دودھ اور شہد آپ کو اس سے حاصل ہوتا تھا۔

امام حسین نے کسی عورت کا دودھ نہیں پیا۔ آپ کا خون اور گوشت حضرت رسولؐ کے آب دہن سے روئیدہ ہوا اسی کا اشارہ خدا کے اس قول وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا (پ ۲۶ سورہ الاحقاف آیت ۱۵) یعنی ہم نے انسان کو وصیت کی کہ اپنے باپ ماں کے ساتھ نیکی کرے جس کی ماں نے کراہت کے ساتھ اس کو پیٹ میں رکھا اور کراہت سے جنا اور اس کے حمل سے دودھ بڑھائی تک تیس مہینے گذرے۔ یہ آیت حضرت امام حسین علیہ السلام کے مناسب حال چند وجہوں سے ہے اوّل یہ کہ حمل اور وضع حمل کا کراہت کے ساتھ ہونا خبر شہادت کے اعتبار سے انہی حضرت سے مخصوص ہے۔ دوسرے یہ کہ حمل اور دودھ بڑھائی کی مدت کا تیس ماہ ہونا۔ اس لئے کہ دوسری آیت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ دودھ پلانے کی مدت دو سال ہے۔ لہٰذا یہ امر اشارہ ہے اس طرف کہ آپ کی مدت حمل چھ مہینے تھی اور یہ معلوم ہو چکا ہے کہ اس امت میں یہ امر آپ ہی کے لئے مخصوص ہے تیسرے یہ کہ اس کے بعد خداوند عالم فرماتا ہے۔ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً قَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ (آیت مذکورہ بالا) یہاں تک کہ وہ

حد بلوغ کو پہنچا اور چالیس سال کا ہوا تو کہا خداوندا مجھ کو الہام کر اور توفیق دے کہ میں تیری ان نعمتوں کا شکرادا کروں جو تُو نے مجھ اور میرے باپ ماں کو عطا فرمائی ہیں اور یہ کہ میں ایسا عمل کروں جسے تو پسند کرے۔ اور یہ سب انہی حضرت کے مناسب حال ہے کیونکہ حضرت کی امامت چالیس سال کی عمر میں تھی اور اس کے بعد فرمایا ہے وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ یعنی میرے لئے میری بعض ذریّت کی اصلاح فرما یعنی ان میں سے اور یہ بھی انہی حضرت کے حال کے مطابق ہے کہ دُعا اپنی ذریّت میں سے اماموں کے لئے کرتے ہیں۔ لہٰذا دُعا اُن میں سے بعض کے لئے کی کیونکہ ایسا نہیں ہو سکتا تھا کہ سب کے سب امام ہوں چنانچہ حضرت صادقؑ فرماتے ہیں کہ اگر اَصْلِحْ ذُرِّیَّتِیْ فرماتا تو بیشک تمام ذریّت امام ہوتی۔

اور آیہ وَاٰتِ ذَاالْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَالْمِسْکِیْنَ رپ۱۵ سورہ بنی اسرائیل آیت ۲۶ کی تفسیر میں عامہ وخاصہ کے طریقہ سے بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں کہ ذاالقربٰی سے مراد جناب فاطمہؑ ہیں اور حق سے مراد فدک ہے اور اس آیت کے نازل ہونے کے بعد جناب رسولخدا نے فاطمہؑ کو طلب فرمایا اور فدک اُن کے حوالے کر دیا اور ان حدیثوں میں سے ہر ایک کے ذکر کے دوسرے مقامات ہیں جو انشاء اللہ اپنے مقامات پر بیان کی جائیں گی۔

آٹھویں فصل

اس بیان میں کہ قرآن میں امانت سے مراد امامت ہے اور اس میں دو آیتیں ہیں۔

پہلی آیت:۔ خدا فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤی اَهْلِهَا ۙ وَاِذَا حَکَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا یَعِظُکُمْ بِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ کَانَ سَمِیْعًا بَصِیْرًا (پ۵ سورہ النساء آیت ۵۸) بے شک خدا تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو ان کے مالکوں کو ادا کر دو اور لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو بیشک خدا تم کو جس کی نصیحت کرتا ہے وہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ اور بیشک خدا سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔ اس آیت کی شان نزول میں مفسروں کے درمیان اختلاف ہے اور ان میں چند اقوال ہیں۔ اوّل یہ کہ یہ شخص کے بارے میں ہے جس کو لوگ کوئی امانت سپرد کریں۔ اور خدا کی امانتیں اس کے اوامر و نواہی ہیں اور بندوں کی امانتیں وہ چیزیں ہیں

ہیں مثل مال وغیرہ کے جس پر ان میں سے بعض کو بعض لوگ امین قرار دیں جیسا کہ متعدد روایتوں میں حضرت امام محمد باقر اور حضرت صادق علیہما السلام سے منقول ہے حتی کہ بعض روایتوں میں وارد ہوا ہے کہ اگر امیرالمومنینؑ کا قاتل وہ تلوار جس سے اس نے ان حضرت کو شہید کیا، اگر مجھے سپرد کرے تو ضرور اس کو واپس کر دونگا۔ دوسرے خلفاء اور والیان امر کے بارے میں ہے شیخ طبرسیؒ نے کہا ہے کہ خدا نے ان کو حکم دیا ہے کہ رعایا کے درمیان حق کے ساتھ قیام کریں اور ان کو احکام دین و شریعت پر قائم رکھیں اور اس کو ہمارے اصحاب نے امام محمد باقر و امام جعفر صادق علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ ان حضرات نے فرمایا کہ خدا نے ہر امام کو حکم دیا ہے کہ اپنے بعد کے امام کو امامت سپرد کریں اور اس قول کا موئد یہ ہے کہ خدا نے رعایا کو والیان امر کی اطاعت کا حکم دیا ہے اور اماموں لے فرمایا ہے کہ وہ آیتیں ہیں ایک ہمارے لئے اور ایک تمہارے واسطے۔ ایک تو مذکورہ آیت ہے اور دوسری يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ طبرسیؒ کہتے ہیں کہ یہ قول بھی قول اول میں داخل ہے کیونکہ یہ بھی اُن چند چیزوں میں سے ہے جن پر خدا نے آئمہ صادقین کو امین قرار دیا ہے۔ اسی طرح امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ اور حج کا ادا کرنا بھی امانتوں میں سے ہے۔ اور ان باتوں میں سے ہیں نیز غنیمت اور صدقات کا تقسیم کرنا اور ان کے علاوہ وہ تمام چیزیں جو رعایا کے حق سے تعلق رکھتی ہیں اور خدا نے ان کا حکم والیان امر کو دیا ہے۔ تیسرے یہ کہ رسول خدا سے خطاب ہے کہ عثمان بن طلحہ کو کعبہ کی کنجی واپس کر دیں جسے فتح مکہ کے موقع پر اس سے لی تھی اور عباسؓ کو دینا چاہا تھا۔ بصائر الدرجات میں بسند موثق امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ یہ آیت ہماری شان میں نازل ہوئی ہے اور ہم خدا سے مدد طلب کرتے ہیں۔ پھر صحیح سندوں کے ساتھ انہی حضرت سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے۔ کہ فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ امام کو لازم ہے کہ امامت اپنے بعد کے امام کو سپرد کرے اور نہ چاہیئے کہ اس سے واپس لے کر دوسرے کے حوالے کرے اور بسند صحیح دوسری روایت ہے کہ اس سے مراد ہم آئمہ ہیں لازم ہے کہ ہم میں سے سابق امام اپنے بعد کے امام کو وہ کتابیں

جو اس کے پاس ہیں اور رسول خدا کے اسلحے سپرد کرے وَ اِذَا حَکَمۡتُمۡ بَیۡنَ النَّاسِ اَنۡ تَحۡکُمُوۡا بِالۡعَدۡلِ یعنی جس وقت تم (عہدہ امامت پر مامور ہو کر) ظاہر ہو تو ان احکام عدل کے مطابق فیصلہ کرو جو تمہارے پاس ہیں۔ اور بسند صحیح حضرت صادق علیہ السلام سے اس آیت اِنَّ اللّٰہَ یَاۡمُرُکُمۡ اَنۡ تُؤَدُّوا الۡاَمٰنٰتِ اِلٰۤی اَہۡلِہَا۔ کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اس سے مراد امام کی جانب امامت و وصیت کی ادائیگی ہے۔ بسند معتبر روایت کی ہے کہ حضرت امام محمد باقرؑ نے مالک جہنی سے سوال کیا کہ یہ آیت کس کے بارے میں نازل ہوئی ہے اس نے کہا لوگ کہتے ہیں کہ کہ تمام لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے تو حضرت نے فرمایا کہ پھر سب لوگ لوگوں کے درمیان حکم کر سکتے ہیں کیونکہ اس آیت میں خطاب وَاِذَا حَکَمۡتُمۡ تمام جماعت سے ہو رہا ہے۔ (ایسا نہیں ہے بلکہ) تم کو معلوم ہونا چاہیے یہ ہماری شان میں نازل ہوئی ہے۔

بسند موثق مثل صحیح کے حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ امام کو تین خصلتوں سے پہچانا جا سکتا ہے۔ اوّل یہ کہ نسب کے اعتبار سے تمام انسانوں سے اولیٰ و بہتر ہو۔ اس امام کی طرح جو اس سے پہلے رہا ہو۔ دوسرے یہ کہ رسول خدا کا اسلحہ جو ذوالفقار ہے اس کے پاس ہو۔ تیسرے یہ کہ امام سابق نے اس کو وصی قرار دیا ہو اسی کے بارے میں خدا نے فرمایا ہے اِنَّ اللّٰہَ یَاۡمُرُکُمۡ اَنۡ تُؤَدُّوا الۡاَمٰنٰتِ الخ اور فرمایا کہ سلاح ہمارے درمیان بنی اسرائیل کے تابوت کے مانند ہے اور امامت اور بادشاہی رسول خدا کی سلاح کے ساتھ ہے جس کے پاس حضرت کی سلاح ہے امامت اسی سے مخصوص ہے۔ جیسا کہ بنی اسرائیل کے درمیان تابوت تھا کہ جس کے پاس وہ تابوت پہنچتا تھا وہیں بادشاہی ہوتی تھی۔

امام کی شناخت ان تین صفتوں سے ہے

معانی الاخبار میں امام موسیٰ کاظمؑ سے روایت کی ہے کہ لوگوں نے اس آیت کی تفسیر دریافت کی حضرت نے فرمایا کہ یہ خطاب ہم سے ہے اور بس۔ خدا نے ہم میں سے ہر امام کو حکم دیا ہے کہ امامت اپنے بعد کے امام کو سپرد کریں اور اس کو اپنا وصی قرار دیں پھر یہ آیت لوگوں کی تمام امانتوں میں جاری ہوئی۔ میرے پدر بزرگوار نے اپنے پدر جناب علی بن الحسین علیہ السلام سے سنا کہ ان حضرت نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ تم پر ادائے امانت اسی طرح لازم ہے اس طرح کہ اگر میرے پدر امام حسین علیہ السلام کا قاتل اُس تلوار کو میرے پاس امانت رکھتا جس

سے اس نے میرے پدر کو شہید کیا تھا۔ اس کے طلب کرنے پر میں بلا تامل اس کو واپس کر دیتا۔

نعمانی نے بسند صحیح حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ یہ آیت ہماری شان میں نازل ہوئی ہے خدا نے ہم میں سے ہر امام کو حکم دیا ہے کہ امامت اپنے بعد کے امام کو سپرد کرے اس پر لازم نہیں کہ کسی دوسرے کو دے کیا تم نے نہیں سُنا ہے کہ خدا اس کے بعد فرماتا ہے وَ اِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ جس سے معلوم ہوا کہ خطاب احکام کے بارے میں ہے۔ اور فرات نے شعبی سے تفسیر میں روایت کی ہے اس نے اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ الخ کی تفسیر میں کہا کہ میں کہتا ہوں اور کسی غیر خدا سے نہیں ڈرتا خدا کی قسم اس سے ولایت علی بن ابیطالب مراد ہے۔

دوسری آیت۔ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ الْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَ اَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا۔ (پ۲۲ سورہ احزاب آیت ۷۲) اس آیت کی تاویل میں بہت سے اقوال ہیں۔ **اوّل** یہ کہ سابقہ آیت کی طرف اشارہ ہے اور وہ یہ ہے وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا۔ (پ۲۲ سورہ احزاب آیت ۷۱) اور اطاعت خدا و رسول کا امانت نام رکھا ہے اس لئے کہ اس کا ادا کرنا واجب ہے اور مراد یہ ہے کہ اطاعت کی بلندی شان اس حد پر ہے کہ اگر بڑے بڑے جسموں پر مثل پہاڑوں کے پیش کریں اور وہ شعور والے ہوں تو اس کے اٹھانے سے انکار کر دیں گے اور ڈریں گے اور انسان نے باوجود اس اعضا کی کمزوری اور طاقت کی کمی کے اس کو اٹھا لیا۔ لہٰذا اس کا ثواب دُنیا اور آخرت میں بہت زیادہ ہے بیشک وہ اپنی ذات پر ظلم کرنے والا ہے کہ جیسا کہ اس کی رعایت کا حق ادا کرنا چاہیے اس نے نہیں ادا کیا اور انجام سے ناواقف اور بے خبر تھا اور یہ صفت نوع انسانی سے اس کے افراد کی کثرت اور زیادتی کے اعتبار سے متعلق ہے۔ **دوسرے** یہ کہ امانت سے مراد اطاعت ہے عام اس سے کہ طبعی ہو یا اختیاری اور عرض یعنی پیش کرنے سے اس کا طلب کرنا مراد ہے عام اس سے کہ صاحب اختیار سے طلب کریں یا غیر مختار سے اس کے صدور کا ارادہ کریں اور حمل سے مراد امانت میں خیانت ہے اور اس کے ادا کرنے سے باز رہنا ہے۔ جیسا کہ حامل امانت اسکو کہتے ہیں جو اسمیں خیانت کرے اور امانت اسکے ذمہ باقی رہے اور انکار کرنے سے جس قدر ممکن ہو سکے۔ اس کا بھی ادا نہ کرنا مراد ہے اور ظلم و

جہالت سے خیانت اور تقصیر کرنا مراد ہے۔ تیسرے جب خلاق عالم نے ان
اجرام کو خلق فرمایا ان میں عقل و شعور بھی پیدا کیا اور فرمایا کہ میں ایک فریضہ واجب قرار
دیتا ہوں اور میں نے بہشت خلق کیا ہے اس کے لئے جو اطاعت کرے گا اور جہنم
کی آگ پیدا کی ہے اس کے لئے جو میری معصیت کرے گا ان سب نے کہا ہم اس
کے مسخر و تابع فرمان ہیں جس چیز کے لئے تو نے ہم کو پیدا کیا ہے اور ہم فریضہ کی ادائیگی کی
طاقت نہیں رکھتے اور ثواب و عذاب کچھ نہیں چاہتے۔ پھر جب آدمؑ کو خلق فرمایا تو یہی
باتیں ان سے کہیں تو آدم نے قبول کر لیا اور وہ اپنی ذات پر ظلم کرنے والے تھے
کہ اس پر ایسا بوجھ ڈال دیا جس کا اٹھانا اس پر دشوار تھا اور اس کے انجام کی خرابی
سے ناواقف و نابلد تھے۔ چوتھے یہ کہ امانت سے مراد عقل ہے تکلیف کے ساتھ
اور ان پر پیش کرنے سے مراد اُس امر کے لئے ان کے استعداد و صلاحیت کی رعایت
ہے اور ان کے انکار سے مراد انکار طبیعی ہے یعنی عدم لیاقت و استعداد اور
انسان کے حمل سے مراد اس کی قابلیت رکھنا ہے اور ظلوم و جہول ہونے سے مطلب
ہے شہوانی اور غضبی قوتوں کا اُس پر غلبہ ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ امانت محبت
سے کنایہ ہے اور حضرات صوفیہ نے دوسری وجہیں بیان کی ہیں اور اس کی تاویلیں
جو حدیثوں میں وارد ہوئی ہیں چند یہ ہیں۔ کافی وغیرہ میں حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ
امانت سے مراد امیرالمومنینؑ کی ولایت ہے۔ اور عیون و معانی الاخبار میں روایت ہے
کہ امام رضا علیہ السلام سے لوگوں نے اسی آیت کی تفسیر دریافت کی حضرت نے فرمایا
کہ امانت سے مراد ولایت ہے جو بغیر حق کے اس کا دعوےٰ کرے وہ کافر ہے۔
اور معانی الاخبار میں بسند صحیح حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ امانت سے ولایت
مراد ہے اور انسان ابوالشرور و منافق ہے۔ (جس نے بغیر حق کے دعویٰ کیا) اور علی بن
ابراہیمؒ نے روایت کی ہے کہ امانت سے مراد امامت اور امر و نہی ہے اور اس کا امامت
سے مراد ہونے کی یہ دلیل ہے کہ خدا نے آئمہ اطہار سے خطاب فرمایا ہے ان اللہ
یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اھلھا لہٰذا مراد یہ ہے کہ امامت کو آسمانوں اور
زمینوں اور پہاڑوں پر پیش کیا ان سب نے انکار کیا اس سے کہ اس کا ناحق دعویٰ
کریں یا اس کو اس کے اہل سے ناحق غصب کریں اور اس کے اہل سے ڈرے اور

اس کو انسان نے اٹھا لیا (یعنی غصب کیا) اس لیئے کہ وہ ظالم اور جاہل تھا تاکہ خداوند عالم منافق مردوں اور منافقہ عورتوں اور مشرک مردوں اور مشترکہ عورتوں پر عذاب کرے اور مومن مردوں اور مومنہ عورتوں کی توبہ قبول کرے اور خدا بخشنے والا اور مہربان ہے

یہ ترجمہ اس کے بعد والی آیت کا ہے۔ اور بصائر اور کافی میں بسند ہائے معتبر حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ امانت سے مراد ولایت امیرالمومنین علی بن ابیطالب ہے۔ نیز بصائر میں حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ امانت کا مطلب ولایت ہے (آسمان اور زمین و پہاڑوں نے) انکار کیا اس سے کہ اس کو اٹھائیں اور اس کے اٹھانے میں کافر ہوں۔ اور جس انسان نے ناحق اس کو اٹھا لیا وہ وہی مشہور منافق تھا اور ابن شہر آشوب نے مناقب میں مقاتل سے روایت کی ہے کہ محمد بن حنفیہ نے حضرت علیؑ سے سُنا کہ آپ نے اس آیت اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ کی تفسیر میں فرمایا کہ حضرت احدیت عز اسمہ نے میری امامت ساتوں آسمانوں پر ثواب و عقاب کے ساتھ پیش کی جواب دیا کہ خداوندا ثواب و عذاب کی شرط کے ساتھ ہم نہیں قبول کرتے لیکن بغیر ثواب و عذاب کے اٹھانے کو تیار ہیں۔ پھر میری امانت اور ولایت کو پرندوں پر پیش کیا تو سب سے پہلے جو پرندے ایمان لائے وہ باز سفید و قبرہ تھے اور سب پہلے جن طائروں نے انکار کیا وہ اُلو اور عنقا تھے۔ لہٰذا اُلو دن کے وقت ظاہر نہیں ہو سکتا اُس بغض کے سبب سے جو تمام پرندے اُس سے رکھتے ہیں اور عنقا دریاؤں میں چھپ گیا کہ کوئی اس کو نہیں دیکھتا۔ اور بیشک میری امامت خدا نے زمینوں پر پیش کی تو جو خطے میری ولایت پر ایمان لائے ان کو خدا نے طیب و طاہر قرار دیا اور ان میں سبزے اور ان کے پھل شیریں و لذیذ قرار دیا اور اُن کے پانی کو صاف اور شیریں بنایا اور جن زمین کے ٹکڑوں نے میری امامت و ولایت سے انکار کیا ان کو شورزار بنا دیا اور ان کے پھلوں کو تلخ و بدمزہ بنا دیا اور اُس کے پانی کو کھاری کر دیا اس کے بعد فرمایا حَمَلَهَا الْاِنْسَانُ یعنی اے محمد تمہاری اُمت نے ولایت امیرالمومنین اور انکی امامت کو ان تمام ثواب و عقاب کیساتھ جو انمیں ہے اٹھا لیا بیشک انسان اپنی ذات پر بہت ظلم کرنیوالا اور اپنے پروردگار کے امر سے ناواقف تھا یعنی جس نے حق ولایت کو اسکے مقتضا کے مطابق ادا نہیں کیا ظالم اور اپنے نفس پر زیادتی کرنیوالا تھا۔ بصائر میں حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ ہماری ولایت کو آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں

اور شہروں پر پیش کیا مگر انہوں نے مثل اہل کوفہ کے قبول نہ کیا۔

تفسیر فرات میں حضرت فاطمہؑ زہرا سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ جب مجھے شب معراج میں آسمان پر لے گئے اور میں سدرۃ المنتہیٰ سے گذرا اور قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی کے درجہ تک پہنچا اور خدا کو ان ظاہری آنکھوں سے نہیں بلکہ دل کی آنکھوں سے دیکھا تو اذان و اقامت کی آواز سُنی اور ایک منادی کو یہ ندا کرتے ہوئے سُنا کہ اے میرے ملائکہ اور میرے آسمانوں اور زمینوں کے رہنے والو اور میرے حاملانِ عرش تم سب گواہی دو کہ مَیں خدائے یگانہ ہوں اور میرا کوئی شریک نہیں ہے۔ سب نے کہا ہم نے گواہی دی اور اقرار کیا۔ پھر آواز آئی کہ تم سب یہ بھی گواہی دو کہ محمدؐ میرا بندہ اور میرا رسول ہے کہا ہم نے گواہی دی اور اقرار کیا امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں کہ جس وقت ابن عباس اس حدیث کو ذکر کرتے تھے کہتے تھے کہ یہ وہی امانت ہے جس کا ذکر خدا نے قرآن میں بایں الفاظ فرمایا ہے اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ الخ خدا کی قسم (امانت میں) ان سب کو کچھ دینار و درہم اور نہ زمین کے خزانوں میں سے کوئی خزانہ سپرد کیا خدا نے آسمانوں، زمینوں، پہاڑوں کو قبل اس کے کہ آدم کو خلق کرے یہ وحی کی کہ مَیں محمدؐ کی ذریت کو خلیفہ قرار دیتا ہوں تو تم اس کے ساتھ کیا کرو گے جب وہ تم کو بلائیں تو تم قبول کرو اور دشمنوں کے مقابلہ میں ان کی اطاعت اور مدد کرو۔ یہ سُنکر آسمان، زمین اور پہاڑ سب اُس اطاعت سے ڈرے جس کا خدا نے ان کو حکم دیا تھا لیکن اولاد آدم نے قبول کر لیا۔ اور یہ تکلیف ان کے لئے مقرر کر دی گئی پھر امام باقرؑ نے فرمایا کہ اولاد آدم نے قبول کر تو لیا لیکن اس کو پورا نہیں کیا [1]

---

[1] مترجم فرماتے ہیں کہ ان احادیث اور ان کے مثل دوسری حدیثوں کی تاویلیں چند وجہوں کے ساتھ ہو سکتی ہیں۔

پہلی وجہ یہ کہ امانت سے مراد مطلق تکلیف ہو اور ولایت کی تخصیص اس اعتبار سے ہو کہ ولایت تمام تکلیفوں میں سب سے بڑی شرط ہے اور امامت میں اختلاف کا سبب ہے اور حضرت ابوبکر وغیرہ کی تخصیص اس اعتبار سے ہو سکتی ہے کہ ظاہراً ان لوگوں نے منافقانہ طور سے بیعت کی اور خود دوسروں سے پہلے بیعت توڑی اور دوسروں کی بیعت توڑنے کا سبب بھی ہوئے یعنی ان کی یہ بیعت کرنا اور امیر المومنین کی بیعت توڑنا دوسروں کے لئے بھی بیعت توڑنے کا باعث ہوا۔ لہٰذا حمل کرنے سے مراد ولایت (بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر)

نویں فصل

ان آیتوں کے بیان میں جو اہلبیت کی پیروی کے واجب ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِکَ خَیْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلًا ۝ (پ۵ آیت ۵۹ سورہ نسا)

پھر فرمایا ہے۔ وَلَوْ رَدُّوْہُ اِلَی الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓی اُولِی الْاَمْرِ مِنْھُمْ لَعَلِمَہُ الَّذِیْنَ یَسْتَنْۢبِطُوْنَہٗ مِنْھُمْ (پ۵ سورہ نسا آیت ۸۳)

پھر فرمایا ہے اَمْ یَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰی مَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ فَقَدْ اٰتَیْنَآ اٰلَ اِبْرٰھِیْمَ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَاٰتَیْنٰھُمْ مُّلْکًا عَظِیْمًا فَمِنْھُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِہٖ وَمِنْھُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْہُ وَکَفٰی بِجَھَنَّمَ سَعِیْرًا (پ۵ سورہ نساء آیت ۵۴)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کا قبول کرنا ہے اور اس کی تائید یہ کہ امانت سے مراد تکالیف ہیں اور حمل سے مراد اس کا قبول کرنا ہے جیسا کہ ابن شہر آشوب اور دوسرے محدثین نے روایت کی ہے کہ جب نماز کا وقت داخل ہوتا تھا تو امیرالمومنین کا جسم مبارک کانپنے لگتا تھا اور رنگ چہرۂ مبارک کا متغیر ہو جاتا تھا جب لوگ پوچھتے تھے کہ آپ کو یہ کیا ہوتا ہے تو فرماتے تھے کہ ادائے امانت کا وقت آپہنچا جس کو آسمانوں اور زمینوں پر پیش کیا اور ان سب نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور ڈرے لیکن انسان نے اس کو قبول کر لیا اور میں نہیں جانتا کہ یہ بار جس کو میں نے قبول کر لیا درست ادا کروں گا یا نہیں۔

دوسری وجہ یہ کہ الانسان کا الف اور لام عہد کا ہو اور اس سے مراد ابوبکر ہوں اور ولایت کسرہ کے ساتھ ہو جس کے معنی خلافت اور امارت ہوں اور عرض (پیش کرنے) سے یہ مراد ہو کہ اُن کو القا کیا کہ کیا یہ تم کو منظور ہے کہ ناحق امامت کا دعوے کرو اور خدا کی عقوبتوں کو برداشت کرو اور وہ اس عذاب سے ڈرے اور انکار کیا اور عذاب کا علم ہونے کے باوجود اس روتر اس بار کو اٹھا لیا۔

تیسری وجہ۔ ان دونوں وجہوں کی بنا پر حمل سے مراد خیانت ہو یعنی قوانائی کرنا جیسا کہ پہلے مذکور ہو چکا۔ لیکن دوسری وجہ زیادہ مناسب ہے۔

پہلی آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ اے وہ لوگو جو خدا ورسول پر ایمان لائے خدا کی اطاعت کرو اور رسول کی اور ان لوگوں کی اطاعت کرو جو تم میں صاحبان امر ہیں اور جن کا حکم تم پر جاری ہے تو اگر کسی معاملہ میں تم آپس میں نزاع کرو تو اس کو خدا اور رسول کے سامنے پیش کرو اگر تم لوگ (درحقیقت) خدا اور روز آخرت پر ایمان لائے ہو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور اس کا انجام زیادہ نیک ہے۔

دوسری آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ اگر یہ لوگ امن اور خوف کی خبر کو مشہور کرنے سے پہلے رسول اور اولی الامر کے سامنے پیش کر دیا کریں۔ اور روایت مطلقہ کے موافق امر کو رسول اور اولی الامر کی جانب جو ان میں ہیں پیش کریں تو بیشک وہ لوگ سمجھ لیں گے جو کہ استنباط کرتے اور اس کا علم اُس جماعت سے حاصل کرتے ہیں یا ظاہری روایتوں کے مطابق اولی الامر سے اخذ کرتے ہیں۔

جاننا چاہیئے کہ مفسروں نے اولی الامر کی تفسیر میں اختلاف کیا ہے۔ مفسران عامہ میں سے بعض نے کہا ہے کہ وہ اُمرا اور لشکر کے سردار اور بادشاہ لوگ ہیں۔ اور انہی میں سے بعض کا قول ہے کہ اولی الامر سے مراد امت کے علماء ہیں۔ اور علمائے امامیہ کا اس پر اتفاق ہے کہ اس سے مراد آئمہ آل محمد علیہم السلام ہیں ان روایتوں کی بناء پر جن کا ذکر کیا جائے گا اور یہ کہ اولی الامر اس کو کہتے ہیں جو امر میں اختیار رکھتا ہو اور چونکہ کسی قید سے مقید نہیں ہے اس سے تمام دین و دنیا کے معاملات میں اختیار مطلق رکھنے والا ہو اور وہ صرف امام ہو سکتا ہے یا کوئی شخص کسی ایک امر میں اختیار رکھتا ہو تو اس کی اطاعت اسی امر میں واجب ہو گی۔ اور جو شخص تمام امور میں اختیار مطلق رکھتا ہو گا وہی مطلق واجب الاطاعت ہو گا۔ اور وہی امام ہے۔

رسول اور اولی الامر کو ایک لفظ اطیعوا سے بیان کرنا یہ معنی رکھتا ہے کہ مرتبہ امامت مثل مرتبۂ نبوت کے ہے بلکہ جس طرح نبوت خدا کی جانب سے بواسطۂ ملک رسالت ہے اُسی طرح فی الحقیقت امامت بھی نبی کے واسطہ سے ایک نبوت ہے اسی سبب سے اولی الامر کی اطاعت نبی کی اطاعت کے مانند ہے اسی لئے رسول اور اولی الامر کے درمیان لفظ اطیعوا نہیں استعمال کیا اس کے برخلاف مرتبہ نبوت اگرچہ بہت بڑا مرتبہ ہے لیکن مرتبۂ الوہیت کے مانند نہیں ہے اسی کی طرف خدا اور رسول کے درمیان

لفظ اطیعوا سے اشارہ ہے۔
جب خود خداوند تعالیٰ نے اس جماعت کی اطاعت کو اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت سے متصل قرار دیا ہے تو بیشک ایک جماعت اُن (خدا و رسول) کی جانب سے مقرر کی ہوئی ہونی چاہیے جن کا امر اور حکم خدا اور رسول کا حکم ہوتا کہ ان کی اطاعت خدا و رسول کی اطاعت سے مقرون و متصل ہو ورنہ لازم آئے گا کہ تمام جابر و ظالم بادشاہوں کی اطاعت مثل بادشاہ روم وغیرہ کے اولی الامر کی اطاعت ہو جو مثل خدا و رسول کی اطاعت کے ہے اور اس قول کی قباحت اور شناعت کسی عاقل پر پوشیدہ نہیں ہے۔ جیسا کہ شیخ طبرسیؒ نے کہا ہے کہ جائز نہیں ہے خداوند حکیم ایسے شخص کی اطاعت مطلق قرار دے سوائے اس شخص کے جس کی اطاعت ثابت ہو اور وہ جانتا ہو کہ اُس کا باطن مثل ظاہر کے ہے اور مطمئن ہو کہ اُس سے کوئی غلطی یا فعل قبیح صادر نہیں ہوگا اور یہ اوصاف سوائے آئمہ معصومین کے علماء اور امراء کو حاصل نہیں ہیں اور حق تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے اس سے کہ اس کی اطاعت کا حکم دے جو اس کی نافرمانی کرتا ہو یا ایسی جماعت کی اطاعت کا حکم دے جس کے قول و فعل میں اختلاف ہو کیونکہ جماعت مختلف کی اطاعت محال ہے جس طرح محال ہے اُن کا اس بات پر اجتماع جس پر انہوں نے اختلاف کیا ہے اور منجملہ ان دلیلوں کے جو ہم نے بیان کئے ہیں یہ ہے کہ جناب اقدس الٰہی نے اپنے رسول کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے اس لئے کہ اولوالامر تمام خلائق سے بلند ہیں جس طرح رسول اولی الامر سے اور تمام خلق سے بلند ہیں اور یہ صفت آلِ محمد کے آئمہ میں ہے جن کی امامت اور عصمت ثابت ہو چکی ہے اور اُمت کا ان کی بلندی مرتبہ اور عدالت پر اجماع ہے فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ یعنی اگر تم اپنے دین کی کسی چیز میں اختلاف کرو فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ تو کتاب خدا اور سنت رسول کی جانب اس نزاع کو پیش کرو اور ہم گروہ شیعہ کہتے ہیں کہ رسول خدا کی وفات کے بعد آئمہ کی جانب رجوع کرو جو رسول کے قائم مقام ہیں ان کی طرف رجوع کرنا ایسا ہے۔ جیسے آنحضرتؐ کی حیات میں خود آنحضرتؐ کی جانب رجوع کرنا تھا۔ کیونکہ وہ آنحضرتؐ کی شریعت کے محافظ اور امت میں آپ کے خلیفہ ہیں۔ یہاں تک شیخ طبرسیؒ کا کلام تھا۔
آیت کے پہلے حصہ میں اولی الامر کا ذکر تھا لیکن آیت کے آخر میں قرائت مشہورہ کی بنا

پر ان کا ذکر نہیں کیا گیا۔ اور جو نکتہ طبرسی نے بیان کیا وہ مذکور ہوا۔ اور ہو سکتا ہے کہ ان میں یہ نکتہ ہو کہ جو اختلاف اولی الامر کی امامت کے بارے میں ہو اس کو بھی کتاب وسنّت کی جانب رجوع کرنا چاہیے۔ لہذا چاہیئے کہ امام خدا اور رسولؐ کی جانب سے منصوص ہو نہ کہ اس طریقہ سے جس کے مخالفین قائل ہیں کہ امامت کو اجماع پر منحصر سمجھتے ہیں اور امام کا مقرر کرنا امام کی جانب سے سمجھتے ہیں لیکن بعض حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ اہلبیت کی قرائت میں آخر میں بھی وَاِلیٰ اُولِی الْاَمْرِ تھا جیسا کہ علی بن ابراہیم نے کہا ہے کہ اولی الامر سے مراد امیرالمومنینؑ ہیں۔ الغرض بسند مثل صحیح کے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ یہ آیت اس طرح نازل ہوئی ہے فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَارْجِعُوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَاِلَی الرَّسُوْلِ وَاِلیٰ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ اور عیاشی نے بھی روایت کی ہے کہ حضرت امام محمد باقرؑ نے آیت کو اسی طرح تلاوت فرمائی ہے۔ اور کلینی نے بسند کالصحیح روایت کی ہے کہ حضرت امام محمد باقرؑ نے اس آیت کو اس طرح تلاوت فرمائی اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاِلیٰ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ پھر حضرت نے فرمایا کہ کیونکر اُن کی اطاعت کا حکم دے گا اور کس طرح اُن سے نزاع کی بھی اجازت دے گا۔ یہ خطاب اس جماعت سے فرمایا جو خدا اور رسول کی اطاعت پر مامور ہیں [۱]

عیاشی نے بسند دیگر روایت کی ہے کہ امام محمد باقرؑ نے آیت کو اس طرح پڑھا فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَارْجِعُوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَاِلَی الرَّسُوْلِ وَاِلَی الْاَمْرِ مِنْکُمْ (پ۵ سورہ نساء آیت ۵۹) اور عیون اخبار الرضا میں حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خداؐ نے حضرت علی و امام حسن و امام حسین علیہم السلام سے وصیت کی پھر خدا کے اس قول اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ اولی الامر سے علی و فاطمہ کی اولاد میں سے امام مراد ہیں جو قیامت تک ہوں گے۔ اور اکمال الدین میں یہی مضمون بسند صحیح حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت

---

[۱] مؤلف فرماتے ہیں۔ حضرت کی مراد یہ ہے کہ اگر آخر میں اولی الامر نہ ہو تو اس بات کی دلیل ہوگی کہ امت کو اُن سے نزاع کرنا جائز ہوگا اور یہ ان کی اطاعت کے حکم کے خلاف ہے جو آیت کی ابتدا میں ہے۱۲

کی ہے اور اعلام الوریٰ اور مناقب ابن شہر آشوب میں تفسیر جعفی سے روایت کی ہے کہ جابر انصاری کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسول خداؐ سے اسی آیت کے بارے میں دریافت کیا کہ ہم نے خدا اور رسولؐ کو تو پہچان لیا لیکن یہ اولی الامر کون لوگ ہیں حضرت نے فرمایا کہ اے جابر وہ میرے خلیفہ ہیں اور میرے بعد مسلمانوں کے امام ہیں۔ ان میں سب سے پہلے علی بن ابی طالبؑ ہیں پھر حسنؑ اس کے بعد حسینؑ پھر علی بن الحسینؑ پھر محمد بن علی جن کو توریت میں باقر کہا گیا ہے اے جابر تم ان سے ملاقات کروگے ان کو میرا اسلام پہونچا دینا۔ ان کے بعد جعفر بن محمد صادق پھر موسیٰ بن جعفر پھر علی بن موسیٰ پھر محمد بن علی پھر علی بن محمد پھر حسن بن علی علیہم السلام ان کا فرزند میرا ہمنام وہم کنیت ہوگا یہ سب زمین میں حجت خدا ہوں گے اور اس کے بندوں کے درمیان بقیۃ خلیفہائے خدا ہوں گے۔ اور حسن بن علی کا فرزند وہ ہے کہ مشرق و مغرب زمین کو خدا اُس کے ہاتھ پر فتح کرے گا وہ وہ ہوگا جو اپنے شیعوں کی نظروں سے غائب ہوگا جو غائب ہونے کا حق ہے۔ اسکی امامت کے اعتقاد پر وہی لوگ قائم رہیں گے جن کے دلی ایمان کا خدا نے امتحان کیا ہوگا۔

کلینی اور عیاشی نے زید بن معاویہ سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقرؑ سے اسی آیت کی تفسیر دریافت کی حضرت نے اس کے پہلے کی آیتوں کی تفسیر شروع کی جو یہ ہیں اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ (پ۵ سورہ نساء آیت ۵۱) یعنی کیا تم نے ان کو نہیں دیکھا جن کو کتاب کا کچھ حصہ دیا گیا ہے کہ وہ جبت اور طاغوت پر ایمان لاتے ہیں جو قریش کے دو بُت تھے مفسروں نے کہا ہے کہ اس سے مراد کعب بن الاشرف اور یہودیوں کی ایک جماعت ہے جو مکہ میں گئے اور قریش کے بتوں کو سجدہ کیا۔ حضرت نے فرمایا۔ مراد جبت و طاغوت سے دونوں منافق بُت جو مشہور ہیں وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰٓؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا (آیت مذکورہ) مفسروں کے قول کے مطابق یعنی یہ گروہ یہود کہتا تھا کہ کفار جو ابو سفیان کے اصحاب ہیں محمد اور ان کے اصحاب سے دین میں زیادہ ہدایت یافتہ ہیں حضرت نے فرمایا کہ اس سے وہ خلفائے جور و آئمہ مراد ہیں جو لوگوں کو جہنم کی طرف بلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ گروہ آل محمد علیہم السلام

سے زیادہ ہدایت یافتہ ہے۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ یہی وہ لوگ ہیں جن پر خدا نے لعنت کی ہے وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا (آیت ۵۲ سورہ نساء) اور جس پر خدا لعنت کرتا ہے اے رسولؐ تم اُس کا کوئی مددگار نہ پاؤ گے اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ کیا ان کے لئے ملک کی حکومت میں کچھ حصہ ہے ملک سے مراد امامت اور خلافت ہے فَاِذًا لَّا يُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِيْرًا (آیت ۵۲ سورہ نساء) اگر ان کو خلافت سے کچھ حصہ مل جائے تو قلیل وکثیر کا کیا ذکر لوگوں کو ذرہ برابر حصہ نہ دیں حضرت نے فرمایا کہ ناس سے ہم اہلبیت مراد ہیں جن کو وہ کچھ نہ دیں گے اور نقیر سے وہ نقطہ مراد ہے جو دانہ خرما پر ہوتا ہے اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ کیا یہ لوگ حسد کرتے ہیں ان لوگوں پر جن کو خدا نے اپنے فضل سے عطا فرمایا ہے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ اس سے مراد پیغمبر ہیں۔ جن کی پیغمبری پر لوگ حسد کرتے ہیں اور اس پر کہ خدا نے ان کے لئے زوجہ حلال کی ہے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ محمدؐ اور آپ کے اصحاب مراد ہیں اور بعضوں کا قول آنحضرتؐ اور آپ کی آل مراد ہیں اور فضل سے مراد آنحضرت کی نبوت اور آپ کے آل کی امامت ہے اور حضرت امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادق علیہم السلام سے روایت کی ہے جس کا ذکر عنقریب کیا جائے گا کہ حضرت نے فرمایا کہ اس سے مراد ہم لوگ ہیں کہ لوگ ہم پر حسد کرتے ہیں اس لئے کہ خدا نے امامت ہم سے مخصوص قرار دی ہے اور کسی غیر کو نہیں دی فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا (آیت ۵۴ سورہ نساء) بیشک ہم نے آل ابراہیم کو کتاب وحکمت عطا کی ہے جو پیغمبری ہے اور ان کو ملک عظیم دیا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اس سے یہ مراد ہے کہ آل ابراہیم میں سے ہم نے پیغمبروں اور اماموں کو قرار دیا تو لوگ آلِ ابراہیمؑ میں تو یہ شرف تسلیم کرتے ہیں اور آل محمدؐ میں کیوں نہیں مانتے۔ فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا (آیت ۵۵ سورہ نساء) تو اُمت ابراہیمؑ میں سے بعض ایمان لائے اور بعضوں نے روگردانی کی اور ایمان نہیں لائے تو جہنم کی آگ اُن کو جلانے اور اُن کے عذاب کے لئے کافی ہے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ اس سے یہ مراد ہے کہ اہل کتاب میں سے بعض محمدؐ پر ایمان لائے۔ اور بعض نہیں لائے راوی کہتا ہے کہ میں نے پوچھا کہ وہ ملک عظیم جو خدا نے

آل ابراہیم کو عطا فرمایا گیا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ خدا نے ان میں ایسے امام بنائے کہ جس شخص نے ان کی اطاعت کی اُس نے درحقیقت خدا کی اطاعت کی اور جس نے ان کی نافرمانی کی اس نے خدا کی نافرمانی کی یہ ہے بادشاہی عظیم۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ خدا نے اُس کے بعد جو فرمایا ہے اس سے مراد ہم ہیں ہم کو چاہئے کہ ہم میں سے امام سابق اپنے بعد کے امام کو کتابیں اور علم اور رسول کے اسلحے سپرد کرے اِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ یعنی جب لوگوں کے درمیان حکم کرو تو اُس عدالت و انصاف کے ساتھ حکم کرو۔ جو تمہارے پاس ہے اس کے بعد خدا نے تمام لوگوں سے خطاب فرمایا کہ یَآ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اس خطاب میں خدا نے قیامت تک کے تمام مومنین کو جمع کر دیا ہے اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ اور اولی الامر سے مراد ہم ہیں اس کے بعد آیت۔ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِی الْاَمْرِ فَارْجِعُوْا اِلَی اللّٰهِ وَاِلَی الرَّسُوْلِ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ یوں ہی نازل ہوئی ہے اور کیونکر خدا اولی الامر کی اطاعت کا حکم دیتا اور اُن سے نزاع کی بھی اجازت دیتا یہ خطاب ان لوگوں سے ہے جن کو اطاعت کرنے کا حکم دیا ہے۔

عیاشی نے روایت کی ہے کہ ابان بن تغلب نے امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر سوال کیا کہ اولی الامر کون ہیں حضرت نے فرمایا علی بن ابی طالب علیہ السلام اور خاموش ہو گئے پھر ابان نے پوچھا کہ ان کے بعد کون تھا فرمایا امام حسنؑ یہ کہہ کر پھر خاموش ہو گئے میں نے پھر سوال کیا تو فرمایا امام حسینؑ اور پھر خاموش ہو گئے میں نے پھر پوچھا تو فرمایا علی بن الحسینؑ اسی طرح ہر ایک کے بارے میں فرما کر خاموش ہو جاتے تھے اور میں دریافت کرتا تھا یہاں تک کہ آخری امام تک کو فرمایا۔

نیز عمران حلبی سے روایت کی ہے کہ حضرت صادقؑ نے اُس سے فرمایا کہ تم گروہ شیعہ نے خدا کے ارشاد کے بموجب اپنے دین کی اصل حاصل کر لی ہے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے کہ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ اور اپنے رسول کی ہدایت کے مطابق کہ آپ نے فرمایا کہ دو گرانقدر چیزیں تمہارے درمیان چھوڑتا ہوں جب تک تم ان سے متمسک رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے

کیونکہ تم نے منافقین اور ان کے مثل لوگوں کے کہنے سے دین اختیار نہیں کیا ہے۔
نیز حضرت امام محمدؑ باقرؑ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ یہ جناب امیر اور ان کی اولاد میں سے اماموں کی شان میں نازل ہوئی ہے خدا نے ان کو بجائے پیغمبروں کے قرار دیا ہے فرق صرف یہ ہے کہ یہ حضرات کسی چیز کو حلال نہیں کرتے ہیں نہ کسی چیز کو حرام قرار دیتے ہیں بلکہ حضرت رسولِ خداؐ کی شریعت لوگوں تک پہنچاتے ہیں۔
نیز حکیم سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا کہ میں نے حضرت صادقؑ سے دریافت کیا کہ میں حضرت پر فدا ہوں خدا نے جن اولی الامر کی اطاعت کا حکم دیا ہے وہ کون ہیں فرمایا علی بن ابی طالب، حسن وحسین و علی بن الحسین محمد بن علی وجعفر بن محمد جو میں ہوں لہٰذا اس خدا کا شکر کرو جس نے تمہارے اماموں اور پیشواؤں کو تمھیں پہچنوا دیا جب کہ لوگوں نے ان کا انکار کیا۔ اور دوسری روایت کے موجب حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ اولی الامر علی بن ابی طالب اور ان کے بعد چند اوصیاء ہیں۔ اور فرات بن ابراہیم نے حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ اولی الامر کے بارے میں لوگوں نے آپ سے سوال کیا آپ نے فرمایا کہ اولی الامر سے مراد صاحبان علم و دانائی ہیں لوگوں نے پوچھا کہ آپ حضرات سے یہ امر مخصوص ہے یا عام ہے فرمایا کہ ہم اہلبیت سے مخصوص ہے اور حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ اولی الامر اس آیت میں آل محمد علیہم السلام ہیں اور کتاب اختصاص میں روایت کی ہے کہ حضرت صادقؑ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ آیا اوصیا کی اطاعت واجب ہے فرمایا کہ ہاں وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں خدا نے فرمایا ہے اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم اور وہی لوگ ہیں جن کی شان میں فرمایا ہے اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رٰکِعُوْنَ۔
(پ۶ سورہ مائدہ آیہ۵۵) اور فرات اور کلینی نے روایت کی ہے کہ حضرت صادقؑ سے لوگوں نے ان اسلام کے ستونوں کے بارے میں دریافت کیا جن کی معرفت میں کسی کو تقصیر کرنا جائز نہیں اگر تقصیر کرے گا تو اس کا دین فاسد ہو جائے گا۔ اور اس کے اعمال مقبول نہ ہوں گے۔ اگر لوگوں کو ان کی معرفت حاصل ہو جائے تو دوسرے امور کا نہ جاننا ان کو کوئی نقصان نہیں پہونچاتا حضرت نے فرمایا کہ لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دینا اور رسولِ خداؐ

پر ایمان رکھنا اور ان چیزوں کا اقرار کرنا جو آنحضرت خدا کی جانب سے لائے ہیں اور مال میں سے وہ حق ادا کرنا جو واجب ہے جس کو زکوٰۃ کہتے ہیں اور اس ولایت کا قبول کرنا جس کا خدا نے حکم دیا ہے اور وہ آل محمد کی ولایت ہے۔ پوچھا کہ کیا ولایت کے بارے میں کوئی دلیل ہے جس سے تمسک کیا جائے اور استدلال کیا جا سکے۔ حضرت نے فرمایا کہ کیوں نہیں؟ اور وہ خدا کا ارشاد اطیعوا اللہ آخر آیت تک ہے۔ حضرت رسالتمآبؐ نے فرمایا کہ جو شخص مرجائے اور اپنے زمانہ کے امام کو نہ پہچانے تو وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے۔ تو امام اپنے زمانہ میں خود رسول اللہؐ تھے۔ اُن حضرت کے بعد حضرت علی تھے لیکن بعض لوگ حضرت علی کے بجائے معاویہ کو امام جانتے ہیں۔ پھر علیؑ کے بعد امام حسنؑ تھے اُن کے بعد امام حسین اپنے زمانہ کے امام تھے۔ دوسروں نے یزید بن معاویہ کو یا معاویہ کو امیرالمومنین اور امام حسن علیہم السلام کے برابر قرار دیا ہے یا امام حسینؑ اور یزید علیہ اللعن کو برابر قرار دیا ہے حالانکہ وہ برابر نہیں ہو سکتے۔ پھر حسینؑ کے بعد علی بن الحسین اور امام محمد باقر تھے اور شیعہ (حکومت جور و ظلم کے سبب حالت تقیہ میں گذارنے کے باعث) اپنے مناسک حج اور حلال و حرام نہیں پہچانتے تھے یہاں تک کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے ان پر اِن علوم کا دروازہ کھولا اور ان کے لئے اعمال حج اور حلال و حرام بیان فرمایا یہاں تک کہ علمائے اہلسنت مسائل میں ان شیعوں کے محتاج ہوئے بعد اس کے جبکہ یہ لوگ اُن کے محتاج نہ تھے اور ہمیشہ ایسا ہی ہوتا رہا کہ علمائے اہلبیت کے ہر عالم کے مقابلہ میں خلفائے جور جاہل اور شقی تھے اور آیت اور حدیث کے مطابق چاہیئے کہ ہر زمانہ میں ایک امام ہو اور جو شخص اس کو نہ پہچانے جاہلیت اور کفر کی موت مرتا ہے اور ہر زمانہ میں تم دیکھو گے کہ امامان اہلبیتؑ کے مقابلہ میں کچھ لوگ تھے جن کے بارے میں ہر صاحب عقل جو غور کرے اور سوچے تو سمجھ لے گا کہ آئمہ اہلبیت اُن سے امامت کے زیادہ سزاوار تھے اور چاہیئے کہ وہی اولوالامر اور امام ہوں پھر حضرت نے فرمایا کہ تم اس وقت زیادہ تر دین حق کے محتاج ہو گے جبکہ تمہاری جان یہاں تک پہونچے گی اور اشارہ اپنے حلق کی جانب کیا۔ اور فرمایا کہ اُس وقت دنیا تم سے منقطع ہو گی اور دین حق کے آثار تم پر ظاہر ہوں گے اُس وقت تم کہو گے کہ میرا دین بہت بہتر تھا۔

عیاشی نے اس آیت کی تفسیر میں امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے وَلَوْ رُدُّوْہُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَ اِلٰى اُولِی الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ کہ حضرت نے فرمایا کہ وہ آل محمد ہیں اور یہی حضرات ہیں جو قرآن مجید کے حلال وحرام کو جانتے ہیں اور یہی بزرگوار خلق پر حجت خدا ہیں۔

نیز حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ اس آیت میں اولوالامر سے مراد آئمہ معصومین ہیں۔ ابن شہر آشوب نے مناقب میں لکھا ہے کہ اس آیت اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ کی تفسیر میں امت کے دو اقوال ہیں اول یہ کہ اولوالامر سے مراد آئمہ ہیں دوسرے یہ کہ امرائے لشکر ہیں اور جب ایک قول باطل ہوگا تو ایک ثابت ہوگا ورنہ لازم آئے گا کہ حق امت سے خارج ہوگیا۔ اس بات پر دلیل کہ اس سے مراد ہم آئمہ ہیں یہ ہے کہ آیت کے ظاہری الفاظ سے اولی الامر کی عام اطاعت ثابت ہوتی ہے اس صورت سے خداوند عالم نے ان کی اطاعت کے حکم کو اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت پر عطف کیا ہے جیسا کہ خدا و رسول کی اطاعت عام ہے اور ہر شے میں واجب ہے لہٰذا چاہیئے کہ ان کی اطاعت بھی عام ہو اگر خاص ہوتی تو چاہیئے تھا کہ مخصوص حکم کے ساتھ بیان فرماتا اور جب ہر امر میں ان کی اطاعت کا واجب ہونا ثابت ہوا تو ان کی امامت بھی ثابت ہوئی اس لئے کہ امامت کے معنی یہی ہیں اور جب یہ آیت اولوالامر کے ہر امر میں اطاعت واجب قرار دیتی ہے تو چاہیئے کہ وہ معصوم ہوں ورنہ لازم آئے گا کہ خدا نے امر قبیح کا حکم دیا ہے کیونکہ غیر معصوم امر قبیح کے عمل میں لانے سے محفوظ نہیں ہے اور جب اس سے امر قبیح صادر ہوگا۔ تو اُس امر قبیح میں بھی اس کی متابعت کی جائے گی لہٰذا امرائے لشکر مراد نہیں ہوسکتے کیونکہ بالاتفاق عصمت ان کے لئے شرط نہیں ہے اور خصوصیت کسی امر کی آیت سے نہیں ظاہر ہوتی۔ بعضوں نے کہا کہ اولوالامر سے مراد علمائے امت ہیں اور یہ بھی باطل ہے کیونکہ آپس میں ان کی رائیں بھی مختلف ہیں اور بعض کی اطاعت بعض کی معصیت کا سبب ہوتی ہے اور خدا ایسی بات کا حکم نہیں دے سکتا۔

ایضاً حق تعالیٰ نے اولوالامر کی اس آیت میں ایسی صفت سے تعریف کی ہے جو

علم و امارت دونوں پر دلالت کرتی ہے جیسا کہ فرماتا ہے وَاِذَا جَآءَ هُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰۤى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ۔ امن اور خوف کو امرا کی جانب رجوع کیا ہے اور استنباط کو علماء کی جانب اور یہ دونوں باتیں صرف اس سردار میں جمع ہو سکتی ہیں جو عالم ہو شعبی کہتے ہیں کہ ابن عباس کہتے تھے کہ اس سے مراد امرائے لشکر ہیں اور ان میں سب سے اوّل حضرت علیؑ ہیں۔

حسن بن صالح نے حضرت صادقؑ سے اولوا الامر کی تفسیر دریافت کی حضرت نے فرمایا کہ اہلبیت رسول کے ائمہ ہیں اور مجاہد نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے کہ یہ آیت حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے جبکہ حضرت رسول خداؐ نے مدینہ میں ان کو اپنا جانشین اور قائم مقام مقرر فرمایا تھا۔ اس وقت جناب امیرؑ نے عرض کیا تھا کہ آپ جنگ کرنے تشریف لئے جاتے ہیں اور مجھے عورتوں اور لڑکوں میں چھوڑے جاتے ہیں۔ جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ یا علی کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ تم کو مجھ سے وہی نسبت ہو جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی جبکہ موسیٰؑ نے ہارونؑ سے کہا تھا اُخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَاَصْلِحْ (پ۹ سورہ اعراف آیت ۱۴۲) یعنی میری قوم میں میرے خلیفہ رہو اور ان کی اصلاح کرو۔ جناب امیرؑ نے عرض کی ہاں اس وقت یہ آیت نازل ہوئی وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ یعنی اولی الامر علی بن ابی طالب ہیں جن کو حق تعالےٰ نے جناب رسول خداؐ کے بعد امت کے امور سپرد کئے اور مدینہ میں ان کو خلیفہ قرار دیا۔ پھر خدا نے بندوں کو یہ حکم دیا کہ ان کی اطاعت واجب سمجھیں اور ان کی مخالفت نہ کریں۔ فلکی نے ابانہ میں روایت کی ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جبکہ ابو بردہ نے حضرت علی کی شکایت کی تھی یہاں تک ابن شہر آشوب کا کلام تھا۔

تیسری آیت:۔ ابن شہر آشوب وعیاشی وغیرہ نے بسند ہائے معتبر روایت کی ہے کہ حضرت صادقؑ نے فرمایا کہ ہم وہ گروہ ہیں کہ خدا نے ہماری اطاعت واجب کی ہے اور انفال اور پاکیزہ مال ہمارے ہی واسطے ہے ہم علم میں راسخ ہیں اور ہم ہی وہ محسود ہیں جن کی شان میں خدا نے فرمایا ہے اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ

عَلٰی مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عیاشی وغیرہ نے اس آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے وَاٰتَیْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِیْمًا (پ۵ سورہ النساء آیت ۵۴) یعنی ہم نے آل ابراہیم کو بادشاہی بزرگ عطا کی ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ ملک عظیم یہ ہے کہ ان میں اماموں کو مقرر فرمایا جن کی اطاعت جس نے کی اُس نے خدا کی اطاعت کی اور جس نے ان کی معصیت کی اس نے خدا کی معصیت کی ہے۔ یہی ملک عظیم ہے

بصائر الدرجات میں حضرت امام محمد باقرؑ سے بسند صحیح اَمْ یَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰی مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا جن پر لوگ حسد کرتے ہیں وہ ہم اہل بیت ہیں۔ اور صحیح کی طرح سند سے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت نے اپنے سینۂ اقدس کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ ہم وہ لوگ ہیں جن پر لوگ حسد کرتے ہیں۔ بسند صحیح دیگر اسی آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ ہم ہیں وہ جن پر لوگ حسد کرتے ہیں اس امامت پر جو خدا نے ہم کو عطا کی ہے اور اس شرف میں امت میں کوئی دوسرا شخص داخل نہیں ہے اور دوسری بہت سی سندوں کے ساتھ روایت کی ہے ملکِ عظیم سے مراد اطاعت مفروضہ ہے یعنی خدا نے ان کی اطاعت خلق پر واجب قرار دی ہے۔ بسند صحیح روایت کی ہے کہ حضرت صادقؑ سے لوگوں نے سوال کیا کہ یہ ملکِ عظیم کیا ہے فرمایا کہ فرضِ اطاعت ہے یہاں تک کہ قیامت میں جہنم بھی ان کی اطاعت کرے گی اس سے جس کے بارے میں جو کہیں گے کہ اس کو لے لے تو وہ لے لے گی اور جس کے بارے میں کہیں گے کہ چھوڑ دے وہ اس کو چھوڑ دے گی تاکہ وہ صراط سے گذر جائے۔ بسند صحیح دیگر حضرت صادقؑ سے اس آیت لَقَدْ اٰتَیْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِیْمَ الْكِتٰبَ کی تفسیر میں روایت کی ہے حضرت نے فرمایا کتاب سے مراد پیغمبری ہے اور حکمت سمجھنا اور لوگوں کے درمیان حکم کرنا ہے وَاٰتَیْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِیْمًا فرمایا کہ اس سے مراد وجوب اطاعت ہے۔ اور دوسری معتبر حدیث میں فرمایا کہ بخدا ہم ہی وہ لوگ ہیں جن پر لوگ حسد کرتے ہیں اور ہم ہی اُس بادشاہی کے سزاوار ہیں جو زمانہ قائمؑ میں ہم کو ملے گی۔ اور عیاشی نے حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ کتاب سے مراد پیغمبری ہے وَالْحِكْمَةَ سے مراد برگزیدہ حکیمان پیغمبر ہیں اور ملکِ عظیم سے مراد ہدایت کرنے

والے برگزیدہ ائمہ ہیں۔ اِن مضامین سے متعلق بہت زیادہ حدیثیں ہیں مَیں نے اتنے ہی کے ذکر پر اکتفا کی۔

عیاشی نے روایت کی ہے کہ داؤد بن فرقد نے حضرت صادقؑ سے عرض کی کہ خدا کے ارشاد قُلِ اللّٰھُمَّ مَالِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ (پ۳ سورہ آل عمران آیت ۲۶) (یعنی کہو اے اے بادشاہی کے مالک تو جس کو چاہتا ہے بادشاہی عطا کرتا ہے اور جس سے چاہتا ہے بادشاہی لے لیتا ہے) کے بموجب بادشاہی خدا نے بنی امیہ کو دی ہے۔ حضرت نے فرمایا ایسا نہیں ہے جیسا لوگوں نے سمجھا ہے خدا نے بادشاہی ہم کو دی ہے اور بنی امیہ نے ہم سے غصب کی ہے اُس شخص کے مانند جو لباس رکھتا ہو اور دوسرا اُس سے جبراً لے لے تو وہ اُس لباس کا مالک نہ ہوگا۔

ایضاً حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ خدا نے اپنے پیغمبر کو اپنی خواہش اور محبت کے موافق ادب سکھایا۔

پھر اُن سے فرمایا اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ (پ۲۹ سورہ القلم آیت ۴) کہ یقیناً اے رسول تم خلق عظیم پر فائز ہو اور تمام اخلاق حسنہ میں کامل ہو اس کے بعد لوگوں سے خطاب فرمایا کہ مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا یعنی رسول جو کچھ تم کو عطا کریں لے لو اور اس کو منظور کرو اور جس بات سے تم کو منع کر دیں اس سے باز آجاؤ اور اس کو ترک کر دو پھر فرماتا ہے وَ مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ۔ (پ۵ النساء آیت ۸۰) یعنی جو شخص رسول کی اطاعت کرتا ہے تو بیشک اس نے خدا کی اطاعت کی ہے اس کے بعد امامؑ نے فرمایا کہ رسول خدا نے امامت علیؑ کے سپرد کیا ہے اور ان کو دین خدا اور احکام الٰہی اور امور امت کا امین قرار دیا ہے اور تم نے قبول و منظور کر لیا لیکن تمام امت نے قبول کرنے سے انکار کر دیا لہٰذا خدا کی قسم ہم تم لوگوں سے یہ چاہتے ہیں کہ جب ہم کچھ کہیں تو تم بھی کلام کرو اور جب ہم خاموش رہیں تو تم بھی خاموش رہو کیونکہ ہم خدا اور اس کے خلائق کے درمیان واسطہ ہیں اور خدا کی قسم خدا نے کسی کو ہماری مخالفت میں کوئی بہتری عطا نہیں کی ہے۔

ابن شہر آشوب نے قول حق تعالیٰ وَاللّٰہُ یُؤْتِیْ مُلْکَہٗ مَنْ یَّشَآءُ (پ۲ سورہ بقرہ آیت ۲۴۷)

کی تفسیر میں روایت کی ہے یعنی اپنی بادشاہی جس کو چاہتا ہے دیتا ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ یہ آیت ہماری شان میں نازل ہوئی ہے۔

فرات ابن ابراہیم نے حضرت صادقؑ سے اپنی تفسیر میں اس آیت مَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا (پ۲۲۔ سورۂ احزاب آیت ۷۱) کی تفسیر میں روایت کی ہے یعنی جو شخص خدا و رسول کی اطاعت کرتا ہے تو وہ کامیابی عظیم سے کامیاب ہوا۔ امام نے فرمایا کہ اطاعت سے مراد امیرالمومنین اور آپ کے بعد کے اماموں کی اطاعت ہے اور تفسیر محمد بن العیاش میں حضرت موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے اس آیت قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَعَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ (پ ۱۸ سورہ نور آیت ۵۴) کی تفسیر میں روایت کی ہے یعنی اے رسول کہہ دو کہ خدا و رسول کی اطاعت کرو اور اگر انکار کر دوگے اور قبول نہ کر دوگے تو رسول پر صرف اتنا ہی لازم ہے جس کی ان کو تکلیف دی گئی ہے یعنی رسالت کی تبلیغ اور تم پر لازم ہے اُس امر کی تعمیل جس کی تم کو تکلیف دی گئی ہے یعنی اطاعت کرنا۔ فرمایا کہ فَعَلَيْهِ مَا حُمِّلَ یعنی رسول پر لازم ہے کہ جو تکلیف ان کو دی گئی ہے اس کو سنیں اور اطاعت کریں اور رسالت میں خیانت نہ کریں اور امت کی آزار دہی پر صبر کریں اور تم پر واجب ہے کہ قبول کرو اور عہد و پیمان کو پورا کرو جو خدا نے تم سے امامت علی کے بارے میں لیا ہے اور جو کچھ قرآن میں ان کی اطاعت کے بارے میں بیان کیا ہے وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا اگر علی کی اطاعت کروگے تو ہدایت پاؤگے وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغُ اور رسول پر خدا کا پیغام پہونچا دینے کے سوا کچھ لازم نہیں ہے۔

دسویں فصل

آیت نور کی تفسیر اہلبیت کے ساتھ اور اس امر کا بیان کہ وہی حضرات انوار سبحانی ہیں اور مسجدوں اور ان کے مقدس مکانوں کی تعریف اور ظلمت سے اُن کے دشمنوں کی تاویل۔

پہلی آیت:۔ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ

الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ۗ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۳۵﴾ سورہ نور آیت ۳۵) یہ آیہ کریمہ متشابہات آیتوں میں سے ہے اور اس کی تاویل میں بہت سی وجہیں ہیں۔ ظاہری ترجمہ یہ ہے کہ خدا آسمانوں اور زمینوں کو اپنے نور وجود و علم و ہدایت نیز کواکب وغیرہ کے انوار ظاہری سے نور عطا کرنے والا ہے۔ خدا کے نور کی صفت اور مثال مانند مشکوٰۃ کے ہے اور وہ سوراخ ہے جس میں چراغ رکھا جاتا ہے۔ بعضوں نے کہا ہے کہا کہ وہ قندیل کے اندر ایک گولہ ہے جس میں بتی ہوتی ہے اور اس مشکوٰۃ میں ایک چراغ ہو اور چراغ اس قندیل کے اندر ہو جو شیشہ یعنی بلور کی ہو اور وہ قندیل چمک رہی ہو جیسے کہ ایک بہت ہی روشن ستارہ ہے یا ستارہ زہرہ ہے اور وہ چراغ اُس درخت بابرکت سے روشن کیا گیا ہو جو درخت زیتون ہے اور وہ درخت زیتون نہ شرقی ہو نہ غربی۔ بعضوں نے کہا ہے کہ مشرق یا مغرب کی جانب نہ اُگا ہو جس پر کبھی آفتاب چمکتا ہو اور کبھی نہ چمکتا ہو بلکہ کسی کشادہ صحرا یا کسی پہاڑ کی چوٹی پر ہو جس پر ہمیشہ آفتاب چمکتا ہو تاکہ اس کا پھل بہت پختہ اور اس کا روغن بالکل صاف ہو۔ بعضوں نے کہا ہے آبادی کے مشرق و مغرب جانب نہ ہو بلکہ آبادی کے درمیان میں ہو جو بلاد شام ہے اور اس کا زیتون تمام دنیا کے زیتونوں سے بہتر ہے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ کسی ایسی جگہ نہ اُگا ہو جہاں آفتاب ہمیشہ چمکتا ہے کہ اس کو جلا دے اور نہ ایسی جگہ ہو کہ اس پر کبھی نہ چمکتا ہو اور وہ خام رہ جائے بلکہ کبھی آفتاب کی روشنی اس پر پڑتی ہو اور کبھی نہ پڑتی ہو اور قریب ہے کہ اس کا روغن بغیر آگ کے روشن ہو جائے اور اس کے نور پر نور اور زیادہ ہو کیونکہ روغن زیتون کے صاف ہونے اور قندیل کی چمک اور چراغدان میں روشنی محفوظ رہنے کے سبب سے چراغ کی روشنی زیادہ ہوتی ہے۔ خدا جس کو چاہتا ہے اپنے نور کی طرف ہدایت کرتا ہے اور لوگوں کیلئے مثال بیان کرتا ہے اور خدا ہر چیز سے واقف ہے۔

اس آیت کی تاویل بہت سی وجہوں کے ساتھ مفسرین نے کی ہے۔ پہلی وجہ یہ کہ خدا نے یہ مثال اپنے پیغمبرؐ کے لئے بیان فرمائی ہے۔ مشکوٰۃ آنحضرتؐ کا سینۂ اقدس ہے اور زجاجہ آپ کا قلب پُر حکمت ہے اور مصباح پیغمبری ہے جو نہ شرقی ہے نہ غربی یعنی نہ نصرانی اور نہ یہودی کیونکہ نصاری مشرق کی جانب نماز پڑھتے ہیں اور یہودی مغرب کی جانب شجرہ مبارکہ حضرت ابراہیمؑ ہیں اور نور محمدؐ نزدیک ہے

که لوگوں کے لئے ظاہر ہو اگرچہ کلام نہ کرے۔

دوسری وجہ یہ کہ مشکوٰۃ سے مراد ابراہیمؑ ہیں اور زجاجہ اسمٰعیلؑ اور مصباح محمدؐ اور شجرہ مبارکہ سے مراد ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ کیونکہ اکثر پیغمبر آپ کے صلب سے پیدا ہوتے ہیں اور وہ شرقی ہیں نہ غربی ہیں یَکَادُ زَیْتُھَا یعنی نزدیک ہے کہ محمدؐ کی خوبیاں ظاہر ہوں قبل اس کے کہ ان کو وحی آئے۔ نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ یعنی پیغمبری جو ایک نور ہے پیغمبری کے نسل سے ہے۔

تیسری وجہ یہ کہ مشکوٰۃ عبدالمطلب ہیں اور زجاجہ عبداللہ اور مصباح جناب رسول خدا ہیں۔ جو شرقی ہیں نہ غربی بلکہ مکی ہیں اور مکہ وسط دنیا میں ہے۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ یہ مثال خداوند عالم نے مومن کے لئے دی ہے اور مشکوٰۃ اُس کا نفس ہے اور زجاجہ اُس کا سینہ اور مصباح ایمان ہے اور قرآن جو اس کے دل میں ہے اور وہ روشن ہوتا ہے اُس مبارک درخت سے جو خدا کے بارے میں اخلاص ہے لہٰذا وہ درخت ہمیشہ سرسبز رہتا ہے اُس درخت کے مانند جس کے گرد دوسرے درخت اُگے ہوں اور آفتاب کی روشنی طلوع ہونے کے وقت اُس درخت تک نہیں پہونچتی اور نہ غروب ہونے کے وقت اور مومن کی یہی مثال ہے کہ کسی فتنہ و فساد کا اثر اس کو موثر نہیں کرتا اس لئے کہ وہ چار خصلتوں کے درمیان ہے اگر خدا اُس کو عطا فرماتا ہے تو وہ شکر کرتا ہے اگر کسی بلا میں مبتلا ہوتا ہے تو صبر کرتا ہے اور اگر وہ حکم کرتا ہے تو انصاف کے ساتھ حکم کرتا ہے۔ اور جب بات کرتا ہے تو سچ بولتا ہے تو تمام انسانوں میں اس کی مثال اُس زندہ کی سی ہے جو مُردوں کے قبروں کے درمیان راہ چلے۔ نور پر نور ہے سے مراد یہ کہ اس کا کلام نور ہے اور اس کا عمل نور ہے اس کا ہر امر میں داخل ہونا نور ہے اور اس سے باہر آنا نور ہے اور قیامت میں اس کا نور کی جانب واپس آنا ہے۔

پانچویں وجہ یہ کہ یہ مثال خدا نے قرآن کے بارے میں بیان فرمائی ہے۔ مصباح قرآن ہے زجاجہ مومن کا دل اور مشکوٰہ اس کی زبان اور اس کا دہن ہے اور شجرۂ مبارکہ وحی ہے یکاد زیتھا یضیئ یعنی نزدیک ہے قرآن کی دلیلیں واضح ہوں خواہ وہ نہ پڑھا جائے یا یہ کہ خدا کی دلیلیں خلائق پر روشن ہوں اس شخص کے لئے جو اُس

میں غور و فکر کرتا ہے اگرچہ قرآن نازل نہ ہو۔ اور نور پر نور ہے یعنی قرآن نور ہے اُن تمام نوروں کے ساتھ جو اس سے پہلے تھے یَھْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ یعنی خدا جس کی چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے اُن کے دین وایمان کی طرف یا پیغمبری اور امامت کی طرف۔ ان کے علاوہ دوسری تاویلیں بھی اس آیت کی مفسرین نے کی ہے جن کا تذکرہ طوالت کا باعث ہے جو حدیثیں کہ اس آیت کی تاویل میں وارد ہوئی ہیں چند طرح کی ہیں۔

اوّل یہ کہ علی بن ابراہیم نے حضرت صادقؑ سے اس کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ مشکوٰۃ سے مراد جناب فاطمہ زہرًا ہیں اور فیھا مصباح سے امام حسن اور المصباح فی زجاجۃ میں مصباح امام حسین ہیں اور چونکہ یہ دونوں حضرات ایک نور سے ہیں لہٰذا دونوں حضرات کی تعبیر مصباح سے کی ہے۔ امام نے فرمایا کہ زجاجہ بھی جناب فاطمہ ہیں یعنی جناب فاطمہؑ دنیا کی تمام عورتوں اور بہشت کی عورتوں میں کوکب درخشندہ ہیں اور شجرۂ مبارکہ حضرت ابراہیم ہیں لا شرقیہ و لا غربیہ یعنی وہ نہ یہودی ہیں اور نہ نصرانی یکاد زیتھا یضیئ یعنی نزدیک ہے علم اُن سے اور ان کی ذریت سے جوش مارے نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ یعنی اُن سے ایک کے بعد دوسرے امام پیدا ہونگے یھدی اللہ لنورہ من یشآء یعنی خدا جس کی چاہتا ہے ائمہ کی جانب ہدایت کرتا ہے۔

کلینی اور فرات بن ابراہیم نے بھی یہ روایت چند طریقہ سے کی ہے اور علامہ حلی نے کشف الحق میں اور ابن بطریق نے عمدہ میں اور سید بن طاؤس نے طرائف میں ابن مغازلی شافعی سے اسی مضمون کے قریب قریب روایت کی ہے اور کہا ہے مشکوٰۃ سے مراد جناب فاطمہؑ ہیں اور مصباح سے حسنؑ اور حسینؑ ہیں اور جناب فاطمہؑ تمام زنان عالمین میں درخشندہ ستارہ (کوکب دری) ہیں آخر تک۔

(قول مؤلفؒ) مشبہ پر زیادہ توضیح اور تشبیہ اور مطابقت کی جہت سے ہم کہتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیمؑ انبیاء کی اصل اور بہترین فرد تھے اور انبیا اس کی شاخوں کے مانند ہیں اور اس شاخ سے مختلف شاخیں انبیاء اوصیاء کی حضرت اسحاق کی نسل میں پھوٹیں جو بنی اسرائیل ہیں اور اولاد اسمٰعیل میں کہ سب سے بہتر جناب رسول خدا اور

ان کے اوصیا ہیں اور ان کے سبب اہل کتاب کے تین فرقوں یہود و نصاریٰ اور مسلمان ہیں انوار عظیمہ ساطع ہوئے لہٰذا جناب ابراہیمؑ اس شاخ اور دونوں کی بناء پر شجرہ زیتونہ کے مانند ہیں اور چونکہ اس شجر کے پھلوں کا تحقق اور اس زیتون کے نوروں کا سرایت کرنا ہمارے پیغمبر اور ان کے اہلبیت میں کامل تر اور زیادہ تر اور تمام تر تھا اس لئے کہ یہ بزرگوار تمام انبیاء اور اوصیا سے افضل تھے اور امت وسط اور ائمہ وسطی یہی حضرات تھے اور ان کی شریعت اور سیرت اور طریقت سب سے زیادہ انصاف والی تھی۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے وَکَذٰلِکَ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّۃً وَّسَطًا۔ ان کا وسط ہونا شریعتوں میں وسط ہونا ہے جیسا کہ یہودی مغرب کی طرف نماز پڑھتے ہیں اور نصاریٰ مشرق کی جانب لیکن اس امت کا قبلہ ان دونوں کے درمیان واقع ہے اسی طرح حکم قصاص اور دیت اور ان کے تمام احکام اوسط قرار دیئے گئے ہیں لہٰذا خداوندتعالیٰ نے حضرت ابراہیم کی تشبیہ ان انوار عظیمہ کی وجہ سے زیتونہ سے دی ہے کہ نہ شرقی ہے نہ غربی یعنی اعتدال سے افراط و تفریط کی جانب متوجہ نہ ہو جیسا کہ قوم یہود و نصاریٰ میں پایا جاتا ہے۔ شرقیہ سے نصاریٰ اور غربیہ سے یہودیوں کی طرف ان کے قبلوں کے اعتبار سے اشارہ ہے۔ اور ممکن ہے کہ آیہ کریمہ سے مراد زیتونہ ہو جو وسط شجرہ میں ہوتی ہے نہ مشرق میں ہو کہ سورج عصر کے وقت اُس پر نہیں چمکتا اور نہ غرب عالم میں کہ آفتاب وقت طلوع اُس پر چمکتا ہے۔ اس طرح تشبیہ کامل تر اور تمام تر ہو جاتی ہے اور شبہ میں زیتونہ سے مراد مادۂ بعیدؔ اُس کا علم ہے جو امامت اور خلافت کے لئے ہوتا ہے جس کا منبع و سرچشمہ حضرت ابراہیمؑ ہیں چنانچہ حق تعالیٰ نے ان کو خطاب فرمایا ہے کہ اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ط رپ سورہ بقرہ آیت ۱۲۴) جو ان کی طاہر ذریت میں سرایت کر گیا اور زیت سے مراد وحی و الہام کے نادر مواد ہیں اور زیت کی ضیا اور چمک سے مراد ان مواد سے علم کا جاری ہونا ہے وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْہُ نَارٌ۔ نار سے مراد وحی یا تعلیم بشر یا سوال ہے کیونکہ سوال بھی آتش علم کو روشن کرتا ہے وَ نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ کی ایک امام کے بعد دوسرے امام سے تاویل فرمائی ہے اس لئے کہ ہر امام جو دوسرے امام کے بعد آتا ہے نور علم و حکمت الٰہی کو خلق میں اضافہ کرتا ہے اسی طرح جیسے ہم نے بیان کیا اس تاویل کی متانت اور خوبی مثل روز روشن

کے ظاہر وآشکار ہے۔

دوسرے یہ کہ ابن بابویہ نے توحید اور معانی الاخبار میں بسند معتبر فضیل بن یسار سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت صادقؑ سے اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کے بارے میں دریافت کیا حضرت نے فرمایا کہ ایسا ہے کہ خداوند عزّوجلّ کے نور سے تمام آسمان اور زمین روشن ہیں میں نے عرض کی مثل نورہٖ سے کیا مراد ہے فرمایا کہ اُس کا نور محمدؐ ہیں میں نے کمشکوٰۃ کے بارے میں پوچھا فرمایا کہ مشکوٰۃ سینۂ محمدؐ ہے میں نے عرض کی فیہا مصباح سے کیا مراد ہے۔ فرمایا کہ اُس میں نور علم ہے یعنی پیغمبری میں نے کہا المصباح فی زجاجۃ کیا ہے فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نور امیرالمومنین کے دل کی طرف منتقل ہونا میں نے کہا کانّہا امام نے فرمایا کانّہا کیوں پڑھتے ہو میں نے پوچھا پھر کیا پڑھوں فرمایا کانّہا کوکب درّی میں نے کہا یوقد من شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ لا شرقیہ ولا غربیہ امام نے فرمایا کہ یہ علی بن ابی طالب کے اوصاف ہیں کہ وہ نہ یہودی تھے نہ نصرانی۔ میں نے پوچھا یکاد زیتہا یضئ ولو لم تمسسہ نار سے کیا مراد ہے فرمایا یہ کہ نزدیک ہے کہ آل محمدؑ میں سے عالم کے دہن سے علم باہر آئے قبل اس کے کہ اُس سے دریافت کریں یا اس کے قبل ہی کہ بذریعہ الہام اُس پر یہ علم کیا گیا ہو میں نے عرض کی نور علی نور فرمایا کہ اس سے مراد ایک کے بعد دوسرا امام [1]

بصائر اور اختصاص میں حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ مثل نورہ جناب رسول خدا ہیں فیہا مصباح میں مصباح سے علم مراد ہے المصباح فی زجاجہ میں زجاجہ سے امیرالمومنینؑ مراد ہیں اور رسول خدا کا علم انہی حضرت کے پاس ہے۔ ایضاً فرات نے تفسیر میں امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح یعنی علم جناب رسول خدا کے سینہ میں ہے اور زجاجہ امیرالمومنین کا سینہ ہے یوقد من شجرۃ مبارکۃ نور سے مراد علم ہے لا شرقیہ ولا غربیہ یعنی آل ابراہیمؑ سے (وہ علم) جناب محمد مصطفیٰؐ کی طرف آیا اور اُن سے حضرت علی کو ملا۔ وہ نہ شرقی ہے

[1] مترجم فرماتے ہیں کہ قرآت کانّہٗ کی قرأت شاذ ہیں سے نقل نہیں کی ہے اور ضمیر کا مذکر ہونا خبر کے اعتبار سے ہے یا زجاجہ کی تاویل کے اعتبار سے یا یہ کہ زجاجہ دوم اہلبیت کی قرأت میں نہ رہا ہو گا۔

اور نہ غربی یعنی نہ یہودی اور نہ نصرانی ہیں۔ یکاد زیتھا یضئ یعنی قریب ہے کہ آل محمد میں سے عالم علم کے ساتھ کلام کرے قبل اس کے کہ اس سے سوال کریں۔

کشف الغمہ میں دلائل حمیری سے روایت ہے کہ لوگوں نے امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں مشکوٰۃ کے معنی دریافت کئے حضرت نے جواب میں لکھا کہ مشکوٰۃ دلِ محمدؐ ہے نیز توحید میں حضرت باقرؑ سے روایت کی ہے کہ کمشکوٰۃ فیھا مصباح کے بارے میں روایت کی ہے کہ اس سے مراد سینۂ پیغمبرؐ میں نورِ علم ہے۔ المصباح فی زجاجۃ زجاجہ امیرالمومنین ہیں۔ پیغمبرؐ کا علم علیؑ کے سینہ میں آیا جناب رسول خداؐ نے سب کچھ ان کو تعلیم فرما دیا یوقد من شجرۃ مبارکۃ نورِ علم ہے لا شرقیہ ولا غربیہ نہ وہ یہودی ہیں اور نہ نصرانی یکاد زیتھا یضئ ولو لم تمسسہ نار یعنی نزدیک ہے کہ آلِ محمدؐ کا عالم اپنا علم بیان کرے قبل اس کے کہ اس سے پوچھیں۔ نور علی نور یعنی ایک امام علم نور و حکمت سے تائید یافتہ دوسرے امام کے بعد ہو اور یہ امر ہمیشہ آدمؑ کے زمانہ سے ہے اور ہمیشہ قیامت تک رہے گا اور وہی حضرات اوصیا ہیں جن کو خدا نے زمین میں اپنا خلیفہ قرار دیا ہے اور اپنی مخلوق میں حجت بنایا ہے۔ اُن سے دُنیا کسی زمانہ میں خالی نہ رہے گی۔

کافی میں بسند معتبر حضرت امام باقرؑ سے روایت کی گئی ہے کہ جناب رسول خداؐ نے وہ علم جو ان کے پاس تھا اپنے وصی کو عطا فرمایا حقتعالےٰ کے اس قول اللہ نور السمٰوٰت والارض کا یہی مطلب ہے۔ خدا فرماتا ہے کہ مَیں اہل آسمان و زمین کی ہدایت کرنے والا ہوں اس علم کی مثال جو میں نے اسے عطا کی ہے وہ میرا نور ہے جس سے لوگ ہدایت پاتے ہیں اس مشکوٰۃ کے مانند جس میں مصباح ہو۔ مصباح دِل محمدؐ ہے اور مصباح نورِ علم ہے جو ان کے قلب میں ہے۔

اور قول خداوند عالم المصباح فی زجاجہ یعنی محمدؐ کو اپنے پاس بلاؤنگا اور جو علم ان کے پاس ہے ان کے وصی کو عطا کروں گا جس طرح چراغ کو بلور کی قندیل میں رکھتے ہیں کانّھا کوکب دری یعنی ان کے وصی علی بن ابی طالبؑ کی فضیلت ہے یوقد من شجرۃ مبارکۃ اصل شجرۂ مبارکہ حضرت ابراہیمؑ ہیں جیسا کہ خداوند عالم نے ان کے حق میں فرمایا ہے۔ رَحْمَتُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الْبَیْتِ اِنَّہٗ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ (پ ۱۲ سورۂ ہود آیت ۔۔)

پھر فرمایا ہے اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰۤی اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِیْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ۙ ذُرِّیَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ ؕ وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۚ لَا شَرْقِیَّةٍ وَّلَا غَرْبِیَّةٍ رپ۳
سورہ آل عمران آیت ۳۳) یعنی تم یہودی نہیں ہو کہ مغرب کی طرف نماز پڑھو اور نصاریٰ نہیں ہو کہ مشرق کی طرف نماز پڑھو بلکہ تم طریق ابراہیم پر ہو کہ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ مَا کَانَ اِبْرٰهِیْمُ یَهُوْدِیًّا وَّلَا نَصْرَانِیًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِیْفًا مُّسْلِمًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ یعنی ابراہیمؑ نہ یہودی تھے نہ نصرانی تھے لیکن باطل دینوں سے کترا کر دین حق اور فرمانبرداروں کے دین پر چلتے تھے اور نہ کافروں میں سے تھے۔ لیکن قول حق تعالیٰ یکاد زیتھا یضیٔ الخ سے مراد یہ ہے کہ تمہاری اولاد کی مثال جو تم سے پیدا ہوں گے زیت کے مانند ہیں جو زیتون سے نچوڑتے ہیں عنقریب وہ علم پیغمبری کے ساتھ کلام کریں گے اگرچہ فرشتہ اُن پر نازل نہ ہو۔

تیسرے یہ کہ علی بن ابراہیم اور فرات نے عبداللہ بن جندب سے روایت کی ہے کہ اس نے امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں لکھا کہ آپ پر فدا ہوں میں پیر اور ضعیف اور کمزور ہو گیا ہوں جن امور کے بجا لانے کی پہلے قدرت رکھتا تھا اب اُس سے عاجز ہوں میں آپ پر فدا ہوں آپ مجھے کچھ ایسی چیزیں تعلیم فرمائیں کہ جو مجھ کو میرے پروردگار سے قریب کر دیں اور میری عقل اور میرا علم زیادہ کر دے۔ حضرت نے جواب میں لکھا کہ میں تم کو خط بھیجتا ہوں جس کو پڑھو اور اچھی طرح سمجھو اس میں شفا ہے اس کے لئے جس کو خدا چاہے اور اس میں ہدایت ہے اس کے لئے جس کو خدا دینا چاہے تم اس کو بہت پڑھا کرو۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم حضرت علی بن الحسین نے فرمایا کہ بیشک محمد زمین پر امین خدا تھے جب ان کو دنیا سے اٹھا لیا اس وقت سے ہم اہلبیتؑ زمین میں امین ہیں۔ ہمارے پاس لوگوں کی بلاؤں اور موت اور لوگوں کے نسب کا علم ہے اور اُس کا جو اسلام پر پیدا ہوا ہے اور جس شخص کو دیکھتے ہیں اس کو پہچان لیتے ہیں کہ وہ مومن ہے یا منافق اور ہمارے شیعوں کے اور ان کے آباؤ اجداد کے نام ہمارے پاس لکھے ہوئے ہیں خدا نے ہم سے اور ان سے عہد و اقرار لے لیا ہے کہ جس جگہ ہم جائیں گے وہ بھی جائیں گے اور جس جگہ ہم داخل ہوں گے۔ وہ بھی داخل ہوں گے ہمارے اور ان کے سوا ملت ابراہیمؑ پر اور کوئی نہیں ہے۔ اور ہم قیامت کے روز اپنے پیغمبر کے نور سے استفادہ کریں اور ہمارے رسولؐ خدا

پیری اور کمزوری میں مختصر عمل بجا لانے سے اعمال کے ثواب برابر ہے

شیعوں کے نام ائمہ کے پاس لکھے ہوئے ہیں

کے نور سے۔ اور ہمارے شیعہ ہمارے نور سے متمسک ہوں گے جو ہم سے جدا رہے
گا ہلاک ہوگا اور جو ہماری متابعت کرے گا نجات پائے گا۔ اور جو شخص ہماری ولایت
سے انکار کرے وہ کافر ہے اور جو شخص ہماری متابعت کرتا ہے تو بیشک ہم اس کی
ہدایت کرتے ہیں اور وہ بھی ہدایت پاتا ہے جو ہم کو نہیں چاہتا۔ اور جو ہم کو نہیں چاہتا
وہ ہم سے نہیں ہے اور اس کو اسلام سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ خدا نے ہم سے دین کی ابتدا
کی ہے اور ہم ہی پر ختم کیا ہے۔ ہماری برکت سے خداوند عالم تمہاری روزی زمین سے
اگاتا ہے اور ہماری برکت سے خدا پانی آسمان سے برساتا ہے اور ہماری برکت سے
خداوند تعالیٰ تم کو دریا میں غرق ہونے سے اور زمین میں دھنسنے سے محفوظ رکھتا ہے
اور ہماری وجہ سے خدا تم کو تمہاری زندگی میں۔ قبر میں۔ میدان حشر میں۔ صراط پر۔ میزان کے
نزدیک اور جنّت میں داخل ہونے کا فائدہ پہونچائیگا۔ کتاب خدا میں ہماری مثال مشکوٰۃ
کی سی ہے اور وہ مشکوٰۃ قندیل میں ہے لہٰذا ہم ہیں وہ مشکوٰۃ جس میں مصباح ہے اور
مصباح حضرت محمدؐ ہیں اور مصباح زجاجہ میں ہے جس کی ظاہری غرض آنحضرتؐ ہیں اور
فرات کی روایت کے مطابق ہم زجاجۂ لا شرقیہ ولا غربیہ ہیں یعنی آپ کے نسب مبارک
میں کسی طرح کی خرابی نہیں ہے جس کی کبھی مشرق سے نسبت دیں اور کبھی مغرب سے یکاد
زیتہا یضئ ولو لم تمسسہ نار، نار سے مراد قرآن ہے؎ نور علیٰ نور یعنی امام ایک
امام کے بعد یھدی اللہ لنورہ من یشاء سے مراد نور علی بن ابی طالب ہے خدا
ہماری ولایت کی طرف اس کی ہدایت کرتا ہے جس کو دوست رکھتا ہے اور خدا پر لازم
ہے کہ ہمارے ولی اور ہمارے شیعہ کو مبعوث کرے ایسی حالت میں کہ اُس کا چہرہ
منوّر اور اسکی برہان واضح اور اس کی حجت خدا کے نزدیک عظیم ہو۔ روز قیامت ہمارا
دشمن سیاہ چہرہ کے ساتھ آئے گا۔ اس کی دلیلیں باطل ہوں گی۔ اور خدا پر لازم ہے کہ
ہمارے دوستوں کو پیغمبروں۔ صدیقوں۔ شہیدوں اور صالحوں کا رفیق قرار دے اور کتنے

؎ (حاشیہ صفحہ ہذا) قرآن کا استعارہ نار یعنی آگ سے اسلئے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے آگ کے مناسب
استعمال سے فائدہ حاصل ہوتا ہے اور غلط صورت میں نقصان اور ہلاکت کا باعث ہے اسی طرح قرآن ہے جس کے معنی
و مطالب منشائے وحی کے مطابق اس کے اہل سے حاصل کئے جائیں تو فلاح و نجات اخروی کا سبب ہے اور
(بقیہ حاشیہ ص۱۸۴ پر)

اچھے ہیں۔ ان کے رفیق۔ اور خدا پر لازم ہے کہ ہمارے دشمنوں کو شیطانوں اور کافروں کا رفیق قرار دے اور کسقدر برے ہیں ان کے رفیق۔ ہمارے شہید کو تمام شہیدوں پر دس درجہ فضیلت حاصل ہے اور ہمارے شیعوں میں سے شہیدوں کو تمام شہیدوں پر سات حصہ فضیلت ہے۔ لہٰذا ہم ہیں نجیب اور ہم ہیں اولاد انبیاء و اوصیا اور ہم کتاب خدا میں مخصوص ہیں اور ہم تمام لوگوں میں پیغمبر خدا کے ساتھ سب سے افضل و اولیٰ ہیں اور ہم ہی وہ ہیں کہ خدا نے اپنا دین ہمارے لئے مقرر کیا ہے اس آیت میں شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ (پ ۲۵ سورہ شوریٰ آیت ۱۳) یعنی خدا نے تمہارے لئے دین مقرر کیا ہے جس کی وصیت ہم نے نوحؑ کو کی تھی اور جس کی وصیت ابراہیمؑ، موسیٰؑ اور عیسیٰؑ سے کی تھی کہ دین کو قائم کریں وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ اور اس میں متفرق نہ ہوں۔ یعنی محمدؐ کے دین پر قائم رہو۔ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ فرمایا کہ ان لوگوں پر جو مشرک ہیں یعنی ولایت علی سے انکار کرتے ہیں جس کی تم ان کو دعوت دیتے ہو یعنی ولایت علی کا قبول کرنا ان پر دشوار ہے اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ امام نے فرمایا کہ خدا جس کو چاہتا ہے اپنی طرف برگزیدہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے اپنی طرف ہدایت کرتا ہے یعنی جو رسول خدا کی ہدایت ... کرتا ہے جو ولایت کو تمہاری ... ہے قبول کرتا ہے۔

ایضاً محمد بن عیاش نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ ہماری مثال کتاب خدا میں مشکوٰۃ کے مانند ہے لہٰذا ہم ہیں مشکوٰۃ اور مشکوٰۃ وہ سوراخ ہے جہاں چراغ رکھا جاتا ہے اور چراغ زجاجہ میں ہے اور زجاجہ محمدؐ ہیں اور كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ علیؑ بن ابی طالبؑ ہیں۔ نور علیٰ نور قرآن ہے یهدی الله لنوره من يشآء۔ خدا ہر اس شخص کی ہماری ولایت کی طرف ہدایت کرتا ہے جس کو دوست رکھتا ہے۔

چوتھے۔ علی بن ابراہیم نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت امام محمد باقرؑ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) اگر نا اہل لوگوں سے حاصل کئے جائیں تو ابدی ہلاکت کا سبب ہے اور امام کی ذات سراپا نور اس لئے کہ اس سے دنیا و آخرت دونوں جگہ فلاح ہی فلاح ہے (مترجم)

نے اس آیت اللہ نور السموات والارض کی تفسیر میں فرمایا کہ خدا نے اپنے نور سے ابتدا کی جس طرح اس کی ہدایت مومن کے دل میں ہوتی ہے کمشکوۃ فیہا مصباح مشکوۃ مومن کا سینہ ہے اور قندیل اُس کا دِل ہے اور مصباح وہ نور ہے جس کو خدا نے اُس کے دل میں قرار دیا ہے یوقد من شجرۃ مبارکۃ شجرہ مومن ہے۔ لا شرقیہ ولا غربیہ یعنی وہ پہاڑ کے درمیان ہو نہ شرقی ہو کہ آفتاب غروب کے وقت اس پر نہ چمکے اور نہ غربی ہو کہ طلوع کے وقت اس کی روشنی اس پر نہ پڑے بلکہ طلوع و غروب کے موقعوں پر ہر وقت آفتاب اُس پر چمکے یکاد زیتہا یضیٔ یعنی نزدیک ہے کہ وہ نور جس کو خدا نے اس کے دل میں قرار دیا ہے روشنی بخشے اگرچہ وہ کلام نہ کرے نور علی نور یعنی فریضہ بالائے فریضہ اور سُنّت بالائے سنّت یہدی اللہ لنورہ من یشآءُ یعنی خدا جس کو چاہتا ہے اپنے فرائض اور سُنّت کی طرف ہدایت کرتا ہے یضرب اللہ الامثال للناس فرمایا کہ خدا نے مومن کے لئے یہ مثال دی ہے۔ مومن کا ہر کام میں پانچ نوروں میں گردش کرتا ہے۔ ہر کام میں اس کا داخل ہونا نور ہے ہر کام سے باہر آنا نور ہے اس کا کلام نور ہے اس کا علم نور ہے۔ قیامت میں بہشت کی طرف اس کی بازگشت نور ہے۔ حضرت نے فرمایا سبحان اللہ خدا کی مثال نہیں۔ فلا تضربوا للہ الامثال (پ۱۴ سورہ نحل آیت ۷۴) لہٰذا خدا کے لئے مثالیں نہ بیان کرو۔

دوسری آیت۔ فِیۡ بُیُوۡتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنۡ تُرۡفَعَ وَ یُذۡکَرَ فِیۡہَا اسۡمُہٗ ۙ یُسَبِّحُ لَہٗ فِیۡہَا بِالۡغُدُوِّ وَ الۡاٰصَالِ ﴿ۙ﴾ رِجَالٌ ۙ لَّا تُلۡہِیۡہِمۡ تِجَارَۃٌ وَّ لَا بَیۡعٌ عَنۡ ذِکۡرِ اللّٰہِ وَ اِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَ اِیۡتَآءِ الزَّکٰوۃِ ۪ۙ یَخَافُوۡنَ یَوۡمًا تَتَقَلَّبُ فِیۡہِ الۡقُلُوۡبُ وَ الۡاَبۡصَارُ ﴿٭ۙ﴾ لِیَجۡزِیَہُمُ اللّٰہُ اَحۡسَنَ مَا عَمِلُوۡا وَ یَزِیۡدَہُمۡ مِّنۡ فَضۡلِہٖ ؕ وَ اللّٰہُ یَرۡزُقُ مَنۡ یَّشَآءُ بِغَیۡرِ حِسَابٍ ﴿۳۸﴾ (پ۱۸ ع ۱۱ سورہ نور آیت ۳۶ تا ۳۸) یہ آیہ کریمہ آیت سابقہ کا تتمہ ہے جو مذکور ہوئی یعنی یہ چراغہائے ہدایت اور انوار امامت و خلافت چند مکانوں یا چند خاندانوں میں روشن ہوتے ہیں جن کو خدا نے اجازت دی ہے اور مقدر فرمایا ہے کہ ان کو بنانے اور تعظیم و تکریم کرنے کے سبب سے ان کو بلند کریں یا اُن خاندانوں کی بلندی شان پہچاننے اور ان کی امامت و خلافت کا اعتقاد رکھنے کا حکم دیا ہے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ ان گھروں سے مسجدیں مراد ہیں جیسا کہ منقول ہے کہ مسجدیں زمین میں خدا کا گھر

ہیں جو اہل آسمان کو روشنی بخشتے ہیں جس طرح ستارے اہل زمین کو روشنی دیتے ہیں۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ وہ پیغمبروں کے گھر ہیں جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ اور فرمایا ہے رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اَهْلَ الْبَیْتِ اور شیخ طبرسیؒ نے کہا ہے کہ اذن اللہ ان ترفع وہ مکانات انبیاءؑ اوصیائے مطلق کے ہیں اور رفع سے مراد تعظیم ہے اور اُن سے نجاسات کا دور کرنا ہے اور نافرمانیوں اور گناہوں سے پاک رکھنا ہے۔ بعضوں نے کہا ہے رفع سے مراد ان میں اپنی حاجتیں خدا سے طلب کرنا ہے ویذکر فیھا اسمہ یعنی ان میں خدا کا نام لیا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ ان میں قرآن کی تلاوت کی جاتی ہے یا اللہ کے اسمائے حسنیٰ ان میں بیان کئے جاتے ہیں یسبح فیھا بالغدوّ والاصال یعنی ان میں صبح و شام خدا کی تنزیہہ یعنی خدا کی پاکی بیان کی جاتی ہے بعضوں نے کہا ہے کہ نماز پڑھنا مراد ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ اُن چیزوں سے خدا کا پاک ہونا بیان کرنا ہے جو خدا کے لئے جائز نہیں اور ان صفتوں سے خدا کو متصف کرنا ہے جن کا وہ مستحق ہے اور وہ سب حکمت اور صواب سے مقرون ہیں۔ پھر بیان کیا کہ تسبیح کرنے والے کون لوگ ہیں تو خدا فرماتا ہے کہ رجالٌ لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ یعنی وہ لوگ ہیں جن کو تجارت اور بیع ذکر خدا سے غافل اور اپنی طرف مشغول نہیں کرتے اور نہ نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے سے باز رکھتے ہیں یخافون یوما تتقلب فیہ القلوب والابصار اور ان عبادتوں کے ذریعہ سے اس روز سے ڈرتے ہیں جس کا ہول دلوں اور آنکھوں کو متغیر کر دیتا ہے تاکہ خدا ان کے عمل کا بہترین بدلہ دے اور ان کی توفیق اپنے فضل سے زیادہ کرے اور خدا جس کو چاہتا ہے بے حساب روزی دیتا ہے۔

اس آیت کا یہ لفظی ترجمہ ہے اور اب اس کے ضمن میں حدیثیں بیان کی جاتی ہیں۔

عامہ و خاصہ نے انس اور بریدہ سے روایت کی ہے کہ جب جناب رسول خدا نے اس آیت کی تلاوت فرمائی ایک شخص نے کھڑے ہو کر پوچھا کہ یا رسول اللہ وہ مکانات کون ہیں۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ پیغمبروں کے مکانات ہیں اس کے بعد حضرت ابوبکر نے کھڑے ہو کر اور خانہ علی و فاطمہ کی طرف اشارہ کر کے پوچھا یہ مکان بھی ان ہی میں داخل ہے حضرتؐ نے فرمایا ہاں بلکہ ان سب میں بہتر ہے۔

شاذان نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ میں مسجد نبویؐ میں تھا کسی نے

اس آیت کی تلاوت کی تو میں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ وہ کون سے مکانات ہیں فرمایا کہ پیغمبروں کے مکانات ہیں اور اپنے ہاتھ سے جناب فاطمہؑ کے بیت الشرف کی طرف اشارہ کیا۔

محمد بن العیاش نے بسند معتبر محمد بن الفضیل سے روایت کی ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں جناب امام موسی کاظمؑ سے سوال کیا امام نے فرمایا کہ بیت سے مراد خانہائے محمدؐ رسول اللہ ہیں اور حضرت علیؑ کا مکان بھی انہی میں داخل ہے بسند دیگر انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ بیوت سے مراد خانہائے آل محمدؐ ہیں جو علیؑ و فاطمہ و حسن و حسین علیہم السلام اور جناب حمزہؓ اور حضرت جعفرؓ کے مکانات ہیں۔ بالغدو والاصال فرمایا کہ اس سے مراد نماز ہے جو فضیلت کے اوقات میں ادا کی جائے پھر ان کی تعریف میں فرماتا ہے کہ رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ یعنی وہ چند مرد ہیں اور ان کے ساتھ کسی اور کو شریک نہیں فرمایا اس کے بعد فرمایا ہے لیجزیھم اللہ احسن ما عملوا و یزیدھم من فضلہ اس سے مراد وہ چیزیں ہیں جن سے ان حضرات کو مخصوص فرمایا ہے مثل ان کی مودت و اطاعت کے واجب ہونے کے اور ان کا مسکن بہشت قرار دیا ہے۔

کلینی نے ابو حمزہ ثمالی سے روایت کی ہے کہ قتادہ بصری امام محمد باقرؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرتؑ نے اس سے پوچھا کہ تم ہی فقیہ اہل بصرہ ہو اس نے کہا ہاں حضرت نے فرمایا وائے ہو تجھ پر اے قتادہ بیشک خلاق عالم نے ایک گروہ کو پیدا کیا اور ان کو اپنی مخلوق پر حجت قرار دیا تو وہ لوگ زمین کی میخیں ہیں مثل پہاڑوں کے خدا کے حکم کے مطابق قیام کرتے ہیں علم خدا کے سبب نجیب ہیں خدا نے ان کو برگزیدہ کیا قبل اس کے کہ خلائق کو پیدا کرے۔ وہ لطیف اجسام عرش کی داہنی جانب تھے یہ سنکر قتادہ دیر تک خاموش رہا۔ پھر اس نے کہا کہ خدا کی قسم فقیہوں کی صحبت میں رہا ہوں اور ابن عباس کے پاس بھی بیٹھا ہوں ان میں سے کسی کے سامنے میرے دل میں ایسا اضطراب پیدا نہیں ہوا جو آپ کی خدمت میں پیدا ہو رہا ہے حضرت نے فرمایا جانتے ہو کہ کس کے پاس بیٹھے ہو اس آباد مکان والوں کے سامنے بیٹھے ہو جن کی شان میں خدا نے فرمایا ہے اذن اللہ ان ترفع و یذکر فیھا اسمہ الخ تم وہاں بیٹھے ہو اور وہ اس جماعت میں سے ہیں جن کا ذکر خدا نے

اس آیت میں کیا ہے۔ قتادہ نے کہا آپ نے سچ فرمایا خدا کی قسم۔ خدا مجھ کو آپ پر فدا کرے۔ خدا کی قسم یہ مکان اینٹ اور گارے کا نہیں بلکہ یہ عزت و شرف و بلندی کا گھر ہے۔

کلینی نے حضرت صادق سے فی بیوت اذن اللہ ان ترفع کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ اس سے مراد پیغمبر کے مکانات ہیں۔ اور خصال میں حضرت امام موسیٰ کاظم سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا نے فرمایا کہ خدا نے تمام خاندانوں سے چار خاندانوں کو بلند و برگزیدہ کیا ہے جیسا کہ فرمایا ہے اِنَّ اللّٰہَ اصۡطَفٰۤی اٰدَمَ وَ نُوۡحًا وَّ اٰلَ اِبۡرٰهِیۡمَ وَ اٰلَ عِمۡرٰنَ عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ۔ اور احتجاج میں روایت کی ہے کہ ابن کوا نے حضرت امیرالمومنین سے روایت کی ہے اس آیت کی تفسیر میں لَیۡسَ الۡبِرُّ اَنۡ تَاۡتُوا الۡبُیُوۡتَ مِنۡ ظُهُوۡرِهَا وَ لٰكِنَّ الۡبِرَّ مَنِ اتَّقٰی وَ اۡتُوا الۡبُیُوۡتَ مِنۡ اَبۡوَابِهَا۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ یہ نیکی نہیں ہے کہ لوگ مکانوں میں ان کے پشت سے (پھاند کر) آئیں نیکی اس کی ہے جو خدا سے ڈرے اور مکانوں میں ان کے دروازوں سے داخل ہو۔ حضرت نے فرمایا کہ ہم ہیں وہ مکانات جن کے بارے میں خدا نے حکم دیا ہے کہ ان کے دروازوں سے آؤ۔ اور ہم ہیں درگاہ خدا اور اس کے مکانات جن کے دروازوں اور مکانوں سے خدا کی طرف جانا چاہیے تو جس شخص نے ہماری متابعت کی اور ہماری ولایت اور امامت کا اقرار کیا۔ مکانوں میں ان کے دروازوں سے داخل ہوا اور جو شخص کہ ہماری مخالفت کرتا ہے اور دوسروں کو ہم پر فضیلت دیتا ہے مکانوں میں ان کی پشت سے داخل ہوتا ہے [1]

---

[1] مؤلف فرماتے ہیں کہ ان آیتوں کا ماحصل یہ ہے کہ خدا نے نور ہدایت و نبوت و امامت و خلافت کو ان خاندانوں میں قرار دیا ہے جو آدمؑ کے زمانہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام تک دست بدست پہونچتا رہا ہے اور پھر ان سے حضرت رسالت مآبؐ کے آبائے طاہرین تک منتہی ہوا اور ان سے آنحضرتؐ تک پہونچا اور ان حضرت سے ان کے اوصیائے کرام تک منتقل ہوا اور خدا نے مقدر فرمایا کہ ہمیشہ یہ خاندان بلند و مشہور رہے اور امامت و خلافت کا محل و مقام رہے اور نور علم سے عالم روشن و منور ہوتا رہے اور ان کے مکانات اور ان کے مساکن کی ان کی حیات میں تعظیم و تکریم ہوتی رہے اور ان کے پاس معارف ربانی اور دین مبین کی شریعتیں حاصل کرنے کے لئے لوگوں کو آنا چاہیے اور ان کی وفات کے بعد ان کے مقدس ضریحوں کی تعظیم اور ان کو نجاسات سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۸۹ پر)

تیسری اور چوتھی آیت۔ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً حَتّٰٓى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـًٔـا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ۝ (پ سورۂ نور آیت ۳۹، ۴۰)

چونکہ سابقہ آیتوں میں ایمان و علم و نبوت و امامت اور کامل مومنوں کی مثال نور سے فرمائی ہے۔ اور یہ دونوں آیتیں کافروں کی مثال میں بیان کی ہیں جو ان ذوات مقدسہ کی ضد ہیں کہ وہ لوگ جو خدا و رسول سے انکار کرتے ہیں اور ان کے اعمال سراب کے مانند ہیں جو میدانوں میں ظاہر ہوتے ہیں جس کو پیاسا پانی گمان کرتا ہے جب اس کے نزدیک پہنچتا ہے تو وہاں کچھ نہیں پاتا اور خدا کے عذاب کو اور اس کی طرف اس کے اعمال کی جزا کو اس کے پاس پاتا ہے اور خدا بہت جلد خلائق کا حساب کرنے والا ہے۔ یا ان کافروں کی مثال ان تاریکیوں کے مانند ہے جو گہرے دریا میں ہو اور اس دریا کو ایک موج ڈھانپ لے پھر اس پر دوسری موج پھر اس موج پر بادل چھائے ہوئے ہوں اندھیرے کے اوپر اندھیرا ہو اور جب وہ اپنا ہاتھ جو اعضا میں سب سے زیادہ ظاہر عضو ہے باہر نکالتا ہے تو ممکن نہیں کہ دیکھ سکے اور جس کے لئے خدا نور نہ قرار دے تو اس کے لئے کوئی روشنی نہیں ہے۔

ابن ماہیار نے بسند معتبر حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سے مراد بنی امیہ ہیں اور مراد ظمآن سے پیاسا منافق سوم ہے جو بنی امیہ کو سراب کی جانب لے جاتا ہے کہ یہ پانی ہے جب وہ اس جگہ پہونچتے ہیں تو عذاب الہی کے سوا کچھ نہیں پاتے۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ ظمآن سے اشارہ ہے فتنۂ اوّل و دوم کی جانب یغشاہ موج سے مراد فتنۂ سوم ہے من فوقہ موج سے اشارہ ہے طلحہ و زبیر کی طرف۔ ظلمات بعضها فوق بعض سے اشارہ ہے فتنۂ معاویہ اور تمام بنی امیہ کی جانب۔ جب مومن اپنا ہاتھ ان کے فتنوں کی تاریکی میں نکالتا ہے تو ممکن

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) پاک رکھنا چاہئے اور ان کے گھر والوں کی تعظیم و احترام کرنا چاہئے اور ان کی متابعت کو واجب سمجھنا چاہئے اور ان کی پیروی سے انحراف نہ کرنا چاہئے۔ ۱۲

نہیں کہ دیکھ سکے لم یجعل اللہ لہ نورا فمالہ من نور یعنی جس شخص کا بنی فاطمہ کے اماموں میں سے کوئی امام خدا نے قرار نہیں دیا ہے تو اس کے لئے قیامت میں کوئی امام نہ ہوگا کہ اس کے نور میں راستہ چلے اور جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا ہے نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ (پ۲۷ سورہ حدید آیت ۱۲) امام نے فرمایا کہ آئمہ قیامت میں مومنین کے نور ہونگے۔ جو ان کے سامنے اور داہنی طرف سے چلیں گے تاکہ شیعوں کو بہشت کے قصروں میں پہونچا دیں۔ اور کلینی نے اس حدیث کو بسند صحیح و موثق تھوڑے اختلاف سے روایت کی ہے اور ابن ماہیار نے بسند معتبر حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ کظلمات فی بحر لجیّ اشارہ ہے اوّل و دوم کی جانب اور من فوقہ موج سے اصحاب جمل و صفین و نہروان کی جانب اشارہ ہے من فوقہ سحاب ظلمات بعضھا من فوق بعض سے مراد بنی امیہ ہیں اذا اخرج یدہ لم یکد یرٰھا یعنی جب امیرالمومنین اپنا ہاتھ باہر نکالتے ہیں ان کے فتنوں اور تاریکیوں میں ممکن نہیں کہ دیکھ سکیں یعنی ان کو اچھی باتیں اور نیک مشورے دیتے تھے تو وہ لوگ نہیں مانتے تھے سوائے اس شخص کے جس کو آپ کی امامت اور ولایت کا اقرار تھا و من لم یجعل اللہ نورا فمالہ من نور یعنی جس شخص کے لئے خدا نے دنیا میں کوئی امام نہ قرار دیا ہو تو اس کے لئے آخرت میں کوئی نور نہ ہوگا یعنی اس کا کوئی امام نہ ہوگا جو اسکی بہشت کی جانب رہنمائی کرے۔

پانچویں آیت فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِیْٓ اَنْزَلْنَا (پ۲۸ سورہ تغابن آیت ۸) یعنی خدا و رسول پر ایمان لاؤ اور اس نور پر جسے ہم نے نازل کیا ہے۔ اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ اس آیت میں نور سے مراد قرآن مجید ہے۔ اور کلینیؒ وغیرہم نے بسند ہائے معتبر امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ خدا کی قسم نور سے مراد اس آیت میں روز قیامت تک آل محمد کے ائمہ ہیں اور خدا کی قسم وہی نور خدا ہیں جن کو خدا نے بھیجا ہے اور بخدا وہی نور خدا ہیں آسمانوں اور زمینوں میں۔ اور خدا کی قسم مومنوں کے دلوں میں نور امام آفتاب سے زیادہ روشن ہے اور واللہ وہ بزرگوار مومنوں کے دلوں کو منوّر رکھتے ہیں اور خدا انکے نوروں کو جس شخص سے چاہتا ہے چھپائے رکھتا ہے اس لئے ان کے قلوب تاریک رہتے ہیں اور کوئی بندہ ہم کو دوست نہیں

رکھتا اور ہماری ولایت کا اقرار نہیں کرتا مگر یہ کہ خدا اس کے دل کو پاک کر دیتا ہے اور خدا کسی کے دل کو پاک نہیں کرتا جب تک وہ ہمارا فرمانبردار نہ ہو جائے اور مقام سلامتی میں ہمارے ساتھ نہ ہو جائے۔ جب وہ ہمارا مطیع ہو جاتا ہے تو خدا اس کو شدائد سے محفوظ رکھتا ہے اور اُس کو روز قیامت کے ہول سخت سے مامون قرار دیتا ہے[۱]

چھٹی آیت :۔ اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَیُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَیَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

(پ ۹ سورہ الاعراف آیت ۱۵۷)

خداوند عالم مومنین متقین کے اوصاف ہیں جن کے لئے اپنی رحمت مخصوص فرمائی ہے فرماتا ہے کہ :۔

جو لوگ پیغمبر امی کی پیروی کرتے ہیں یعنی وہ پیغمبر جو لکھتا پڑھتا نہ تھا یا ام القریٰ

---

[۱] مؤلف فرماتے ہیں کہ اس تاویل کی بنا پر ان کا نازل کرنا اور ان کو زمین پر بھیجنا انکی ارواح مقدسہ کو ان کے اجسام پاک کی طرف بھیجنے کے اعتبار سے کہ روحانیت اور نورانیت کے انتہائی مرتبہ قرب حاصل کرنے کے بعد ان کو تبلیغ رسالات اور خلق کو دعوت دینے کا حکم ہے۔ تو خلق سے ان کی معاشرت مقام بلند سے پستی کی جانب نازل ہونے کے مثل ہے جیسا کہ خداوند عالم فرماتا ہے اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَیْكُمْ ذِكْرًا رَّسُوْلًا یا اس اعتبار سے کہ بعض حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ حق تعالےٰ نے ان کے نور مقدس کو صلب آدم میں ساکن کیا یا اس اعتبار سے کہ ان کی محبت و ولایت جناب رسولخداؐ پر نازل کی اور ممکن ہے کہ نور قرآن مراد ہو اور اس کا اطلاق اس اعتبار سے ہو جیسا کہ سابق میں تحقیق ہو چکا کہ کتاب اللہ ناطق اور قرآن حقیقی یہی لوگ ہیں اور اس کے حافظ اور حامل اور مفسر یہی حضرات ہیں اور قرآن کا زیادہ حصہ باعتبار باطن انہی کی شان میں نازل ہوا ہے لہٰذا اس سبب سے نور کی تاویل اُن سے کی ہے اور یہ تمام وجہوں میں سب سے زیادہ واضح ہے اور اس وجہ کے بارے میں آیت کی تاویل میں بہت سی حدیثیں ہیں جو اسکے بعد مذکور ہوں گی۔ ۱۲

رکھ کے رہتے والا تھا توریت اور انجیل میں اس پیغمبر کے اوصاف اور اس کی پیغمبری کا ذکر اپنے پاس لکھا ہوا پاتے ہیں جو ان کو نیکیوں کا حکم دیتا ہے اور بری باتوں سے منع کرتا ہے اور ان کے لئے پاک و طاہر چیزیں حلال قرار دیتا ہے اور خبیث اور بری چیزیں ان پر حرام کرتا ہے اور دشوار امور یا عہد و پیمان کا بوجھ جو ان پر پڑا ہوا تھا کم کرتا ہے تو جو لوگ اس پر ایمان لائے اور انہوں نے اس کی تعظیم کی اور اس کی مدد کی اور اس نور کی پیروی کی جو اس رسول کے ساتھ نازل ہوا ہے تو وہی لوگ کامیاب اور فلاح یافتہ ہیں۔

اکثر مفسروں نے نور سے قرآن مراد لیا ہے اور کلینی نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ اس آیت میں نور سے مراد امیرالمومنینؑ ہیں اور آئمہ معصومین ہیں۔ اور علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ نور سے مراد امیرالمومنین ہیں۔ تو خدا نے پیغمبرؐ کے بارے میں پیغمبروں سے عہد لیا کہ وہ اپنی امتوں کو آنحضرتؐ کے متعلق خبر دیں اور اس کی مدد کریں تو انبیا نے قول سے مدد کی اور اپنی امتوں کو وہ عہد دیا اور عنقریب رجعت میں رسولخداؐ اور تمام انبیا دنیا میں واپس آئیں گے اور ان حضرت کی دنیا میں مدد کریں گے۔

کلینی نے بھی دوسری حدیث میں حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ یعنی امام پر ایمان لائے ہیں وَعَزَّرُوْهُ آخر آیت تک۔ یعنی جبت اور طاغوت سے پرہیز نہیں کیا جو اول و دوم ہیں اور ان کی عبادت سے مراد ان کی اطاعت ہے۔ عیاشی نے حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ نور سے مراد اس آیت میں علی بن ابی طالبؑ ہیں [۱]

ساتویں آیت:۔ يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ (پ۲۸ سورہ الصف آیت ۸) یعنی کفار و منافقین چاہتے ہیں کہ خدا کے نور کو اپنے منہ سے پھونک کر بجھا دیں اور اپنے باطل دینوں سے دین کو دبا دیں۔ اس شخص

---

[۱] مولف فرماتے ہیں کہ جو وجہیں کہ نور کے نزول کی توجیہہ میں۔ پانچویں وجہ میں مذکور ہوئی ہیں وہ سب اس جگہ بھی بیان کی جا سکتی ہیں اور اس آیت کی شان نزول سے بہت مناسبت رکھتی ہیں۔ اور تیسری اور پانچویں وجہ بھی اس اعتبار سے بھی مناسب ہے کہ ابتدا میں نبوت نازل ہوئی ولایت امیرالمومنین بھی اسی کے ساتھ نازل ہوئی ۱۲۔

کے مانند جو آفتاب کے نور کو اپنے منہ سے پھونک کر بجھانا چاہے اور خدا اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے اگرچہ کفار ناپسند کریں۔

کلینی وغیرہ نے بسند معتبر حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ لوگوں نے اس آیت کی تفسیر اُن حضرت سے دریافت کی حضرتؑ نے فرمایا کہ لوگوں نے چاہا کہ ولایت امیرالمومنین کو اپنی باتوں سے مٹادیں اور خدا امامت کو کامل کرتا ہے جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا ہے۔

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا۔ اس جگہ نور سے مراد امامت۔ لوگوں نے اس کے بعد کی آیت هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ (آیت ۹ سورہ مذکور) کی تفسیر دریافت کی حضرت نے فرمایا کہ وہ خدا وہ ہے جس نے اپنے رسول کو اُن کے وصی علی بن ابی طالبؑ کی ولایت کے لیے حکم دیا کہ ولایت دین حق ہے تاکہ اس کو حضرت قائم آل محمدؑ کے سبب تمام دینوں پر غالب کر دے جیسا کہ فرمایا ہے کہ خدا اپنے نور کو ولایت قائم آل محمدؑ کے ساتھ پورا کرے گا۔ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ بِوَلَايَةِ عَلِيٍّ۔ ہرچند کہ کفار ولایت علی کو پسند نہ کریں۔ لوگوں نے پوچھا کیا آیت اس طرح نازل ہوئی ہے فرمایا ہاں۔ علی بن ابراہیم نے وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ میں روایت کی ہے کہ خدا اپنے نور کو قائم آل محمدؑ کے ذریعہ سے کامل کرے گا جب وہ ظاہر ہوں گے تو خدا اپنے دین کو تمام دینوں پر غالب کرے گا یہاں تک کہ خدا کے سوا کسی مقام پر غیر خدا کی عبادت نہ ہوگی جیسا کہ حضرت رسول خداؐ نے فرمایا کہ وہ (قائم آل محمدؑ) زمین کو اسی طرح عدل و انصاف سے بھر دیں گے جیسے کہ وہ پہلے ظلم و جور سے بھری ہوگی۔

اکمال الدین میں حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے زمین کبھی ایسے حجت خدا سے خالی نہیں رہتی جو دانا ہوتا ہے اور وہ زمین پر امور حق سے اس چیز کو زندہ اور قائم کرتا ہے جس کو لوگ ضائع اور برباد کر دیتے ہیں۔ پھر اس آیت یریدون لیطفوا نور اللہ کی آخر تک تلاوت کی۔

محمد بن العیاش نے روایت کی ہے کہ امام محمد باقرؑ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی اور فرمایا کہ خدا کی قسم اگر تم لوگ دین حق اور ولایت اہلبیتؑ سے دست بردار ہو جاؤ تو خدا

دست بردار نہیں ہوگا۔ یعنی بلاشبہ ایسے گروہ کو پیدا کرے گا کہ جو اس دین کو اختیار کرینگے یا قائم آل محمد کو ظاہر فرمائے گا جو تمام خلق کو اس دین میں داخل کرینگے۔

ایضاً۔ حضرت امیر المومنینؑ سے روایت کی ہے کہ ایک روز جناب رسول خدا صلعم ممبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ خدا نے اہل زمین پر نظر کی جیسا کہ چاہئے اور سب میں سے مجھ کو اختیار کیا پھر دوسری بار نگاہ ڈالی تو علی کو اختیار کیا جو میرے بھائی میرے وارث میرے وصی اور میری امت میں میرے خلیفہ ہیں اور میرے بعد ہر مومن کے ولی اور امام ہیں۔ جو شخص اُن سے دُوستی کرتا ہے اس نے خدا سے دوستی کی اور جو شخص ان سے دشمنی کرتا ہے اس نے خدا سے دشمنی کی ہے اور جو ان کو دوست رکھتا ہے وہ خدا کو دوست رکھتا اور جو شخص ان کو دشمن رکھتا ہے خدا اس کو دشمن رکھتا ہے خدا کی قسم اس کو مومن کے سوا کوئی غیر مومن دوست نہیں رکھتا اور کافر کے سوا اس کو کوئی دشمن نہیں رکھتا۔ وہ میرے بعد زمین کا نور ہیں اور رکن زمین ہیں۔ وہی کلمہ تقویٰ اور عروۃ الوثقیٰ ہیں جس کو خدا نے قرآن میں فرمایا ہے اس کے بعد حضرت نے اس آیت یریدون لیطفئوا نور اللہ کی آخر تک تلاوت کی۔ اس کے بعد فرمایا ایها الناس میرا کلام وہ لوگ جو موجود ہیں ان تک پہنچا دیں جو موجود نہیں ہیں خداوندا میں تجھ کو اس امر پر گواہ کرتا ہوں (پھر حدیث کا سلسلہ اپنے بیان میں شروع کرتے ہیں) اس کے بعد خدا نے تیسری مرتبہ زمین پر نگاہ کی اور میرے اور میرے بھائی علیؑ کے بعد اور گیارہ اماموں کو ایک کے بعد دوسرے کو جو اس کا قائم مقام ہوگا اختیار کیا ان کی مثال آسمان کے ستاروں کی سی ہے کہ جو ستارہ غروب ہو جاتا ہے اس کے بجائے دوسرا ستارہ طلوع ہوتا ہے۔ وہ لوگ ہادی اور ہدایت یافتہ ہیں کوئی شخص ان کو ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ مگر اس کے سوا جو ان کے ساتھ مکر و فریب کرے اور ان کی مدد نہ کرے۔ وہ ائمہ سب زمین میں حجت خدا ہیں اور خلائق پر اس کے گواہ ہیں جس شخص نے ان کی اطاعت کی۔ اس نے خدا کی اطاعت کی اور جس نے ان کی نافرمانی کی۔ اس نے خدا کی معصیت کی۔ وہ قرآن کے ساتھ ہیں۔ اور قرآن ان کے ساتھ ہے وہ قرآن سے جُدا نہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس وارد ہوں

آٹھویں آیت :۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَآمِنُوا بِرَسُولِهِ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِن رَّحْمَتِهِ وَيَجْعَل لَّكُمْ نُورًا تَمْشُونَ بِهِ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ

(آیت ۲۸ سورہ حدید پ۲۷)

مفسرین نے یوں ترجمہ کیا ہے:-

یعنی اے وہ گروہ جو خدا کی یگانگت پر ایمان لائے ہو اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کی تصدیق کرتے ہو خدا کے عذاب سے پرہیز کرو اور رسول خداؐ پر ایمان لاؤ یا یہ کہ (وہ لوگو جو) خدا و رسول پر ظاہر میں ایمان لائے ہو رسول پر دل سے ایمان لاؤ تاکہ خدا تم کو اپنی رحمت سے دو حصہ اس نور کا عطا فرمائے جس کی روشنی میں قیامت کے روز راستہ چلو اور خدا تم کو بخش دے اور خدا بخشنے والا مہربان ہے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ نور سے مراد قرآن ہے۔

کلینی اور ماہیار وغیرہم نے بسند ہائے بسیار روایت کی ہے کہ کفلین سے مراد جناب امام حسن اور جناب امام حسین علیہم السلام ہیں ویجعل لکم نوراً تمشی بہ یعنی تمہارے واسطے وہ امام مقرر کرے جن کی تم پیروی کرو۔ ابن ماہیار نے دوسری سند سے روایت کی ہے کہ حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ کفلین سے مراد حسنین علیہم السلام ہیں ویجعل لکم نوراً تمشی بہ۔ یعنی ایسا امام عادل جس کی اقتدا کریں اور وہ علی علیہ السلام ہیں۔ ایضاً جابرؓ بن عبداللہ انصاری سے بسند معتبر روایت ہے کہ کفلین سے حسنین اور نور سے حضرت علی علیہم السلام مراد ہیں اور فرات نے بھی انہی ابن عباس سے اسی مضمون کی روایت کی ہے۔ ایضاً حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ کفلین سے مراد حسنین ہیں اس کے بعد فرمایا کہ جس کو خدا گرامی کرتا ہے یا جس کو ہمارے شیعوں میں سے قرار دیتا ہے کوئی بلا بھی جو اس کو دنیا میں پہنچتی ہے اس کو ضرر نہیں پہنچا سکتی اگرچہ وہ زمین کی گھاس کھانے کے علاوہ کسی چیز پر قادر نہ ہو۔

لہ مؤلف فرماتے ہیں کہ رحمت سے مراد رحمت اُخروی ہے یا رحمت دنیوی اور چونکہ امام خدا کی رحمتوں اور نعمتوں میں سب سے بڑی رحمت اور نعمت اس کے بندوں پر ہے ان حدیثوں میں دونوں رحمتوں کے مصداق اعظم کو بیان فرمایا ہے اور احتمال ہے کہ امام ناطق اور امام صامت ہر زمانہ میں دونوں مراد ہوں اور ان دونوں معصوموں کا ذکر مثال کے طور پر ہو جو آیت کے نازل ہونے کے وقت موجود تھے اور یہ بھی احتمال ہے کہ کفلین سے مراد دنیوی اور اُخروی دونوں نعمتیں مراد ہوں اور چونکہ حضرت امام حسنؑ نعمت دنیوی کے سب سے بڑے مصداق تھے اس اعتبار سے کہ معاویہ سے صلح کیا اور شیعوں کی جانیں محفوظ کر لیں اور حضرت امام حسین سب سے بڑے مصداق نعمتِ اُخروی کے تھے جن کے اصحاب شہادت کے سب سے بلند درجے پر فائز ہوتے اس سبب سے ان دونوں بزرگوں کی تخصیص فرمائی اور آیت میں جو (بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹۶ پر)

نویں اور دسویں آیت :- يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ يَسْعَىٰ نُورُهُمْ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ بُشْرَاكُمُ الْيَوْمَ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ يَوْمَ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالْمُنَافِقَاتُ لِلَّذِينَ آمَنُوا انْظُرُونَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُورِكُمْ قِيلَ ارْجِعُوا وَرَاءَكُمْ فَالْتَمِسُوا نُورًا فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُورٍ لَهُ بَابٌ بَاطِنُهُ فِيهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهُ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ۝ يُنَادُونَهُمْ أَلَمْ نَكُنْ مَعَكُمْ قَالُوا بَلَىٰ وَلَٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ أَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْأَمَانِيُّ حَتَّىٰ جَاءَ أَمْرُ اللَّهِ وَغَرَّكُمْ بِاللَّهِ الْغَرُورُ ۝ فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَلَا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مَأْوَاكُمُ النَّارُ هِيَ مَوْلَاكُمْ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۝

(پ۲۷ سورہ حدید آیت ۱۲ تا ۱۵) جس روز تم دیکھو گے مومنین و مومنات ہر ایک کا نور جو تیزی سے ان کے سامنے اور داہنی جانب چلے گا اور فرشتے ان سے کہیں گے کہ تم کو خوشخبری ہو بہشت کی جن کے نیچے نہریں جاری ہیں تم ہمیشہ اس میں رہو گے یہ عظیم کامیابی ہے اور اس روز منافق مرد منافق عورتیں اُن ایمان والوں سے کہیں گے کہ ہمارا انتظار کرو یا ہماری جانب نگاہ کرو تاکہ تمہارے نور سے ہم بھی کچھ فائدہ اٹھائیں ان کے جواب میں کہا جائے گا کہ اپنے پیچھے دنیا میں واپس جاؤ اور ایمان اور اعمال صالحہ سے نور حاصل کرو یا صحرائے محشر میں واپس جاؤ یا جس جگہ چاہو جاؤ کیونکہ ہم سے تم کو کچھ حصّہ نہیں ملے گا پھر ان مومنین اور منافقین کے درمیان ایک دیوار کھینچ دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا کہ جس میں سے مومنین اندر داخل ہونگے یا وہ رحمت خدا کا دروازہ ہوگا جو بہشت ہے اور اس کے باہر عذاب الہٰی ہوگا جس کو جہنم کہتے ہیں منافقین مومنین سے کہیں گے کہ کیا دنیا میں ہم تمہارے ساتھ نہ تھے مومنین کہیں گے بیشک تھے لیکن تم نفاق میں مبتلا اور مومنوں پر بلاؤں کا انتظار کیا کرتے تھے اور دین میں شک کرتے تھے اور تم کو آرزوؤں نے فریب دے رکھا تھا یہاں تک کہ خدا کا حکم یعنی موت تم کو آئی اور شیطان نے تم کو خدا سے غافل کر دیا تھا لہٰذا تم سے خدا کوئی فدیہ نہ لے گا اور نہ کافروں سے تمہارا ٹھکانا جہنم ہے اور وہی تمہارے لئے زیادہ سزاوار ہے اور وہ تمہارے واسطے واپس

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) مضمون وارد ہوا ہے اس کی بناء پر ممکن ہے روحانی مشی (چلنا) مراد ہو جس سے عقلی کمالات کے درجے اور اُخروی مراتب حاصل ہوتے ہیں اور ممکن ہے مشی سے مراد قیامت ہو جیسا کہ یسعی قدمھم کی تاویل میں مذکور ہوا۔ ۱۲

ہونے کا مقام بہت بڑا ہے۔

دوسرے مقام پر فرمایا ہے یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ یُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ وَیُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰهُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ نُوْرُهُمْ یَسْعٰى بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَبِاَیْمَانِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (پ ۲۸ سورہ تحریم آیت ۸)

یعنی اے ایمان والو خدا کی بارگاہ میں اپنے گناہوں سے خلوص دل سے توبہ کرو یعنی ایسا توبہ کہ پھر ان گناہوں کا اعادہ نہ کرو امید ہے کہ تمہارا پروردگار تم پر نگاہ کرم کرے اور تمہارے گناہوں کو بخش دے اور تم کو بہشتوں میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ اس روز خدا اپنے پیغمبر کو اور اہل ایمان کو رسوا نہ کرے گا۔ ان کا نور اس روز ان کے آگے آگے اور داہنی جانب چلتا ہوگا۔ اور وہ کہتے ہوں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہمارے نور کو ہمارے لیے پورا کر دے اور ہم کو بخش دے بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

علی بن ابراہیم نے حضرت صادق ؑ سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ نورهم یسعیٰ بین ایدیهم وبایمانهم کے بارے میں حضرت نے فرمایا مومنوں کے امام انکے نور ہوں گے جو ان کے آگے آگے اور داہنی جانب سے چلتے ہونگے یہاں تک کہ ان کو بہشت میں اُن کے مقامات تک پہنچا دیں۔

تفسیر فرات میں حضرت امام محمد باقر ؑ سے روایت کی ہے کہ میں نے یَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ یَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ کی تفسیر حضرت سے دریافت کی امام نے فرمایا کہ جناب رسول خدا نے فرمایا ہے کہ وہ نور مومنین کے امام کا ہوگا جو روز قیامت اُن کے آگے آگے چلے گا جبکہ خدا امام کو اجازت دے گا کہ جنات عدن میں اپنی منزلوں کو جاؤ اور مومنین ان کے پیچھے ہونگے یہاں تک کہ ان کے ساتھ بہشت میں داخل ہوں اور قول حق تعالیٰ بایمانهم کے بارے میں فرمایا کہ تم لوگ قیامت کے روز دامن آل محمد پکڑ کر ان کا وسیلہ اختیار کرو گے اور وہ حضرات حسن ؑ و حسین ؑ کا دامن پکڑیں گے اور وہ امیرالمومنین ؑ کا دامن پکڑیں گے اور وہ جناب رسول خدا کا دامن پکڑے ہوں گے یہاں تک کہ ان حضرات کے کے ساتھ جنت عدن میں داخل ہوں۔ خدا کے اس قول بُشْرٰىكُمُ الْیَوْمَ جَنّٰتٌ کی یہ تفسیر ہے۔

ابن شہر آشوب نے مناقب میں حضرت امام محمد باقر ؑ سے روایت کی ہے کہ ہمارے لئے

ہمارے نور کو کامل کر دے کا مطلب ہے کہ ہمارے شیعوں کو ہم سے ملحق کر دے اور حضرت صادقؑ نے اس آیت اُنْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُوْرِكُمْ کی تفسیر میں فرمایا کہ خداوند عالم منافقین کے لئے نور تقسیم کریگا اور ان کے بائیں پیر کے انگوٹھے میں ظاہر ہوگا اور جلد برطرف ہو جائے گا اس وجہ سے مومنین کہیں گے کہ ہمارا نور پورا کر دے۔

علی بن ابراہیم نے حضرت امام باقرؑ سے روایت کی ہے کہ جس شخص کے لئے قیامت میں نور ہوگا وہ نجات پائے گا اور ہر مومن کے لئے ضرور نور ہوگا۔

ایضاً تفسیر نورھم یسعی بین ایدیھم وبایمانھم کے بارے میں روایت کی ہے کہ خدا روز قیامت لوگوں کے ایمان کے مطابق اور منافقوں کے ایمان کے مطابق ان میں نور تقسیم کرے گا تو منافقوں کے لئے نور ان کے بائیں پاؤں میں ظاہر ہوگا اور جلد زائل ہو جائیگا۔ اس وقت منافقین مومنین سے کہیں گے کہ اپنی جگہ پر ٹھہرے رہو تا کہ تمہارے نور سے ہم بھی کچھ فائدہ حاصل کریں۔ مومنین کہیں گے کہ اپنے پیچھے واپس جاؤ اور نور طلب کرو تو واپس پلٹ جائیں گے اور ان کے درمیان ایک دیوار قائم ہو جائے گی اور منافقین دیوار کے پیچھے سے مومنین کو آواز دیں گے کہ کیا تم ہمارے ساتھ دنیا میں نہیں تھے وہ کہیں گے ہاں تھے تو لیکن تمہارے نفسوں نے گناہوں کی جانب فریب دیا اور دین میں تم نے شک کیا اور مومنوں کے لئے بلاؤں کا انتظار کیا کرتے تھے۔ فالیوم لا یوخذ منکم فدیۃ۔ امام نے فرمایا کہ خدا کی قسم اس آیت سے مقصود یہودی و نصاریٰ نہیں ہیں اور خدا نے کسی کو سوائے اہل قبلہ کے مراد نہیں لیا ہے ھی مولکم یعنی آتش جہنم تمہارے لئے زیادہ سزاوار ہے۔ اور جناب امیر علیہ السلام کے خطبۂ غدیریہ میں مذکور ہے کہ سبقت کرو اس امر کی جانب جو تمہارے پروردگار کی خوشنودی کا باعث ہے قبل اس کے کہ کوئی دیوار تمہارے درمیان کھینچ دی جائے جس کے اندر رحمت اور باہر عذاب ہو اس وقت تمہاری فریاد پر توجہ نہ کی جائے گی اور تم نالہ وزاری کرو گے اور اس کی پرواہ نہ کی جائے گی۔

کتاب خصال میں حدیث طویل میں روایت کی ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ روز قیامت میری امت کے لئے پانچ علم ہوں گے۔

پہلا علم اس امت کے فرعون کے ساتھ آئے گا جو منافق اول ہے۔ دوسرا علم اس امت کے سامری کے ساتھ ہوگا جو منافق دوم ہے۔ تیسرا علم اس امت کے جاثلیق کا ہوگا جو منافق سوم ہے۔ چوتھا

علم معاویہ کا ہوگا اور پانچواں علم اے علیؑ تمہارا ہوگا جس کے سایہ میں مومنین ہوں گے اور تم ان کے امام ہوگے۔ پھر ان چار علم والوں سے خطاب ہوگا کہ واپس جاؤ اور نور طلب کرو پھر ان کے درمیان ایک دیوار کھینچ دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا۔ اسکے اندر کی جانب رحمت ہوگی جس میں میرے شیعہ اور موالی ہوں گے۔ اور جو لوگ میرے ساتھ ہوں گے ان لوگوں نے میرے ساتھ رہ کر باغیہ فرقے اور راہ راست سے منحرف ہو جانے والوں کے ساتھ جنگ کی ہوگی۔ دروازۂ رحمت سے مراد میرے شیعہ ہیں۔ گروہ باغیہ وغیرہ منافقین میرے شیعوں کو ندا دیں گے کہ کیا ہم تمہارے ساتھ دنیا میں نہ تھے آخر تک جیسا کہ گذرا۔ اس کے بعد حضرتؐ نے فرمایا کہ پھر میرے شیعہ اور میری امت کے مومنین حوض کوثر پر وارد ہوں گے اور درخت عوسج کا ایک عصا میرے ہاتھ میں ہوگا جس سے میں اپنے دشمنوں کو حوض کوثر سے اس طرح ہنکاؤں گا جس طرح اونٹ ہنکائے جاتے ہیں۔

خصال میں جابرؓ انصاری سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں جناب رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر تھا۔ حضرتؐ نے امیرالمومنینؑ سے فرمایا کہ خدا نے تمہارے شیعوں اور محبّوں کو سات خصلتیں عطا فرمائی ہیں۔ مرنے کے وقت نرمی۔ (قبر کی) وحشت کے وقت اطمینان۔ تاریکی میں نور۔ قیامت کے خوف و پریشانی سے اطمینان و سکون۔ ترازوئے اعمال کے نزدیک انصاف۔ صراط پر سے بآسانی گذرنا۔ اور بہشت میں سب سے پہلے داخل ہونا۔ اس کے بعد اس آیت نورھم یسعیٰ بین ایدیھم و بایمانھم کی تلاوت فرمائی۔

گیارھویں آیت:۔ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۗ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـئُهُمُ الطَّاغُوْتُ ۙ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ (پ۳ سورہ البقرہ آیت ۲۵۷) یعنی خدا ولی یا ولی امر اُن لوگوں کا ہے جو ایمان لائے ہیں۔ وہ ان کو تاریکی کفر و ضلالت و جہالت سے نکال کر ایمان و ہدایت اور علم کی روشنی میں لاتا ہے۔ اور جو لوگ کافر ہوگئے ہیں یعنی علم الٰہی میں گذرا ہے کہ وہ لوگ کافر ہوں گے ان کا دوست و مددگار طاغوت یعنی شیطان ہے جو اہل کفر و ضلالت کا پیشوا ہے اور پیشوایانِ کفر و ضلالت ان کو نور ایمان و علم و ہدایت سے یا ان امور کی قابلیت سے نکال کر کفر و فسق کے ارتکاب کی تاریکی میں لے جاتے ہیں۔ یا نور دلائل و براہین سے نکال کر شکوک و شبہات کی تاریکی میں لے جاتے ہیں

تفسیر عیاشی میں حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ اس آیت میں نور سے مراد آل محمدؐ ہیں اور ظلمات سے مراد ان کے دشمن ہیں۔ پھر حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ مراد یہ ہے کہ جو شخص ان ائمہ پر ایمان لاتا ہے جو خدا کی جانب سے مقرر ہوئے ہیں، ہر چند کہ وہ اپنے اعمال میں بُرا ہو خدا اس کو قیامت کے اندھیرے سے نور عفو و آمرزش کی جانب لے جاتا ہے اور بہشت میں داخل کرتا ہے اور ان لوگوں کو جو امام برحق سے کافر ہو گئے ہیں اور ان اماموں کا اعتقاد رکھتے ہیں جو خدا کی جانب سے مقرر نہیں ہوئے ہیں وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے اگرچہ وہ اعمال و کردار میں نہایت زاہد و متقی و عبادتگذار ہوں۔

کلینی نے بسند معتبر ابن یعفور سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت صادقؑ سے عرض کی کہ مجھے ان لوگوں پر نہایت تعجب اور مغالطہ ہوتا ہے جن کو آپ کی ولایت سے تعلق نہیں بلکہ دوسرے منافقین کی ولایت رکھتے ہیں اور صاحب امانت و وفا اور سچے ہوتے ہیں اور ان لوگوں کے بارے میں کہ جو آپ کے محب اور موالی ہیں لیکن نہ صاحب امانت ہیں نہ سچے ہیں اور نہ وفادار ہیں حضرت یہ سنتے ہی درست ہو کر بیٹھ گئے اور نہایت غصہ میں فرمایا کہ اس کا کوئی دین نہیں جو خدا کی عبادت ایسے امام جابر کی محبت کے ساتھ کرتا ہے جو خدا کی جانب سے مقرر نہیں ہوتا لیکن اُس پر کوئی عتاب نہیں جو خدا کی عبادت نہیں لیکن امام عادل کی ولایت کا اعتقاد رکھتا ہے جو خدا کی جانب سے منصوب ہوتا ہے۔ میں نے تعجب سے کہا کہ اُن کا کوئی دین نہیں اور ان پر کوئی عتاب نہیں۔ فرمایا ہاں شاید تُو نے خُدا کا یہ قول نہیں سُنا ہے اللہ ولی الذین امنوا یخرجھم من الظلمات الی النور یعنی ان کو گناہوں کی تاریکی سے نکال کر توبہ اور آمرزش کی جانب لے جاتا ہے۔ اس وجہ سے کہ وہ ہر امام عادل کی امامت پر اعتقاد رکھتے ہیں جو خدا کی جانب سے معین ہوا ہے۔ اور فرمایا ہے والذین کفروا اولیا ئھم الطاغوت یخرجونھم من النور الی الظلمت راوی کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا کہ کیا الذین کفروا سے مراد کفار نہیں ہیں؟ حضرت نے فرمایا کافروں کے لئے کیا نور ہوتا ہے جن کو اُس سے ظلمات کی طرف نکالیں گے۔ بلکہ مقصود وہ گروہ ہے جن کو نور اسلام حاصل ہوتا ہے۔ چونکہ ان لوگوں نے ہر جابر امام کی محبت و ولایت اختیار کر لی ہے جو خدا کی جانب سے منصوب نہیں ہیں اسی سبب سے نور اسلام سے نکل کر گمراہی کی تاریکی میں چلے گئے لہٰذا خدا نے ان پر آتش جہنم واجب قرار دیدی ہے تو وہ لوگ اصحاب نار ہیں۔ اور اسی میں ہمیشہ رہیں گے۔

شیخ طوسیؒ نے مجالس میں امیرالمومنینؑ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خدا صلعم نے اس

امام عادل کے معتقد بہر حال جنتی ہیں چاہے گنہگار ہوں اگرچہ صاحب امانت، سچے اور وفادار نہ ہوں۔

آیت کو هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ تک تلاوت فرمائی تو لوگوں نے پوچھا کہ اصحاب نار (یعنی دوزخی) کون لوگ ہیں حضرت نے فرمایا کہ جو لوگ میرے بعد علی سے جنگ کریں گے وہی کفار کے ساتھ جہنم میں ہوں گے۔ اس لئے کہ ان لوگوں نے حق کا انکار کیا۔ اس کے بعد جبکہ حجت اُن پر تمام ہو گئی۔

بارھویں آیت:۔ يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُبِينًا۔ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَاعْتَصَمُوا بِهِ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِي رَحْمَةٍ مِنْهُ وَفَضْلٍ وَيَهْدِيهِمْ إِلَيْهِ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا (پ سورہ نساء آیت ۴، ۱۷۵) یعنی اے لوگو تمہارے پروردگار کی جانب سے تمہاری طرف (حق کی) دلیل آچکی ہے اور ہم نے تمہاری طرف (حق ظاہر کرنے والا) نور نازل کیا تو جو لوگ خدا پر ایمان لائے اور اس نور سے متمسک ہوئے تو خدا ان لوگوں کو عنقریب اپنی رحمت میں داخل کرے گا جس کا اُن سے وعدہ کیا ہے اور مزید برآں فضل و کرم فرمائے گا اور اُس راہ مستقیم کی طرف ان کی ہدایت فرمائے گا جس کا ان سے وعدہ فرمایا ہے یعنی وہ راہِ راست جو دنیا میں اسلام اور ایمان اور اطاعت ہے اور آخرت میں بہشت کا راستہ ہے۔ بعض مفسرین نے برہان (دلیل) سے معجزہ مراد لیا ہے۔ بعض نے دین اور بعض نے خود ذات پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مراد لیا ہے اور بعض نے کہا ہے نور سے مراد قرآن ہے۔

کتاب تاویل الایات میں دیلمی سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ بُرہان سے مراد جناب رسالتمآبؐ ہیں اور نور مبین سے مراد حضرت امیرالمومنینؑ ہیں۔ اور علی بن ابراہیم نے کہا ہے کہ نور امامتِ امیرالمومنینؑ سے مراد ہے وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَاعْتَصَمُوا بِهِ سے مراد وہ لوگ ہیں جنھوں نے امیرالمومنینؑ اور ائمہ معصومین علیہم السلام کی ولایت اختیار کی ہے۔ اور مجمع البیان میں حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ بُرہان سے مراد محمدؐ ہیں۔ اور نور اور صراط مستقیم سے علی بن ابی طالب مراد ہیں۔

تیرھویں آیت أَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِنْهَا كَذَٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكَافِرِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (پ سورہ انعام آیت ۱۲۲) یعنی جو شخص کہ مردہ تھا (یعنی کافر تھا) تو ہم نے اسے زندہ کیا تاکہ اس کی ایمان کی طرف ہدایت کریں اور اس کے لئے ایک نور مقرر کیا جس میں وہ

لوگوں کے درمیان راستہ چلتا ہے۔ بعضوں نے نور کی علم و حکمت سے تفسیر کی ہے بعضوں نے قرآن سے اور بعضوں نے ایمان سے کیا۔ وہ اس شخص کے مانند ہو سکتا ہے جس کی صفت یہ ہے کہ وہ کفر و ضلالت اور جہالت کی تاریکی میں پڑا ہوا ہے اور اس میں سے ہرگز باہر نہیں نکل سکتا اسی طرح کافروں کے لئے اعمال کی زینت دی گئی ہے۔

کلینی نے بسند معتبر حضرت صادقؑ سے وجعلنا له نوراً کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ اس سے مراد نور امامت ہے کہ امام جس کی اقتدا کرتا ہے اور کمن مثله فی الظلمات سے مراد وہ شخص ہے جو امام کو نہ پہچانے۔ اور دوسری معتبر سند سے روایت کی ہے کہ جب خدا نے چاہا کہ حضرت آدمؑ کو خلق کرے۔ روز جمعہ کی پہلی ساعت میں حضرت جبریلؑ کو بھیجا انھوں نے ایک مٹھی داہنے ہاتھ کی ساتویں آسمان سے پہلے آسمان تک میں سے اور بائیں ہاتھ کی ایک مٹھی زمین اوّل سے ساتویں طبقہ زمین تک سے لی تو خدا نے اس کی طرف خطاب کیا جو کچھ جبریلؑ کے داہنے ہاتھ میں تھا کہ تجھ سے پیغمبروںؑ اور ان کے اوصیاءؑ، صدیقوں، مومنوں اور سعادتمندوں کو پیدا کروں گا۔ اور جو کچھ ان کے بائیں ہاتھ میں تھا اس سے خطاب کیا کہ تجھ سے جباروں، مشرکوں، کافروں اور اشقیاء کو پیدا کروں گا۔ پھر ان دونوں طینتوں کو آپس میں مخلوط کیا تو ولایت میں ایک دوسرے سے جدا ہو گئے جیسا کہ فرماتا ہے يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ يُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ یعنی زندہ کو مُردہ سے نکالتا ہے اور مُردہ کو زندہ سے نکالتا ہے۔ حضرت نے فرمایا وہ زندہ جو مردہ سے نکالا جاتا ہے وہ مومن ہے جس کو کافر کی طینت سے باہر لاتا ہے اور مردہ جو زندہ سے باہر آتا ہے وہ کافر ہے جو مومن کی طینت سے نکلتا ہے لہٰذا زندہ مومن ہے اور مردہ کافر۔ یہ ہیں قول حق تعالیٰ او من کان میتا فاحییناه کے معنی لہٰذا مومن کی طینت کا کافر کی طینت سے اختلاط ہے اور اس کی زندگی اس وقت ہوتی ہے جبکہ خدا اپنی قدرت سے اس کی طینت کو کافر کی طینت سے جدا کرتا ہے۔ اسی طرح حضرت رب العزت مومن کو ولادت میں کافر کی تاریک طینت سے نور کی جانب باہر لاتا ہے اس کے بعد جبکہ وہ اس میں داخل ہو چکا ہوتا ہے اور کافر کو نور سے ظلمت کفر کی جانب نکالتا ہے

جو مومن کی طینت ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے لِيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّ يَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ یعنی پیغمبر کو بھیجا کہ وہ اس کو ڈرائے جو زندہ یعنی مومن ہوتا ہے اور کافروں پر عذاب کا وعدہ

زندہ سے مراد مومن اور مردہ سے مراد کافر

صحیح ہوجائے یا ان پر حجت تمام کرے۔
عیاشی نے حضرت امام محمد باقرؑ سے اس آیت کی روایت کی ہے کہ میت سے مراد وہ شخص ہے جو ہمارے امر امامت کی معرفت نہیں رکھتا اور اسکی حیات کے معنی یہ ہیں کہ اس کو امامت کی معرفت حاصل ہوگئی۔ اور نور سے مراد حضرت علیؑ بن ابی طالب ہیں اور جو کچھ ظلمات ہیں ہے اس کی مثال خلق کے وہ لوگ ہیں جو کچھ نہیں جانتے اور اپنے امام کو نہیں پہچانتے اور ان لوگوں کی طرف اپنے دست مبارک سے اشارہ کیا۔ اور ابن شہر آشوب نے اسی مضمون کے قریب روایت کی ہے اور علی بن ابراہیم نے کہا ہے کہ او من کان میتا یعنی وہ حق سے جاہل ہوتا ہے۔ فاحییناہ یعنی ہم حق کی طرف اس کی ہدایت کرتے ہیں وجعلنا لہ نورا اور نور سے مراد ولایت ہے کمن مثلہ فی الظلمت یعنی ائمہ کی ولایت کے بارے میں حق سے بے بہرہ ہیں۔
چودھویں آیت:۔ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ۚ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا ۝ (پ ۲۹ سورہ نوح آیت ۲۸) یعنی اے میرے پروردگار مجھ کو اور میرے پدر کو بخش دے اور جو میرے گھر میں صاحب ایمان داخل ہو اس کو اور مومن مردوں اور مومنہ عورتوں کو اور ظالموں کے لئے ہلاکت کے سوا اور کوئی چیز مت بڑھا۔
علی بن ابراہیم نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ بیت سے مراد ولایت ہے کہ جو شخص ولایت قبول کرتا ہے گویا کہ وہ پیغمبروں کے گھروں میں داخل ہوا [1]
شیخ طبرسیؒ نے کہا ہے کہ بیت سے مراد یا آنحضرت کا گھر ہے یا کشتی اور بعضوں نے کہا ہے کہ خانۂ محمدؐ مراد ہے اور مومنین سے مراد یا تمام مومنین ہیں یا اُمت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہے۔
کلینی اور ابن ماہیار نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے خداوند عالم کے قول وَاِنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ۝ کی تاویل میں روایت کی ہے یعنی مسجدیں اللہ کی ہیں لہذا تمہیں خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ حضرت نے فرمایا کہ مسجدوں سے مراد

---

[1] مولف فرماتے ہیں کہ بیت سے بیت معنوی ہے جیسا کہ پہلے گذر چکا یعنی عزت و کرامت و اسلام و ایمان کا خاندان تو جو شخص ان کی ولایت اختیار کرتا ہے تو وہ اسی خاندان میں داخل ہوگیا اور ان سے ملحق ہوگیا لہذا شیعیان علی جو اہل ولایت ہیں اس گھر میں داخل ہیں اور دعائے نوح میں شامل ہیں۔ ۱۲

خدا کے اوصیاء ہیں۔ اور علی بن ابراہیم نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ مساجد سے ائمہ مراد ہیں۔ ایضاً ابن ماہیار نے امام موسیٰ کاظمؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنے پدر بزرگوار سے سُنا کہ مساجد سے مراد اوصیاء اور ائمہ ہیں جو ایک کے بعد دوسرا امام ہے۔ لہٰذا مراد یہ ہے کہ تم ان کے سوا کسی اور کی طرف لوگوں کی دعوت وہدایت مت کرو ورنہ تم اس شخص کے مانند ہو جاؤ گے جس نے کسی غیر خدا کو پکارا ہے [۱]

عیاشی نے حضرت صادقؑ سے اس آیت وَاَقِيمُوا وُجُوهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ کی تفسیر میں روایت کی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اپنے چہروں کو ہر مسجد یعنی ہر نماز کی جگہ یا نماز کے وقت جھکاؤ۔ امام نے فرمایا کہ مسجد سے مراد ائمہ ہیں [۲]

عیاشی نے حضرت صادقؑ سے خدا کے اس قول خُذُوا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ

---

[۱] مؤلف فرماتے ہیں کہ مفسرین نے مساجد کی تاویل میں اختلاف کیا ہے جو اس آیہ کریمہ میں وارد ہوئی ہے بعض لکھتے ہیں کہ وہ مقامات ہیں جو عبادت کے لئے بنائے گئے ہیں اور بعض حدیثوں میں بھی ایسا ہی وارد ہوا ہے۔ اور بہت سی حدیثوں میں جناب امیر اور حضرت صادق اور امام محمد تقی علیہم السلام سے منقول ہے کہ مساجد سے مراد سات اعضائے انسانی ہیں جن کو سجدہ میں رکھنا چاہیئے پیشانی۔ ہاتھوں کی دونوں ہتھیلیاں دونوں گھٹنے اور پاؤں کے دونوں انگوٹھے لیکن جو تاویل ان حدیثوں میں وارد ہوئی ہے اس کی چند وجہیں ہیں۔ اوّل یہ کہ ان معصومینؑ کے خانہائے مقدس ان کی حیات ہیں اور ان کی وفات کے بعد ان کے مشاہد مقدس مراد ہوں لہٰذا ان حدیثوں میں ایک مضاف مقدر کرنا چاہیئے۔ اس بنا پر ممکن ہے کہ تمام مقامات متبرکہ مراد ہوں۔ اور ایک فرد کا خصوصیت سے ذکر کرنا اس لئے ہو کہ وہ سب میں افضل واشرف ہو۔ دوسرے یہ کہ معنوی مکانوں سے مراد ہو جیسا کہ سابق میں مذکور ہوا۔ تیسرے یہ کہ اضافت تعذیری ہو اس لئے کہ اصل میں یہی حضرات اہل مساجد ہیں

[۲] ممکن ہے کہ مراد یہ ہو کہ مسجد ائمہ معصومینؑ کے گھر ہیں یعنی چاہیئے کہ ان بزرگواروں کی حیات میں ان کے خانہائے مقدسہ کی طرف ان سے علوم دین حاصل کرنے اور ان کی اطاعت و پیروی کرنے کے لئے رجوع کرو اور ان کی وفات کے بعد ان کے مشاہد مشرفہ کی زیارت کے لئے رجوع ہو۔ یا مسجد سے مراد اہل مسجد ہوں اس لئے کہ یہی حضرات مسجدوں کی تعمیر اور ان کے آباد کرنے والے ہیں یا ان بزرگواروں کو مجازاً مسجد اس لئے کہا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے ان کے نزدیک (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

کی تفسیر میں روایت کی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ہر مسجد کے نزدیک اپنی زینت کرو حضرت نے فرمایا کہ مسجد سے مراد ائمہ ہیں اور اس حدیث کی چند طریقوں سے توجیہ کی جا سکتی ہے۔ اول یہ کہ مسجد سے مراد اُن حضرات کے مکانات اور مشاہد متبرکہ ہوں۔ جیسا کہ بعض حدیثوں میں وارد ہوا ہے۔ دوسرے یہ کہ مراد یہ ہو کہ خطاب اس آیت میں انہی بزرگواروں سے ہو چنانچہ حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ یہ آیت نماز جمعہ و نماز عیدین کے لیے مخصوص ہے اور جبکہ یہ حاضر و موجود ہوں تو یہ دوسروں پر مقدم ہیں۔ تیسرے یہ کہ زینت کی تاویل ولایت کے ساتھ ہو جیسا کہ بعض حدیثوں سے بھی ظاہر ہوتا ہے لیکن حدیثوں میں ہر نماز کے وقت لباس فاخرہ پہننا مراد ہے بعض میں خوشبو لگانا اور بعض میں ہر نماز کے وقت کنگھی کرنا [۱]

گیارھویں فصل

جس میں بیان ہے کہ یہی حضرات خلق پر گواہ ہیں اور بندوں کے اعمال ان کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں اور اس سلسلہ میں حسب ذیل آیتیں ہیں

پہلی آیت:۔ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (پ ۲ سورہ بقرہ آیت ۱۴۲)

دوسری آیت:۔ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِيْدًا (سورہ النساء پ۵ آیت ۴۱)

تیسری آیت:۔ قُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (پ۱۱ سورہ توبہ آیت ۱۰۵)

چوتھی آیت:۔ وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) خضوع اور ان کی تعظیم کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں کہ اس سے مسجدوں میں نماز کے وقت یا مطلقاً قبلہ کی طرف رخ کرنا مراد ہے۔

[۱] مؤلف فرماتے ہیں کہ حدیثوں میں باہم ارتباط اس طرح میرے خیال میں ممکن ہے کہ زینت سے مراد عام روحانی و جسمانی زینتیں ہوں۔ اور ولائے اہلبیت تمام زینتوں میں افضل و اشرف روحانی زینت ہے اور ہر حدیث میں جو راوی کے عقل اور اسکے حال کے مناسب تھا بیان فرمایا ہے۔

شَهِيدًا عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيدًا ۝ (پ ۱۴ سورہ النحل آیت ۸۹)

پانچویں آیت :- وَ جَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَ مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ وَ فِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَ تَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ

(پ ۱۷ سورہ الحج آیت ۷۸)

چھٹی آیت :- وَ نَزَعْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا فَقُلْنَا هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوْٓا اَنَّ الْحَقَّ لِلّٰهِ وَ ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ (پ ۲۰ سورۃ القصص آیت ۷۵)

ساتویں آیت :- وَ اَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَ وُضِعَ الْكِتٰبُ وَ جِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ (پ ۲۴ سورہ الزمر آیت ۶۹)

آٹھویں آیت :- وَ يَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ (پ ۱۲ سورہ ہود آیت ۱۸)

نویں آیت :- اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَ يَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ۔

(پ ۱۲ سورہ ہود آیت ۱۷)

دسویں آیت :- وَ جَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّ شَهِيْدٌ ۝ (پ ۲۶ سورہ ق آیت ۲۱)

پہلی آیت کا ترجمہ :- ہم نے اسی طرح تم کو امت وسط قرار دیا یعنی امت عادل یا افراط و تفریط کے درمیان قائم رہنے والی امت جیسا کہ سابق میں مذکور ہو چکا یا امتوں میں سب سے بہتر تاکہ تم لوگوں پر گواہ رہو اور رسول تم پر گواہ ہوں۔

شیخ طوسیؒ نے کہا کہ ان کے شاہد ہونے میں تین اقوال ہیں۔ پہلا قول یہ کہ وہ لوگوں پر اُن کے ان اعمال کے دنیا و آخرت میں گواہ ہیں جو حق کی مخالفت میں کئے گئے ہوں جیسا کہ فرمایا جاۓ ئیا لتبین دوسرا قول یہ کہ مراد یہ ہوگی کہ تم لوگوں پر حجت ہو اور ان کے لئے حق و دین بیان کرو اور رسول تم پر گواہ ہوں اور تمہارے لئے حق و دین بیان کریں۔ تیسرا قول یہ کہ یہ حضرات انبیاء کے بارے میں گواہی دیں گے کہ انہوں نے احکام الٰہی کی تبلیغ کی اور ان کی اُمتوں نے ان کو جھٹلایا۔ اور ان پر رسولؐ کے گواہ ہونے کا یہ مطلب ہو کہ ان کے اعمال کے گواہ ہونگے یا ان پر حجت ہونگے یا قیامت میں ان کے بارے میں گواہی دینگے کہ انھوں نے سچ گواہی دی ہے اس صورت میں علیٰ بمعنی لام ہوگا یعنی علیکم

کے معنی لکھ ہوں گے لہ

کلینی صفار ابن شہر آشوب اور عیاشی نے بسند ہائے معتبر حضرت امام محمد باقرؑ اور حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ ہم امت وسط ہیں۔ اور ہم مخلوق پر خدا کے گواہ ہیں اور زمین میں حجت خدا ہیں۔

فرات نے بسند معتبر حضرت امام باقرؑ سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ ہر زمانہ میں ہم اہلبیتؑ میں سے ایک گواہ ہے۔ حضرت علیؑ اپنے زمانہ میں امام حسنؑ اپنے زمانہ میں اور امام حسینؑ اپنے زمانہ میں اور ہر امام جو اپنے زمانہ میں خدا کی جانب لوگوں کی ہدایت کرے اپنے زمانہ کا گواہ ہے۔

ایضاً بصائر میں حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ اُمّتہ وسطاً یعنی عدلاً تکونوا شهداء على الناس یعنی ائمہ جو لوگوں پر گواہ ہیں ویکون الرسول علیکم شهیداً یعنی رسول تم پر گواہ ہوں گے۔ حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ ہم لوگوں پر ان کے حلال و حرام کے بارے میں اور جو کچھ احکام الٰہی کو ضائع کیا ہے ان سب پر گواہ ہیں۔ کافی اور بصائر میں امیر المومنینؑ سے روایت کی ہے کہ خدا نے ہم کو برائیوں سے پاک اور گناہوں سے معصوم قرار دیا ہے اور اپنی مخلوق پر گواہ بنایا ہے اور اپنی زمین پر حجت قرار دیا ہے اور قرآن کے ساتھ ہم کو اور ہمارے ساتھ قرآن کو قرار کیا ہے۔ ہم اس سے جدا نہ ہوں گے اور نہ وہ ہم سے جُدا ہوگا۔

عیاشی نے حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ ہم تمام نمطوں سے اوسط اور

لہ مؤلف فرماتے ہیں کہ بہت سی حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ آیت میں یہ خطاب ائمہ کی طرف ہے اور وہ خلق پر گواہ ہیں اور یہ حدیثیں دو وجہوں پر محمول کی جا سکتی ہیں اوّل یہ کہ خطاب مخصوص انہی حضرات سے ہو اور امت سے مراد وہی حضرات ہوں جیسا کہ بعض حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ آیت اس طرح نازل ہوئی ہے وکذلك جعلناكم ائمة وسطاً دوسرے یہ کہ خطاب تمام امت سے ہو اس اعتبار سے کہ ائمہ علیہم السلام بھی امت میں داخل ہیں لہٰذا ائمہ کا یہ ارشاد کہ ہم امت وسط ہیں اس کا یہ مطلب یہ ہوگا کہ ہمارے سبب سے یہ امت اس صفت سے موصوف ہوئی ہے۔ ۱۲۔

بہتر ہیں یعنی فرشتوں اور مسندوں سے جن کو صدر مجلس میں بچھاتے ہیں۔ اصناف خلائق کے ساتھ جیسا کہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے وکذلک جعلناکم امۃ وسطاً چاہیئے کہ غلو کرنے والا ہماری طرف رجوع کرے اور حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے یہ آیت پڑھی اور فرمایا کیا تم گمان کرتے ہو کہ اس آیت میں گواہوں سے مراد تمام اہل قبلہ ہیں خدا کی وحدانیت کے قائل ہیں۔ ایسا نہیں ہے کیا تم سمجھتے ہو کہ جس شخص کی گواہی دُنیا میں ایک صاع خرمے پر قبول نہیں کی جاتی حق تعالیٰ قیامت میں اُس سے گواہی طلب کرے گا اور تمام گذشتہ امتوں کے سامنے قبول کرے گا ایسا نہیں ہے خُدا نے ایسا ارادہ نہیں کیا ہے مگر اُسی جماعت کا جن کے حق میں جناب ابراہیم کی دُعا قبول ہوئی ہے اور وہ لوگ مراد ہیں جن سے خدا نے یہ خطاب فرمایا ہے کہ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس یعنی تم بہترین امت ہو کہ لوگوں کے لئے مقرر کئے گئے ہو اس کے بعد ان کے اوصاف فرماتا ہے کہ یہ لوگ نیک کاموں کا حکم کرتے ہیں اور برائیوں سے منع کرتے ہیں اور اس سے مراد ائمہ ہیں اور وہی حضرات امّت وسط اور تمام امتوں میں سب سے بہتر ہیں نیز انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ پیغمبروں اور اماموں کے سوا لوگوں کے گواہ اور نہیں ہیں کیونکہ جائز نہیں ہے کہ خدا تمام امت سے گواہی طلب کرے حالانکہ ان میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جن کی گواہی ایک ٹہنی سبزی پر بھی نہیں قبول کی جاتی۔ ابوالقاسم حسکانی نے شواہد التنزیل میں حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ خداوند عالم نے اس ارشاد میں لتکونوا شھداء علی الناس میں ہمارا ارادہ کیا اور ہم سے خطاب فرمایا ہے لہٰذا رسول خداؐ ہم پر گواہ ہیں اور ہم خدا کی جانب سے خلق پر گواہ ہیں اور زمین میں خدا کی حجت ہیں اور ہم ہی وہ ہیں جن کے بارے میں خدا نے فرمایا ہے وکذلک جعلناکم امۃ وسطاً۔

امت وسط اور امت پر گواہ ائمہ معصومین ہیں اور ان پر رسول خدا گواہ ہیں۔

دوسری آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ اس وقت کافروں کا حال کیا ہوگا جس وقت ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے۔ مفسرین نے کہا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام ہیں جو اپنی اپنی امت کے گواہ ہیں اور اے محمدؐ ہم تم کو ان سب پر گواہ قرار دیں گے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ اے رسولؐ تم اپنی امت پر گواہ ہو اور بعضوں نے کہا ہے کہ تم ان گواہوں پر گواہ ہو۔ چنانچہ کلینی نے بسند معتبر حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ یہ آیت اُمّتِ محمدؐ کے بارے میں

نازل ہوئی ہے اور یس اور ہر قرن اور ہر عہد میں ہم میں سے ایک امام اس اُمت پر ایک گواہ ہے۔ اور محمد ہم پر گواہ ہیں

کتاب احتجاج میں حدیث طولانی میں حضرت امیرالمومنینؑ سے روایت ہے کہ آپ نے اہل موقف کی صفت میں فرمایا کہ رسولوں کو روکیں گے اور ان سے سوال کیا جائے گا کہ کیا تم نے میری رسالت اپنی اُمتوں کو پہونچائی جس پر میں نے تم کو مامور کیا تھا۔ وہ تمام انبیاء کہیں گے کہ ہم نے پہونچایا تو ان کی امتوں سے سوال کیا جائے گا کہ کیا پیغمبروں نے میری رسالتیں تم لوگوں کو پہنچائیں۔ تو امت کے کافر لوگ انکار کریں گے جیسا کہ خداوند کریم ارشاد فرماتا ہے فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ۔ کفار کہیں گے مَا جَآءَ مِنْ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ اس وقت انبیاء جناب رسول خداؐ سے گواہی طلب کریں گے اور آنحضرتؐ گواہی دیں گے کہ انبیاء علیہم السلام سچ کہتے ہیں اور ان کی امت سے وہ جھوٹ بولتے ہیں جنھوں نے تبلیغ رسالت کا انکار کیا ہے پھر ہر رسول کی امت سے خطاب فرمائیں گے کہ بَلٰى قَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ یعنی بلاشبہ تمہاری طرف جنت کی خوشخبری دینے والا اور عذاب سے ڈرانے والا آیا ہے اور خدا ہر چیز پر قادر ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ وہ قادر ہے اس بات پر کہ تمہارے اعضاء و جوارح کو گویا کردے کہ وہ تمہارے لئے گواہی دیں کہ رسولان خدا نے اس کی رسالت تم کو پہنچادی ہے اور یہ اشارہ ہے خدا کے اس قول کی طرف فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا الخ اس وقت آنحضرتؐ کی گواہی کو اس خوف سے رد نہ کرسکیں گے کہ ایسا نہ ہو کہ ان کے لبوں پر مہر لگادی جائے اور ان کے اعضا وجوارح ان کے افعال پر گواہی دیں۔ اس کے بعد جناب رسول خداؐ اپنی امت کے منافقوں اور کافروں کے متعلق گواہی دیں گے کہ یہ ملحد ہوگئے تھے اور دین سے برگشتہ ہوگئے تھے اور آنحضرتؐ کے وصیوں سے عداوت کی اور ان عہد و پیماں کو توڑ ڈالا تھا اور ان کی سنّت کو بدل ڈالا اور ان کے اہلبیتؑ پر ظلم کیا اور دین سے اُلٹے پاؤں پھر گئے اور مرتد ہوگئے تھے اور اُن اُمتوں کی پیروی کی جنھوں نے پہلے اپنے پیغمبروں سے خیانت کی اور ان کے اوصیاء پر ظلم کئے اس وقت سب اپنے کفر و ضلالت کا اقرار کریں گے اور کہیں گے۔ رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ۔ یعنی خداوندا ہم پر شقاوت

غالب ہو گئی تھی اور ہم گمراہوں کے گروہ میں تھے۔ اس کے بعد جِئۡنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيۡدًا خدا فرماتا ہے کہ يَوۡمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا وَعَصَوُا الرَّسُوۡلَ لَوۡ تُسَوّٰى بِهِمُ الۡاَرۡضُ ؕ وَلَا يَكۡتُمُوۡنَ اللّٰهَ حَدِيۡثًا (پ۵ سورہ نسا آیت ۴۲) یعنی جس روز کہ سب گواہ ان کے خلاف گواہی دیں گے تو وہ گنہگار لوگ اس بات کو دوست رکھیں گے اور آرزو کریں گے کہ مر جائیں اور زمین میں دھنس جائیں اور کوئی بات خدا سے نہ چھپے گی۔ علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ لوگ جنھوں نے جناب امیر کا حق غصب کیا ہے جب کہ آرزو کریں گے کہ جس مقام پر وہ جمع ہوئے تھے اور حق امیر المومنین ؑ غصب کیا تھا کاش زمین ان کو نگل لیتی۔ اور جناب رسول خدا ؐ نے امیر المومنین ؑ کے حق میں اور ان لوگوں کی ضلالت کے بارے میں جو کچھ فرمایا تھا۔ خدا سے چھپا نہ سکیں گے۔

تیسری اور چوتھی آیتوں کا مضمون آپس میں ایک دوسرے سے نزدیک ہے۔

تیسری آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ (اے رسول ؐ) کہہ دو کہ جس امر پر تم مامور ہوئے اس کو بجا لاؤ۔ یا یہ حکم تہدید کے طور پر ہے۔ تو بہت جلد خدا اور رسول اور مومنین تمہارے اعمال کو دیکھیں گے۔ اور تم لوگ بہت جلد ظاہر و پوشیدہ باتوں کے جاننے والے کی طرف پلٹائے جاؤ گے تو وہ تم کو وہ سب کچھ بتا دے گا جو کچھ تم کرتے تھے۔

مفسرین نے مومنین کی تفسیر میں اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا ہے کہ مومنین سے مراد شہدا ہیں اور بعضوں نے کہا ہے کہ اعمال لکھنے والے فرشتے ہیں۔ اور بہت سی حدیثیں خاصہ و عامہ کے طریقہ سے وارد ہوئی ہیں کہ مومنین سے مراد ائمہ اطہار ہیں۔ چنانچہ صفار و ابن شہر آشوب اور عیاشی اور کلینی وغیرہم نے بسند ہائے بسیار روایت کی ہے کہ جناب امام محمد باقر و امام جعفر صادق علیہما السلام نے فرمایا کہ ہر جگہ مومن سے مراد ہم ائمہ ہیں۔ اور مجالس میں شیخ طوسی اور بصائر الدرجات اور تفسیر عیاشی میں حضرت باقر ؑ سے روایت کی ہے کہ ایک روز جناب رسول خدا ؐ صحابہ کے مجمع میں بیٹھے تھے اور فرمایا کہ تمہارے درمیان میرا ہونا تمہارے لئے بہتری ہے اور تم سے میرا جدا ہونا بھی بہتری ہے یہ سن کر جابر بن عبد اللہ انصاری اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا یا رسول اللہ ؐ ہمارے درمیان آپ ؐ کا ہونا تو معلوم ہے کہ بہتر ہے لیکن آپ کی جدائی کس طرح ہمارے لئے بہتر ہے حضرت ؐ نے فرمایا کہ میرا تمہارے درمیان رہنا اس طرح بہتر ہے کہ خدا نے فرمایا

مومنین کے اعمال بجناب رسول خدا ؐ اور ائمہ طاہرین ؑ کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں۔

ہے مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ
یعنی ایسا نہیں ہے کہ خدا ان پر عذاب کرے جبکہ تم ان کے درمیان ہو۔ اور ایسا بھی نہیں
ہے کہ خدا ان پر عذاب کرے حالانکہ وہ اس سے مغفرت کی دُعا کرتے ہوں حضرت
نے فرمایا کہ اُن پر عذاب تلوار کے ساتھ کرتے ہیں۔ اور ہماری مفارقت تمہارے لئے
اس طرح بہتر ہے کہ تمہارے اعمال ہر دوشنبہ اور پنجشنبہ کو میرے سامنے پیش ہوتے
ہیں اگر تمہارے نیک اعمال دیکھتا ہوں تو خدا کا شکر بجالاتا ہوں اور اگر بُرے اعمال
پاتا ہوں تو تمہارے لئے خدا سے آمرزش طلب کرتا ہوں۔

مجالس شیخ اور بصائر الدرجات میں بسند معتبر روایت کی ہے کہ ابن اذنیہ نے
حضرت صادقؑ سے خدا کے اس قول قُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَ
الْمُؤْمِنُوْنَ کے بارے میں دریافت کیا حضرت نے فرمایا کہ مومنین سے مراد ہم ہیں۔

شیخ نے مجالس میں اور دوسرے حضرات نے بسند معتبر داؤد ابن کثیر سے روایت
کی ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک روز میں حضرت صادقؑ کی خدمت میں حاضر تھا حضرت نے
خود بیان کرنا شروع کیا بغیر اس کے کہ مَیں کچھ پوچھوں کہ اے داؤد تمہارے اعمال
میرے سامنے روز پنجشنبہ پیش ہوئے تو مَیں نے دیکھا وہ صلہ رحم اور احسان جو تم نے
اپنے فلاں چچا کے بیٹے کے ساتھ کیے تو میں شاد و مسرور ہوا اور میں نے سمجھا کہ یہ صلہ
رحم اس کا سبب ہوگا کہ بہت جلد اس کی عمر فنا ہو جائے گی اور اس کی اجل آجائیگی۔
داؤد کہتے ہیں کہ میرا ایک چچازاد بھائی میرا نہایت دشمن اور خبیث تھا مجھے اطلاع
ملی کہ وہ اور اس کے اہل و عیال نہایت پریشان حال ہیں تو میں نے اس پریشانی سے ان
کو دُور کرنے کے لئے اپنے مکہ معظمہ جانے سے پہلے کچھ انتظام کر دیا۔ جب میں مدینہ
پہونچا تو حضرت نے مجھ کو اس کی خبر دی۔

علی بن ابراہیم نے بسند صحیح حضرت صادقؑ سے روایت کی کہ اس آیہ کریمہ میں مومنون
سے مراد ائمہ اطہار ہیں۔ نیز انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ نیک اور بد بندوں
کے اعمال ہر صبح رسول خداؐ کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں لہٰذا تم میں سے ہر ایک کو
پرہیز کرنا چاہیئے اس سے کہ اُس کے بُرے اعمال اس کے پیغمبر کے سامنے پیش ہوں
انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ کسی مومن اور کسی کافر کو قبر میں نہیں دفن کرتے ہیں

مگر یہ کہ اس کے اعمال جناب رسول خدا اور امیر المومنین اور تمام ائمہ اطہار علیہم السلام کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں جن کی اطاعت خدا نے خلق پر واجب قرار دی ہے اور خدائے عزوجل کے قول وقل اعلموا الخ کا یہی مطلب ہے۔

معانی الاخبار اور تفسیر عیاشی میں ابو بصیر سے منقول ہے کہ اُس نے حضرت صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی کہ ابو الخطاب کہتے تھے کہ ہر روز پنجشنبہ امت کے اعمال جناب رسول خدا کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ ایسا نہیں ہے بلکہ ہر صبح اُمت کے نیک و بد اعمال حضرت رسولؐ کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں لہذا برائیوں سے پرہیز کرو۔ پھر حضرتؐ یہ آیت تلاوت فرما کر خاموش ہوگئے ابو بصیر نے کہا کہ مومنین سے مراد ائمہ ہیں

بصائر میں حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ بندوں کے نیک و بد اعمال جناب رسول خداؐ کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔ لہذا (گناہوں سے) پرہیز کرو۔ دوسری روایت کے مطابق محمد بن مسلم نے اُنہی حضرت سے دریافت کیا کہ کیا (امت کے) اعمال جناب رسول خداؐ کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔ فرمایا کہ اس میں کوئی شک نہیں پھر اس آیت کی تفسیر دریافت کی فرمایا کہ مومنین ائمہ ہیں جو خدا کی طرف سے اہل زمین پر گواہ ہیں۔

ایضاً انہی حضرت سے روایت ہے کہ بندوں کے اعمال ہر روز پنجشنبہ کو آنحضرتؐ کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔ اور دوسری روایت کے مطابق فرمایا کہ ہر روز پنجشنبہ کو آنحضرت اور ائمہ ہُدیٰ کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں اور دوسری روایت کے مطابق فرمایا کہ ہر پنجشنبہ کے روز بندوں کے اعمال رسول خداؐ کے سامنے پیش ہوتے ہیں اور جب عرفہ کا دن آتا ہے تو خدا ہمارے اور ہمارے شیعوں کے دشمنوں کے اعمال کو باطل فرما دیتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا ہے کہ قدمنا الی ما عملوا من عمل فجعلناہ ھباءً منثورا یعنی ہم ان کے اعمال کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کو ہم نے مثل ذروں کے چور کر دیا جو ہوا میں منتشر ہوگئے اور ان میں سے کچھ نہیں ہاتھ آتے ہیں اور اُن کا کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ اور دوسری روایت کے مطابق فرمایا کہ مومنین سے مراد ائمہ ہیں جن کے سامنے بندوں کے اعمال ہر روز قیامت تک پیش کئے جائیں گے۔ ایضاً روایت ہے کہ جناب امام رضا

علیہ السلام کے ایک خاص صحابی نے آپ سے التجا کی کہ میرے اور میرے اہل وعیال کے لیئے دعا فرمائیں۔ حضرتؑ نے فرمایا کیا میں دُعا نہیں کرتا ہوں خدا کی قسم تمہارے اعمال ہر شب و روز میرے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔ وہ صحابی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت کے اس ارشاد کو بہت عظیم سمجھا۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ شاید تم نے یہ آیت قل اعملوا الخ نہیں پڑھی۔

نیز روایت ہے کہ حضرت صادقؑ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ کیوں جناب رسول خداؐ کو رنجیدہ کرتے ہو ایک شخص نے عرض کی کہ میں آپ پر فدا ہوں ہم کس طرح آنحضرتؐ کو رنجیدہ کرتے ہیں فرمایا شاید تم نہیں جانتے کہ تمہارے اعمال آنحضرت کے سامنے پیش ہوتے ہیں۔ جب آنحضرت تمہارے اعمال میں نافرمانی اور کوئی گناہ دیکھتے ہیں تو آزردہ ہوتے ہیں لہٰذا ان کو اپنے گناہوں سے رنجیدہ مت کیا کرو۔ بلکہ اپنے صالح عملوں سے ان کو خوش و مسرور کیا کرو۔

کلینی نے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے حضرت صادقؑ کے سامنے یہ آیت پڑھی حضرت نے فرمایا کہ یہ آیت اس طرح نہیں ہے بلکہ بجائے والمومنون کے والمامونون ہے اور ہم ائمہ ہیں مامونون یعنی خدا کے دین اور اس کے علوم و شرائع و احکام کے امین ہیں سید ابن طاؤس نے اپنے رسالہ محاسبۃ النفس میں ابن ماہیار کی تفسیر سے روایت کی ہے کہ حضرت عمار یاسر نے جناب رسول خداؐ سے عرض کی کہ میری آرزو ہے اور میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ آپ ہمارے درمیان عمر نوحؑ کے برابر زندگی گذاریں۔ حضرت نے فرمایا کہ اے عمار تمہارے واسطے میری زندگی بھی بہتر ہے اور میری وفات بھی۔ زندگی اس لئے بہتر ہے کہ تم بُرے عمل کرتے ہو تو میں تمہارے لئے استغفار کرتا ہوں مگر میری وفات کے بعد خدا سے ڈرتے رہو اور مجھ پر اور اہلبیت پر کثرت سے صلوٰۃ بھیجتے رہو یقیناً تمہارے نامہ اعمال تمہارے اور تمہارے آباؤ اجداد کے نام کے ساتھ میرے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔ اگر تمہارے نیک اعمال دیکھتا ہوں تو خدا کی حمد کرتا ہوں اور بُرے اعمال دیکھتا ہوں تو تمہارے لئے استغفار کرتا ہوں یہ سُنکر منافقین اور حضرت کی رسالت میں جو لوگ شک رکھتے تھے اور جن کے دلوں میں کفر و نفاق کا مرض تھا کہنے لگے کہ کیا تم لوگ گمان کرتے ہو کہ ان کی وفات کے بعد بندوں کے

نام مع ان کے باپ دادا اور ان کے کنبے والوں کے نام کے ساتھ ان کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں ہرگز نہیں یہ جھوٹ ہے اس وقت خدا نے یہ آیت نازل فرمائی قل اعملوا۔ آخر تک۔ لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ مومنین سے مراد کون لوگ ہیں۔ فرمایا آل محمد ہیں پھر فرمایا سَتُرَدُّونَ اِلٰی عَالِمِ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ حضرت نے فرمایا کہ جو کچھ تم نیکی یا بدی یا خدا کی فرمانبرداری یا نافرمانی کرتے ہو خدا وہ سب تم کو بتا دے گا۔ اور ان ہر مضمون کے بارے میں حدیثیں بہت ہیں ہم مضمون ہونے کے سبب میں نے انہی مذکورہ حدیثوں کے ذکر پر اکتفا کی۔

چوتھی آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ یاد کرو اس روز کو جبکہ ہم ہر امت میں سے ان کے گواہوں کو مبعوث کرینگے تاکہ وہ نیکوں اور بدوں کے بارے میں گواہی دیں۔ پھر کافروں کو مہلت نہ دی جائیگی کہ وہ کوئی عذر کریں اور دنیا میں واپس آنے کی اجازت طلب کریں اور نہ توبہ کر سکیں کہ خدا ان سے راضی ہو جائے۔

شیخ طبرسی اور علی بن ابراہیم نے حضرت صادق سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ ہر زمانے کے لئے ایک امت اور ایک امام ہوگا اور ہر امت اپنے امام کے ساتھ مبعوث ہوگی۔

مناقب ابن شہر آشوب میں حضرت امام محمد باقرؑ سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے حضرت نے فرمایا کہ اس امت کے گواہ ہم ہیں۔

علی ابن ابراہیمؒ نے کہا ہے کہ گواہ ائمہؑ ہیں اور کہا کہ پھر اپنے پیغمبر سے خدا نے فرمایا کہ پھر اے محمدؐ تم کو ہم ان پر گواہ قرار دیں گے۔ یعنی حضرتِ رسول ائمہ پر گواہ ہوں گے اور ائمہ اطہار تمام لوگوں پر ہوں گے۔

پانچویں آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ خدا کی راہ میں جہاد کرو جو جہاد کرنے کا حق ہے۔ اس نے تم کو برگزیدہ کیا ہے اور دین میں تمہارے لئے کوئی سختی و تنگی نہیں ہے دین تمہارے پدر ابراہیم کا ہے انھوں نے قرآن نازل ہونے سے قبل تمہارا نام مسلم رکھا ہے اور اس قرآن میں بھی یہی نام ہے تاکہ رسولؐ تم پر گواہ ہو اور تم تمام لوگوں پر گواہ ہو۔ علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ یہ آیت آل محمدؐ سے مخصوص ہے اور جناب رسول خدا

آل محمدؐ پر گواہ ہیں۔ اور آل محمد تمام اُمّت پر گواہ ہیں۔ اور حضرت عیسٰی خدا سے کہیں گے کہ میں اپنی امت پر گواہ تھا جب تک کہ ان کے درمیان رہا ہوں اور جب تو نے مجھے دُنیا سے اٹھا لیا تو پھر تو خود ان پر گواہ تھا اور تو ہر چیز پر گواہ ہے اور خدا نے اس اُمّت پر رسول اللہؐ کے بعد ان کے اہلبیت اور عترت کو گواہ قرار دیا ہے جب تک کہ دنیا میں ان میں سے ایک بھی موجود ہوگا۔ جب وہ دنیا سے چلے جائیں گے تو تمام اہل زمین فنا ہو جائیں گے اور جناب رسولِ خدا نے فرمایا کہ خدا نے ستاروں کو اہل آسمان کے لئے امان قرار دیا ہے اور میرے اہلبیتؑ کو اہل زمین کے لئے قرار دیا ہے۔

ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ ھو سمٰکم المسلمین من قبل دعائے جناب ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ میں جو حرم خدا کے خدمتگذار تھے محمدؐ و آلِ محمدؐ کی طرف اشارہ ہے جب رسول خداؐ پر ایمان لائے۔ حضرت رسالتمآبؐ آلِ محمدؐ پر گواہ ہیں اور وہ حضرات ان کے بعد لوگوں پر گواہ ہیں۔

تفسیر فرات میں روایت کی ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام سے لوگوں نے ان آیتوں کی تفسیر دریافت کی تو حضرت نے فرمایا کہ ہم ان آیتوں سے مراد ہیں اور ہم برگزیدگان خدا ہیں اور ہمارے سبب سے خدا نے دین میں حرج قرار نہیں دیا ہے اور شدید ترین حرج سختیاں ہیں۔

ملۃ ابیکم ابراھیم سے مراد ہم ہیں اور بس۔ خدا نے ہمارا نام مسلمین رکھا من قبلہ یعنی گذشتہ کتابوں میں و فی ھذا یعنی اس قرآن میں لیکون الرسول علیکم شھیداً لہذا رسول گواہ ہیں ہم پر ان امور کے بارے میں جو ہم نے خدا کی جانب سے پہونچایا اور ہم گواہ ہیں لوگوں پر تو قیامت کے روز جو سچ کہے گا ہم اس کی تصدیق کریں گے اور جو جھوٹ کہے گا ہم اس کی تکذیب کرینگے۔

قرب الاسناد میں حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ خلاق عالم نے میری امت کو جو عزو شرف بخشا ہے سابقہ امتوں میں سے کسی کو نہیں عطا فرمایا سوائے ان کے پیغمبروں کے۔

پہلا شرف یہ کہ خلاق عالم جس پیغمبر کو بھیجتا تھا اُس سے فرماتا تھا کہ دین میں کوشش

کرو ہم پر کوئی حرج نہیں اور میری امت سے خطاب فرمایا کہ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ۔ حرج سے مراد تنگ ہے۔

دوسرا شرف یہ کہ خدا جس پیغمبر کو بھیجتا تھا اس پر وحی فرماتا تھا کہ جب تم کو کوئی امر در پیش ہو جو تم کو ناپسند ہو تو مجھ سے دعا کرو تاکہ میں تمہاری قبول کروں۔ اور میری امت کو بھی شرف عطا فرمایا جس جگہ کہ فرمایا ہے اُدْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ یعنی دعا کرو اور مجھ کو پکارو تاکہ میں تمہاری دعا مستجاب کروں۔

تیسرا اشرف یہ کہ جب خدا کسی پیغمبر کو بھیجتا تھا اُس کو اس کی قوم پر گواہ قرار دیتا تھا اور میری امت کو تمام خلق پر گواہ کیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا ہے لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ اور ابن بابویہ نے اکمال الدین میں روایت کی ہے کہ حضرت امیر المومنین نے عثمان کی خلافت کے زمانہ میں مہاجر و انصار کے ایک مجمع میں فرمایا کہ تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ کیا تم جانتے ہو کہ خدا نے سورہ حج میں یہ آیتیں يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا وَاعْبُدُوا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ ۝ (پ۱۷ سورہ الحج آیت ۷۷، ۷۸) سے آخر سورۃ تک بھیجیں تو سلمانؓ نے کھڑے ہو کر پوچھا کہ یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہیں۔ جن پر آپ گواہ ہیں اور وہ لوگوں پر گواہ ہیں اور خدا نے ان کو برگزیدہ کیا اور دین میں اُن پر کوئی حرج نہیں ہے اور ان کے باپ ابراہیمؑ کی ملت ان کو دی ہے۔ جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ اس امت سے مخصوص تیرہ افراد ہیں اور تمام امت ان آیات سے مراد نہیں ہے۔ سلمانؓ نے عرض کی یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہیں۔ ہمیں آگاہ فرمائیے۔ فرمایا کہ میں اور میرا بھائی علیؑ اور اُن کی اولاد سے گیارہ افراد ہیں۔ (مہاجر و انصار حاضرین مجلس عثمان) سب نے کہا ہاں ہم نے سنا ہے۔

چھٹی آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ ہم ہر امت کے گواہ لائینگے اور اُمتوں سے کہیں گے کہ اس دین کی صحت پر جسے تم نے اختیار کیا تھا دلیل پیش کرو۔ تو اس وقت وہ جانیں گے کہ حق خدا کے ساتھ ہے اس وقت وہ چیزیں ان سے گم اور برطرف ہو جائیں گی جن سے افترا کرتے تھے۔ اس آیت کی تفسیر میں علی بن ابراہیمؒ نے امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ اس امت کے ہر فرقہ سے ان کے امام کو حاضر کریں گے تاکہ ان پر گواہی دیں۔

ساتویں آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ روز قیامت زمین اپنے پروردگار کے نور سے عدالت کے ساتھ روشن ہو جائے گی جیسا کہ مفسروں نے کہا ہے اور علی بن ابراہیم نے حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ رب زمین امام زمین ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ امام جو آئے گا کیسا ہوگا فرمایا کہ اس وقت لوگ امام کے نور کے سبب آفتاب و ماہتاب کی روشنی سے بے نیاز ہو جائیں گے اور ارشاد مفید میں انہی حضرت سے منقول ہے کہ جس وقت قائم منتظر (عجل اللہ فرجہ) ظاہر ہوں گے زمین اپنے پروردگار کے نور سے روشن ہو جائے گی اور بندگان خدا نور آفتاب و ماہتاب سے مستغنی ہو جائیں گے اور تاریکی دور ہو جائیگی اور وُضِعَ الْكِتَابُ یعنی کتاب کھولی جائیگی اور نامہ اعمال رکھا جائے گا اور انبیا اور گواہ بلائے جائیں گے۔ مفسروں نے کہا کہ گواہ فرشتے ہیں یا مومنین۔ اور علی بن ابراہیم نے کہا ہے کہ گواہ ائمہ ہیں۔ وَ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ یعنی ان کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کیا جائیگا۔ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُونَ اور ان لوگوں پر ظلم نہ کیا جائیگا۔

آٹھویں آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ گواہ کہیں گے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے پروردگار پر افترا کیا اور ظالموں پر لعنت ہے علی بن ابراہیم نے کہا ہے کہ گواہوں سے مراد ائمہ (علیہم السلام) ہیں اور ظالموں سے وہ لوگ مراد ہیں جنھوں نے آل محمد علیہم السلام پر مظالم کیے اور ان کے حقوق غصب کیے۔

نویں آیت کا ترجمہ اکثر مفسروں کی تفسیر کے مطابق یہ ہے کہ وہ شخص جو اپنے خدا کی جانب سے بینہ اور برہان پر ہو اور اس کے پیچھے خدا کی جانب سے ایک گواہ آئے کیا اس شخص کے مانند ہے جو ایسا نہ ہو بلکہ دنیا اور اس کی لذتوں کا تابع ہو۔ بعضوں نے کہا ہے کہ بینہ سے قرآن اور گواہ سے مراد جبریل ہیں جو قرآن کی تلاوت کرتے ہیں۔ بعضوں نے کہا ہے کہ شاہد محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں اور بعضوں نے کہا ہے کہ شاہد ایک فرشتہ ہے جو ان کی (محمدؐ کی) حفاظت کرتا ہے اور صحیح راستہ پر قائم رکھتا ہے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ شاہد علی بن ابی طالب ہیں جو جناب رسول خداؐ کی حقیقت پر گواہی دیتے ہیں اور انہی حضرت سے ہیں اس بارے میں زیادہ سے زیادہ حدیثیں ہیں۔ چنانچہ شیخ طبرسی نے امام رضا و امام محمد تقی علیہما السلام سے اور کلینی نے

امام رضاؑ سے روایت کی ہے کہ امیرالمومنینؑ شاہد ہیں رسول خداؐ پر اور رسول خداؐ اپنے پروردگار کی جانب سے بینہ و بُرہان پر ہیں۔ بصائرالدرجات میں روایت ہے کہ امیرالمومنینؑ نے فرمایا کہ خدا کی قسم کوئی آیت نہیں کتاب خدا میں جو دن یا رات کے وقت نہیں نازل ہوئی لیکن میں اس کو جانتا ہوں اور اصحاب میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جس کے سر پر تلوار لگی ہو۔ مگر یہ کہ کوئی آیت اس کی شان میں نازل ہوئی ہو۔ جو اس کو بہشت میں جانے کے یا جہنم میں جانے کے بارے میں ہے یہ سُن کر ایک شخص نے کھڑے ہو کر پوچھا کہ یا امیرالمومنینؑ وہ کونسی آیت ہے جو آپ کی شان میں نازل ہوئی ہے حضرت نے فرمایا کیا تو نے نہیں سنا ہے کہ خدا فرماتا ہے اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ رسول خدا اپنے پروردگار کی جانب سے بینہ پر ہیں اور میں ان کا گواہ ہوں اور میں انہی سے ہوں۔ شیخ طوسی نے بھی مجالس میں اس مضمون کی روایت کی ہے اور تفسیر عیاشی میں حضرت امام باقرؑ سے روایت کی ہے کہ جو اپنے پروردگار کی جانب سے بیّنہ پر ہے وہ رسول خدا ہیں اور جو ان کے تالی (پیچھے آنے والے) اور ان کے شاہد ہیں اور انہی حضرت سے ہیں۔ وہ حضرت امیرالمومنینؑ ہیں اس کے بعد ان کے اوصیا یکے بعد دیگرے ہیں۔ اور اس باب میں حدیثیں بہت ہیں جن میں سے بعض آیندہ مجلد میں امیرالمومنین علیہ السلام کے حالات میں مذکور ہونگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

دسویں آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ ہر نفس قیامت میں آئے گا۔ جس کے ساتھ کھینچنے والا اور گواہ ہوگا۔ علی بن ابراہیم کی تفسیر اور نہج البلاغہ میں امیرالمومنینؑ سے منقول ہے۔ کہ کھینچنے والا اس کو محشر کی جانب کھینچے گا اور شاہد اس کے اعمال کی گواہی دے گا۔ اور کتاب تاویل الآیات میں حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ کھینچنے والے امیرالمومنینؑ اور شاہد جناب رسول خداؐ ہیں

بارھویں فصل

ان روایتوں کا بیان جو مومنین وایمان اور مسلمین واسلام اور اہلبیت اور ان کی ولایت کے بارے میں آیتوں کی تاویل میں وارد ہوئی ہیں اور ان حدیثوں کا بیان جو کفار ومشرکین اور کفر وشرک اور بتوں اور ان کے دشمنوں اور ان کی ولایت ترک کرنے والوں کے متعلق آیتوں کی تاویل سے تعلق رکھتی ہیں

ابن شہر آشوب نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے اس قول خدا بِئْسَمَا

اشْتَرَوْا بِهٖۤ اَنْفُسَهُمْ اَنْ یَّكْفُرُوْا بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْیًا اَنْ یُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ (پ سورہ بقرہ آیت ۹۰) کی تفسیر میں روایت کی ہے یعنی لوگوں نے بہت بُری چیز اپنے جانوں کے عوض خرید کی ہے کہ جو خدا نے بھیجا ہے اس سے انکار کرتے ہیں اس حسد سے جو خدا اپنے فضل سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے وحی بھیجتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ امیرالمومنینؑ اور ان کے فرزندوں میں سے اوصیا کی ولایت سے حسد کرنا مراد ہے۔

علی بن ابراہیم نے اس قول حق تعالیٰ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ فَالَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَمِنْ هٰۤؤُلَآءِ مَنْ یُّؤْمِنُ بِهٖ وَمَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَاۤ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ (پ۲۱ سورہ عنکبوت آیت ۴۷) کی تفسیر میں روایت کی ہے (ترجمہ) یعنی اس طرح ہم نے تم پر کتاب نازل کی۔ اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب عطا کی ہے وہ اس پر ایمان لاتے ہیں اور اس جماعت سے بھی بعض ایمان لاتے ہیں اور ہماری آیتوں سے انکار تو کفار ہی کرتے ہیں۔ علی بن ابراہیم نے لکھا ہے کہ مراد ان لوگوں سے جن کو کتاب دی گئی ہے آل محمد علیہم السلام ہیں کیونکہ اس کے لفظ و معنی انہی کے پاس ہیں اور اس جماعت سے تمام مومنین اہل قبلہ مراد ہیں اس آیہ کریمہ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ یعنی خدا نے مومنین پر احسان کیا ہے کہ انہیں میں سے ان کے پاس ایک رسول بھیجا۔ کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ مومنین سے مراد آل محمدؐ ہیں اور یہ تفسیر بہتر ہے جو کچھ مفسروں نے تکلف کیا ہے کہ ان کے نفسوں سے مراد ان کی جنس ہے جو عرب ہیں نیز اس آیت وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَمَاۤ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ (پ۲۷ سورہ طور آیت ۲۱) یعنی جو لوگ کہ ایمان لائے ہیں اور ہم نے ان کی اولاد کو ان کا تابع بنایا ہے اور بہشت میں داخل ہوتے میں بھی ان کے اجداد کے درجہ میں ان کو ملحق کیا ہے۔ اور اس الحاق کے سبب سے ان کے اجداد کے اعمال اور ثواب میں سے کچھ کمی نہیں کی ہے۔ کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ مفسروں کے درمیان مشہور یہ ہے کہ یہ آیت مومنین کے اطفال کے بارے میں ہے کہ خدا ان کے باپ دادا کے ساتھ ان کو بہشت میں ملحق فرمائیگا۔ اور ہماری حدیثوں میں بھی یہ تفسیر وارد ہوئی ہے اور علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سے مراد رسول خدا اور امیرالمومنین ہیں

اور ان کی ذریات ان کے فرزندوں میں سے آئمہ و اوصیاء ہیں جن کو خلافت و امامت میں امیر المومنینؑ کے ساتھ خدا نے ملحق کیا ہے اور جو نص جناب رسول خداؐ نے امیر المومنینؑ کے حق میں بیان کی ان کی ذریت کے حق کچھ کم نہیں کی۔ اور ان کی حجت اور امامت ایک ہے اور ان سب کی اطاعت ایک ہے اور ان سب کی پیروی واجب ہے۔ اور حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۖ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ ۚ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (پ سورہ بقرہ آیت ۱۳۶) یعنی کہہ دو کہ ہم ایمان لائے اس پر جو کچھ اس نے ہم پر نازل کیا ہے یعنی قرآن پر اور جو کچھ جناب ابراہیم و اسماعیل و اسحاق و یعقوب علیہم السلام اور جو کچھ ان کی اولادوں پر نازل ہوا سب پر اور جو حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کو خدا کی جانب سے دیا گیا ہے یا دوسرے انبیا کو دیا گیا ہے۔ ہم ان میں سے کسی کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے اور ہم خدا کے فرمانبردار ہیں۔ تو اگر وہ لوگ بھی ایمان لائیں جیسے کہ تم ایمان لائے ہو تو بیشک وہ ہدایت یافتہ ہیں اور اگر روگردانی کریں اور ایمان نہ لائیں تو وہ مقام عداوت و دشمنی میں ہیں پھر اے رسولؐ خدا تم کو ان کے شر سے محفوظ رکھے گا اور وہ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔ کلینی اور عیاشی وغیرہ نے حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ اس آیت میں قُوْلُوْٓا سے آل محمدؐ سے خطاب ہے یعنی علیؑ و فاطمہؑ و حسنینؑ اور ان کے بعد کے ائمہؑ سے اور فَاِنْ اٰمَنُوْا کی شرط یعنی اگر ایمان لائیں سے مراد دوسرے تمام لوگ ہیں چاہئے کہ ان کا ایمان ائمہ کے ایمان کے مانند ہو اور عقائد و اعمال میں ان کی پیروی کریں۔ اکثر مفسروں نے خطاب قولوا تمام مومنین کی جانب راجع کیا ہے فَاِنْ اٰمَنُوْا یعنی اگر وہ لوگ ایمان لائیں سے کہتے ہیں کہ اہل کتاب یہود و نصاریٰ مراد ہیں۔ اور جو تاویل حدیث میں ہے بہت واضح ہے ان کی تاویل سے اس سبب سے کہ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا اس تفسیر سے زیادہ مناسب ہے۔ کیونکہ پہلے رسول خداؐ اور ان کے اہلبیت پر جو خانۂ وحی میں حاضر تھے نزول قرآن ہوا اس کے بعد دوسرے تمام لوگوں تک پہنچا اور اسی سے ابراہیم و اسمٰعیل اور دوسرے پیغمبروں پر نازل شدہ اشیاء کو ملا

دیا ہے لہٰذا جیسے ان دو فقروں میں پیغمبروں اور رسولوں کا ذکر ہوا ہے اس فقرہ (الینا) میں بھی مناسب یہی ہے کہ منزل الیھم انبیا و اوصیا کے مثل و مانند ہوں۔

کلینی و نعمانی نے حضرت امام محمد باقرؑ سے اس آیت وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ (پ۲ سورہ بقرہ آیت ۱۶۵) کی تفسیر دریافت کی (ترجمہ) یعنی لوگوں میں سے کچھ وہ لوگ ہیں جو اللہ کے سوا بتوں کو اختیار کرتے ہیں اور مثل خدا کے ان کو دوست رکھتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا وہ اوّل و دوم ہیں جن کو لوگوں نے امام بنا لیا ہے اس امام کے علاوہ جس کو خدا نے لوگوں کے لئے قرار دیا ہے۔

اور ان آیات وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ ۙ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ ۝ اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ۝ وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ۭ كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ ۭ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ ۝ (پ۲ سورہ بقرہ آیت ۱۶۷) وہ لوگ جنھوں نے خدا کا شریک قرار دینے کے سبب ظلم کیا ہے جب قیامت میں عذاب کو دیکھیں گے اور یہ کہ ہر طرح کی قوت اللہ ہی کے لئے ہے اور بیشک خدا کا عذاب سخت ہے اس وقت وہ لوگ ان لوگوں سے علیحدگی اختیار کریں گے جنھوں نے (دُنیا میں) ان کی پیروی کی تھی اور اُن کے باہمی تعلقات قطع ہو جائیں گے۔ تو پیروی کرنے والے کہیں گے کاش ہم پھر (دُنیا میں) بھیجدیئے جاتے تو ان سے اسی طرح علیحدگی اختیار کرتے جس طرح (آج) انہوں نے ہم سے علیحدگی اختیار کی ہے۔ خدا یوں اُن کے اعمال کو حسرت ہی حسرت دکھائے گا اور وہ سب جہنم سے نہیں بچ سکیں گے کی تفسیر میں فرمایا کہ خدا کی قسم وہ لوگ پیشوایان ظلم ہیں جنھوں نے حق اہلبیتؑ غصب کیا ہے اور ان کے تابع۔

کتاب تاویل الایات میں خدا کے اس قول ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (پ۲۰ سورہ النمل آیت ۶۱) یعنی کیا خدائے عالمین کے ساتھ کوئی اور خدا ہے بلکہ ان میں سے بیشتر حق کو نہیں جانتے۔ کی تاویل میں حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کیا امام ہدایت امام ضلالت کے ساتھ شریک ہو سکتا ہے جو باہم متصل ہوں۔

نیز تفسیر ابن ماہیار میں بسند معتبر روایت کی ہے کہ امیرالمومنینؑ نے فرمایا کہ جناب رسولخداؐ

نے مجھ سے فرمایا کہ یا علیؑ جو شخص تم کو دوست رکھے اس کے اور اس کے درمیان جس کو وہ دیکھے جس سے اس کی آنکھیں روشن ہوں کوئی فاصلہ نہیں۔ مگر یہ کہ اس کو موت آ جائے (یعنی تمام عمر کوئی فاصلہ نہ ہوگا) اُس کے بعد اس آیت کی تلاوت فرمائی رَبَّنَا اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَیْرَ الَّذِیْ کُنَّا نَعْمَلُ فرمایا کہ جب ہمارے دشمن جہنم میں داخل ہوں گے کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو جہنم سے نکال دے تو ہم علیؑ کی ولایت کے ساتھ عمل صالح بجالائیں گے اس کے خلاف جو دنیا میں ہم انکی عداوت میں کرتے تھے اس وقت اس کے جواب میں کہیں گے کہ اَوَلَمْ نُعَمِّرْکُمْ مَّا یَتَذَکَّرُ فِیْهِ مَنْ تَذَکَّرَ وَجَآءَکُمُ النَّذِیْرُ۔ (پ۲۲ سورہ فاطر آیت ۳۷) کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہیں عطا کی تھی جس میں جو شخص نصیحت حاصل کرنا چاہے نصیحت حاصل کرے اور تمہاری طرف ڈرانے والا بھی آیا تھا حضرتؑ نے فرمایا کہ ظالمان آل محمدؐ کا کوئی مددگار نہ ہوگا جو ان کی مدد کرے اور عذاب الٰہی سے ان کو بچائے۔ اور حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَالَّذِیْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ یَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْٓا اِلَی اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰی یعنی جن لوگوں نے بتوں اور پیشوایان باطل سے اجتناب کیا کہ ان کی عبادت کریں اور یہ خدا کی جانب بازگشت کی انہی کے لئے خوشخبری و بشارت ہے۔ ابن ماہیار نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ شیعوں سے خطاب فرمایا کہ تم لوگ ہو جنھوں نے عبادت طاغوت سے اجتناب کیا کہ خلفائے جور کی اطاعت نہیں کی اور جس نے کسی جبار کی اطاعت کی تو بیشک اس نے اس کی پرستش کی ہے۔

نیز ابن ماہیار نے روایت کی ہے کہ حضرت صادقؑ سے حقتعالےٰ کے اس قول کی لَئِنْ اَشْرَکْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُکَ وَلَتَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ تفسیر دریافت کی۔ مفسرین نے کہا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اگر خدا کے ساتھ کسی کو تو نے شریک قرار دیا تو یقیناً تیرا عمل حبط و باطل ہو جائے گا اور بلاشبہ تو نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔

بعض حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ ظاہری خطاب آنحضرتؐ سے ہے لیکن مقصود دوسروں کی تنبیہ ہے جیسے کہ کہتے ہیں کہ تجھ سے ہم کہتے ہیں تاکہ ہمسایہ سنے۔ اس حدیث میں حضرتؑ نے فرمایا کہ مراد وہ نہیں ہے جو تم نے گمان کیا ہے اور سمجھا ہے جس وقت کہ خداوند عالم نے اپنے پیغمبرؐ کو وحی فرمائی کہ امیرالمومنینؑ کو لوگوں کے لئے علم اور ہدایت کا نشان قرار

دیں اور اپنا وصی بنائیں تاکہ لوگ آپ کے قول کو مانیں اور آپ کی تصدیق کریں۔ اس وقت خدا نے حضرت امیرالمومنینؑ کو مقرر کرنے کے بارے میں یہ آیت یَآ اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ نازل فرمائی یعنی اے رسول وہ حکم پہنچا دو (امامت کو) جو تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل ہوا ہے اس وقت آنحضرتؐ نے جبریل سے شکایت کی اور کہا کہ لوگ خلافت علیؑ کے بارے میں میری تکذیب کرتے ہیں اور میرا قول نہیں قبول کرتے۔ تو خدا نے یہ آیت نازل فرمائی کہ علی کے ساتھ اگر کسی دوسرے کو شریک کردوگے تو تمہارے اعمال حبط (ضبط) کر لیے جائیں گے۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ خدا کسی پیغمبر کو اہل عالم کی طرف بھیجے اور وہ ان گنہگاروں کا شفیع ہو پھر خوف کرے کہ وہ خدا کا شریک قرار دیں گے۔ خدا کے نزدیک رسول اس سے زیادہ قابل اعتبار اور امین ہوتا ہے کہ خدا اس سے کہے کہ "اگر تم میرے ساتھ شرک کردگے" حالانکہ وہ شرک کو مٹانے اور بتوں اور ہر باطل معبود کے ترک کرانے کے لیے آتا ہے لہٰذا مراد یہ ہے کہ اگر علیؑ کی ولایت میں کسی کو شریک قرار دوگے (تو اعمال حبط وضبط ہو جائیں گے۔

نیز بسند معتبر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ ان آیات وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ (پ ۲۴ سورہ مومن آیت ۶) کی تاویل کے بارے میں فرمایا یعنی اسی طرح خدا کا حکم ان پر واجب ولازم ہو گیا ہے جو کافر ہو گئے ہیں کہ وہ اصحاب جہنم ہیں۔ یعنی وہ بنی امیہ ہیں جو کافر ہو گئے اور وہی جہنمی ہیں اس کے بعد خدا نے فرمایا کہ اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ یعنی وہ لوگ جو عرش اٹھائے ہوئے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ رسول خدا اور اُن کے اوصیا علم الٰہی کے عرش (یعنی بلندی ورفعت) کے حامل ہیں۔ خدا نے فرمایا کہ مَلٰٓئِكَةٌ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ یعنی فرشتے اپنے پروردگار کی پاکیزگی کی تعریف کرتے اور مومنین کے لئے استغفار (طلب آمرزش) کرتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ وہ شیعیان آل محمدؐ ہیں رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا ۚ یعنی وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار تو اپنے علم ورحمت سے تمام شئی کو گھیرے ہوئے ہے لہٰذا توبہ کرنیوالوں کو بخش دے۔ یعنی انکو جنھوں نے محبت ولایت خلفائے جور و بنی امیہ سے توبہ کی و

اتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ اور تیری راہ کی پیروی کی حضرت نے فرمایا کہ علی مرتضیٰؑ کی پیروی کی ہے کیونکہ وہ سبیل خدا ہیں۔ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۝ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ۨالَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ (پ۲۴ سورہ المومن آیت ۹) یعنی ان کو عذاب جہنم سے محفوظ رکھ اے ہمارے پروردگار اور ان کو باغہائے اقامت میں داخل کر جن میں سے (کبھی) نہ نکلیں اور وہ باغ جن کا ان سے تو نے وعدہ کیا ہے اور ان کو بھی (داخل کر) جو انکے باپ دادا اور بیوی بچوں میں نیک ہوں۔ بیشک تو غالب اور حکیم ہے اور ان کو برائیوں سے محفوظ رکھ حضرت نے فرمایا کہ برائیوں سے مراد بنی امیہ اور ان کے تمام خلفائے جور ہیں اور ان کے ماننے والے ہیں۔ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ۭ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللّٰهِ اَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ اِذْ تُدْعَوْنَ اِلَى الْاِيْمَانِ فَتَكْفُرُوْنَ ۝ قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ ۝ (پ۲۴ سورہ المومن آیت ۹ تا ۱۱) اور جس کو تو نے روز قیامت برائیوں سے محفوظ رکھا تو اس پر تو نے بیشک رحم کیا ہے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ اور جو لوگ کافر ہو گئے یقیناً ان کو آواز دی جائے گی کہ بلاشبہ خدا کی دشمنی تمہاری اپنے نفسوں کے ساتھ دشمنی سے بہت بڑی ہے جس وقت کہ تم کو ایمان کی دعوت دی گئی تو تم کافر ہو گئے اور اس کی طرف مائل نہ ہوئے۔ تو وہ لوگ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار تو نے ہم کو دو مرتبہ موت دی ایک بار دُنیا میں اور ایک دفعہ قبر میں سوال کے بعد۔ اور دو مرتبہ تُو نے زندہ کیا ایک مرتبہ دنیا میں اور ایک بار قیامت میں یا قبر میں تو ہم نے گناہوں کا اقرار و اعتراف کیا تو کیا جہنم سے نکلنے کی کوئی صورت ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ ان لوگوں سے مراد بنی امیہ ہیں جو کافر ہوئے اور ایمان سے مراد علیؑ بن ابی طالب ہیں۔ ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗٓ اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ ۚ وَاِنْ يُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا ۭ فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ ۝ (سورہ مومن مذکور) یعنی تمہارے لئے عذاب کا یہ لازم ہونا اس سبب سے ہے کہ دنیا میں جب اہل ایمان خدا کو اس کی وحدانیت کے ساتھ یاد کرتے تھے تو تم اس سے انکار کرتے تھے اور اگر مشرکین خدا کے ساتھ شریک کرتے تھے تو تم اس پر ایما

لاتے تھے۔ لہٰذا آج تو خدائے بلند و برتر کا ہی حکم ہے۔ حضرت نے فرمایا یہ خطاب اہل خلاف سے ہے۔ یعنی جب کہ خدا کا ذکر تنہا علیؑ کی ولایت کے ساتھ کرتے تھے تو تم انکار کرتے تھے۔ اور اگر خلافت میں علیؑ کے ساتھ دوسروں کو شریک قرار دیتے تھے اور علیؑ کے سوا کسی اور امام کا نام لیتے تھے تو تم ایمان لاتے اور اس کی امامت قبول کرتے تھے۔

ایضاً حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے خدا کے اس قول فَلَنُذِيقَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا عَذَابًا شَدِيدًا وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَسْوَأَ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ ذَٰلِكَ جَزَاءُ أَعْدَاءِ اللَّهِ النَّارُ لَهُمْ فِيهَا دَارُ الْخُلْدِ جَزَاءً بِمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ (پ۲۴ سورہ حم سجدہ آیت ۲۷ و ۲۸) کی تفسیر میں فرمایا کہ بیشک اُن لوگوں کو جو ولایت امیرالمومنین ترک کرنے کے سبب کافر ہو گئے ہم دُنیا میں عذاب سخت کا مزہ چکھائیں گے اور یقیناً ان کو آخرت میں ان کاموں کی بدتر جزا دیں گے جو دُنیا میں وہ کرتے تھے۔ خدا کے دشمنوں کی جزا اور ان کے ہمیشہ رہنے کا مقام جہنّم ہے۔ یعنی وہ ہرگز اس سے باہر نہ نکلیں گے۔ یہ جزا ان لوگوں کی ہے جو دنیا میں ہماری آیتوں سے انکار کرتے تھے۔ حضرت نے فرمایا کہ آیات خدا آئمہ اطہار ہیں۔

ابن ماہیار نے امام زین العابدین علیہم السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ خدا کی قسم ہم ہیں لوگوں کے ولی اور تمام لوگوں سے زیادہ ہم دین کے اہل ہیں جن کے لئے دین ظاہر کیا گیا اور بیان کیا گیا ہے جیسا کہ خداوند عالم فرماتا ہے۔ شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ اے آلِ محمدؐ تمہارے لئے بیان کیا اور ظاہر کیا دین کو۔ مَا وَصَّىٰ بِهِ نُوحًا جس کی نوحؑ کو ہم نے وصیت کی تھی۔ عمل میں لائیں اور اس کی حفاظت کریں تو خدا نے ہم کو بھی وہی وصیت کی جو نوحؑ کو کی تھی۔ وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ اور اے محمدؐ جس کی تم کو وحی کی ہے۔ یہ وہی ہے مَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ جس کی ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ (علیہم السلام) کو وصیت کی تھی۔ امام نے فرمایا کہ ہم ان کے علم سے واقف ہیں اور جو کچھ ہم جانتے ہیں ہم نے پہونچا دیا اور ہم کو ان کا علم سپرد کیا گیا ہے۔ لہٰذا ہم انبیاء کے اور اولوالعزم پیغمبروں کے وارث ہیں۔ أَقِيمُوا الدِّينَ اے آلِ محمدؐ دین کو قائم کرو وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ اور دین حق میں متفرق نہ ہونا چاہیئے بلکہ متحد و مطمئن رہو كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ جس کی طرف تم اے رسول ان کو بلاتے ہو مشرکین

پر وہ سخت و دشوار ہے۔ امام نے فرمایا وہ ولایت علی علیہ السلام ہے۔ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْۤ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِيْۤ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ (پ۲۵ سورہ شوریٰ آیت ۱۳) خدا جس کو چاہتا ہے اس کو اختیار کرتا اور اپنی طرف اس کی ہدایت کرتا ہے جو اس کی بارگاہ میں انکساری اور عاجزی کرتا ہے۔ یعنی جو شخص ولایت علی بن ابی طالب کے بارے میں لیے رسول تمہاری بات کو مانتا ہے اور قبول کرتا ہے۔

ایضاً۔ ابن ماہیار نے روایت کی ہے کہ حضرت امام محمد باقرؑ نے محمد بن حنفیہ سے فرمایا کہ ہم اہلبیت کی محبت وہ چیز ہے۔ جسے خداوند عالم مومن کے دل کی داہنی جانب لکھتا ہے اور جس کے دل پر خدا نے یہ محبت لکھ دی اُسے کوئی مٹا نہیں سکتا کیا تم نے نہیں سُنا ہے کہ خدائے عز و جل فرماتا ہے۔ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ اور ہم اہلبیت کی محبت ایمان ہے۔

ایضاً۔ بہت سی سندوں کے ساتھ حضرت صادق و امام رضا علیہما السلام سے اس آیت اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ (پ۳۰ سورہ ماعون آیت ۱) کی تفسیر میں روایت ہے یعنی کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے دین کی تکذیب کی اور اس کو جھوٹ سے نسبت دی ان حضرات نے فرمایا کہ دین سے مراد ولایت علیؑ ہے۔

فرات ابن ابراہیم نے حضرت صادقؑ سے اس آیت صِبْغَةَ اللّٰهِ وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ خدا کا رنگ کرنا طلب کرو اور دین و ایمان کے بارے میں رنگ کرنے میں خدا سے بہتر کون ہے۔ یہ گبر و ترسا اپنے فرزندوں پر رنگ آمیزی نہیں کر سکتے کہ اپنے بچوں کو پانی میں غوطہ دے کر کہتے ہیں کہ ہم ان کو نصرانیت میں رنگتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ رنگ کرنے سے مراد مومنین کو ولایت اہلبیتؑ میں رنگنا اور انکی امامت کا اقرار کرانا ہے کہ روز الست ان سے ولایت علیؑ کا عہد لیا گیا ہے۔

ایضاً۔ ابان بن تغلب سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام محمد باقرؑ سے اس آیت اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ يَلْبِسُوْۤا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَ هُمْ مُّهْتَدُوْنَ کی تفسیر دریافت کی یعنی جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو انھوں نے ظلم سے مخلوط نہیں کیا ان کے لئے امن و اطمینان ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔ حضرت نے فرمایا۔ اے ابان تم کہتے ہو کہ اس آیت میں خدا کے ساتھ شرک ہے اور ہم کہتے ہیں کہ یہ

آیت علیؑ بن ابی طالب اور ان کے اہلبیت کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ کیونکہ ان لوگوں نے ایک پلک جھپکنے تک کے لئے بھی شرک نہیں کیا ہے اور کبھی لات و عزیٰ کی پرستش نہیں کی جیسا کہ ان تین خلفاء نے ناحق کیا اور جناب امیرؑ پہلے وہ شخص تھے جنہوں نے جناب رسولؐ خدا کے ساتھ نماز پڑھی۔ اور ان کی تصدیق کی۔ لہٰذا یہ آیت ان کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اور کلینی نے حضرت صادق علیہ السلام سے اسی آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ جو لوگ ایمان لائے ہیں ان باتوں پر کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت امیرالمومنینؑ اور آپ کی ذریت کی ولایت و امامت کے بارے میں لائے ہیں اور محبت خلفائے جور کے ساتھ مخلوط نہیں کرتے وہ مراد ہیں لہٰذا ظلم سے ملوث ایمان وہ ہے جس میں ظالموں کی محبت شامل ہو۔

ایضاً۔ تفسیر فرات میں حضرت صادقؑ سے اس آیت اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ تَطْمَئِنَّ قُلُوْبُھُمْ بِذِکْرِ اللّٰہِ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنَّ الْقُلُوْبُ کی تفسیر میں روایت ہے یعنی جو لوگ ایمان لائے اور ان کے قلوب خدا کے ذکر سے مطمئن ہوئے آگاہ ہو کہ خدا کے ذکر سے دلوں کو آرام اور سکون ملتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ جناب رسول خداؐ نے جناب امیر علیہ السلام سے فرمایا جانتے ہو کہ یہ آیت کس شان میں نازل ہوئی۔ عرض کی خدا اور اُس کے رسولؐ بہتر جانتے ہیں فرمایا کہ اس کے شان میں نازل ہوئی ہے جو میری تصدیق کرتا ہے اور مجھ پر ایمان لاتا ہے اور تم کو اور تمہارے بعد تمہارے فرزندوں کو دوست رکھتا ہے اور تمہاری اور تمہارے بعد تمہارے فرزندوں کی امامت کو تسلیم کرتا ہے۔ اور عیاشی نے اسی آیت کی تفسیر میں حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ ذکر خدا سے مراد جناب رسول خداؐ ہیں آپ ہی سے قلوب مطمئن ہوتے ہیں۔ اور وہی حضرت ذکر خدا اور حجاب خدا ہیں۔ اور علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سے مراد شیعہ ہیں اور ذکر خدا امیرالمومنینؑ اور ائمہ اطہارؑ ہیں۔

ایضاً۔ فرات نے حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ ہماری محبت ایمان ہے اور ہماری عداوت و دشمنی کفر ہے پھر یہ آیت پڑھی لٰکِنَّ اللّٰہَ حَبَّبَ اِلَیْکُمُ الْاِیْمَانَ وَ زَیَّنَہٗ فِیْ قُلُوْبِکُمْ وَ کَرَّہَ اِلَیْکُمُ الْکُفْرَ وَ الْفُسُوْقَ وَ الْعِصْیَانَ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الرّٰشِدُوْنَ یعنی لیکن خُدا نے تم کو ایمان کی محبت اور اس کو زینت دی ہے تمہارے دلوں میں اور

کفر و فسق اور گناہ کو تمہارے لئے مکروہ قرار دیا ہے اور ایسے ہی لوگ ہدایت و صلاح یافتہ اور رستگار ہیں۔ اور کلینی اور علی بن ابراہیم نے اسی آیت کی تاویل میں روایت کی ہے ایمان سے مراد امیرالمومنینؑ کفر سے مراد ظالم اوّل اور فسوق سے مراد ظالم دوم اور عصیان سے مراد ظالم سوم ہے۔

کلینی نے حضرت صادقؑ سے اس آیت وَهُدُوا إِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ وَهُدُوا إِلَىٰ صِرَاطِ الْحَمِيدِ کی تفسیر میں روایت کی ہے یعنی مومنین خدائے مستحق حمد و ستائش کی راہ کی جانب ہدایت یافتہ ہیں حضرت نے فرمایا کہ یہ آیت حمزہ و جعفر و عبیدہ و سلمان و ابوذر و مقداد و عمار کی شان میں نازل ہوئی ہے جو ولایت امیرالمومنینؑ کی جانب ہدایت یافتہ ہیں

علی بن ابراہیمؒ نے حضرت صادقؑ سے اس قول رب العزت إِنَّهُمْ يَكِيدُونَ كَيْدًا (پ۳۰ سورہ الطارق آیت ۱۵) کی تفسیر میں روایت کی ہے یعنی کفار بہت مکر و فریب کرتے ہیں حضرت نے فرمایا مراد اوّل و دوم اور تمام منافقین ہیں جنہوں نے جناب رسول خداؐ، جناب امیرالمومنینؑ اور حضرت فاطمہ زہراؑ کے ساتھ مکر کیا وَّأَكِيدُ كَيْدًا (سورہ مذکور) اور میں ان کے ساتھ تدبیر کرتا ہوں یعنی دُنیا میں ان پر حکم اسلام جاری کرتا ہوں اور آخرت میں کافروں کے ساتھ جہنم واصل کردونگا۔ یا یہ کہ میں ان کے مکر کا بدلہ دیتا ہوں۔ فَمَهِّلِ الْكَافِرِينَ أَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا (سورہ مذکور) تو کافروں کو مہلت دے دو بس ان کو تھوڑی مہلت دو حضرت نے فرمایا کہ جب حضرت قائمؑ ظاہر ہوں گے تو جباروں اور قریش کے باطل پیشواؤں اور بنی امیہ اور تمام دشمنوں سے ہمارا انتقام لیں گے۔

ابن ماہیار نے بسند معتبر حضرت امام محمد باقرؑ سے اس آیت إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ کی تفسیر میں روایت کی ہے یعنی اہل کتاب سے وہ لوگ جو کافر ہو گئے اور مشرکین اہل جہنم سے ہیں حضرت نے فرمایا کہ اس سے مراد وہ گروہ ہے کہ جن پر قرآن نازل ہوا پھر بھی وہ جناب رسول خداؐ کے بعد مرتد ہو گئے اور امیرالمومنینؑ کی نافرمانی کی۔ اور دوسری روایت کے مطابق الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ سے مراد وہ لوگ ہیں جو شیعوں کی تکذیب کرتے ہیں۔ اور مشرکین وہ ہیں جو خلافت میں امیرالمومنینؑ کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے ہیں یعنی شیعوں کی تکذیب کرنیوالے اور علیؑ کی خلافت کے منکر ہیں اور وہ لوگ جنھوں نے امیرالمومنینؑ کو خلافت کے مرتبہ اوّل سے درجہ

چہارم پر قرار دیا ہے کفر و شرک سے الگ نہیں یہاں تک کہ ان کی طرف بیّنہ آئے یعنی ان پر حق واضح ہو۔ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰہِ سے مراد حضرت محمدؐ ہیں یَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَھَّرَۃً یعنی صحیفہائے پاکیزہ کی تلاوت کرتے ہیں یعنی اپنے بعد اولوالامر کی جانب لوگوں کی رہنمائی کرتے ہیں جو آئمہ اطہارؑ میں سے ہیں اور وہی صحف مطہرہ ہیں۔ فِیْھَا کُتُبٌ قَیِّمَۃٌ فرمایا کہ ان کے پاس واضح حق ہے وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ یعنی شیعوں کی تکذیب کرنے والے متفرق نہیں ہوئے اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْھُمُ الْبَیِّنَۃُ ط مگر اس کے بعد جبکہ ان کے پاس حق آگیا تھا۔ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ فرمایا کہ اس قسم کے مسلمان مامور نہیں ہوئے ہیں لیکن اس لئے کہ خدا کی عبادت کریں ایسی حالت میں کہ دین کو خالص خدا کے لئے کیا ہو اس کے ساتھ کہ خدا اور رسول اور ائمہ طاہرین پر ایمان لائے ہوں۔ وَذٰلِکَ دِیْنُ الْقَیِّمَۃِ اور یہی دین محکم ہے۔ فرمایا کہ دین سے مراد فاطمہ زہراؑ ہیں اور دوسری روایت کے مطابق قائم آل محمدؐ ہیں۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فرمایا کہ یعنی وہ لوگ جو خدا و رسول پر ایمان لائے ہیں اور انھوں نے اولوالامر کی اطاعت کی ہے ان امور میں جن کا ان کو حکم دیا گیا ہے اُولٰٓئِکَ ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ (پ ۳۰ سورہ البینۃ آیت ۱تا۸) یعنی وہ لوگ بہترین خلائق ہیں۔ دوسری روایت کے مطابق فرمایا کہ یہ آیت آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

امالی شیخ میں جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک روز ہم لوگ جناب رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر تھے کہ حضرت امیرالمومنینؑ تشریف لائے۔ پیغمبرؐ نے فرمایا کہ تمہارے پاس میرا بھائی آیا پھر فرمایا کہ اسی خدائے برتر کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے یہ اور اس کے شیعہ روز قیامت نجات یافتہ ہیں بلاشبہ یہ سب سے زیادہ عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنے والا ہے اور سب سے زیادہ ہر ایک کے حق کی رعایت کرنے والا ہے اور خدا کے نزدیک اس کی عزت و فضیلت سب سے زیادہ ہے اُس وقت یہ آیت نازل ہوئی اُولٰٓئِکَ ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ اس کے بعد جب اصحاب پیغمبرؐ حضرت علیؑ کو آتے ہوئے دیکھتے تھے تو کہتے تھے۔ کہ خیر البریہ آگیا۔

ایضاً۔ جناب امیرالمومنینؑ سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ ہر بدہ کے

پردوں پر سریانی حرفوں میں لکھا ہوا ہے کہ آل محمدؐ خیر البریہ ہیں۔

ایضاً۔ یعقوب پسر میثم تمار سے روایت ہے کہ میں حضرت امام محمد باقرؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ اے فرزند رسولؐ میں آپ پر فدا ہوں میں اپنے پدر بزرگوار کی تحریروں میں پاتا ہوں کہ امیرالمومنین علیہ السلام نے میرے پدر میثم سے فرمایا کہ آل محمدؐ کے دوست کو دوست رکھو اگرچہ وہ فاسق اور زناکار ہو اور آل محمدؐ کے دشمن کو دشمن رکھو اگرچہ وہ بڑا روزہ دار اور بڑا نماز گذار ہو میں نے جناب رسول خداؐ سے سنا ہے کہ یہ آیت اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ پڑھی پھر میری جانب رُخ کیا اور فرمایا اے علیؑ خدا کی قسم یہ تمہارے شیعہ ہیں اے علیؑ تم اور تمہارے دوستوں کی وعدہ گاہ حوض کوثر ہے جہاں نورانی چہروں کے ساتھ سروں پر تاج رکھے ہوئے آئیں گے۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ کتاب علیؑ میں ایسا ہی لکھا ہے۔ اور امیرالمومنین علیہ السلام کی شان میں اس آیت کے نازل ہونے کے سلسلہ میں بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں جن میں سے بعض ہم آنحضرتؐ کے حالات میں ذکر کریں گے اس کے بعد حقتعالےٰ نے فرمایا ہے رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ خدا ان سے راضی ہے اور وہ خدا سے راضی ہیں۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے خدا مومن سے دُنیا و آخرت میں راضی ہے اور مومن اگرچہ دنیا میں خدا سے راضی ہے لیکن اس کے دل میں ابتدا امتحان اور مصائب کے سبب سے کچھ خلش ہوتی ہے مگر قیامت کے روز اُن ثواب کو دیکھے گا جو اس کے لئے مقرر ہے تو اُس وقت وہ خدا سے جو اس کی رضا و خوشنودی کے سزاوار اور جیسا کہ حق ہے راضی ہو جائے گا۔

ایضاً۔ ابان ابن تغلب سے روایت کی ہے کہ حضرت صادق علیہ السلام نے اس آیت وَوَیْلٌ لِّلْمُشْرِکِیْنَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ بِالْاٰخِرَۃِ کٰفِرُوْنَ کی تلاوت فرمائی۔ یعنی افسوس ہے ان مشرکوں پر جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور وہ آخرت کے منکر ہیں۔ پھر فرمایا کہ اے ابان کیا تم گمان کرتے ہو کہ خدا مشرکوں اور بُت پرستوں سے ان کے مالوں کی زکوٰۃ طلب کریگا؟ حالانکہ وہ خدا کے ساتھ دوسرے خدا کی بھی پرستش کرتے ہیں۔ ابان نے پوچھا پھر وہ کون لوگ ہیں امام نے فرمایا وہ ان کی خرابی ہو وہ ہیں جو امام اوّل کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے ہیں اور امام

امیرالمومنینؑ کے دوست کو دوست رکھو اگرچہ فاسق اور ان کے دشمن کو دشمن رکھو اگرچہ متقی و پرہیزگار ہو۔

آخر کے بارے میں ویر کے متعلق امام اوّل نے اُن سے جو کچھ کہا اس سے انھوں نے انکار کیا۔

علی بن ابراہیم نے خدا کے اس قول وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللهِ عَلَيْكُمْ وَ مِيْثَاقَهُ الَّذِىْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا رپ آیت ۷ سورہ مائدہ) کی تفسیر کے بارے میں روایت کی ہے یعنی اپنے لئے خدا کی نعمت کو اور اُس عہد کو یاد کرو جو تم سے مضبوطی سے اس نے لیا ہے جبکہ تم نے کہا تھا کہ ہم نے سُنا اور اطاعت کی۔ جبکہ رسول خداؐ نے اُن سے ولایت و امامت علیؑ کے بارے میں عہد و پیمان لیا تو انھوں نے کہا ہم نے سُنا اور اطاعت کی پھر آنحضرتؐ کے بعد انہوں نے اس عہد کو توڑ ڈالا۔

کلینی نے حضرت صادق علیہ السلام سے خداوند عالم کے اس ارشاد هُوَ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّ مِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ کی تفسیر میں روایت کی ہے یعنی وہ خدا وہ ہے جس نے تم کو خلق کیا۔ تم میں بعض کافر اور بعض مومن ہیں حضرت نے فرمایا کہ خدا نے اُسی روز جس دن تم سے عہد لیا تھا جبکہ تم آدمؑ کے صُلب میں مانند ذرہ کے تھے ہماری ولایت کے بارے میں تمہارا ایمان اور کفر جانتا تھا۔ نیز روایت کی ہے حضرت باقر علیہ السلام سے کہ خدا نے امیرالمومنینؑ سے خطاب فرمایا ہے جس جگہ ارشاد کیا ہے وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۝ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۝ رپ سورۂ نسا آیت ۶۴ و ۶۵) یعنی وہ لوگ جنھوں نے اپنی جانوں پر جب ظلم کیا اگر تمہارے پاس آتے اور طلب مغفرت کرتے اور رسولؐ بھی ان کے لئے طلب آمرزش کرتے تو بیشک خدا کو توبہ قبول کرنے والا اور مہربان پاتے۔ لیکن ایسا نہیں ہے تمہارے پروردگار کی قسم وہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے جب تک تم کو ان باتوں میں جن میں ان کے درمیان اختلاف و نزاع واقع ہوتی ہے تم کو حکم نہ بنائیں اور جو حکم تم جاری کرو اس کے بارے میں اپنے دلوں میں کوئی شک و شبہ نہ کریں اور تمہارے حکم کی اطاعت کریں جو اطاعت کرنے کا حق ہے۔ امام نے فرمایا کہ یہ خطاب صحیفۂ ملعونہ کے بارے میں امیرالمومنینؑ سے ہے جس کو اوّل و دوم اور منافقوں کے ایک گروہ نے لکھ کر آپس میں عہد کیا تھا کہ

اگر دنیا سے خداوند عالم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اٹھالے گا تو خلافت بنی ہاشم تک نہ پہونچنے دیں گے۔ (امام نے فرمایا کہ) مَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ سے یہی مراد ہے۔ کہ ان لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا یعنی اس عمل کے سبب کافر ہو گئے اور ان کا ایمان درست نہیں ہو گا یہاں تک کہ امیرالمومنینؑ کے پاس آئیں اور خدا سے طلب مغفرت کریں اور یہ قرینہ ہے اس پر کہ اس خطاب کے مخاطب جناب رسول خدا نہیں ہیں ورنہ چاہیئے تھا اِسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ خدا فرماتا ان کی توبہ قبول ہو جائے گی۔ پھر اس کے بعد ان کے توبہ کی کیفیت بیان فرمائی کہ مقبول نہیں ہے۔ اور اُن کا ایمان درست نہیں لیکن امیرالمومنینؑ کی خدمت میں آئیں اور اپنے گناہوں کا اقرار کریں اور اُن حضرت کو حکم بنائیں کہ اگر آپ چاہیں تو ہماری اس خطا کے بدلے ہم کو قتل کر دیں یا معاف کریں اور بخش دیں الغرض اس موقعہ پر جو حکم اُن کے حق میں فرمائیں وہ اس پر راضی رہیں گے اور دل تنگ نہ ہوں گے۔ جب اس طرح توبہ کریں گے تو ان کی توبہ مقبول ہو گی۔ پھر اس کے بعد فرمایا لَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ۔ حضرت نے فرمایا کہ جو کچھ ان کو نصیحت کی گئی ہے علیؑ کے بارے میں اس پر عمل کریں جیسا کہ سابقہ آیت میں مذکور ہوا تو بیشک اِن کے لئے بہتر ہو گا۔

ایضاً۔ حضرت صادقؑ سے اس آیت بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا (پ۳۰ سورہ اعلےٰ آیت ۱۶) کی تفسیر میں وارد ہوا ہے کہ یعنی بلکہ وہ لوگ دُنیا کی زندگی اختیار کرتے ہیں حضرت نے فرمایا (کہ مراد اس سے یہ ہے کہ اوّل و دوم و سوم اور تمام خلفائے جور کی جن کے ساتھ دنیا تھی محبت و ولایت اختیار کرتے ہیں۔ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى (آیت ۱۷ سورہ مذکور) اور عالم آخرت بہتر اور باقی رہنے والا ہے حضرت نے فرمایا کہ اس سے مراد ولایت امیرالمومنینؑ ہے جس سے ثواب آخرت حاصل ہوتا ہے۔

ایضاً۔ حضرت امام محمد باقرؑ سے اس آیت فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا کی تفسیر میں روایت کی ہے یعنی اپنے چہرہ کو دین حق کے لئے سیدھا کرو۔ ایسی حالت میں جبکہ دنیائے باطل سے (دین کی طرف) مائل ہو فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا یعنی وہ جس پر خدا نے لوگوں کو خلق کیا ہے۔ علی بن ابراہیم و صفار اور ابن بابویہ نے بہت سی سندوں کے ساتھ حضرت امام رضا اور حضرت صادق علیہما السلام سے روایت

کی ہے کہ خدا نے لوگوں کو روز الست اپنی معرفت پر پیدا کیا ہے اور توحید لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَعَلِیٌّ اَمِیْرُالْمُؤْمِنِیْنَ وَلِیُّ اللّٰہِ پر یہاں تک داخل توحید ہے اور اگر امامت امیرالمومنین کا اقرار نہیں کیا ہے خدا کی وحدانیت کا اس کا اقرار درست نہیں ہے اور وہ مشرک ہے۔

ایضاً بسند معتبر حضرت صادق علیہ السلام سے خداوند عالم کے اس ارشاد اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا کُفْرًا لَّمْ یَکُنِ اللّٰہُ لِیَغْفِرَ لَھُمْ وَلَا لِیَھْدِیَھُمْ سَبِیْلًا کی تفسیر میں روایت ہے یعنی جو لوگ ایمان لائے پھر کافر ہو گئے پھر ایمان لائے پھر کافر ہو گئے پھر ان کا کفر زیادہ ہوا تو ممکن نہیں کہ خدا ان کو بخشے اور نہ ان کی راہ خیر و نجات کی جانب ہدایت فرمائے گا۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ آیت اول و دوم و سوم کے حق میں نازل ہوئی ہے جو ابتدا میں زبانی ایمان لائے پھر کافر ہو گئے یعنی اپنے کفر کو ظاہر کیا جس وقت کہ پیغمبر خدا نے ان پر ولایت امیرالمومنینؑ پیش کیا اور فرمایا مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ یعنی جس کا میں مولا اور حاکم ہوں اُس کے علی مولا اور پیشوا ہیں۔ پھر جب حضرتؐ نے ان کو بیعت کرنے کے لئے فرمایا تو مجبوراً زبان سے اقرار کیا اور بیعت بھی کی۔ اس کے بعد جبکہ پیغمبر نے رحلت فرمائی تو بیعت سے مکر گئے اور کفر میں ترقی حاصل کی اور ان لوگوں پر جنھوں نے غدیر خم میں امیرالمومنینؑ سے بیعت کی تھی سختی کی کہ فلاں کی بیعت کریں، یا امیرالمومنینؑ پر بیعت کے لئے سختی کی لہٰذا اس گروہ کے لئے قطعی خیر و نیکی اور ایمان کا کچھ حصہ باقی نہیں رہا اور اس آیت اِنَّ الَّذِیْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰٓی اَدْبَارِھِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَھُمُ الْھُدَی الشَّیْطٰنُ سَوَّلَ لَھُمْ وَاَمْلٰی لَھُمْ (پ۲۶ سورہ محمدؐ آیت ۲۵) کی تفسیر میں فرمایا کہ بیشک جو لوگ دین سے برگشتہ ہو گئے اپنے پیچھے لوٹ گئے یعنی اسی حالت کفر پر جس پر کہ تھے اس کے بعد جبکہ ہدایت ان پر ظاہر ہو چکی تھی شیطان نے ان کے لئے ضلالت کو زینت دی اور ان کی آرزوئیں دراز کر دیں۔ حضرت نے فرمایا کہ وہ اوّل و دوم و سوم ہیں۔ امیرالمومنین کی ولایت اختیار کر کے ایمان سے برگشتہ ہو گئے

ایضاً انہی حضرتؑ نے اس ارشاد رب العزت وَمَنْ یُّرِدْ فِیْہِ بِاِلْحَادٍۭ بِظُلْمٍ نُّذِقْہُ مِنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ (پ۱۷ سورہ الحج آیت ۲۵) کی تفسیر میں فرمایا یعنی جو شخص امر حرام کا

ارادہ کرے کہ ظلم و ستم کے ساتھ حق سے روگردانی کرے اس کو ہم دردناک عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ آیت فلاں فلاں اور ابو عبیدہ کے بارے میں نازل ہوئی جو اس عہدنامہ کے کاتب تھے جس وقت کہ کعبہ میں داخل ہو کر اپنے کفر پر اور جو کچھ امیرالمومنینؑ کی شان میں نازل ہوا تھا اس کے انکار پر عہد و پیمان کیا تھا۔ کعبہ کے اندر ملحد ہو گئے اس ظلم کے سبب سے جو جناب رسول خدا اور ان کے ولی علی بن ابیطالبؑ پر کیا تھا تو پھر ستمگاروں کا گروہ رحمت خدا سے دور ہو گیا۔

ایضاً حضرت صادقؑ سے قول حق تعالیٰ اِنَّكُمْ لَفِیْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ یُّؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ کی تفسیر میں روایت ہے کہ بیشک تم اپنے قول میں مختلف ہو۔ حضرت نے فرمایا کہ ان کی گفتگو ولایت حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں تھی۔ وہ شخص جنت سے پھیر دیا جاتا ہے جو علیؑ کی ولایت سے پھرتا ہے۔

ایضاً۔ کلینی اور ابن ماہیار نے حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ یہ آیت اس طرح نازل ہوئی فَاَبٰۤی اَكْثَرُ النَّاسِ بِوَلَایَةِ عَلِیٍّ اِلَّا كُفُوْرًا یعنی انکار کیا اکثر لوگوں نے ولایت علیؑ سے اور فرمایا کہ یہ آیت اس طرح نازل ہوئی ہے قُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فِیْ وَلَایَةِ عَلِیٍّ فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَكْفُرْ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِیْنَ اٰلَ مُحَمَّدٍ نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا یعنی (اے رسولؐ) کہہ دو کہ حق اور قول درست ولایت علیؑ کے بارے میں تمہارے پروردگار کی جانب سے ہے تو جو شخص چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کافر ہو جائے۔ اور ہم نے آل محمدؐ کے ظالموں کے لئے آگ تیار کر رکھی ہے جس کے پردوں نے ان کا احاطہ کر لیا ہے۔

کتاب تاویل الاحادیث میں اخطب خوارزمی جو علمائے عامہ سے ہے روایت کی ہے کہ اس نے ابن عباس سے روایت کی ہے ایک جماعت کے لوگوں نے رسول اللہؐ سے پوچھا کہ یہ آیت کس کے حق میں نازل ہوئی ہے وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا یعنی خدا نے گناہوں کی بخشش اور اجر عظیم کا وعدہ ان لوگوں سے کیا ہے جو ایمان لائے اور اچھے اعمال بجا لائے۔ حضرت نے فرمایا کہ قیامت کے روز ایک علم نور سفید درست کیا جائے گا اور منادی ندا دے گا کہ مومنوں کا سردار اٹھے اور اس کے ساتھ وہ لوگ بھی اٹھیں جو محمدؐ کے مبعوث

ہونے پر ایمان لائے ہیں۔ اُس وقت علی بن ابیطالب اٹھیں گے اور نور کا ایک سفید علم ان کے ہاتھ میں دیا جائے گا۔ اس علم کے نیچے (سایہ میں) تمام سابقین ولاحقین اوّلین مہاجر وانصار جمع ہوں گے۔ ان میں کوئی غیر شامل نہ ہوگا۔ پھر علی بن ابیطالبؑ نور کے ایک منبر پر رونق افروز ہوں گے اور اُن حضرت کے سامنے ان میں سے سب لوگ ایک ایک کرکے پیش کئے جائیں گے اور وہ حضرت ہر ایک کو اس کا اجر اور اس کا نور عطا فرمائیں گے۔ جب آخری شخص کو بھی یہ مل جائیگا۔ تو اُن سے کہا جائیگا کہ تم نے اپنے مرتبہ کو اور بہشت میں اپنی جگہ کو دیکھ لیا۔ اور پہچان لیا۔ پروردگار عالم فرماتا ہے کہ میرے نزدیک بخشش ہے اور اجر عظیم ہے۔ پھر حضرت ان لوگوں کو جو زیر علم ہوں گے لے کر بہشت میں پہنچا ئیں گے اور غیروں کو جہنم میں داخل کریں گے اس قول حق تعالیٰ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ۖ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۖ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ (پ ۲۷ سورہ الحدید آیت ۱۹) کے بھی یہی معنی ہیں۔ جس کا ترجمہ یہ ہوا کہ جو لوگ خدا ورسولؐ پر ایمان لائے ہیں یہی لوگ نبیوں کی تصدیق کرنے والے اور ان کے گواہ ہیں خدا کے نزدیک بیشک انہی کے لئے اجر ونور ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ سابقین اور اوّلین اور وہ مومنین جن کے دلوں میں ولایت امیر المومنین ہوگی وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۔ یعنی جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا یہی لوگ جہنمی ہیں۔ امام نے فرمایا کہ وہ لوگ کافر ہو گئے اور ولایت علی کو جھوٹ سمجھا اور حضرت امیر المومنینؑ کے حق سے انکار کیا[1]۔

[1] مولف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس قسم کی آیتوں کی تاویل میں حدیثیں بہت ہیں جو کتاب بحارالانوار میں مذکور ہو چکیں۔ ان میں سے بعض کا ذکر امیر المومنین علیہ السلام کے حالات میں انشاء اللہ کیا جائیگا۔ آیات ایمان کی تاویل جو ولایت اہلبیت علیہم السلام سے کی گئی ہے ظاہر ہے کہ ایمان کا بہترین جزو ان ذواتِ مقدسہ کی ولایت ہے اور یہی ولایت تمام اجزائے ایمان کے لئے بھی لازم ہے کیونکہ ایمان کے اصول فروع انہی حضرات کے بیان سے معلوم ہوتے ہیں اور ایمان کی تاویل ولایت سے کرنا اسی سبب سے ہے۔ کیونکہ ان ذوات میں ایمان کا کمال محتاج بیان نہیں اور کفر کی تاویل انکار ولایت سے بھی کرنا واضح ہے اس لئے کہ ایمان کے عمدہ جزو ولایت (بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۳۶ پر دیکھیں)

تیرھویں فصل

ان حدیثوں کے بیان میں جو ائمہ اطہار کے ابرار و متقی اور سابقین و مقربان الٰہی ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ اور ان کے شیعہ اصحاب یمین ہیں۔ اور ان کے دشمن اشرار و فجار اور اصحاب شمال ہیں۔

ابن ماہیار نے اس قول خدائے عزّوجل وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ أُولَٰئِكَ الْمُقَرَّبُونَ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ (پ۲۷ سورہ واقعہ آیت ۱۰ تا ۱۲) کے متعلق بیان کیا ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں مفسروں نے کہا ہے کہ جن لوگوں نے ایمان و اطاعت خالق کی طرف سبقت کی ہے، وہ آخرت میں بہشت کی جانب سبقت کریں گے یہی لوگ جنات نعیم میں مقرب ہیں۔

امیر المومنین علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ خدا و رسول کی جانب تمام سبقت کرنے والوں میں سب سے زیادہ سبقت کرنے والا میں ہوں اور سب سے زیادہ مقرب میں ہوں۔

(حاشیہ سابقہ) اہلبیتؑ کا سلب کرنا کفر ہی ہوا۔ نیز جو کچھ پیغمبر خدا کی جانب سے لائے ہیں ان سے انکار عین کفر ہے۔ اور مشرک کی تاویل ان کی ولایت کے ساتھ کسی کو شریک کرنا ولایت سے انکار کرنا ہے۔ اس کی چند وجہیں ہیں۔

۱۔ اس امام کے مقابلہ میں جس کو خدا نے مقرر فرمایا ہے کسی دوسرے کو مقرر کرنا خدا کے ساتھ شریک ہونا ہے۔

۲۔ اس شخص کی فرمانبرداری کرنا جس کی اطاعت کا حکم خدا نے نہیں دیا اس کی پرستش کرنا ہے۔ جیساکہ خداوند عالم قرآن میں فرماتا ہے کہ شیطان کی عبادت مت کرو۔ خدا نے اپنی اطاعت کو عبادت قرار دیا ہے۔ اور خدا نے فرمایا ہے کہ اہل کتاب کے علماء اور راہبوں نے اپنے کو خدا قرار دے لیا ہے اور خدا کے سوا ان کی کسی کی اطاعت باطل پرستی میں شمار کیا ہے۔

۳۔ خدا نے بہت سی باتوں کو جو اس کے دوستوں کی نسبت واقع ہوئی ہیں اپنی جانب نسبت دی ہے جیساکہ ان پر ظلم کیا جانا اپنے اوپر ظلم ہونا شمار کیا ہے اور ان کی اطاعت و بیعت اپنی اطاعت و بیعت قرار دیا ہے لہذا ہوسکتا ہے کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک قرار دینے کو اپنے ساتھ شریک کرنا قرار دیا ہو۔

ابن عباس سے روایت کی ہے کہ سبقت کرنے والے تین ہیں۔ حزقیل مومن آل فرعون۔ جو حضرت موسےٰ پر سب سے پہلے ایمان لائے تھے۔ اور حبیبؑ صاحب یٰسین جو حضرت عیسیٰؑ پر سب سے پہلے ایمان لائے۔ اور علی بن ابی طالب علیہ السلام جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سب سے پہلے ایمان لائے اور وہ ان دونوں سے افضل ہیں۔

ابن شہر آشوب نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ ہم سابقون ہیں۔ ہم نے تمام امتوں پر تمام کمالات میں سبقت کی ہے اور ہم ہیں آخرین کہ ہماری سلطنت وحکومت سب کے آخر میں ہو گی۔

ابن ماہیار نے شیخ طوسی سے انہی کی سند سے ابو عباس سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے کہ میں نے رسول اللہؐ سے قول حق تعالیٰ وَالسَّابِقُوْنَ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ کی تفسیر دریافت کی حضرت نے فرمایا کہ جبرئیلؑ نے کہا کہ وہ علیؑ اور ان کے شیعہ ہیں جو بہشت کی جانب سبقت کرتے ہیں اور خدا کے گرامی رکھنے کے سبب خدا کے مقرب ہیں۔

ایضاً۔ حضرت امام محمد باقرؑ نے قول خداوند عالم فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۙ فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ ڏ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ (پ۲۷ سورہ واقعہ آیت ۸۸ و ۸۹) کی تفسیر میں روایت کی۔ اگر مرنے والا مقربون میں سے ہے تو اس کے لئے روح یعنی استراحت (آرام) یا نسیم بہشت ہے اور ریحان یعنی پاک رزق یا بہشت کے پھول ہیں جو مرنے کے وقت لاتے ہیں کہ وہ سونگھے اور وہ بہشت جس میں نعمتیں پائیں گے۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ آیت امیر المومنینؑ اور وہ ان کے بعد کے اماموں کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

عیون اخبار الرضاؑ میں حضرت امیر المومنینؑ سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا یہ آیت وَالسَّابِقُوْنَ ۙ میری شان میں نازل ہوئی ہے اور کتاب سلیم بن قیس ہلالی میں روایت کی ہے کہ یہ آیت امیر المومنینؑ کی شان میں ہے ان حجتوں کے بارے میں جو مہاجرین اور انصار پر آپ نے تمام کی تھیں اور فرمایا تھا کہ میں تم کو قسم دیتا ہوں خدا کی آیا تم جانتے ہو جس وقت کہ یہ آیت وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالسَّابِقُوْنَ السَّابِقُوْنَ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ نازل ہوئی۔ لوگوں نے ان دونوں آیتوں کی تفسیر جناب رسول خداؐ سے دریافت کی آپؐ نے فرمایا کہ خدا نے ان آیتوں کو پیغمبروں

اور ان کے اوصیا کی شان میں نازل فرمایا ہے تو میں خدا کے تمام پیغمبروں میں سب سے بہتر ہوں اور علی بن ابی طالبؑ میرے وصی تمام وصیوں سے بہتر ہیں۔ لوگوں نے کہا بیشک ہم نے سُنا ہے۔

شیخ طبرسی نے مجمع البیان میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ سابقین چار اشخاص ہیں۔ اوّل آدمؑ کے بیٹے ہابیل جو مار ڈالے گئے دوسرے سابق امت موسیٰ میں مومن آل فرعون ہیں۔ تیسرے امت عیسیٰؑ میں حبیب نجار ہیں۔ چوتھے اُمت محمد علیہ السلام میں علی بن ابی طالبؑ ہیں۔

کلینی نے روایت کی ہے کہ حضرت امام محمد باقرؑ نے شیعوں کی ایک جماعت سے خطاب فرمایا کہ تم شیعیان خدا ہو تم یاورانِ خدا ہو اور تم سابقون اولون اور سابقون آخرون اور سابقون دنیا ہو اور آخرت میں بہشت میں جانے والوں میں سابقون ہو۔ ہم تمہارے لئے خدا کی ضمانت اور رسول کی ضمانت کے ساتھ بہشت کے ضامن ہوئے ہیں

علی بن ابراہیمؒ نے روایت کی ہے کہ اصحاب میمنہ مومنین ہیں جنھوں نے گناہ کئے ہیں اور وہ موقف حساب پر روکے جائیں گے اور ان میں سے سابقون وہ ہیں جو بے حساب بہشت کی جانب سبقت کریں گے۔

کلینی نے اصبغ بن نباتہ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص حضرت امیرالمومنینؑ کی خدمت میں آیا اور کہا یا امیرالمومنینؑ ایک گروہ کہتا ہے کہ بندہ زنا نہیں کرتا اس حالت میں جبکہ مومن ہوتا ہے اور خون حرام نہیں بہاتا جبکہ مومن ہوتا ہے اور چوری وغیرہ وغیرہ نہیں کرتا جبکہ مومن ہوتا ہے۔ اور یہ باتیں میرے لئے سخت ہیں اور مجھے تکلیف ہوتی ہے کہ میں یہ کہوں کہ یہ بندہ میری طرح نماز پڑھتا ہے اور میری طرح لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتا ہے مجھ کو اپنی دختر دیتا ہے اور میں اپنی دختر اس کو دیتا ہوں۔ وہ مجھ سے میراث پاتا ہے اور میں اس سے میراث پاتا ہوں تھوڑے گناہ کے سبب جو وہ کرتا ہے ایمان سے خارج ہو جاتا ہے حضرت نے فرمایا کہ جو کچھ تم نے کہا سچ ہے۔ اور میں نے جناب رسول خداؐ سے سنا ہے آپ ایسا ہی فرماتے تھے اور اس پر کتاب خدا دلیل ہے۔ خداوند عالم نے لوگوں کو تین قسم پر پیدا کیا ہے اور ان کے لئے تین درجے قرار دیے ہیں۔ اور قرآن میں اصحاب میمنہ و اصحاب مشئمہ اور سابقون فرمایا ہے۔ سابقین خدا کے پیغمبر ہیں۔ بعض مرسل اور بعض

غیر مرسل ہیں اور ان میں پانچ روحیں قرار دی ہیں۔ روح[1] القدس۔ روح[2] الایمان۔ روح[3] القوت۔ روح[4] الشہوۃ اور روح[5] البدن۔ روح القدس پر پیغمبر مبعوث ہوئے بعض مرسل اور بعض غیر مرسل اور اس روح کے سبب سے خبریں جانتے ہیں۔ روح الایمان کے باعث خدا کی عبادت کرتے ہیں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے۔ اور روح القوت سے اپنے دشمن سے جہاد کرتے ہیں اور اپنے معاش کی تحصیل کرتے ہیں۔ اور روح الشہوت کے سبب لذیذ کھانوں کی طرف رغبت کرتے ہیں اور جوان و حلال عورتوں سے نکاح کرتے ہیں اور روح بدن کے ذریعہ راستہ چلتے ہیں۔ اس جماعت کی بخشش ہے ان میں بعض معصوم ہیں اور اگر کسی سے شاذ و نادر ترک اولی اور کوئی مکروہ امر گذرتے ہیں تو خدا ان کو معاف کر دیتا ہے اور ان پر اس کا کوئی اثر باقی نہیں رہتا۔ اس کے بعد حضرت[ع] نے فرمایا کہ خدا فرماتا ہے۔ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ وَاَيَّدْنَاهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ (پ ۳ سورہ بقرہ آیت ۲۵۳) یعنی ان پیغمبروں میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ پیغمبروں میں سے بعض فضائل کے لحاظ سے وہ تھے کہ خدا نے جس سے گفتگو کی جیسے حضرت موسیٰ اور محمد صلوات اللہ علیہما اور ان میں سے بعض کے درجے بہت بلند کئے جو محمد[ص] ہیں اور ہم نے عیسیٰ[ع] ابن مریم کو واضح معجزے عطا کئے اور ان کو روح القدس کے ذریعہ قوت بخشی اور تمام پیغمبروں کے بارے میں فرمایا وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ اور تقویت دی انکو اپنی خاص روح سے یعنی جو اسکی برگزیدہ ہے یا اس کی عطاؤں میں سے ہے۔ حضرت نے فرمایا۔ یعنی ان کو گرامی کیا اس روح کے ذریعہ سے پھر ان کو ان کے غیر پر فضیلت بخشی۔ پھر اصحاب میمنہ کا ذکر کیا اور وہ مومنین ہیں جیسا ایمان کا تقاضا ہے۔ اور ان میں چار روحیں ودیعت فرمائی ہیں۔ روح[1] ایمان۔ روح[2] قوت۔ روح[3] شہوت اور روح[4] بدن اور ہمیشہ ان چار روحوں کو کامل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اس پر چند حالتیں گذرتی ہیں یہ سن کر اس مرد نے کہا یا امیر المومنین علیہ السلام وہ حالتیں کیا ہیں؟ حضرت نے فرمایا۔ ان میں سے پہلی ویسی ہے جیسا کہ خداوند عالم نے فرمایا ہے وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْئًا یعنی تم میں سے بعض بہت زیادہ عمر کو پہنچتے ہیں جو ناتوانی ہوتی ہے یہاں تک کہ وہ بعد جاننے کے کسی چیز کو نہیں جانتے۔ حضرت نے فرمایا

ایسے آدمی سے تمام روحیں کم ہو جاتی ہیں لیکن دین خدا سے باہر نہیں جاتا کیونکہ خدا نے اس کو اس عمر نادانی کو پہنچایا ہے۔ لہٰذا وہ نہیں جانتا وقت نماز اور شب و روز میں نماز کیلئے نہیں اٹھ سکتا اور جماعت کی صف میں لوگوں کے ساتھ کھڑا نہیں ہو سکتا لہٰذا یہ روح ایمان کی کمی کا باعث ہے اور اس کو کوئی ضرر نہیں پہنچتا۔

ان میں سے بعض ایسے ہوتے ہیں جن کی روح قوت کم ہو جاتی ہے تو وہ دشمنوں سے جہاد نہیں کر سکتے اور طلب معاش پر قوت و قدرت نہیں رکھتے اور بعض میں روح شہوت کم ہو جاتی ہے اس طرح کہ اگر خوبصورت ترین عورتوں کو اس کے پاس بھیجیں تو وہ ان کی طرف راغب نہیں ہوتا اور آمادہ نہیں ہوتا۔ روح بدن اُس میں ہوتی ہے جس سے وہ حرکت کرتا ہے اور راستہ چلتا ہے۔ یہاں تک کہ ملک الموت اس کے پاس پہنچتے ہیں۔ اس مرد کا حال بہتر ہے کیونکہ خدا نے اس کا حال اس کے بہ نسبت بہتر کیا ہے۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک حالت اُس کو اس کی قوت و جوانی کے دنوں میں عارض ہوتی ہے اور وہ گناہ کا ارادہ کرتا ہے تو روح قوت اس کو دلیر کرتی ہے اور روح شہوت اس کے لئے زینت دیتی ہے اور روح بدن اس کو آمادہ کرتی ہے اور وہ زنا کا مرتکب ہوتا ہے تو چونکہ اس نے حرام کا ارتکاب کیا روح ایمان اس سے جدا ہو جاتی ہے اور جب تک وہ توبہ نہیں کرتا واپس نہیں آتی اگر وہ توبہ کرتا ہے تو خدا اس کی توبہ قبول فرماتا ہے اگر توبہ نہیں کرتا تو پھر اس گناہ کا اعادہ کرتا ہے اور داخل جہنم ہوتا ہے۔

مومنین کے لئے پانچ روحیں

اصحاب مشئمہ یہود و نصاریٰ ہیں اُن کے بارے میں خُدا فرماتا ہے اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ یعنی محمدؐ کو پہچانتے ہیں اور ان کی اور ان کے اہلبیت کی ولایت کو توریت و انجیل میں پڑھ چکے ہیں وہ جس طرح اپنے گھروں میں اپنے لڑکوں کو پہچانتے ہیں۔ اِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ یعنی ان کی ایک جماعت حق کو چھپاتی ہے حالانکہ وہ لوگ جانتے ہیں اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فرمایا کہ حق تمہارے پروردگار کی جانب سے ہے کہ تم ان کی جانب خُدا کے رسول ہو فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ تو تم شک کرنے والوں میں نہ ہونا۔ الغرض جبکہ وہ لوگ جو کچھ جانتے تھے اس سے جان بوجھ کر انکار کیا تو خدا نے ان کو آپس میں مبتلا کیا پھر ان سے روح ایمان سلب کر لیا

اصحاب مشئمہ سے روح ایمان سلب ہو گئی ہے۔

اور ان کے بدن میں تین روحوں کو ساکن کیا روح قوت روح شہوت اور روح بدن پھر اضافہ کیا اور ان کو چوپایوں سے نسبت دی اور فرمایا اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ یعنی وہ نہیں ہیں مگر چوپائے۔ کیونکہ چوپایہ روح قوت کے ذریعے بوجھ اٹھاتا ہے اور روح شہوت کے سبب سے چارہ کھاتا ہے اور روح بدن سے راہ چلتا ہے۔ یہ سُنکر اس سائل نے کہا یا امیر المومنینؑ آپ نے خدا کے حکم اور توفیق سے میرے دل کو زندہ کر دیا۔

ابن ماہیار نے حضرت امام محمد باقرؑ سے اس آیت کی تفسیر میں فَاَمَّا اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحَابِ الْيَمِيْنِ فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحَابِ الْيَمِيْنِ۔ اگر یہ میت اصحاب یمین سے ہے تو اے اصحاب یمین تم پر سلام ہو اور اصحاب یمین کی جانب سے بھی تم پر سلام ہو جو تمہارے بھائی ہیں۔ جیسا کہ اکثر مفسرین نے کہا ہے اور حضرت نے اس حدیث میں فرمایا کہ اصحاب الیمین شیعیان علیؑ ہیں۔ حقتعالے اپنے پیغمبرؐ سے فرماتا ہے کہ اصحاب یمین کی جانب سے تم پر سلام ہو یعنی تم محفوظ ہو ان سے جو تمہاری اولاد کو قتل کرتے ہیں۔ اور دوسری روایت میں فرمایا کہ وہ ہمارے شیعہ اور دوست ہیں۔

کتاب تاویل الاحادیث میں امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ خدا فرماتا ہے کہ میری مخلوق میں سے کوئی شخص میری جانب متوجہ نہ ہوا جو دُعا کرنے والوں میں میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہو جو مجھ کو پکارے اور مجھ سے سوال کرے بحق محمدؐ و آلِ محمدؐ بیشک ان کلمات کے ذریعہ سے جو آدمؑ نے اپنے پروردگار سے سیکھنے تھے اور اس کے ذریعہ سے اُن کی توبہ قبول ہوئی یہ تھے یعنی آدمؑ نے کہا اَللّٰهُمَّ اَنْتَ وَلِيُّ نِعْمَتِيْ وَالْقَادِرُ عَلٰى طَلِبَتِيْ وَقَدْ تَعْلَمُ حَاجَتِيْ فَاَسْئَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ اِلَّا مَا رَحِمْتَنِيْ فَغَفَرْتَ لِيْ زَلَّتِيْ یعنی اے خدا تو میری نعمتوں میں میرا ولی ہے اور تو ہی قادر ہے میری حاجت برآری پر جو میں تجھ سے طلب کرتا ہوں اور بیشک تو میری حاجت سے واقف ہے تو میں تجھ سے بحق محمدؐ و آل محمدؐ سوال کرتا ہوں کہ تو مجھ پر رحم کر اور میری لغزشوں کو بخش دے۔ خدا نے ان پر وحی فرمائی کہ اے آدمؑ میں تمہارا ولی نعمت ہوں اور تمہاری حاجت بر لانے پر قادر ہوں اور یقیناً تمہاری حاجت سے آگاہ ہوں بتاؤ کہ اس جماعت کے وسیلہ سے تم نے کیوں مجھ سے سوال کیا۔ آدمؑ نے عرض کی اے میرے پالنے والے جب تو نے میرے جسم

میں روح پھونکی میں نے سر اٹھا کر عرش کی جانب دیکھا تو اس پر لکھا تھا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ میں نے سمجھا کہ محمدؐ خلق میں تیرے نزدیک سب سے گرامی ہیں پھر تو نے ناموں کو مجھے بتلایا ان میں سے جو میرے سامنے گذرے اصحابِ یمین میں سے آلِ محمدؐ اور اُن کے شیعہ تھے تو میں نے سمجھا کہ وہ لوگ تیری مخلوق میں سب سے زیادہ تیرے مقرب ہیں خدا نے فرمایا اے آدمؑ تم نے سچ کہا۔

ایضاً روایت کی ہے جناب رسولِ خداؐ سے کہ آپ نے امیرالمومنینؑ سے فرمایا کہ تم وہ ہو کہ خدا نے تمہارے ذریعہ سے ابتدائے آفرینش میں حجت تمام کی اپنی مخلوق پر جبکہ ان کو اپنے نزدیک کھڑا کیا اور وہ چند شبہ تھے تو ان سے فرمایا کہ کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں ان سب نے جواب دیا کیوں نہیں ؟ پھر خدا نے فرمایا کیا محمدؐ میرے رسول نہیں ہیں۔ اِن سب نے جواب دیا ہاں بیشک ہیں۔ فرمایا کیا علیؑ مومنینؑ کے امیر اور بادشاہ نہیں ہیں تو تمام مخلوق نے تمہاری ولایت سے انکار کیا غرور کیا اور سرکشی کی سوائے چند قلیل افراد کے اور وہ بہت ہی کم ہیں اور وہی اصحاب یمین ہیں۔

اصحابِ یمین آلؑ کے شیعہ ہیں۔

ایضاً روایت کی ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے لوگوں نے اس قولِ خدا وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ کی تفسیر دریافت کی۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ مقرب وہ لوگ ہیں جو امام کے نزدیک مقرب اور منزلت رکھتے ہیں۔ لوگوں نے اصحاب یمین کو پوچھا۔ فرمایا جو ائمہ حق کی امامت کا اقرار رکھتے ہیں وہ سب اصحاب یمین میں داخل ہیں۔ پھر وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ یعنی اگر مرنے والا پیغمبروں کی تکذیب کرنے والا اور گمراہوں میں سے ہو تو اس کی مہمانی جہنم کے کھولتے ہوئے پانی اور جہنم کی جلانے والی آگ سے ہوگی۔ حضرت نے فرمایا کہ وہ لوگ وہ ہیں جنھوں نے امام کی تکذیب کی ہوگی۔

کلینی نے روایت کی ہے کہ حضرت صادق علیہ السلام سے خدائے علی وعظیم کے اس قول وَ اَسْلَكَكُمْ فِىْ سَقَرَ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ۔ یعنی گنہگاروں اور کافروں سے اصحاب یمین پوچھیں گے کہ کس سبب سے تم کو جہنم میں داخل ہونا پڑا تو جیسا کہ مشہور ہے وہ کہیں گے کہ ہم مصلین یعنی نماز پڑھنے والوں میں سے نہیں تھے۔ اس روایت میں حضرت نے فرمایا کہ اس آیت میں مصلی نماز گذار کے معنی میں نہیں ہے

بلکہ سابق کے مقابلہ میں ہے۔ گھوڑے دوڑانے کی شرط میں دس گھوڑے ہوتے ہیں جن میں ہر ایک کے نام ہوتے ہیں جو گھوڑا سب سے پہلے ہے اس کو سابق کہتے ہیں اور مجلی بھی کہتے ہیں اس کے بعد مصلی ہے جس کا سر سابق کے دائیں اور بائیں دونوں استخوان کے مقابل رہتا ہے۔ الغرض سابق ائمہ ہیں جو تمام اُمت پر سبقت لے گئے ہیں۔

عقائد و اعمال میں شیعہ وہ ہیں جو چاہتے ہیں کہ اپنے تئیں ان سے ملحق کر دیں اور اُن کی پیروی کریں اور یہ معنی اسلوب آیت کے زیادہ مناسب ہے کیونکہ مجرموں اور مشرکوں کے حالات کے ساتھ مخالفت اصول دین میں فروع دین سے انسب ہے یعنی نماز سے۔ اسی طرح وَ لَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ یعنی ہم مسکینوں کو کھانا نہیں کھلاتے تھے۔ یہ بھی حدیث میں وارد ہوا ہے کہ اس سے مراد خمس کا دینا ہے جو آل محمدؐ کا حق ہے تو اس کو بھی اصول دین کی جانب پھیر سکتے ہیں۔

ابن ماہیار نے حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت نے اس آیت كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ اِلَّآ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ یعنی ہر نفس اپنے اعمال میں رہن ہے سوائے اصحاب یمین کے کیونکہ اصحاب یمین ہم اہلبیتؑ کے شیعہ ہیں اور اس آیت کے تتمہ یعنی فِيْ جَنّٰتٍ يَتَسَآءَلُوْنَ عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ کی تفسیر میں فرمایا کہ جناب رسولِ خداؐ نے امیرالمومنینؑ سے فرمایا کہ یا علیؑ مجرمین وہ لوگ ہیں جنہوں نے تمہاری ولایت سے انکار کیا ہے اور فرمایا کہ جب اس سے پوچھیں گے کہ کون سی چیز تم کو جہنم میں لائی تو وہ کہیں گے کہ ہم نماز نہیں پڑھتے تھے اور نہ مسکینوں کو کھانا کھلاتے تھے اور امور باطل میں اہل باطل کے ساتھ مشغول رہتے تھے جب یہ باتیں وہ اصحاب یمین کہیں گے تو اصحاب یمین ان سے کہیں گے کہ یہ باتیں جہنم میں داخل ہونے اور اس میں ہمیشہ رہنے کا سبب نہیں ہو سکتیں صحیح بتاؤ کہ کیا کرتے تھے۔ تب وہ کہیں گے کہ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ حَتّٰٓى اَتٰىنَا الْيَقِيْنُ یعنی قیامت کو ہم جھٹلاتے تھے یہاں تک کہ ہمیں موت آ گئی۔ حضرت نے فرمایا کہ جب وہ یہ بیان کریں گے تو اصحاب یمین اُن سے کہیں گے کہ اے اشقیا، یہ سبب ہے جو تم کو جہنم میں لایا ہے۔ اور فرمایا کہ يَوْمِ الدِّيْنِ روز میثاق ہے جب کہ ان سے تمہاری ولایت کا عہد و پیمان لیا اور ان سب نے تکذیب کی اور اعتبار نہیں کیا اور نہ غرور کیا۔

علی بن ابراہیم نے امام محمد باقرؑ سے اس آیت كَلَّا إِنَّ الْفُجَّارِ لَفِي سِجِّينٍ۔ کی تفسیر میں روایت کی ہے یعنی ایسا نہیں ہے کہ تم گمان کرتے ہو کہ قیامت نہ ہو گی۔ بیشک فجور کرنے والوں کے اعمال سجین میں ہیں یا یہ اُن کے نامہ عمل میں لکھا ہوا ہے کہ ان کی روح وہاں ہے اور وہ زمین کا ساتواں طبقہ ہے یا جہنم میں ایک کنواں ہے یا یہ کہ سجین ان کے نامۂ عمل کا نام ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ فجار سے مراد جو اس آیت میں نازل ہوا ہے اوّل و دوم اور ان کے پیرو ہیں۔ اس کے بعد فرمایا ہے وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ الَّذِينَ يُكَذِّبُونَ بِيَوْمِ الدِّينِ یعنی وائے ہو اُس روز جھٹلانے والوں پر جو کہ روز قیامت کی تکذیب کرتے اور جھوٹ سمجھتے ہیں حضرت نے فرمایا کہ اس سے مراد اوّل و دوم ہیں۔ وَمَا يُكَذِّبُ بِهِ إِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ إِذَا تُتْلَى عَلَيْهِ آيَاتُنَا قَالَ أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ یعنی روز جزا کی تکذیب نہیں کرتے ہیں لیکن حد سے بڑھ جانے والے اور گنہگار لوگ جب ان کو ہماری آیتیں سنائی جاتی ہیں، تو کہتے ہیں یہ تو اگلے لوگوں کے افسانے ہیں یہاں تک کہ فرمایا ثُمَّ إِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيمِ یعنی بیشک وہ جہنم کی آگ بھڑکانے والے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ آیتیں سب اوّل و دوم کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ کیونکہ وہ جناب رسولِ خداؐ کی تکذیب کرتے تھے اس کے بعد اس آیت کی تلاوت فرمائی عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُونَ۔ حضرت نے فرمایا کہ مقربوں سے مراد جناب امیر و معصومۂ عالم و امام حسن و امام حسین علیہم السلام ہیں

ایضاً۔ بسند معتبر انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ خدا نے ہم کو بلند ترین مراتب علیین سے خلق فرمایا اور ہمارے شیعوں کے دِل اُسی سے خلق فرمائے یا جس سے ہمارے بدن خلق فرمائے تھے اس کے بعد اس آیۂ کریمہ کی تلاوت فرمائی۔ كَلَّا إِنَّ كِتَابَ الْأَبْرَارِ لَفِي عِلِّيِّينَ وَمَا أَدْرَاكَ مَا عِلِّيُّونَ كِتَابٌ مَرْقُومٌ يَشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُونَ ایسا نہیں ہے یقیناً نیک لوگوں کے نامۂ اعمال علّیین میں ہیں اور تم کو کیا معلوم کہ علیون کیا ہے لکھی ہوئی اور واضح ایک کتاب ہے اور اس کے پاس موجود ہیں اس کے پڑھنے والے، اور وہ اس کو حفظ کرتے ہیں یا روز قیامت اس پر مقربین گواہی دیں گے یا کہ علیون اس کتاب کے مقام کا نام ہے جو ساتواں آسمان ہے یا سدرۃ المنتہیٰ یا بہشت۔ پھر فرمایا يُسْقَوْنَ مِنْ رَحِيقٍ مَخْتُومٍ خِتَامُهُ مِسْكٌ

یعنی پیتے ہیں وہ لوگ شراب خالص جس پر مہر لگی ہوتی ہے اور وہ مہر مشک کی ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ وہ شراب وہ پانی ہے کہ جب اس کو مومن پیئے گا تو اس سے مشک کی بُو آئے گی۔ وَفِیْ ذٰلِكَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ یعنی اس میں رغبت کرنے والے رغبت کرتے ہیں حضرت نے فرمایا کہ ان آیتوں میں جن کو ہم نے ذکر کیا ثواب ہے جس کو مومنین طلب کرتے ہیں۔ وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِیْمٍ یعنی اس میں جو مخلوط کرتے ہیں۔ وہ چشمۂ تسنیم سے ہے۔ حضرت نے فرمایا تسنیم اہل بہشت کی بہترین شراب ہے۔ اور اس کو تسنیم اس لئے کہتے ہیں کہ وہ ان کے مکانوں میں مقام بلند سے ٹپکتی ہے عَیْنًا یَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ۔ حضرت نے فرمایا کہ تسنیم وہ چشمہ ہے جس میں سے مقربان خالص پیتے ہیں اور کسی چیز سے مخلوط نہیں کرتے اور مقربون آل محمد صلوات اللہ علیہم اجمعین ہیں۔

حق تعالےٰ فرماتا ہے اَلسَّابِقُوْنَ السَّابِقُوْنَ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ یعنی جناب رسولؐ خدا اور خدیجۃ الکبریٰ علیٰ بن ابی طالبؑ اور ان کی ذریت سے ائمہ بھی ان سے ملحق ہونگے خدائے تعالےٰ فرماتا ہے اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ یعنی ان کی ذریت کو ان سے ملحق کروں گا اور مقربین خالص تسنیم سے پئیں گے اور تمام مومنین تسنیم ملی ہوئی شراب پیئں گے۔
علی ابن ابراہیم نے کہا کہ خدا نے اس صورت سے اُن مجرموں کا تذکرہ فرمایا ہے جو مومنین کا مذاق اڑاتے اور اُن پر ہنستے اور چشمک کرتے ہیں۔ پھر فرمایا اِنَّ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَضْحَكُوْنَ۔ یعنی وہ لوگ جو مجرم ہیں اور شرک کرتے رہے ہیں اور ان لوگوں پر ہنستے رہے جو ایمان لائے ہیں۔ وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ یَتَغَامَزُوْنَ اور جب مومنین ان کے پاس سے گذرتے تھے تو آنکھوں سے اشارہ کرتے تھے وَاِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِیْنَ اور جب اپنے اہل وعیال کی طرف واپس آتے تھے تو ان کی مذمت کرنے میں بہت لُطف حاصل کرتے تھے۔ وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْٓا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ اور جب مومنوں کو دیکھتے تھے تو کہتے تھے کہ یہ لوگ گمراہ ہیں۔ وَمَآ اُرْسِلُوْا عَلَیْهِمْ حٰفِظِیْنَ خدا فرماتا ہے کہ یہ لوگ اس لئے نہیں نہیں بھیجے گئے تھے کہ مومنوں کے اعمال کی حفاظت کریں۔ فَالْیَوْمَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ یَضْحَكُوْنَ لہٰذا آج یعنی قیامت کے روز اہل ایمان کافروں پر ہنسیں گے

عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ اس حال میں جبکہ تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے اہل جہنم کا حال دیکھتے ہوں گے هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ حضرت نے فرمایا کہ کیا میں نے کافروں کو خبر دے دی جو کچھ انہوں نے کیا تھا دوسری روایت کیمطابق فرمایا کہ وَالَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا سے مراد اوّل و دوم اور ان کی پیروی کرنے والے ہیں جو رسول خداؐ اور ان کی پیروی کرنے والوں پر ہنستے اور آنکھوں سے اشارے کرتے تھے

مجمع البیان میں روایت کی ہے كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ حضرت علی کی شان میں نازل ہوئی ہے اور اس کا سبب یہ تھا کہ ایک روز وہ حضرت مسلمانوں کے مجمع میں تھے اور سب لوگ جناب رسول خداؐ کی خدمت میں آئے تو منافقوں نے اُن کا مذاق اڑایا اور اُن پر ہنسے اور ایک نے دوسرے کی طرف آنکھوں سے اشارہ کیا پھر اپنے ساتھیوں کے پاس گئے اور کہا آج ہم نے اصلح یعنی امیرالمومنینؑ کو دیکھا کہ اُن کے آگے سر پر بال بہت کم تھے ہم نے ان کا مذاق اڑایا۔ اُس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ اس حدیث کو مقاتل اور کلبی نے روایت کی ہے اور ابوالقاسم حسکانی نے شواہد التنزیل میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ اَلَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا سے مراد منافقین قریش ہیں اور وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سے مراد علی بن ابی طالبؑ ہیں۔

ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ حضرت امام حسن مجتبیٰؑ نے فرمایا کہ کتاب خدا میں جہاں اِنَّ الْاَبْرَارَ واقع ہوا ہے تو خدا کی قسم خدا نے ارادہ نہیں کیا مگر علی بن ابی طالب فاطمہ اور حسنین علیہم السلام کو کیونکہ ہم ابرار اور نیکوکار ہیں اپنے آباؤ اجداد اور ماؤں کے ساتھ اور ہمارے قلوب عبادتوں اور نیکیوں کے سبب سے بلند ہوئے ہیں اور دُنیا اور اس کی محبت سے بیزار ہو چکے ہیں اور ہم نے اُس کے رسول کی اطاعت کی ہے۔ اور امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ فجّار وہ لوگ ہیں جنہوں نے ائمہ کے حق میں فجور کیا اور سرکشی اور ظلم کیا ہے اور مجمع البیان میں جناب رسولخدا صلعم سے روایت کی ہے کہ سجین سب سے زیادہ گہرا ایک کنواں جہنم میں ہے جس کا دہانہ کھلا ہوا ہے اور فلق بھی جہنم میں کنواں ہے جس کا سر ڈھکا ہوا ہے اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ مومنین کے اعمال اور ان کی روحوں کو امام کے ساتھ آسمان پر لے جاتے ہیں تو ان کے لئے آسمان کے دروازے کھل

سجین جہنم کا ایک کھلا ہوا اور فلق

جاتے ہیں لیکن کافروں کے اعمال اور ان کے روحوں کو اُوپر لے جاتے ہیں تاکہ آسمان پر پہونچے تو ایک منادی ندا کرتا ہے کہ اس کو سجین میں لے جاؤ جو ایک وادی حضرموت میں ہے جس کو برہوت کہتے ہیں۔ اور علی بن ابراہیم نے حضرت امام باقرؑ سے روایت کی ہے کہ سجین ساتویں زمین ہے اور علیوں ساتواں آسمان ہے اور امام حسن علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ لوگ بیت المقدس کے صخرہ (بڑے پتھر) کے پاس محشور ہونگے پھر اہل بہشت صخرہ کی داہنی جانب محشور ہوں گے اور جہنم کو صخرہ کے بائیں جانب زمین کے ساتویں آخری طبقہ میں قرار دیں گے اور فال اور سجین وہیں ہیں۔

کلینی نے بسند معتبر حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خُدا نے فرمایا کہ فرشتہ بندہ کا عمل شادو خرم اوپر لے جاتا ہے۔ جب اس کے اچھے اعمال اُوپر لے جاتے ہیں خداوند عالم فرماتا ہے کہ اس کے عمل کو سجین کی جانب لے جاؤ اس کی غرض اس عمل سے میری خوشنودی نہیں بلکہ دوسروں کو دکھانا تھا۔

ابن ماہیار نے بسند معتبر حضرت محمد باقرؑ سے خدا کے اس قول اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ وَّ اِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ ۝ یعنی بیشک ابرار اور نیک اشخاص بہشت کی نعمتوں میں ہیں اور فاجر اور کفار جہنم کی روشن آگ میں ہیں۔

حضرت نے فرمایا کہ ابرار ہم ہیں اور فجار ہمارے دشمن ہیں۔ ایضاً تفسیر وَ مَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ میں روایت کی ہے یعنی مرقوم ہے نیکی سے محمدؐ و آلِ محمدؐ کی محبت۔ ایضاً ابن عباس سے خدائے بزرگ و برتر کے اس قول کی تفسیر میں روایت کی ہے اَمْ نَجْعَلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِیْنَ فِی الْاَرْضِ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِیْنَ كَالْفُجَّارِ کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے زمین میں فساد کرنے والوں کے برابر کر دیں گے یا پرہیزگاروں کو بدکاروں کے برابر کر دیں گے۔ ابن عباس نے کہا کہ علیؑ و حمزہؓ و عبیدہؓ ایمان لائے اور انہی لوگوں نے عمل صالح کیا اور فساد کرنے والے عتبہ و شیبہ اور ولید ہیں جو ان کے ہاتھ سے مارے گئے اور پرہیزگار علیؑ اور ان کے اصحاب ہیں اور فجار معاویہ اور اس ساتھی ہیں۔

چودھویں فصل

صراط و سبیل و مثل ان کے الفاظ کی تاویل کے بارے میں حدیثوں کا بیان جو ائمہ علیہم السلام کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔

تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام اور معانی الاخبار میں مذکور ہے کہ حضرتؑ نے خداوند عالم کے اس قول اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کی تفسیر میں فرمایا یعنی توفیق ہمارے لئے دائمی قرار دے جس سے ہم نے ایام گذشتہ میں تیری اطاعت کی ہے تاکہ آئندہ عمر میں وہ اطاعت کریں۔ اور صراط مستقیم یعنی سیدھی راہ دو ہیں ایک دنیا میں صراط اور دوسری صراط آخرت میں دنیا کی صراط مستقیم وہ ہے جو بلند درجہ سے بہت زیادہ پست ہوتی ہے تقصیر و کمی سے زیادہ بلند اور سیدھی کہ کسی باطل کی طرف رغبت نہ کرے۔ اور دوسری صراط آخرت میں بہشت کی جانب مومنوں کی راہ ہے جو سیدھی ہے اور بہشت سے جہنم اور نہ کسی اور طرف رخ کرے۔ حضرت نے فرمایا یعنی ہماری راہنمائی فرما راہِ راست کی جانب اور اس راہ کی پیروی کی طرف جو پیروی کرنے والے کو تیری محبت کی جانب اور تیرے دین کی طرف پہنچاتی ہے اور روکتی ہے اس سے کہ ہم اپنی خواہش نفسانی کی پیروی کریں یا اپنی رائے کے مطابق عمل کریں اور ہلاک ہوں صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ حضرت صادقؑ نے فرمایا کہ کہو کہ (اے خدا) ہماری ہدایت کر اس جماعت کی طرف جن پر تو نے اپنے دین اور اپنی اطاعت کی توفیق دینے کے سبب انعام فرمایا ہے۔ یہ وہ گروہ ہے جس کی شان میں خدا نے فرمایا ہے۔ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝ یعنی جو شخص خدا و رسولؐ کی اطاعت کرتا ہے تو ایسے لوگ اُن لوگوں کے ساتھ ہیں جن پر خدا نے انعام فرمایا ہے اور وہ پیغمبران خدا، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں حضرت امیر المومنینؑ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ یہ جماعت وہ نہیں ہے جن کو خدا نے نعمت مال و صحت بدن عطا فرمائی ہے اگرچہ یہ لوگ بھی ظاہری نعمتیں رکھتے ہیں ان میں بعض کافر اور بعض فاسق ہوتے ہیں اور خدا تم کو یہ حکم نہیں دیتا ہے کہ خدا سے اس گروہ کی راہ کی طرف رہنمائی کرنے کی دُعا کرو بلکہ اُس گروہ کی راہ کی جانب رہنمائی کرنے کے لئے دُعا کرنے کا حکم دیتا ہے جن پر خدا نے انعام کیا ہے ان کے خدا پر ایمان لانے اور اُس کے رسولوں کی تصدیق کرنے اور محمد و آل محمد علیہم السلام اور ان کے نیک اور برگزیدہ اصحاب کی

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کی تفسیر

ولایت اختیار کرنے کی وجہ سے۔ اور ان کی مناسب متابعت کے سبب سے جس سے بندگانِ خدا کے شر سے اور دشمنان خدا کے گناہوں اور کفر میں زیادتی ہونے سے محفوظ رہو اس طرح کہ ان کے ساتھ مدارا کرو ان کو اپنے اور دوسرے مومنوں کے آزار کی تحریص نہ کرو اور اپنے برادران ایمانی کے حقوق پہچانو کیونکہ کوئی بندہ خدا کے بندوں اور کوئی کنیز خدا کی کنیزوں میں سے نہیں ہے جو محمدؐ و آلِ محمدؐ سے دوستی کرے اور ان کے دشمنوں سے دشمنی کرے مگر یہ کہ اس نے عذاب خدا سے بچنے کے لئے ایک مضبوط قلعہ حاصل کر لیا ہے اور ہر بندہ اور کنیز جو بندگانِ خدا کے ساتھ ایسی ہمدردی کرے جو بہت نیک اور بہتر ہو یعنی اس کے سبب باطل میں داخل اور کسی حق سے خارج نہ ہو تو خدا اُسکی ہر سانس پر تسبیح کا ثواب عطا فرماتا ہے اور اس کے عمل کو قبول کرتا ہے اور اسے اُس صبر کے عوض جو اس نے ہمارے اسرار پوشیدہ رکھنے کے سبب اور اس غصہ کو روکنے کے بدلے جس کو ہمارے دشمنوں سے کلمات نامناسب سننے کے بعد ضبط کیا ہے اس شخص کا ثواب عطا فرماتا ہے جو کہ راہِ خدا میں اپنے خون میں لوٹتا ہو اور جو بندہ اپنی طاقت کے مطابق برادرانِ ایمانی کے حقوق ادا کرے اور جس قدر اس سے ممکن ہو ان کی مدد کرے اور ان سے راضی رہے اس طرح کہ ان کی برائیوں اور لغزشوں کو جو ان سے سرزد ہوں معاف کر دے اور ان کے بدلے میں مبالغہ نہ کرے اور ان کی برائیوں کو بخش دے تو بیشک خداوند تعالیٰ روز قیامت اس سے کہے گا کہ اے میرے بندے تو نے اپنے برادرانِ مومن کے حقوق ادا کئے اور ان پر جو تیرے حقوق تھے ان کے ادا کرنے پر ان کو مجبور نہ کیا میں اس سے زیادہ بخشنے والا اور زیادہ کرم کرنے والا ہوں جو تُو نے ان کے لئے آسانی اور مہربانی کی ہے لہٰذا آج میں تجھ کو وہ سب عطا کرونگا جس کا تجھ سے وعدہ کیا تھا بلکہ اپنے وسیع فضل سے اس سے زیادہ دونگا اور میرے حقوق کی ادائگی میں جو تُو نے کمی کی ہے اس کے سبب میں اپنی عطا میں کچھ کمی نہ کرونگا اس کے بعد خدا اس کو محمدؐ و آلِ محمدؐ سے ملحق کر دے گا اور اس کو اُن کے مقرب شیعوں میں قرار دے گا۔

معانی الاخبار میں بسند معتبر روایت کی ہے کہ حضرت صادقؑ سے صراط کے بارے میں لوگوں نے دریافت کیا آپ نے فرمایا کہ وہ خدا کی معرفت کا راستہ ہے اور دو صراط ہے۔ صراطِ دنیا اور صراط آخرت۔ صراط دنیا وہ امام ہے جس کی اطاعت واجب ہوتی

ہے اس پر جو اُسے دنیا میں پہچانتا ہے اور اُس کی ہدایت پر چلتا ہے تو وہ آخرت میں اس صراط پر سے گذر جائے گا جو جہنّم کے اوپر پل ہے اور جو شخص دنیا میں اس کو نہیں پہچانتا تو اس کا پیر آخرت کی صراط پر ڈگمگائے گا اور وہ جہنّم کی آگ میں گر جائے گا۔

ایضاً بہ سند حسن حضرت صادقؑ سے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ کی تفسیر میں روایت کی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ راہ راست کی ہم کو ہدایت فرما۔ حضرت نے فرمایا کہ صراط مستقیم جناب امیر علیہ السلام ہیں۔ اور ان کے پہچاننے کی دلیل یہ ہے کہ حقتعالے فرماتا ہے وَاِنَّهٗ فِىْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِىٌّ حَكِيْمٌ یعنی امیر المومنین علیہ السلام ام الکتاب ہیں جو سورہ حمد ہے اسکی آیت اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ میں مذکور ہیں اور صراط مستقیم علی ہیں جو عالم احکام و معارف ربانی ہیں۔ مفسرین نے ضمیر کو قرآن کی طرف راجع کیا ہے اور ام الکتاب سے لوح محفوظ مراد لیا ہے جو ہمارے پاس ہے جو بلند مرتبہ اور محکم ہے یا حکمت ظاہر کرنے والی ہے اس بناء پر جو ہم نے پہلے تحقیق کیا کہ امیر المومنین کتاب اللہ ناطق ہیں۔ ظاہری آیت کے ساتھ بھی منطبق کیا جا سکتا ہے۔

ایضاً بسند معتبر امام زین العابدینؑ سے روایت کی ہے کہ خدا اور اس کی حجت کے درمیان جو امام زمانہ ہوتا ہے کوئی حجاب اور پردہ نہیں ہوتا ہم علم الٰہی کے دروازہ ہیں۔ اور ہم صراط مستقیم ہیں اور ہم علم خدا کے صندوق اور وحی خدا کے بیان کرنے والے ہیں اور ہم ہیں توحید خدا کے ارکان۔ اور ہم ہیں رازہائے خدا کے محل و مقام۔

ایضاً بسند معتبر حضرت امام صادقؑ سے صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کی تفسیر میں روایت کی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اُن لوگوں کی راہ جن پر تو نے انعام فرمایا ہے حضرت نے فرمایا اس سے مراد محمدؐ اور ان کی ذریت ہیں۔

علی بن ابراہیم نے بسند کالصحیح حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے۔ آپ نے فرمایا وہ لوگ جن کی اطاعت کا خدا نے حکم دیا ہے اور جو چاہے کہ اس راہ کو اختیار کرے خدا کی قسم وہ ہماری طرف بازگشت کرنے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں رکھتا خدا کی قسم وہ سبیل اور راستہ جس کو اختیار کرنے کا خدا نے تم کو حکم دیا ہے وہ ہم ہیں اور خدا کی قسم ہم صراطِ مستقیم ہیں۔

ایضاً انہی حضرت سے بسند کالصحیح روایت کی ہے کہ آخر سورۂ حمد کو اس طرح پڑھتے

صراط مستقیم سے مراد امیر المومنین ہیں اور ائمہ علیہم السلام

ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ یعنی اے خدا ہماری ہدایت کر سیدھی راہ کی طرف۔ ان لوگوں کی راہ جن پر تو نے انعام فرمایا ہے نہ ان لوگوں کی راہ جن پر تو نے غضب ڈھایا ہے اور نہ گمراہوں کی راہ کی۔ حضرت نے فرمایا کہ خدا نے جن پر غضب فرمایا وہ ناصبی ہیں یعنی تمام مخالفین ان لوگوں کے سوا جو اعتقاد میں کمزور ہیں جو اہلبیت سے عداوت رکھتے ہیں۔ اور گمراہ یہود و نصاریٰ ہیں۔

ایضاً بسند کالصحیح دیگر انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ مغضوب علیہم ناصبین ہیں اور ضالین شک کرنے والے ہیں جو امام کو نہیں پہچانتے۔ اور ابن شہر آشوب نے تفسیر وکیع سے جو مفسرین عامہ میں سے ہیں۔ اس آیت اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کی تفسیر میں ابن عباس سے روایت کی ہے یعنی اے گروہ عباد کہو کہ پیغمبرؐ اور ان کے اہلبیت علیہم السلام کی محبت کی جانب ہماری رہنمائی و ہدایت فرما۔ اور تفسیر ثعلبی میں ابوبریدہ سے روایت کی ہے کہ صراط المستقیم محمدؐ و آل محمدؐ علیہم السلام کا راستہ ہے اور کشف الغمہ میں محدث حسکی نے عبدوں سے روایت کی ہے کہ انس نے بریدہ سے اسی طرح روایت کی ہے۔

علی بن ابراہیم نے قول حق تعالےٰ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ کی تفسیر میں روایت کی ہے (ترجمہ) بیشک یہ میری راہ ہے جو سیدھی ہے لہٰذا اسی کی متابعت کرو اور کسی دوسری راہ کو اختیار مت کرو کیونکہ دوسری راہیں حق کے راستہ سے تم کو الگ کر دیں گی۔ خدا نے تم کو اس راہ کی پیروی کی وصیت کی ہے تاکہ تم گمراہی سے بچو۔ حضرت نے فرمایا کہ اس آیت میں صراط مستقیم امام ہے اور مختلف راہیں جن کا ذکر اس آیت میں ہے اور ان کی متابعت کرنے سے منع کیا ہے وہ امام کے سوا اور راہیں ہیں فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ یعنی امام کے بارے میں متفرق نہ ہوا اور اختلاف مت کرو! اور امام محمد باقرؑ سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ ہم ہیں سبیل خدا یعنی خدا کا راستہ جو اس کو ناپسند کرے تو وہ دوسری راہوں یعنی سُبُل میں ہے جن کی پیروی سے خدا نے منع کیا ہے۔

ایضاً۔ اس قول خدا وَاِنَّ اللّٰہَ لَھَادِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ کی تفسیر میں روایت کی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ بیشک خدا ان لوگوں کی جو ایمان لاتے ہیں صراط مستقیم کی ہدایت کرتا ہے۔ فرمایا کہ امام کی طرف ہدایت کرتا ہے۔

کتاب تاویل الایات میں بسند کالصحیح حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اس آیت کی تاویل میں روایت کی ہے کہ وَاَنَّ ھٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا سے مراد راہ امامت ہے لہٰذا اس کی پیروی کرو۔ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ سے مراد امامت کے سوا دوسری راہیں ہیں کتاب نہج الایمان میں بریدۂ اسلمی سے روایت ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے پر رسولؐ خدا نے فرمایا کہ میں نے خدا سے سوال کیا کہ اس آیت کو علیؑ بن ابی طالب کی شان میں قرار فرما تو اُس نے ایسا ہی کیا۔ اور تفسیر فرات میں امام محمد باقرؑ سے وَاَنَّ ھٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا کی تاویل میں روایت ہے کہ اس سے مراد علیؑ بن ابی طالبؑ اور ائمہ اطہار ہیں جو جناب فاطمہ صلوات اللہ علیہا کی اولاد سے ہیں۔ یہی صراط خدا ہیں۔ جو ان کو چاہتا ہے وہ دوسری راہوں پر نہیں چلتا اور ابن شہر آشوب نے حضرت صادق سے قول حق تعالےٰ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ ہم ہیں راہِ خدا اس کے لئے جو ہماری اقتدا کرے اور ہم ہیں بہشت کی جانب ہدایت کرنے والے اور ہم اسلام کی زنجیریں اور رسیاں ہیں۔

ایضاً۔ انہی حضرت سے خدائے تعالےٰ کے اس قول وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا کی تفسیر میں روایت کی ہے (ترجمہ) جن لوگوں نے ہمارے دین کی راہ میں جہاد کیا یقیناً ان کی ہدایت ہم اپنی راہوں کی طرف کرتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ آیت آلِ محمدؐ اور ان کے شیعوں کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ ایضاً انہی حضرت سے خداوند عالم کے اس قول وَاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ کی تفسیر میں روایت کی ہے (ترجمہ) یعنی متابعت کرو اُس شخص کے راستہ کی جو ہماری بازگشت کرتا ہے۔ فرمایا کہ یعنی پیروی کرو محمدؐ و علیؑ کی راہ کی۔

علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے خدا کے اس قول وَاِنَّکَ لَتَدْعُوْھُمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ کی تفسیر میں کہ بیشک تم ان کو صراط مستقیم کی جانب بلاتے ہو۔ فرمایا کہ ولایتِ امیر المومنینؑ کی جانب۔ ایضاً خدا کے اس قول وَاِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ

بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنَاكِبُوْنَ کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ بیشک وہ لوگ روز آخرت پر ایمان نہیں لاتے ہیں وہ راہ راست سے انحراف کرنے والے ہیں۔ فرمایا کہ امام سے انحراف کرتے ہیں۔ اور مناقب میں حضرت امام باقرؑ سے روایت کی ہے کہ مراد صراط سے ولایت اہلبیت علیہم السلام ہے۔ ایضاً مناقب میں ابن عباس سے روایت کی ہے خدا کے اس قول کی تفسیر میں فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ اَصْحَابُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَ مَنِ اهْتَدٰى یعنی عنقریب تم کو معلوم ہو جائے گا کہ کون راہ راست والے ہیں اور کون شخص حق کی طرف راہ یافتہ ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ واللہ اصحاب راست محمدؐ اور ان کے اہلبیتؑ ہیں اور ہدایت یافتہ اصحاب محمدؐ ہیں

تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام میں مروی ہے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ خدا کے بندوں میں سے ہر بندہ اور خدا کی کنیزوں میں سے ہر کنیز جس نے امیرالمومنینؑ سے بظاہر بیعت کی اور باطن میں بیعت کو توڑ دیا اور اپنے نفاق پر قائم رہا تو جب ملک الموت اس کی روح کو قبض کرنے آئیں گے تو اس وقت شیطان اور اس کے مددگار اس کے سامنے متشکل ہوں گے اور اس کو جہنم کی آگ اور اس کے طرح طرح کے عذاب کو دکھائیں گے اور بہشتوں کو اور اس کے درجوں کو بھی دکھائیں گے جو اس کے لئے مقرر کیا تھا۔ اس حالت میں جب کہ وہ بیعت پر اور اپنے ایمان پر قائم رہتا تو اس میں ساکن ہوتا اس وقت ملک الموت اس سے کہیں گے کہ ان بہشتوں اور اس کے آرام و آسائش اور اور نعمتوں کو دیکھ جن کی قدر خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا تیرے لئے مہیا تھیں اگر تو برادر محمدؐ کی ولایت کے ساتھ اپنی بیعت پر باقی رہتا تو تیری بازگشت قیامت کے روز ان درجوں اور نعمتوں کی جانب ہوتی لیکن تو نے بیعت کو توڑا اور مخالفت کی لہٰذا یہ آگ اور اس کے عذاب اور منہ کھولے ہوئے سانپ اور ڈنک اٹھائے ہوئے بچھو اور دانت نکالے ہوئے درندے اور اس کے تمام قسم کے عذاب تیرے لئے ہیں اور تیری بازگشت ان کی طرف ہے اس وقت وہ کہے گا یَا لَیْتَنِی اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِیْلًا یعنی کاش میں رسول کے ساتھ راہ اختیار کئے ہوتا کاش میں ان کے حکم کو جو انھوں نے دیا تھا قبول کئے ہوتا اور علیؑ کی ولایت اپنے اوپر لازم کئے ہوتا جس کا پیغمبرؐ نے امر فرمایا تھا۔

ابن ماہیار نے بسند معتبر حضرت باقرؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت نے اس آیت کی تلاوت فرمائی یَوۡمَ یَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰی یَدَیۡہِ یَقُوۡلُ یٰلَیۡتَنِی اتَّخَذۡتُ مَعَ الرَّسُوۡلِ سَبِیۡلًا یٰوَیۡلَتٰی لَیۡتَنِیۡ لَمۡ اَتَّخِذۡ فُلَانًا خَلِیۡلًا یعنی جس روز ظالم پشیمانی کے سبب سے اپنا ہاتھ (اپنے دانتوں سے) کاٹے گا اور کہے گا اے کاش میں بھی رسول خداؐ کے ساتھ اس راہ کو اختیار کرتا جو حضرت نے فرمایا تھا افسوس ہے میرے حال پر کاش میں فلاں شخص کو اپنا دوست نہ بنائے ہوتا حضرت نے فرمایا ظالم اوّل دوسرے ظالم سے یہ بات کہے گا۔ دوسری حدیث میں حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ خدا کی قسم خدا نے قرآن میں فلاں کے عنوان سے کنایہ نہیں کیا بلکہ اس طرح ہے کہ یٰلَیۡتَنِیۡ لَمۡ اَتَّخِذِ الثَّانِیۡ خَلِیۡلًا یعنی بجائے فلاں کے دوم کا نام ہے۔ اور عنقریب وہ قرآن ظاہر ہوگا تو لوگ اسی طرح پڑھیں گے۔

کلینی نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جناب امیرؑ نے خطبہ پڑھا اور اس میں فرمایا کہ ان دو شقی ترین مردم نے لباس خلافت میرے جسم سے اتار کر خود پہنا اور مجھ سے منازعہ کیا اس امر میں جس میں ان کو کوئی حق نہیں تھا اور گمراہی اور نادانی کے سبب سے اس کے مرتکب ہوئے۔ لہٰذا بہت بری جگہ اپنے لئے قرار دی اور ایک عذاب اپنے واسطے مہیا کیا۔ ایک دوسرے پر لعنت کرینگے اور ایک دوسرے سے بیزاری اختیار کرینگے دوم اپنے قرین اور ہمنشین اوّل سے کہے گا جب کہ ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے کہ یٰلَیۡتَ بَیۡنِیۡ وَ بَیۡنَکَ بُعۡدَ الۡمَشۡرِقَیۡنِ فَبِئۡسَ الۡقَرِیۡنُ ؕ اے کاش میرے اور تیرے درمیان مشرق و مغرب کا فاصلہ ہوتا تو کیا برا میرا رفیق تھا یہ سُنکر وہ شقی نہایت بدحالی کے ساتھ جواب دے گا یٰلَیۡتَنِیۡ لَمۡ اَتَّخِذۡکَ خَلِیۡلًا لَقَدۡ اَضَلَّنِیۡ بَعۡدَ الذِّکۡرِ بَعۡدَ اِذۡ جَآءَنِیۡ وَ کَانَ الشَّیۡطٰنُ لِلۡاِنۡسَانِ خَذُوۡلًا ؕ اے کاش میں تجھ کو اپنا دوست نہ بنائے ہوتا کیونکہ یقیناً مجھ کو تو نے ذکر خدا سے گمراہ کیا اس کے بعد جبکہ میرے پاس وہ ذکر آیا تھا۔ اور شیطان انسان کے لئے ذلت و خواری میں ڈالنے والا ہے۔ اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ میں وہ یاد خدا ہوں جس سے وہ گمراہ ہوتے۔ اور میں ہوں وہ سبیل و راہ خدا جس سے انحراف کیا اور میں ہوں وہ ایمان جس سے وہ کافر ہوئے

روزِ حشر غاصبانِ حقوقِ امیرالمومنینؑ کی مذمت

اور میں ہوں وہ قرآن جس سے وہ دور ہوئے اور میں ہوں وہ دین جس کی انھوں نے تکذیب کی اور میں ہوں وہ راہ راست جس سے وہ پھرے۔

مناقب میں حضرت صادق علیہ السلام سے خدا کے اس قول اَفَمَنْ یَّمْشِیْ مُکِبًّا عَلٰی وَجْهِهٖۤ اَهْدٰۤی اَمَّنْ یَّمْشِیْ سَوِیًّا عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ آیا جو شخص کہ منہ کے بھل گرا ہوا وہ ہدایت یافتہ ہے یا وہ شخص جو سیدھا کھڑا ہوا راہِ راست پر چلتا ہو۔ حضرت نے فرمایا کہ جو لوگ کورا نہ اور سرنگوں چلتے ہیں۔ ہمارے دشمن ہیں اور جو لوگ کہ سیدھے چلتے ہیں وہ سلمان، ابو ذر، مقداد، عمار اور خواص اصحاب امیر المومنینؑ ہیں۔ اور محمد بن العباس نے حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ جو شخص رات کے وقت راہ راست پر چلتا ہے خدا کی قسم وہ علیؑ بن ابیطالب ہیں اور ان کے اوصیاء علیہم السلام ہیں۔

علی بن ابراہیم نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے اس آیت وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ۝ اُنْظُرْ کَیْفَ ضَرَبُوْا لَکَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ سَبِیْلًا ۝ یعنی ظالموں نے کہا کہ تم متابعت نہیں کرتے مگر اس کی جس پر جادو کیا ہے دیکھو تمہارے واسطے کیسی مثالیں بیان کرتے ہیں۔ تو وہ گمراہ ہوئے پھر تمہاری طرف طعن کی کوئی راہ اور سبیل نہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ آیت اس طرح نازل ہوئی ہے وَقَالَ الظَّالِمُوْنَ اٰلَ مُحَمَّدٍ حَقَّهُمْ یعنی اُن لوگوں نے کہا جنھوں نے آل محمد پر ظلم کیا ہے۔ اور اُن کا حق غصب کیا ہے۔ اور فرمایا کہ آخر آیۂ دوم اس طرح ہے۔ فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ وَلَایَةَ عَلِیٍّ سَبِیْلًا ۝ یعنی علی کی ولایت کی طرف کوئی سبیل نہیں پاتے اور علی سبیل و راہِ خدا ہیں [1]

[1] مولف فرماتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ مراد یہ ہو کہ یہ آیت اس معنی میں نازل ہوئی ہے نہ یہ کہ آیت کے الفاظ اس طرح رہے ہوں (یہ مولف علیہ الرحمہ کا ذاتی قول ہے ورنہ روایات سے پتہ چلتا ہے کہ قرآن سے آل محمد و علی علیہم السلام کے نام نکال دیئے گئے ہیں امیر المومنین نے جو قرآن جمع فرمایا تھا مخالفوں نے اسی لئے اس کو قبول نہیں کیا کہ اس میں نام کے ساتھ آل محمد علیہم السلام کی مدح موجود تھی اور ان کے مخالفوں کی نام بنام مذمت درج تھی۔ (مترجم)

کلینی نے بسند معتبر حضرت امام محمد باقرؑ سے خدائے تعالےٰ کی اس آیت قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ (پ ۱۳ سورہ یوسف آیت) کی تفسیر میں روایت کی ہے (ترجمہ) اے محمدؐ کہہ دو کہ یہی میرا راستہ ہے کہ میں خدا کی راہ کی طرف لوگوں کو بلاتا ہوں میں اور جو میری پیروی کرتا ہے سب سمجھدار اور اہل بصیرت ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ اس شخص سے مراد وہ لوگ ہیں جو آنحضرتؐ کی متابعت کرتے ہیں اور جناب رسولخداؐ کی نیابت میں لوگوں کو دین حق کی طرف دعوت دیتے ہیں (اور وہ ہم اہلبیت ہیں)۔ تفسیر فرات میں امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ اس آیت میں سبیل سے مراد ولایت اہلبیت علیہم السلام ہے اس سے سوائے گمراہ کے کوئی انکار نہیں کرتا اور علیؑ کی مذمت بھی سوائے گمراہ کے کوئی نہیں کرتا۔

دوسری سند کے ساتھ اس قول خدا کی تفسیر میں فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْٓ اُوْحِيَ اِلَيْكَ اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (اے رسول) اس سے متمسک ہو جس کے بارے میں وحی تمہاری طرف کی گئی ہے بیشک تم راہ راست پر ہو۔ حضرت نے فرمایا وہ ولایت علیؑ بن ابی طالب ہے اور علیؑ صراط مستقیم ہیں۔ اور سورۂ حجر میں خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ اکثر قرأت میں علی بفتح لام ویا مشدد ہے۔ کہتے ہیں کہ توحید خدا وہ راہ ہے جس کی رعایت مجھ پر لازم ہے اور بعض شاذ قرأت میں علی کو بکسر لام درفع یا تنوین کے ساتھ پڑھا ہے یعنی بلند راہ ہے۔ اور طرائف میں حسن بصری سے روایت کی ہے کہ وہ بکسر لام وتشدید یا مکسورہ پڑھا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ یہ راہِ علیؑ بن ابی طالب ہے اور ان کی راہ اور ان کا دین سیدھا اور واضح ہے اس میں کجی نہیں ہے لہٰذا اس کی متابعت کرو اور اس سے متمسک ہو۔ اور کلینی نے بھی یہی قرأت اختیار کی ہے اور حضرت صادقؑ سے (اس قرأت کی) روایت کی ہے۔

اور سورۂ حٰم سجدہ میں خدا نے فرمایا ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ (پ ۲۴ سورہ حٰم سجدہ آیت ۳۰) یعنی جن لوگوں نے کہا کہ اللہ ہمارا پروردگار ہے اور توحید پا

عبادت پر قائم رہے تو ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور کہتے ہیں نہ ڈرو اور غمگین نہ ہو
اور اس بہشت کے لئے شاد ہو جس کا تم سے پیغمبروں کے ذریعہ سے وعدہ کیا گیا ہے
اور ہم تمہاری دُنیاوی زندگی میں تمہارے دوست ہیں اور آخرت میں جو کچھ تمہاری حاجتیں
اور تمنائیں ہیں وہ تم کو حاصل ہوں گی اور اس میں جو کچھ تم چاہتے ہو سب تمہارے لئے
موجود ہے [۱]

ایضاً ابن ماہیار اور کلینی نے بسند معتبر حضرت صادق سے اس آیت کی تفسیر میں
روایت کی ہے کہ استقامت سے مراد ائمہ اطہار کی یکے بعد دیگرے ولایت ہے۔
یعنی تمام ائمہ کا اعتقاد کرے۔

ابن ماہیار نے بسند معتبر دیگر حضرت امام باقرؑ سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا
خدا کی قسم اس سے مراد مذہب حق ہے جس پر تم شیعہ ہو۔ اور فرشتوں کا نزول اور ان

---

[۱] مولف فرماتے ہیں کہ اس آیۂ کریمہ کی تاویل میں مختلف حدیثیں نازل ہوئی ہیں یعنی حدیثوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ آیت اہلبیت کی شان میں ہے اور ان سے فرشتوں کا خطاب دنیا میں ہے چنانچہ بصائر الدرجات میں بسند معتبر روایت کی ہے کہ عمران نے حضرت صادقؑ سے پوچھا میں آپ پر فدا ہوں ہم کو خبر ملی ہے کہ آپ پر فرشتے نازل ہوتے ہیں حضرت نے فرمایا خدا کی قسم نازل ہوتے ہیں اور ہمارے فرشوں پر چلتے ہیں شاید تم نے کتاب خدا کو نہیں پڑھا ہے کہ وہ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ الخ اور بعض حدیثیں ان پر نزول ملائکہ کے بارے میں اس باب میں لکھی جائیں گی انشاءاللہ۔ اس بنا پر استقامت (قائم رہنے) سے مراد عصمت ہوگی اور بعض روایتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ آیت شیعوں کی شان میں نازل ہوئی ہے اور فرشتوں کا ان سے خطاب موت کے وقت ہے یا قیامت میں یا موت کے وقت اور قبر اور قیامت میں۔ جیسا کہ ابن ماہیار نے حضرت باقرؑ سے اسی آیت اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ الخ کی تفسیر میں روایت کی ہے یعنی جن لوگوں نے اطاعت خدا و رسولؐ اور ولایت آل محمدؐ کو کامل کیا تو وہی لوگ اس پر ثابت و قائم رہے۔ تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ حضرت نے فرمایا کہ یہ لوگ جب کہ قیامت میں مبعوث ہونگے اور قبروں سے باہر آئیں گے تو فرشتے ان کا استقبال کریں گے اور کہیں گے کہ مت ڈرو اور غمگین نہ ہو۔ ہم وہ ہیں جو دنیا میں تمہارے ساتھ رہتے تھے اور اب تم سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ بہشت میں داخل ہو جاؤ۔ اور تم کو بہشت کی خوشخبری ہو جسکا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ ۱۲

کا خوشخبری دینا موت کے وقت اور قیامت کے دن واقع ہوگا اور مجمع البیان میں حضرت امام رضا سے روایت کی ہے کہ اس سے مراد شیعہ ہیں۔ حضرت صادق ؑ سے روایت کی ہے کہ ملائکہ کا خوشخبری دینا موت کے وقت ہے۔

ایضاً حضرت امام محمد باقر ؑ سے نَحْنُ اَوْلِيَآؤُكُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ یعنی ہم تمہاری حراست اور محافظت دنیا میں موت کے وقت تک اور آخرت میں کرتے ہیں۔

تفسیر حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام میں رسول اللہ ؐ سے روایت کی ہے۔ کہ ہمیشہ مومنین عاقبت کے لئے ڈرتے ہیں اور جس وقت ان کی روح قبض کرنے کے لئے ملک الموت آتے ہیں وہ خدا کی خوشنودی تک پہونچنے کا یقین نہیں رکھتے تھے کیونکہ ملک الموت مومن کے پاس اُس وقت آتے ہیں جبکہ اس کی تکلیف میں بہت شدت ہوتی ہے اور اپنے مال و عیال کی جدائی کے سبب بہت دل تنگ ہوتا ہے اور جو لوگ اس سے معاملہ رکھتے تھے ان کے بارے میں اس کو پریشانی اور اضطرار ہوتا اور اس کے دل میں عیال کی حسرت اور وہ تمنائیں باقی رہ جاتی ہیں جو دل میں تھیں اور عمل میں نہیں آئی تھیں اس وقت ملک الموت اس سے کہتے ہیں کہ یہ رنج و غم تم کو کس لئے ہے؟ وہ کہتا ہے کہ اپنے اضطراب و انتشار اور آرزوؤں کے ٹوٹ جانے کے سبب سے۔ ملک الموت کہتے ہیں کہ کیا کوئی عاقل ایک کھوٹے درہم کے ضائع ہونے کا غم کرتا ہے جبکہ اُس کے عوض لاکھوں دینار اس کو دیں تو وہ کہتا ہے نہیں ملک الموت کہتے ہیں اُوپر نگاہ کرو۔ جب وہ اوپر کی جانب دیکھتا ہے تو بہشت کے محل اور درجے نظر آتے ہیں جو آرزو کرنے والوں کی آرزوؤں سے بلند و بہتر ہیں۔ اس وقت ملک الموت اس سے کہتے ہیں کہ یہ منزلیں اور نعمتیں اور مال اور زن و فرزند سب تیرے ہیں اور جو تیری صالح اور نیک عورتیں اور اولادیں ہیں انہی منزلوں، اور نعمتوں میں تیرے ساتھ ہوں گی کیا تو راضی ہے کہ جو کچھ تو دنیا میں چھوڑے ان کے بدلے ان سب کو لے۔ وہ کہتا ہے ہاں راضی ہوں۔ اس وقت ملک الموت اس سے کہتے ہیں کہ دوبارہ پھر اوپر دیکھو۔ جب وہ نظر کرتا ہے تو جناب رسول ؐ خدا اور علی المرتضےٰ ؑ اور ان کی آل اطہار کو اعلائے علیین میں مشاہدہ کرتا ہے تو ملک الموت اس

سے کہتے ہیں کہ یہی حضرات تیرے آقا و پیشوا ہیں اور ان بہشتوں میں تیرے ہمنشین اور انیس ہونگے تو کیا راضی نہیں ہے کہ یہ حضرات تیرے دنیا کے ساتھیوں کے عوض تیرے مصاحب ہوں۔ وہ کہتا ہے بیشک خدا کی قسم میں راضی ہوں۔ یہ ہے قول حق تعالٰے تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا یعنی ہول و خوف جو تم کو درپیش ہے اس سے مت ڈرو کیونکہ اس کا شر تم سے دفع ہو چکا ہے۔ وَلَا تَحْزَنُوْا یعنی اس پر غمگین نہ ہو جو دنیا میں اولاد و عیال اور اموال تم نے چھوڑا ہے کیونکہ جو کچھ تم نے بہشتوں میں دیکھا ہے تمہارے لئے ان سب کا بدل ہے۔ لہٰذا تم خوش ہو اس بہشت پر جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے جس کو تم نے دیکھا اور وہ بزرگوار سب تمہارے انیس و جلیس ہوں گے۔ حق تعالٰی سورہ جن میں فرماتا ہے وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا ۙ لِّنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ (پ۲۹ سورہ جن آیت ۱۶ و ۱۷) یعنی اگر وہ ایمان پر باقی و قائم رہیں گے تو یقیناً ہم ان کو پلائیں گے یعنی آسمان سے ان کے لئے کثرت سے پانی نازل کریں گے تاکہ اس سے ان کا امتحان لیں۔

اس آیت کی تاویل میں اہلبیتؑ کی حدیثوں میں وارد ہوا ہے اوّل یہ کہ ابن ماہیار نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ اگر انھوں نے عالم ارواح میں جبکہ خداوند عالم نے ان سے اپنی وحدانیت اور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت اور ائمہ اطہار علیہم السلام کی امامت پر عہد و پیمان لیا تھا تو اگر وہ ولایت پر ثابت قدم رہے تو بیشک ہم ان کی طینت میں آب شیریں کثرت سے ڈالیں گے آب شور و تلخ نہیں جو کافروں اور منافقوں کی طینت میں ہم ڈالتے ہیں۔ اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے اسی مضمون کی روایت کی ہے۔ اس کے آخر میں فرمایا ہے کہ آزمائش و امتحان ولایت علیؑ بن ابی طالب میں ہے۔ دوسرے آب سے کنایہ علم کا ہے کیونکہ علم حیات روح کا باعث ہے جس طرح آب حیات بدن کا باعث ہے چنانچہ کسی معتبر روایت میں حضرت صادق علیہ السلام سے روایت ہوئی ہے یعنی اگر وہ ولایت اہلبیتؑ پر قائم رہیں بیشک ہم ان پر کثرت سے علم کی بارش کریں گے کہ ائمہ علیہم السلام سے سیکھیں۔ اور بعض روایات میں وارد ہوا ہے کہ ضمیر لِنَفْتِنَهُمْ راجع ہے منافقین کی طرف یعنی اس لئے کہ ہم منافقوں کا امتحان لیں۔

پندرھویں فصل

اُن آیتوں کی تاویل جو صدق اور صدیق پر مشتمل ہیں۔ اور وہ بہت سی آیتیں ہیں۔

پہلی آیت :۔ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ کُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ ۝
یعنی اسے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو خدا سے ڈرو۔ اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ

(پ۱۱ سورہ توبہ آیت ۱۱۹)

شیخ طبرسی نے کہا ہے کہ مصحف ابن مسعود و قرأت ابن عباس میں وَ کُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ ہے یعنی سچوں میں سے ہو جاؤ یعنی اس کے مذہب پر رہو جو اپنے ہر قول و فعل میں سچائی کام میں لاتا ہو اور انہی کی مصاحبت در فاقت اختیار کرو اور ابن عباس سے روایت کی ہے کہ علیؑ اور ان کے اصحاب کے ساتھ ہو جاؤ اور حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ آل محمد علیہم السلام کے ساتھ ہو جاؤ۔ اور بصائر میں حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ صادقین سے مراد ہم ہیں اور حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ صادقون ائمہ علیہم السلام ہیں کہ جو اپنی اطاعت کے ساتھ خدا اور رسول کی کامل تصدیق کرنے والے ہیں اور مناقب میں مخالفوں کے طریقہ سے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ محمدؐ اور ان کے اہلبیت علیہم السلام کے ساتھ ہو جاؤ۔

کتاب کمال الدین میں حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہؐ یہ آیت عام ہے یا خاص۔ فرمایا کہ مامورین عام ہیں اور تمام مومنین اس پر مامور ہوئے ہیں۔ اور صادقین مخصوص میرے بھائی علیؑ اور قیامت تک اُن کے بعد کے اوصیاء ہیں۔

شیخ طوسی نے مجالس میں حضرت باقرؑ سے روایت کی ہے کہ کُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ کا مطلب ہے کہ علیؑ بن ابیطالب کے ساتھ ہو جاؤ۔ اور علی بن ابراہیم نے کہا ہے کہ صادقین ائمہ علیہم السلام ہیں [1]

---

[1] مولف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت بھی ان آیتوں میں سے ہے جن سے علماء نے اطاعت ائمہ معصومینؑ پر استدلال کیا ہے اور وجہ استدلال یہ ہے کہ حضرت عزت نے تمام مومنین کو صادقین کے ساتھ رہنے کا حکم دیا ہے اور ظاہر ہے صادقین کے ساتھ ہونے کے (بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۶۱ پر ملاحظہ فرمائیں)

دوسری آیت:۔ وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا اور جو شخص خدا اور رسول کی اطاعت کرتا ہے ایسے لوگ ان لوگوں کے یعنی پیغمبروں، صدیقوں، شہیدوں، گواہوں اور صالحوں کے ساتھ ہوں گے جن پر خدا نے انعام فرمایا ہے اور یہ لوگ کیسے اچھے رفیق ہیں۔ (پ۵ سورہ نساء آیت ۶۹)

کتاب مصباح الانوار میں انسؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک روز ہمارے ساتھ نماز صبح ادا فرمائی اس کے بعد اپنا روئے مبارک ہماری طرف پھیرا تو میں نے اس آیت کی تفسیر آنحضرتؐ سے دریافت کی فرمایا کہ نبیوں سے مراد میں صدیقوں سے مراد میرے بھائی علیؑ بن ابیطالب اور شہیدوں سے میرے چچا حمزہ اور صالحوں سے میری بیٹی فاطمہؑ اور اس کے دونوں فرزند حسن وحسین علیہم السلام مراد ہیں۔

کلینی نے فرات بن ابراہیم سے انہوں نے حضرت امیر المومنینؑ سے روایت کی ہے کہ جس وقت کہ خداوند عالم اگلے اور پچھلے لوگوں کو جمع کرے گا تو ان میں سب سے بہتر ہم سات افراد ہوں گے جو اولاد عبدالمطلب ہیں۔ پیغمبران خدا خلق میں خدا کے نزدیک سب سے بلند مرتبہ ہیں اور ہمارے پیغمبر ان سب سے بہتر ہیں۔ اس کے بعد پیغمبروں کے اوصیاء امتوں میں سب سے بہتر ہیں اور ہمارے پیغمبر کے اوصیاء تمام اوصیاء سے بہتر

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۶۰) یہ معنی نہیں ہیں کہ ان کے ساتھ جسم و بدن سے ہو جاؤ بلکہ عقائد و اعمال و افعال و اقوال میں ان کے طریقہ پر چلنا اور ان کی پیروی کرنا مراد ہے۔ اور معلوم ہے کہ خداوند عالم اُس شخص کی اطاعت و پیروی کا عموماً حکم نہیں دیتا جس کے بارے میں جانتا ہے کہ فسق و گناہ اس سے صادر ہوتا ہے کیونکہ فسق نافرمانی سے اس نے منع کیا ہے لہٰذا لازم ہے کہ وہ فسق و معاصی سے معصوم ہوں اور افعال و اقوال میں مطلقاً خطا نہ کریں یہاں تک کہ ان کی متابعت تمام امور میں واجب ہو۔ ایضاً امت نے اجماع کیا ہے اس پر کہ قرآن میں خطاب عام ہے اور تمام زمانہ کے لئے ہے کسی ایک زمانہ سے مخصوص نہیں ہے لہٰذا لازم ہے کہ کوئی امام معصوم ہر زمانہ میں ہو جس کی اطاعت پر اس زمانہ کے مومنین مامور ہوں کتاب احوال امیر المومنینؑ میں اس سے زیادہ واضح مذکور ہو گا انشاء اللہ۔ ۱۲

ہیں۔ پھر اوصیاء کے بعد ہمارے شہید تمام شہیدوں سے بہتر ہیں اور حضرت حمزہؓ شہیدوں کے سردار و بزرگ ہیں اور حضرت جعفرؓ جنکو خدا نے دو پر عطا کیے ہیں جن سے وہ فرشتوں کے ساتھ بہشت میں پرواز کرتے ہیں خدا نے ان سے پہلے کسی کو یہ نعمت عطا نہیں کیا ہے اور یہ وہ امر ہے کہ حقتعالے نے امت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ کو جس سے سرفراز فرمایا ہے پھر دونوں سبط رسول خدا کے نواسے حسنؑ و حسینؑ ہیں۔ پھر اس امت کا مہدیؑ ہے اور خداوند عالم ہم اہلبیتؑ میں سے جس کو چاہے گا مہدی قرار دے گا۔ پھر یہ آیت پڑھی اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ الخ

ایضاً۔ سلیمان دیلمی سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا ناگاہ ابوبصیر جو آپ کے اکابر اصحاب میں سے تھے داخل ہوئے ان کی سانس چڑھی ہوئی تھی جب وہ بیٹھے تو حضرت نے فرمایا کہ اے ابو محمد تمہاری سانس کیوں چڑھی ہوئی ہے عرض کی آپ پر فدا ہوں اے فرزند رسول میری سانس اوپر چڑھ گئی ہے اور میری ہڈیاں پتلی ہو گئی ہیں اور میری موت نزدیک آگئی ہے میں نہیں جانتا کہ آخرت میں میرا کیا حال ہوگا۔ حضرت نے فرمایا اے ابو محمد تم ایسی بات کرتے ہو۔ عرض کی کیونکر نہ کہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ خدا نے تمہارا ذکر قرآن میں کیا ہے جس جگہ کہ فرمایا ہے اُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ الخ اس آیت میں نبیین سے مراد رسول خدا ہیں اور ہم صدیقین ہیں اور تم (یعنی سب شیعہ) صالحین ہو۔ یہ فرما کر حضرت نے فرمایا کہ تم اپنے نام کو صالح و شائستہ قرار دو جیسا کہ خدا نے تمہارا نام صالح رکھا ہے۔

کلینی نے بسند معتبر ابوالصباح سے روایت کی ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ میری مدد تقویٰ سے کرو تم میں سے جو پرہیزگاری کے ساتھ خدا سے ملاقات کرے گا اس کے لئے خدا کے نزدیک فرج و کشادگی ہوگی کیونکہ حق تعالےٰ فرماتا ہے ومن يطع الله والرّسول الخ ہم میں سے نبی ہے۔ ہم میں سے صدیق، شہدا اور صالحین ہیں اور خدا پر لازم ہے کہ ہمارے دوست اور شیعہ کو پیغمبروں، صدیقوں، شہیدوں اور صالحوں کے ساتھ محشور کرے جو اچھے رفیق ہیں۔

کتاب خصال میں حضرت رسولؐ سے روایت کی ہے کہ صدیق تین ہیں۔ علیؑ بن ابی طالب، حبیبؒ نجار۔ مومنؒ آل فرعون۔ اور عیون اخبار رضا میں انہی حضرت سے روایت

کی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ ہر امت کا ایک صدیق اور ایک فاروق ہوتا ہے اور اس امت کے صدیق اور فاروق علیؑ بن ابی طالب ہیں۔ علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ نبیین رسولؐ خدا ہیں صدیقین علیؑ بن ابی طالب، شہدا حسنؑ و حسینؑ اور صالحین ائمہ معصومین علیہم السلام ہیں وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا قائم آل محمدؑ ہیں۔ اور ابن ماہیار نے ابو ایوب انصاری سے روایت کی ہے کہ صدیق تین ہیں۔ حزقیل مومن آل فرعون اور حبیب نجار صاحب یٰسین اور علی بن ابی طالبؑ اور وہ سب سے بہتر ہیں۔ ایضاً روایت کی ہے حضرت صادقؑ سے کہ ایک فرشتہ رسول خداؐ پر نازل ہوا جس کے بیس سر تھے۔ حضرت نے چاہا کہ اس کے ہاتھ کا بوسہ لیں۔ وہ مانع ہوا اور کہا آپ تمام خلق میں خدا کے نزدیک تمام اہل آسمان و اہل زمین میں سب سے گرامی ہیں۔ اس ملک کا نام محمود تھا۔ جب وہ فرشتہ آپ کی طرف سے پھرا تو آپ نے دیکھا کہ اس کے دونوں شانوں کے درمیان لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَ عَلِيٌّ صِدِّيْقٌ اَكْبَرُ۔ لکھا ہوا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اے میرے حبیب کتنے زمانہ سے تمہارے شانوں کے درمیان یہ کلمہ لکھا ہوا ہے عرض کی اس سے دس ہزار سال پہلے جبکہ خدا نے آدم کو پیدا کیا۔

تیسری آیت:۔ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا (پ۲۱ سورۂ احزاب آیت ۲۳) یعنی مومنین میں سے کچھ لوگ وہ ہیں جنھوں نے اس عہد میں سچ کہا جو انہوں نے خدا سے کیا تھا۔ ان میں سے بعض وہ ہیں جو اپنے عہد پر پورے اترے اور (کافروں سے) جنگ کی یہاں تک کہ شہید ہوئے۔ اور بعض ایسے ہیں جو شہادت کا انتظار کر رہے ہیں اور عہد میں کوئی تغیر و تبدل نہیں کیا۔ اور آیت کی شان نزول میں حدیثیں دو وجہوں پر وارد ہوئی ہیں۔ اوّل یہ کہ یہ آیت حضرت امیر المومنینؑ اور ان کے اقارب کی شان میں نازل ہوئی ہے چنانچہ مجمع البیان میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ میں نے میرے چچا حمزہؓ میرے بھائی جعفرؓ میرے چچا کے بیٹے عبیدہؓ نے جس امر پر رسول اللہؐ سے عہد کیا تھا کہ اس کو خدا اور رسولؐ کی خوشنودی کے لئے پورا کریں گے تو میرے ساتھیوں نے سبقت کی اور راہِ خدا میں پہلے شہید ہو گئے اور ان کے بعد میں چند امور کے لئے

رہ گیا جن کو خدا نے چاہا کہ میرے ذریعہ سے پورے ہوں تو خدا نے یہ آیت مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ نازل کی تو جن لوگوں نے عہد کو پورا کیا وہ حمزہ و جعفر و عبیدہ تھے اور میں خدا کی قسم شہادت کا انتظار کر رہا ہوں کیونکہ میں نے کسی امر دین کو تبدیل نہیں کیا اسی کے مثل ابن ماہیار و علی بن ابراہیم نے حضرت باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے اور علی بن ابراہیم کی روایت میں نحب سے اجل مراد لیا ہے۔

دوسرے یہ کہ یہ آیت کامل مومنین یا مطلق مومنین کی شان میں ہے جیسا کہ کلینی نے بسند ہائے معتبر حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ مومنین دو طرح کے ہیں۔ ایک وہ مومن جس نے عہد خدا کی تصدیق کی اور وہ شرط وفا کی جو خدا سے کی تھی جیسا کہ خداوند عالم فرماتا ہے رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ اور وہ مومن یہی ہے جس کو دنیا اور قیامت کی ہول و دہشت عارض نہیں ہوتی دوسرے مومنین وہ ہیں جن کو دنیا کی ہول و دہشت بھی اور آخرت کی ہول و دہشت بھی عارض ہوتی ہے اور اس کی مثال گیاہِ زراعت ہے کبھی ہوا سے جھکتی ہے کبھی سیدھی ہوتی ہے اسی طرح وہ کبھی ہوائے نفسانی کا تابع ہوتا ہے کبھی محفوظ رہتا ہے یہی مومن ہے جس کو ہول دنیا اور ہول آخرت عارض ہوتی ہے وہ شفاعت کا محتاج ہوتا ہے اور خود دوسرے کی شفاعت نہیں کرتا مگر اسکی عاقبت بخیر ہے۔

ایضاً روایت کی ہے کہ حضرت صادق نے ابو بصیر سے فرمایا کہ خدا نے تمہارا ذکر قرآن میں کیا ہے جہاں فرمایا ہے مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ الخ پھر فرمایا کہ بیشک تم نے اس عہد کو پورا کیا جو خدا نے تم سے لیا ہے کہ وہ ہماری ولایت ہے اور تم نے ہمارے بدلے دوسرے کو اختیار نہیں کیا۔ ایضاً بسند معتبر انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ جناب رسولِ خدا نے فرمایا کہ اے علیؑ جو شخص تم کو دوست رکھتا ہے بیشک اس نے اپنے عہد کو پورا کیا اور جو تم کو دوست نہیں رکھتا تو وہ انتظار کرتا ہے اور آفتاب جو ہر روز اس پر طلوع ہوتا ہے وہ روزی و ایمان کے ساتھ متصل ہے۔

بہت سی حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ حضرت امام حسینؑ صحرائے کربلا میں جب کہ آنحضرتؑ کے اصحاب میں سے ایک شخص شہید ہوتا اور دوسرا جہاد کے لئے رخصت طلب کرتا تو حضرت اسی آیت کو پڑھتے تھے۔

چوتھی آیت:۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ۖ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ ۭ (پ ۲۷ سورہ الحدید آیت ۱۹) یعنی جو لوگ خدا اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے ہیں یہی لوگ پیغمبروں کی بہت تصدیق کرنے والے اور اپنے پروردگار کے نزدیک شہید یا گواہ ہیں انہی کے لئے ان کا اجر اور ان کا نور ہے خصال میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ فرمایا کہ کوئی شیعہ ایسا نہیں ہے جو کسی ایسے امر کا مرتکب ہوا ہو جس کی ہم نے اس کو ممانعت کی ہے تو وہ اس وقت تک نہیں مرتا مگر یہ کہ وہ کسی بلا میں مبتلا ہوتا ہے تاکہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے یا اس کا مال تلف ہوتا ہے یا اس کا فرزند مرجاتا ہے یا کوئی بیماری اس کو لاحق ہوتی ہے۔ یا اس کی جان یا جسم پر کوئی بلا نازل ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ جب خدا سے ملاقات کرتا ہے تو کوئی گناہ اس پر باقی نہیں رہتا۔ اور اگر کوئی گناہ اس کے ذمہ رہ جاتا ہے تو اس کی جانکنی سختی کے ساتھ ہوتی ہے۔ ہمارے شیعوں میں سے جو مرتا ہے وہ صدیق اور شہید ہوتا ہے کیونکہ اس نے ہمارے امر کی تصدیق کی ہے اور اس کی دوستی ہمارے لئے اور اس کی دشمنی ہماری وجہ سے ہے اور اس کی غرض اس سے خدا کی رضا ہے اور وہ صحیح ایمان خدا اور رسول پر لایا ہے حق تعالےٰ فرماتا ہے وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اور مجمع البیان میں جناب رسول خدا سے روایت کی ہے خدا کے اس قول کی تفسیر میں لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ ان کے لئے ان کی اطاعت کی جزا اور ان کے ایمان کا نور ہے جس سے وہ راہ بہشت کی طرف ہدایت پاتے ہیں اور عیاشی نے منہال قصاب سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت صادق علیہ السلام سے عرض کی کہ یا حضرت دعا کیجئے کہ خداوند عالم مجھے شہادت نصیب کرے حضرت نے فرمایا کہ مومن جس حال پر بھی مرے وہ شہید ہے پھر سند کے طور پر یہی آیت تلاوت فرمائی۔ ایضاً حارث بن مغیرہ سے روایت کی ہے کہ میں ایک روز حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا حضرت نے فرمایا کہ تم میں سے جو شخص دین تشیع سے آگاہ ہو اور ہماری خوشحالی کا منتظر ہو اور اس حال میں نیک کام کرے تو ایسا ہے کہ حضرت قائم آل محمدؑ کی خدمت میں رہ کر اس نے اپنی تلوار سے جہاد کیا بلکہ خدا کی قسم مثل اس شخص کے ہے جس نے رسول خداؐ کی خدمت میں رہ کر اپنی تلوار سے جہاد کیا ہو بلکہ خدا کی قسم وہ مثل اس کے ہے جو رسول خداؐ

شیعیان امیرالمومنین گناہوں سے پاک ہو کر مرتے ہیں

مومن ہر حال میں شہید مرتا ہے

کے خیمہ میں ان حضرات کے ساتھ رہ کر شہید ہوا ہو۔ اور تمہاری شان میں کتاب میں ایک آیت ہے۔ راوی نے عرض کی کہ آپ پر فدا ہوں وہ کون سی آیت ہے فرمایا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ تا آخر آیت۔ پھر فرمایا خدا کی قسم تم اپنے پروردگار کے نزدیک صادق اور شہید ہو۔ اور تہذیب میں روایت کی ہے کہ ایک شخص نے کہا میں امام زین العابدینؑ کی خدمت میں تھا کہ شہداء کا تذکرہ ہوا۔ حاضرین میں سے کسی نے کہا کہ جو شخص دست آنے سے مرا وہ شہید ہے دوسرے نے کہا کہ جس کو درندہ نے پھاڑ ڈالا وہ شہید ہے۔ پھر دوسرے نے اسی طرح کوئی دوسری بات کہی اس کے بعد ایک شخص نے کہا کہ میں گمان نہیں رکھتا کہ سوائے راہ خدا میں قتل ہونے والے کے کوئی اور شہید ہو سکتا ہو۔ حضرت نے فرمایا اگر ایسا ہو تو شہدا بہت کم ہونگے پھر حضرت نے اسی آیت کو پڑھا اور فرمایا کہ یہ آیت ہماری اور ہمارے شیعوں کی شان میں نازل ہوئی ہے اور برقی نے محاسن میں بسند معتبر امام حسین علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ہمارے شیعوں میں سے کوئی ایسا نہیں جو صدیق اور شہید نہ ہو۔ زید بن ارقم نے کہا آپ پر فدا ہوں شہید کس طرح ہیں۔ حالانکہ ان میں سے اکثر اپنے بستر پر مرتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا شاید تو نے قرآن نہیں پڑھا ہے کہ خدا سورہ حدید میں فرماتا ہے وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ الخ زید کہتے ہیں کہ ایسا معلوم ہوا کہ میں نے کتاب خدا میں یہ آیت کبھی پڑھی ہی نہیں تھی اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ اگر شہید کا انحصار اسی پر ہوتا جیسا کہ وہ کہتے ہیں تو شہدا بہت کم ہونگے۔

پانچویں آیت:۔ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝ وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝ (پ ۲۴ سورہ الزمر آیت ۳۲ و ۳۳) کون ہے اس سے زیادہ ظالم جو خدا پر جھوٹ باندھے اور ہماری سچی اور صحیح بات کی تکذیب کرے جبکہ اس کے پاس وہ صحیح امر آئے کیا جہنم میں کافروں کی جگہ نہیں ہے اور جو شخص سچائی اور راستی کے ساتھ آئے اور اس کی تصدیق کرے تو ایسے لوگ خود پرہیزگار ہیں۔ شیخ کی مجالس میں اور ابن شہر آشوب کی مناقب میں امیر المومنین علیہ السلام سے روایت کی کہ صدق سے مراد ہم اہلبیت کی ولایت ہے۔ اور علی بن ابراہیم نے کہا کہ امام نے اس کے بعد آل محمدؐ کے

شیعیان امیر المومنین ہر حال میں شہید ہیں۔

دشمنوں کا ذکر فرمایا اور ان لوگوں کا جو خدا ورسول پر جھوٹ باندھیں اس مرتبہ کا دعوے کریں جس کے وہ مستحق نہ ہوں۔ پھر فرمایا فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ یعنی جو امیرالمومنینؑ کی ولایت کے حق کا انکار کرے جس کو جناب رسولخداؐ لائے ہیں۔ پھر خدا نے رسول خداؐ اور امیرالمومنینؑ کا ذکر فرمایا ہے وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ یعنی امیرالمومنینؑ۔ اور مجمع البیان میں ائمہ اطہارؑ سے روایت کی ہے، کہ اَلَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور صَدَّقَ بِهٖ علی بن ابی طالبؑ ہیں

چھٹی آیت:۔ وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ریا سورہ یونس آیت ۲) یعنی اے رسول ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں خوشخبری دیدو کہ ان کے پروردگار کے نزدیک اُن کی قدرو منزلت ہے۔ کلینی علی بن ابراہیم اور عیاشی مثل صحیح کی سند سے روایت کی ہے قَدَمَ صِدْقٍ سے مراد رسول اللہ اور ائمہ اطہار ہیں گویا ان کی ولایت و شفاعت مراد ہوگی۔ جیسا کہ کلینی نے بسند معتبر دیگر انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ اس سے مراد ولایت امیرالمومنینؑ ہے۔ عیاشی نے بھی ایسی ہی روایت کی ہے۔

سولہویں فصل

ان حدیثوں کا بیان جن میں حَسَنَه اور حُسْنیٰ کی تاویل ولایت اہلبیت سے اور سیئہ کی تاویل عداوت اہلبیت سے وارد ہوئی ہے اور ان میں چند آیتیں ہیں۔

پہلی آیت:۔ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ رپ ۲ سورہ النمل آیت ۹۰) یعنی جو شخص قیامت کے روز حسنہ اور نیک خصلت کے ساتھ آئے گا تو اس کے لئے اس سے بہتر اجر ہے اور ایسے لوگ اس روز عظیم خوف اور مصیبت سے امن میں ہوں گے۔ اور جو سیئہ اور بد خصلت کے ساتھ آئے گا تو وہ جہنم کی آگ میں منہ کے بھل گرے گا یہ تمہارے عمل کا بدلہ ہے۔ اور دوسری جگہ فرمایا ہے مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّذِيْنَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ اس آیت کا مضمون بھی قریب قریب وہی ہے جو سابقہ آیت کا ہے اور ابن ماہیار و ابن شہر آشوب نے عمدہ اور مستدرک میں تفسیر ثعلبی سے اور حافظ ابو نعیم کی حلیہ سے چند سندوں کے ساتھ ابو

عبداللہ جدمی سے روایت کی ہے کہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے اس سے کہا کہ تم چاہتے ہو کہ میں تم کو بتاؤں کہ وہ حسنہ کیا ہے کہ جو شخص اس کے ساتھ محشر میں آئے گا تو روز قیامت کے خوف اور تکلیفوں سے محفوظ ہوگا اور وہ سیئہ کیا ہے جس کے ساتھ کوئی آئے گا تو جہنم کی آگ میں منہ کے بھل گرے گا اس نے کہا ہاں یا امیرالمومنین۔ حضرت نے فرمایا وہ حسنہ ہم اہلبیتؑ کی محبت ہے اور وہ سیئہ ہم اہلبیت کی عداوت ہے۔

ابن ماہیار نے بسند معتبر دوسری روایت عمار ساباطی سے بیان کی ہے۔ اس نے کہا کہ ابن ابی یعفور نے حضرت صادقؑ سے اس آیت کی تفسیر میں سوال کیا حضرت نے فرمایا اس آیت میں حسنہ امام کا پہچاننا ہے اور اس کی اطاعت اطاعت خدا ہے اور دوسری روایت میں فرمایا کہ حسنہ امیرالمومنینؑ کی ولایت ہے۔ اور بسند معتبر دیگر امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ حسنہ ولایت علی علیہ السلام ہے اور سیئہ ان حضرت کی عداوت اور بغض ہے۔

شیخ طوسی نے مجالس میں بسند معتبر عمار ساباطی سے روایت کی ہے کہ حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا بندوں کے اعمال صالحہ قبول نہیں کرتا جو وہ امام جور کی ولایت کے ساتھ عمل میں لاتے ہیں جو خدا کی جانب سے مقرر نہ ہوا ہو۔ ابن ابی یعفور نے کہا کہ خدا فرماتا ہے کہ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا "تو عمل خیر کیونکر اس کو فائدہ پہونچائے گا جو امام جابر کی ولایت اختیار کئے ہو حضرت نے فرمایا کہ تم اُس حسنہ کو جانتے ہو جس کو خدا نے اس آیت میں فرمایا ہے کہ وہ کیا ہے۔ وہ امام کی معرفت اور اس کی اطاعت کرنا ہے اور سیئہ جو اس کے بعد فرمایا ہے وہ اس امام سے انکار کرنا ہے جو خدا کی جانب سے مقرر ہوا ہے۔ اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ جو شخص روز قیامت امام جور کی ولایت کے ساتھ آئے گا جو خدا کی جانب سے مقرر نہ ہوا ہو اور ہم اہلبیت کے حق کا منکر ہو تو حق تعالیٰ اس کو منہ کے بھل آتش جہنم میں ڈالے گا۔

دوسری آیت وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا یعنی جو نیک اعمال بجالاتا ہے تو ہم اس کی نیکی میں اور اضافہ کر دیتے ہیں۔ ثعلبی اور ان کے علاوہ خاصہ وعامہ کے مفسروں نے حضرت امام حسنؑ اور ابن عباسؓ اور دوسروں سے روایت کی ہے کہ اقتراف

حسنہ سے مراد محبت و ولایت اہلبیتؑ ہے۔ عامہ و خاصہ نے روایت کی ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام نے معاویہ سے صلح کے موقعہ پر جو خطبہ پڑھا اس میں فرمایا کہ ہم اہلبیتؑ میں سے ہیں جن کی محبت خدا نے ہر مسلمان پر واجب کی ہے چنانچہ فرمایا ہے قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى اور فرمایا ہے۔ وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنٰى اقتراف حسنہ ہم اہلبیتؑ کی محبت ہے۔

تیسری آیت: وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ یعنی نیکی و بدی برابر نہیں ہے۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے کہ ہم حسنہ (نیکی) ہیں اور بنی امیہ سیئہ (بدی) ہیں۔ کیونکہ اہلبیت علیہم السلام تمام نیکیوں کا سرچشمہ ہیں اور بنی امیہ تمام برائیوں کا منبع ہیں (منبع وہ سرچشمہ جس میں سے پانی ابلتا ہی رہتا ہے اور کبھی ختم نہیں ہوتا اسی طرح بنی امیہ تمام برائیوں کا سرچشمہ ہیں جو تاقیامت ختم نہیں ہوسکتیں) اور دوسری معتبر روایت میں وارد ہوا ہے کہ حسنہ سے مراد تقیہ ہے اور سیئہ سے مراد ائمہ علیہم السلام کے رازوں کا ظاہر کرنا ہے۔

چوتھی آیت:۔ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى وَاَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى مفسرین نے کہا ہے کہ جو خدا کے دیئے ہوئے مال کو اس کی اطاعت میں خرچ کرے اور خدا کی نافرمانی کرنے سے پرہیز کرے اور حسنیٰ کی تصدیق کرے یعنی سب سے بہتر بات یا سب سے عمدہ وعدہ کی تصدیق کرے تو ہم عنقریب اس کے لئے ایسے وسائل مہیا کریں گے جو راحت و آسانی کا سبب ہوں تاکہ وہ بہشت میں داخل ہوجائے اور جو شخص خدا کے عطا کردہ مال میں بخل کرے اور بہشت کی نعمتوں کے بدلے دنیادی خواہشوں میں مبتلا ہوجائے اور حسنیٰ کی تکذیب کرے کہ وہ زائل ہوچکی تو بہت جلد اس کے لئے ایسے اسباب و وسائل فراہم کریں گے جو دشواری کا باعث ہوگا یعنی وہ جہنم میں ڈال دیا جائیگا بہت سی حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ دونوں مقام پر حسنیٰ سے مراد ولایت اہلبیت ہے چنانچہ تفسیر ابراہیم اور بصائر الدرجات و تاویل الآیات میں امام جعفر صادق علیہ السلام

روایت کی ہے آپ نے ان آیات کی تفسیر میں فرمایا کہ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی یعنی جو خمس آل محمد ادا کرے وَاتَّقٰی اور شیاطین یعنی خلفائے جور اور ائمہ باطل کی دوستی و محبت سے پرہیز کرے اور صَدَّقَ بِالْحُسْنٰی اور ائمہ حق کی ولایت و امامت کی تصدیق کرنے والا ہو فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْیُسْرٰی تو ایسا شخص جس نیک کام کا ارادہ کرے گا اس کو خدا کے فضل سے میسّر ہو جائے گا۔ وَاَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰی اور جو شخص بخل اختیار کرے گا اور راہ خدا میں مال صرف نہ کرے گا اور اس کے سبب اپنے کو دوستان خدا سے جو ائمہ حق ہیں مستغنی ہو جائے گا اور حصول علم کے لئے ان کی جانب رجوع نہ ہو گا وَکَذَّبَ بِالْحُسْنٰی اور ائمہ حق کی امامت کی تکذیب کرے گا فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْعُسْرٰی تو ایسا شخص جس برائی کا ارادہ کرے گا۔ وہ فوراً اس پر عمل کر ڈالے گا۔ وَسَیُجَنَّبُھَا الْاَتْقٰی اور وہ شخص جہنم کی آگ سے جلد سے جلد دور کر دیا جائے گا جو زیادہ پرہیز گار ہے۔ حضرت نے فرمایا پرہیز گار سے مراد جناب رسول خدا ہیں اور جو شخص تمام اقوال و افعال میں آپ کی فرمانبرداری کرے اَلَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَہٗ یَتَزَکّٰی یعنی جو شخص اپنے مال کی زکوٰۃ دیتا ہے یا اپنے تزکیۂ نفس کے لئے خرچ کرتا ہے لوگوں کو دکھانے سنانے کے لئے نہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ اس سے مراد امیرالمومنین علیہ السلام ہیں جنھوں نے رکوع میں زکوٰۃ دی وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَہٗ مِنْ نِّعْمَۃٍ تُجْزٰی یعنی کسی شخص کی کوئی نعمت اور چیز خدا کے پاس نہیں جس کا بدلہ اس کو دیا جائے حضرت نے فرمایا کہ اس سے مراد رسول خدا ہیں جن پر کسی کا کوئی احسان نہیں جس کا عوض اس کو دیا جائے بلکہ ان کا احسان تمام خلق پر ہمیشہ جاری ہے

فرات بن ابراہیم نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے کَذَّبَ بِالْحُسْنٰی کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ جو شخص ولایت علیؑ کی تکذیب کرے فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْعُسْرٰی تو اس کے لئے جہنم کی آگ ہے وَمَا یُغْنِیْ عَنْہُ مَالُہٗ اِذَا تَرَدّٰی یعنی جب وہ مرے گا تو اس کا مال کچھ فائدہ نہ دے گا آخر وہ جہنم میں گرے گا۔ امام نے فرمایا کہ اس کے مرنے کے بعد اس کا عمل اس کو کوئی فائدہ نہ پہونچائے گا وَاِنَّ عَلَیْنَا لَلْھُدٰی حضرت نے فرمایا کہ قرأت اہلبیت میں اس طرح ہے وَاِنَّ عَلِیًّا لِلْھُدٰی یعنی علی اور ان کی ولایت ہدایت ہے۔ فَاَنْذَرْتُکُمْ نَارًا تَلَظّٰی یعنی ہم تم کو آتش جہنم کے شعلوں سے

ڈرانتے ہیں امام نے فرمایا کہ اس سے مراد قائم آل محمدؑ کی آگ ہے جبکہ وہ تلوار لے کر ظہور فرمائیں گے اور ایک ہزار نوسوننانوے (۱۹۹۹) اشخاص کو قتل کریں گے لَا یَصْلٰىهَآ اِلَّا الْاَشْقَى الَّذِیْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى امام نے فرمایا یعنی قائم آل محمد کی آگ میں وہی ڈالا جائے گا جو شقی ترین جھٹلا کر رخ پھیرنے والا ہوگا۔ وَسَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَكّٰى امام نے فرمایا اُس آگ سے وہ مومن پرہیزگار دور کیا جائیگا جو علم کو اس کے اہل ومستحق کو عطا کرتا ہے یعنی وہ پرہیزگار مومن محفوظ رہیں گے جن کو قائم آل محمد کا علم عطا ہوگا۔ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى یعنی جو کچھ وہ کرتا ہے محض خدا کی خوشنودی کے لئے کرتا ہے۔ وَلَسَوْفَ یَرْضٰى امام نے فرمایا کہ اس کو خدا کی جانب سے اس قدر ثواب ملے گا کہ وہ راضی ہو جائے گا۔

سترھویں فصل

اس بیان میں کہ آیات کریمہ میں نعمت ونعیم کی تاویل مفسروں نے ولایت اہل بیت علیہم السلام سے کی ہے اور اس بیان میں کہ وہ حضرات سب سے بڑی نعمت ہیں۔ اور اس بارے میں چند آیتیں ہیں۔

پہلی آیت :۔ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ۝ جَهَنَّمَ یَصْلَوْنَهَا وَبِئْسَ الْقَرَارُ ۝ (پ۱۳ سورہ ابراہیمؑ آیت ۲۸ و ۲۹)

کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنھوں نے کفر سے خدا کی نعمت کو تبدیل کیا اور اپنی قوم کو مقام ہلاکت یعنی جہنم میں ڈھکیل دیا اور وہ بدترین ٹھکانا ہے۔ اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ اس سے مراد کفار قریش ہیں کیونکہ جناب رسول خدا نعمت تھے۔ اس نعمت کے شکر کے عوض ان لوگوں نے کفر اختیار کیا اور حضرتؐ سے عداوت اور جنگ کی یہ تفسیر جناب امیرؑ اور حضرت عباسؓ اور ابن جبیر سے مروی ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ اصل نعمت کو کفر سے تبدیل کیا اور کفران نعمت کیا تو ان سے نعمت سلب ہو گئی اور ان کا کفر باقی رہا۔ صاحب تفسیر کشاف اور تمام مفسروں نے جناب امیرؑ اور حضرت عمر سے روایت کی ہے کہ یہ آیت قریش کے بنی امیہ و بنی مغیرہ کے دو سب سے بڑے فاجروں کے حق میں نازل ہوئی ہے بنی امیہ کو تو ایک مقررہ مدت تک مہلت ملی ہوئی ہے لیکن بنی مغیرہ کے شر سے خدا نے جنگ بدر میں بچا

لیا کیونکہ ابوجہل اور اس کے عزیز و رشتہ دار سب جنگ بدر میں قتل ہو گئے۔ اس حدیث کو عیاشی اور دوسرے محدثین نے بہت سی سندوں کے ساتھ روایت کی ہے کہ امام جعفر صادقؑ سے لوگوں نے اس آیت کی تفسیر پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ یہ قریش کے بنی امیہ و بنی مغیرہ کے دو سخت فاجروں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ مغیرہ کے تمام اعزا و اقربا کو خدا نے روز بدر ہلاک کر دیا لیکن بنی امیہ ایک مدت تک باقی رہے۔ پھر فرمایا کہ ہم نعمتِ خدا ہیں جن کے ذریعہ سے خدا نے اپنے بندوں پر انعام فرمایا ہے اور اور ہمارے ذریعہ سے نجات پاتا ہے جو بھی نجات پاتا ہے۔

کلینی نے بسند معتبر امیر المومنینؑ سے روایت کی ہے کہ کیوں وہ لوگ رسول خدا اور اُن کے وصی سے رُخ پھیرتے ہیں اور دوسری جانب جاتے ہیں اور اس بات سے نہیں ڈرتے کہ اُن پر عذاب نازل ہو جائے گا۔ اس کے بعد حضرت نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی اور کہا کہ ہم نعمت خدا ہیں جن کو خدا نے اپنے بندوں پر نعمت قرار دیا ہے اور ہماری برکت سے قیامت میں ان کو نعمتیں ملیں گی

ایضاً بسند معتبر حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ اس آیت سے مراد تمام قریش ہیں جنھوں نے رسول خداؐ سے دشمنی کی اور ان سے جنگ کی اور ان کے وصی کی امامت سے انکار کیا۔

بسند معتبر دیگر حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی کہ لوگوں نے انہی حضرت سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی حضرت نے پوچھا کہ سنی حضرات اس آیت کے بارے میں کیا کہتے ہیں راوی نے کہا کہتے ہیں کہ بنی امیہ و بنی مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ خدا کی قسم تمام قریش کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ خداوند عالم نے اپنے پیغمبر سے خطاب فرمایا کہ میں نے قریش کو تمام عرب پر فضیلت دی اور اپنی نعمت ان پر تمام کی اور اُن کے لئے دین اسلام کو پسند کیا اور ان کی جانب ایک رسول بھیجا۔ تو انہوں نے میری نعمت کو کفر سے تبدیل کیا اور اپنی قوم کو ہلاکت کے دار بوار میں پہونچایا جو جہنم ہے۔ اور صحیفۂ کاملہ میں حسنی کی روایت سے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ خداوند عالم نے اپنے پیغمبر کو ان تمام حالات واقعات کی خبر دے دی جو ان کے اہلبیت اور ان کے دوستوں اور شیعوں پر بنی امیہ سے ان کی بادشاہی کے زمانہ میں پہونچیں گے۔ پھر خدا نے

ان کے شان میں یہی آیت الم تر الی الذین بدلوا نعمۃ اللہ کفراً بھی۔ اس آیت میں نعمت سے مراد محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اہلبیتؑ ہیں ان کی محبت ایمان ہے جو بہشت میں لے جائے گی اور ان کی دشمنی کفر و نفاق ہے جو جہنم میں داخل کرے گی۔

دوسری آیت۔ ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ (پ ۳۰ سورۃ تکاثر آیت ۸) یعنی تم سے روز قیامت ان نعمتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا جو دنیا میں تم کو دی گئی تھیں۔ مفسروں نے کہا ہے کہ نعیم سے مراد دنیا کی تمام نعمیں ہیں اور بعضوں نے کہا ہے کہ اس سے مراد امن و سکون اور صحت بدن ہے اور حضرت باقر و صادق صلوٰۃ اللہ علیہما سے بھی یہی روایت ہے اور شیخ طبرسی و عیاشی اور قطب راوندی نے دعوات میں روایت کی ہے ابو حنیفہ نے حضرت صادق علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر کے بارے میں سوال کیا۔ حضرتؑ نے فرمایا نعیم تمہارے اعتقاد میں کیا ہے کہا کھانے کی چیزیں اور ٹھنڈا پانی۔ حضرت نے فرمایا کہ اگر خدا تم کو قیامت میں اپنے سامنے کھڑا کر کے ہر طعام کے بارے میں جو تم نے کھایا ہے اور ہر پینے کی چیز کے بارے میں جو تم نے پیا ہے سوال کرے تو یقیناً تم کو خدا کے نزدیک بہت دیر تک کھڑا رہنا پڑے گا۔ ابو حنیفہ نے عرض کی میں آپ پر فدا ہوں پھر نعیم سے کیا مراد ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ نعیم ہم اہلبیت ہیں کہ خدا نے ہم کو اپنے بندوں پر انعام فرمایا ہے اور ہمارے سبب سے ان میں آپس میں محبت عطا فرمائی جبکہ وہ اختلاف رکھتے تھے اور ہمارے سبب سے ان کو محبت والا بنایا ہے اور ان کو آپس میں بھائی بھائی قرار دیا ہے جبکہ وہ ایک دوسرے کے دشمن تھے اور ہمارے ذریعہ سے ان کی اس نعمت کے حق کی ہدایت کی جو ان پر انعام فرمایا ہے اور وہ جناب رسول خداؐ اور اُن کی عترت صلوات اللہ علیہم ہیں۔ اور عیون اخبار الرضا میں روایت کی ہے کہ ایک روز آنحضرتؐ کی خدمت میں ایک جماعت موجود تھی۔ حضرت نے فرمایا کہ دنیا میں حقیقی نعمت نہیں ہے۔ سنیوں کے ایک عالم نے پوچھا جو اس مجلس میں حاضر تھا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ کیا یہ نعمت جو آب سرد ہے دنیا میں نہیں ہے؟ حضرت نے باآواز بلند فرمایا کہ تم آیت کی یہ تفسیر کرتے ہو اور لوگوں نے چند طرح سے

نعمت سے مراد آلِ محمدؑ ہیں

تفسیر کی ہے۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ نعیم سے مراد آب سرد ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ طعام لذیذ ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ اچھا خواب ہے۔ اور حقیقت وہ ہے جو میرے پدر نے مجھ کو خبر دی ہے کہ یہ تمہارے اقوال میرے جد حضرت صادقؑ کے سامنے ذکر کئے گئے جن کو سُنکر وہ حضرت غضبناک ہوئے اور فرمایا کہ خداوند عالم ان چیزوں کے بارے میں اپنے بندوں سے سوال نہیں کرے گا جو اپنے فضل سے ان کو عطا فرمائی ہیں اور نہ ان پر ان نعمتوں کا احسان نہیں رکھتا اور جبکہ مخلوق کا احسان جتلانا قبیح ہے تو خدا کو ایسی نسبت کیونکر دی جا سکتی ہے جن کو مخلوقات پسند نہیں کرتے کہ اس سے نسبت دیں۔ سنو! نعیم سے مراد اہلبیت کی محبت ہے اور ہماری امامت کا اقرار کرنا ہے۔ خدا اس کو توحید و نبوت کا سوال کرنے کے بعد پوچھے گا اگر بندہ اس اعتقاد پر پورا اترے گا تو خدا اس کو نعمتہائے بہشت میں پہونچا دے گا جو کبھی زائل نہ ہوں گی۔ بیشک میرے پدر بزرگوار نے اپنے آباؤ اجداد سے علی علیہ السلام کی سند سے مجھ کو خبر دی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ بندہ سے اس کے مرنے کے بعد سب سے پہلے جس چیز کا سوال کیا جائے گا وہ شہادتِ وحدانیت و رسالت ہے اور یہ کہ اے علیؑ تم مومنوں کے امام اور حاکم ہو اس سبب سے کہ خدا نے اور میں نے تم کو قرار دیا ہے تو جو شخص کہ یہ اقرار کرے اور دُنیا و آخرت میں اس کا اعتقاد رکھتا ہوگا تو وہ ان نعمتوں کی جانب جائے گا جو کبھی زائل نہ ہوں گی اور ابو ذکوان نے جو اس حدیث کے راویوں میں سے ایک راوی ہیں کہا ہے کہ اس حدیث کے سننے کے بعد چونکہ میں نعت و اشعار میں مشغول رہا اور اس حدیث کا کسی سے ذکر نہیں کیا اور ایک رات میں نے خواب میں جناب رسول خداؐ کو دیکھا کہ لوگ اُن حضرتؐ کو سلام کرتے ہیں اور وہ حضرت جواب سلام دے رہے ہیں جب میں نے سلام کیا تو حضرت نے جواب نہ دیا میں نے عرض کی کہ کیا میں آپ کی امت میں نہیں ہوں۔ فرمایا کہ تو بھی ہے لیکن لوگوں کو حدیث نعیم سے آگاہ کر جو تُو نے مجھ سے سنی ہے۔ ابراہیم و شیخ طبرسی نے مجالس میں حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ نعیم سے مراد ولایت اہلبیت ہے اور اس کا سوال کیا جائے گا۔ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا ہے۔ وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَسْئُوْلُوْنَ۔ ان کو ٹھہراؤ بیشک ان سے سوال کیا جائے گا۔ یعنی ولایت اہلبیت کے بارے میں پوچھا

جائے گا۔ ایضاً حضرت صادقؑ سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ اس اُمّت سے سوال کریں گے اس بارے میں جو خدا نے تم پر ہماری ولایت اور محمد وآل محمد علیہم السلام کا انعام فرمایا ہے۔ اور حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہم مومن کے لئے نعیم اور حنظل (تلخ پھل) کافر کے گلے میں ہیں۔ ایضاً ابو خالد کابلی سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا تو میرے لئے کھانا لایا گیا جس سے بہتر طعام میں نے کبھی نہیں کھایا تھا۔ حضرت نے فرمایا اے ابو خالد ہمارا کھانا تم نے دیکھا عرض کی بہت ہی بہتر تھا لیکن قرآن کی ایک آیت مجھے یاد آگئی کہ خوشگوار طعام بھی بے مزہ ہو گیا فرمایا وہ کیا وہ کہتے ہیں کہ میں نے اس آیت کی تلاوت کی حضرت نے فرمایا خدا کی قسم ہرگز تم سے اس غذا کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا۔ اُس کے بعد حضرت مسکرائے یہاں تک کہ آپ کے دندان مبارک نمایاں ہو گئے پھر فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ نعیم کیا ہے عرض کی نہیں فرمایا کہ ہم نعیم ہیں یعنی تم سے ہمارے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ مناقب میں حضرت باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ نعیم سے مراد امن وصحت اور امیرالمومنینؑ کی ولایت ہے۔ اور دوسری روایت کے مطابق امام محمد باقر وصادق علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ نعیم سے مراد ولایت امیرالمومنینؑ ہے۔ اور کافی میں بسند معتبر ابو حمزہ ثمالی سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم ایک جماعت کے ساتھ امام محمد باقرؑ کی خدمت میں حاضر تھے۔ امامؑ کے حکم سے کھانا لایا گیا لذت وخوشبو میں جس سے بہتر ہم نے کبھی نہیں دیکھا تھا اور خرمے ایسے لائے گئے جو نہایت صاف ولطیف اور بہتر تھے کہ جن میں ہم اپنا چہرہ دیکھ سکتے تھے ہم میں سے ایک شخص نے کہا کہ اے فرزند رسول ان نعمتوں کے بارے میں آپ سے سوال کیا جائے گا جن سے آپ مستفید ہوتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ خدا اس سے زیادہ کریم اور بزرگ ہے کہ جو طعام تم کو دے اور تم پر حلال قرار دے روز قیامت اس کے بارے میں تم سے سوال کرے اور اس کا حساب لے بلکہ تم سے محمدؐ وآل محمدؐ جیسی نعمت کے بارے میں سوال کرے گا جو تم پر انعام فرمایا ہے اور حضرت باقرؑ سے بھی اسی مضمون کے قریب روایت کی ہے اور آخر میں فرمایا ہے کہ تم سے اس حق کے بارے میں سوال کیا جائے گا جو تم پر ولایت

وامامت کا ہے۔ اس مضمون پر حدیثیں بہت ہیں
عامہ و خاصہ کی بعض روایتوں میں وارد ہوا ہے کہ پانچ چیزوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ شکم سیری۔ آب سرد۔ میٹھی نیند۔ وہ مکانات جن میں رہتے ہیں۔ خلقت میں بے عیب پیدا ہونا۔

تیسری آیت:۔ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً (پ ۲۱ سورہ لقمان آیت ۲۰)
یعنی تم پر نعمتیں پوری کیں جن میں بعض ظاہر ہیں اور بعض پوشیدہ ہیں۔ بعض قاریوں نے نعمت کو ت کے ساتھ پڑھا ہے اور بعض نے صیغہ جمع اور ضمیر کی اضافت کے ساتھ پڑھا ہے بعضوں نے ظاہری نعمت کہا ہے۔ نعمت ظاہر کے متعلق بعضوں نے کہا ہے کہ جو محسوس ہو اور باطن وہ جو معقول ہو اور عقل سے دریافت ہو یا نعمت ظاہر وہ جس کو جانتے ہوں اور باطن وہ جس کو نہ جانتے ہوں۔

بسند معتبر کمال الدین و مناقب میں حضرت موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ نعمت ظاہر سے مراد امام ظاہر ہے اور نعمت باطن سے مراد امام غائب ہے۔ اور علی بن ابراہیم نے امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ نعمت ظاہر سے مراد ہم اہلبیتؑ کی ولایت اور دل میں ہماری محبت رکھنا پھر امام نے فرمایا کہ خدا کی قسم جن لوگوں نے اس نعمت کا اقرار بظاہر کیا اور باطن میں اعتقاد نہ رکھا تو ان کے بارے میں خدا نے یہ آیت نازل فرمائی۔ يَا اَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ (پ ۶ سورہ مائدہ آیت ۴۱) یعنی اے رسول تم کو ان لوگوں کا کفر کی جانب لپک کر چلا جانا رنجیدہ نہ کرے جو زبان سے تو کہتے ہیں کہ ایمان لائے لیکن ان کے دل ایمان نہیں لائے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو جناب رسول خدا خوش ہو گئے اس لئے کہ خدا ان کا ایمان قبول نہیں کرتا مگر ہماری ولایت اور محبت کے ساتھ۔

چوتھی آیت:۔ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ (پ ۲۷ سورہ رحمان) یعنی اے گروہ انس و جن تم خدا کی کس کس نعمت سے انکار کرو گے۔ اس کی تفسیر میں علی بن ابراہیم نے کہا ہے کہ یہ خطاب بظاہر انس و جن سے ہے لیکن باطن میں اول و دوم سے ہے۔ اور حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ دو نعمتوں محمدؐ و علیؑ

میں سے کس ایک نعمت کا انکار کرو گے۔ اور کلینی کی روایت کے مطابق پیغمبرؐ کا انکار کرتے ہو یا وصی کا۔ اور ابن ماہیار کی روایت کے مطابق ان دو نعمتوں میں سے کس ایک نعمت کی تکذیب کرتے ہو محمدؐ کی یا علیؑ کی کیونکہ میں نے ان دونوں حضرات کے ذریعہ سے اپنے بندوں پر انعام کیا ہے۔ اور کلینی نے بسند معتبر روایت کی ہے کہ حضرت صادقؑ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی فَاذْكُرُوٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ یعنی خدا کی نعمتوں کو یاد کرو شاید تم فلاح پاؤ۔ حضرت نے فرمایا جانتے ہو آلآءِ خدا کیا ہے۔ راوی نے کہا نہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ اس سے مراد خلق پر خدا کی عظیم ترین نعمت ہے اور وہ ہم اہلبیت کی ولایت ہے [1]

پانچویں آیت۔ يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا وَاَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ (پ۱۴ سورہ نحل آیت ۸۳) یعنی خدا کی نعمتوں کو پہچانتے ہیں پھر بھی انکار کرتے ہیں اور ان میں سے اکثر کافر ہیں۔ علی بن ابراہیم نے کہا ہے کہ خدا کی نعمتیں ائمہ اطہارؑ ہیں اور کلینی نے حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب امیر المومنین علیہ السلام کی امامت کے بارے میں آیہ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ الخ نازل ہوا تو اصحاب رسول اللہؐ میں سے منافقین کا گروہ مسجد مدینہ میں جمع ہوا اور آپس میں کہنے لگے کہ اس آیت کے بارے میں کیا کہتے ہو۔ بعضوں نے کہا کہ اگر ہم اس آیت سے انکار کرتے ہیں تو ہم کو قرآن کی بہت سی آیتوں سے کافر ہونا پڑے گا اور اگر اس آیت پر ایمان لاتے ہیں تو ذلت کا باعث ہے کہ یہ آیت ابو طالب کے بیٹے کو ہم پر مسلط کرتی ہے آخر یہ طے کیا کہ ہم جانتے ہیں کہ محمدؐ اپنے قول میں صادق ہیں۔ ہم ان کی ولایت تو قبول کرتے لیکن علیؑ جو کچھ حکم دیں گے ہم اس کی اطاعت نہیں کریں گے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی یعرفون نعمت اللہ الخ یعنی علیؑ کی ولایت کو پہچانتے ہیں مگر ان میں بیشتر علیؑ کی ولایت سے

---

[1] مولف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اگرچہ بظاہر یہ خطاب گذشتہ امتوں سے ہے لیکن گذشتہ امت کا ذکر اس امت کی تنبیہ کے لئے ہے لہٰذا اس امت میں اس کا مصداق ولایت اہلبیت علیہم السلام ہے یا یہ کہ بہت سی حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ تمام امتیں جناب رسول خداؐ اور اہلبیت علیہم السلام کی ولایت کی مکلف تھیں۔ ۱۲

کافر ہو گئے۔

چھٹی آیت:۔ قُلْ بِفَضْلِ اللهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ (پارہ ۱۱ آیت ۵۸ سورہ یونس) اے رسولؐ کہہ دو کہ خدا کے فضل اور رحمت سے یہ لوگ خوش ہو جائیں اور جو کچھ یہ لوگ (مال دنیا سے) جمع کرتے ہیں یہ اس سے بہتر ہے۔ ابن بابویہ نے مجالس میں امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ایک روز جناب رسول خدا سوار ہو کر مدینہ کے باہر آئے جناب امیر المومنینؑ پیادہ اُن کے ساتھ تھے جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ اے ابو الحسنؑ جب میں سوار ہوں تو چاہئے کہ تم بھی سوار ہو۔ اور جب میں پیدل چلوں تو تم بھی پیدل چلو جب میں بیٹھوں تم بھی بیٹھو سوائے اُن حدود الٰہی کے جن میں تم کو کھڑے ہونے یا بیٹھنے کی مجبوری ہو۔ اور خدا نے جس کرامت و منزلت سے مجھے شرف بخشا ہے وہی عزت و کرامت تم کو بھی عطا کی ہے۔ خدا نے مجھ کو اپنی رسالت و پیغمبری سے مخصوص فرمایا ہے تو تم کو میرا مددگار ناصر قرار دیا ہے کہ تم حدود خدا کے اندر سخت و دشوار کاموں کو انجام دیتے ہو اسی خدا کی قسم کھاتا ہوں جس نے مجھے پیغمبر برحق بنا کر بھیجا ہے کہ وہ شخص مجھ پر ایمان نہیں لایا جس نے تم سے انکار کیا اور میری رسالت کا اقرار نہیں کیا جس نے تمہاری امامت کا انکار کیا۔ وہ شخص خدا پر ایمان نہیں رکھتا جو تم سے کافر ہوا بیشک تمہارا فضل میرا فضل ہے اور میرا فضل خدا کا فضل ہے۔ یہ ہے میرے پروردگار کے اس قول قل بفضل الله الخ کے معنی لہٰذا فضل خدا تمہارا پیغمبر ہے اور رحمت خدا ولایت علیؑ بن ابی طالب ہے امام نے فرمایا فَبِذٰلِكَ یعنی نبوت و ولایت کے ذریعہ فَلْيَفْرَحُوْا لہٰذا شیعیان علی کو خوش ہونا چاہئے۔ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ یعنی شیعوں کے لئے یہی بہتر ہے اس کے مقابلہ میں جن کو مخالفین شیعہ دنیا میں مثل مال وزن و فرزند کے جمع کرتے ہیں۔ اے علیؑ تم پیدا نہیں کئے گئے مگر اس لئے کہ تمہارے ذریعہ سے تمہارے پروردگار کی عبادت کی جائے اور اس لئے کہ تمہارے ذریعہ سے علوم دین جانے جائیں اور راہ ہدایت کی تمہارے ذریعہ سے اصلاح ہو بیشک وہ شخص گمراہ ہے جو تمہاری ولایت سے گمراہ ہوا اور ہرگز خدا کی جانب ہدایت نہیں پاتا وہ شخص جو تمہاری طرف تمہاری ولایت میں ہدایت نہ پائے اور یہ ہے میرے پروردگار کے

اس قول کے معنی اِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی یعنی میں توبہ کرنے والوں ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو بخش دیتا ہوں تو وہ ہدایت پاتا ہے۔ بیشک میرے پروردگار نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہارا حق واجب قرار دوں جس طرح میرا حق واجب ہوا ہے۔ بیشک تمہارا حق فرض و واجب ہے ہر اس شخص پر جو مجھ پر ایمان لایا ہے۔ اگر تم نہ ہوتے تو خدا کا دشمن پہچانا نہ جاتا۔ جو شخص تمہاری ولایت کے ساتھ خدا سے ملاقات نہ کرے تو اس نے دین و دنیا کی کسی چیز کے ساتھ ملاقات نہیں کی بلکہ دُنیا سے بے ایمان گیا ہے۔ بیشک خدا نے مجھ پر یہ آیت نازل کی ہے یَاۤ اَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ یعنی اے رسولؐ جو حکم تمہارے پروردگار کی جانب سے تم پر نازل ہوا ہے اس کو پہونچادو پیغمبرؐ نے فرمایا یعنی اے علیؑ تمہاری ولایت کے بارے میں۔ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ اگر تم نے یہ حکم نہ پہونچایا تو تم نے خدا کی رسالت ہی نہیں پہنچائی حضرتؐ نے فرمایا کہ اگر وہ حکم جس پر میں مامور ہوا تھا نہ پہونچاتا یعنی تمہاری ولایت کے بارے تو بیشک میرے اعمال ضبط ہو جاتے اور جو شخص بغیر تمہاری ولایت کے خدا سے ملاقات کرے گا تو یقیناً قیامت کے دن اس کے تمام اعمال ضبط ہو جائیں گے وہ رحمت خدا سے دور ہوگا۔ اور تمہارے حق میں جو کچھ میں کہتا ہوں وہ میرے خدا کا قول ہے جو تمہارے بارہ میں اُس نے میرے پاس بھیجا ہے

کلینی نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے۔ یعنی ولایت محمدؐ و آل محمدؑ علیہم السلام بہتر ہے اس سے جو کچھ مخالفین دنیا کی چیزیں جمع کرتے ہیں۔ اور عیاشی نے بھی اسی مضمون کو جناب امیر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ فضل رسولؐ خدا ہیں اور رحمت امیر المومنینؑ ہیں۔ چاہیے شیعیان علیؑ اس پر خوش ہوں کیونکہ یہ بہتر ہے اس سونے اور چاندی سے جو دشمنان علیؑ جمع کرتے ہیں۔

ساتویں آیت۔ فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخَاسِرِیْنَ (پ۱ آیت ۶۴ سورہ بقرہ) یعنی اگر خدا کا فضل و احسان اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو بیشک تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوتے عیاشی نے دو سند کے ساتھ حضرت باقرؑ و صادقؑ علیہما السلام سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ فضل خدا

رسول اللہ ہیں اور رحمت خدا ائمہ طاہرینؑ کی ولایت ہے۔

آٹھویں آیت۔ مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا یعنی خدا نے لوگوں کے لئے جو رحمت قرار دی ہے اس کو کوئی روک نہیں سکتا۔ ابن ماہیار نے حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ رحمت سے مراد علوم اور حکمتیں ہیں جو خدا نے امام کی زبان پر لوگوں کی ہدایت کے لئے جاری کی ہیں۔

نویں آیت:۔ وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ أُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَاءُ فِي رَحْمَتِهٖ وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝ (پ۲۵ سورہ شوریٰ آیت ۸) یعنی اگر خدا چاہتا تو تمام خلق کو ایک امت قرار دے دیتا لیکن خدا جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے۔ اور ظالموں کا قیامت میں نہ کوئی دوست ہوگا نہ مددگار۔ علی بن ابراہیم نے کہا ہے کہ اگر خدا چاہتا تو تمام خلق کو معصوم قرار دیتا جیسے فرشتے اور ظالموں سے مراد آلؑ محمدؐ پر ظلم کرنے والے ہیں۔ محمد بن العباس نے حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ رحمت سے مراد ولایت علیؑ ابن ابی طالب ہے

دسویں آیت:۔ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَاءُ (پ سورہ بقرہ آیت ۱۰۵) یعنی خدا جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت کے لئے مخصوص کر لیتا ہے۔ دیلمی نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے رحمت خدا سے مخصوص پیغمبر خدا اور آپ کے وصی صلوات اللہ علیہما مراد ہیں بیشک خدا نے ۱۰۰ رحمتیں خلق کی ہیں ننانوے رحمتوں کو محمدؐ و آل محمدؐ کے لئے جمع کر رکھا ہے اور ایک رحمت کو تمام موجودات پر پھیلا دیا ہے۔

گیارھویں آیت:۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ اور وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ۔ پہلی آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ "یہ خدا کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔" دوسری آیت کا ترجمہ "خدا نے تم میں سے بعض کو بعض پر جو فضیلت دی ہے اس کی تمنا مت کرو۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ دونوں اہلبیت علیہم السلام کی شان میں نازل فرمائی ہے۔

بارھویں آیت:۔ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ یعنی خدا کو اس کی بزرگی کے ساتھ یاد کرو اس لئے کہ اس نے تمہاری ہدایت کی ہے تاکہ تم اس کا شکر ادا کرو۔ محاسن میں روایت کی ہے کہ شکر سے مراد اصول دین کی معرفت ہے

یا ائمہ معصومین کی معرفت ہے۔

ایضاً اس آیت کی تفسیر میں لَا یَرْضٰی لِعِبَادِہِ الْکُفْرَ وَ اِنْ تَشْکُرُوْا یَرْضَہُ لَکُمْ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ خدا نے بندوں کے لئے کفر نہیں پسند کیا اگر تم اس کا شکر کرو تو وہ تمہارے لئے پسند کرتا ہے۔ فرمایا کہ کفر ائمہ اطہارؑ کی مخالفت کرنا ہے اور شکر سے مراد ائمہ طاہرین کی ولایت اور ان کی معرفت ہے۔

تیرھویں آیت :۔ وَ تَجْعَلُوْنَ رِزْقَکُمْ اَنَّکُمْ تُکَذِّبُوْنَ۔ تاویل الآیات میں روایت کی ہے یعنی تم اس نعمت کا جو خدا نے تم کو محمدؐ و آل محمدؐ کے سبب عطا کی ہے۔ اور اس کے ساتھ تم پر منت رکھی ہے شکریہ ادا کرتے ہو لیکن ان کے وصی علی بن ابی طالب کی تکذیب کرتے ہو۔ فَلَوْلَا اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ وَ اَنْتُمْ حِیْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ (سورہ واقعہ پ۲۷ آیت ۸۳ و ۸۴) تو جب موت کے وقت جان کھنچ کر حلق تک آجاتی ہے اس وقت تم وصی رسول علیؑ بن ابیطالب کی جانب دیکھتے ہو جو اپنے دوست کو بہشت کی اور اپنے دشمن کو جہنم کی خوشخبری دیتے ہیں وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْکُمْ اور میں امیرالمومنینؑ سے تم سے زیادہ نزدیک ہوتا ہوں وَ لٰکِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ لیکن تم نہیں جانتے اور نہ دیکھتے ہو۔

اٹھارھویں فصل

اُن خبروں (حدیثوں) کے بیان میں جن میں شمس و قمر و نجوم و بروج وغیرہ کی تاویل ائمہ علیہم السلام سے وارد ہوئی ہے۔

علی بن ابراہیم نے سورۂ رحمٰن کی آیتوں کی تاویل میں امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ امام نے فرمایا یعنی امیرالمومنین علیہ السلام کو خدا نے ان تمام چیزوں کی تعلیم دیدی جس کی لوگوں کو ضرورت ہے اَلشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ۔ یعنی وہ دو ملعون جو آفتاب و ماہتاب کے مخالف ہیں جانتے ہیں کہ عذاب الٰہی میں مبتلا ہونگے وَّ النَّجْمُ وَ الشَّجَرُ یَسْجُدَانِ یعنی نجم و شجر سجدہ یعنی عبادت خدا کرتے ہیں۔ نجم سے مراد جناب رسولخدا ہیں اور شاید اسی بناء پر شجرہ کا ائمہ علیہم السلام سے کنایہ ہے وَ السَّمَآءَ رَفَعَهَا وَ وَضَعَ الْمِیْزَانَ یعنی آسمان رسول خدا سے کنایہ ہے جن کو خدا معراج میں اوپر لے گیا۔ اور میزان کنایہ ہے امیرالمومنینؑ سے جو ترازوئے عدل ہیں جس کو خدا نے خلق کے لئے نصب فرمایا ہے اَلَّا تَطْغَوْا فِی الْمِیْزَانِ کہ ترازو کے بارے میں سرکشی مت کرو یعنی امام کی نافرمانی مت کرو۔ وَ اَقِیْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ یعنی امام عادل

کی امامت پر قائم رہو۔ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ یعنی امام کے حق کو کم مت کرو اور اس پر ظلم مت کرو۔

ایضاً بسند معتبر و موثق حضرت صادق سے قول حق تعالیٰ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ یعنی دو مشرقوں اور دو مغربوں کا پروردگار ہے یعنی دو مشرق کنایہ ہے رسول خدا و امیرالمومنین علیہم السلام سے کہ انوارِ ربانی ان سے ضیا بار ہوتا ہے اور دو مغرب کنایہ ہے حسن و حسین علیہم السلام سے کہ انوار جن میں جمع ہوتے ہیں۔ اسی طرح ہر امام ناطق ہے جس کا علم امام صامت میں پوشیدہ ہو جاتا ہے جو اس کے بعد ہونے والا امام ہے۔

تاویل الآیات میں انہی حضرت سے قول حق تعالیٰ فَلَآ أُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ کی تاویل میں روایت کی ہے یعنی میں مشرقوں اور مغربوں کے پروردگار کی قسم نہیں کھاتا فرمایا کہ مشرقوں سے مراد انبیاء ہیں اور مغربوں سے مراد اُن کے اوصیاء ہیں۔

علی بن ابراہیم نے انہی حضرت سے قول خدا وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ وَمَآ أَدْرٰكَ مَا الطَّارِقُ النَّجْمُ الثَّاقِبُ (پ ۳۰ سورہ طارق آیت ۱تا۳) کی تفسیر میں روایت کی ہے یعنی میں قسم کھاتا ہوں آسمان اور ستارہ کی جو شب کو ظاہر ہوتا ہے کیا تم کو معلوم ہے کہ طارق کیا ہے۔ وہ ایک بہت روشن ستارہ ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ سما اس مقام پر امیرالمومنینؑ سے کنایہ ہے اور طارق وہ روح القدس ہے جو ائمہ میں ہوتی ہے اور خدا کی جانب سے وہ علوم پہونچاتی ہے جو شب و روز میں حادث ہوتے ہیں۔ اور ان کو خطا و غلطی سے محفوظ رکھتی ہے اور ستارہ روشن کنایہ ہے جناب رسول خداؐ سے [1]

ایضاً علی بن ابراہیم نے بسند معتبر تفسیر سورۂ وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا (پ ۳۰ سورہ شمس) میں حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے یعنی قسم ہے آفتاب اور اس کی روشنی کی جو دن چڑھے ہوتی ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ شمس کنایہ ہے رسولؐ خدا سے جن کے سبب سے

---

[1] مولف فرماتے ہیں کہ اس تاویل کی بنا پر شاید نجم الثاقب مجاز پر محمول ہو یعنی صاحب نجم ثاقب کیونکہ جب روح القدس اُن میں آنحضرتؐ کے سبب سے بہم پہونچی ہے تو مجاز پر محمول کیا ہو۔ ۱۲

خدا نے لوگوں کے لیئے ان کے دین کو واضح کیا وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا یعنی چاند کی قسم جو آفتاب کے پیچھے طلوع ہوتا ہے حضرت نے فرمایا مراد قمر سے امیرالمومنینؑ ہیں جیسا کہ ماہتاب کی روشنی آفتاب سے ہے اسی طرح اُن حضرت کے علوم رسول خدا سے حاصل ہوئے ہیں وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا یعنی قسم ہے دن کی جو سورج کو جلا دیتا ہے امام نے فرمایا کہ نہار سے مراد ذریت فاطمہ صلوات اللہ علیہا سے امام ہیں کہ جب ان سے دین رسولؐ خدا کے بارے میں سوال کرتے ہیں تو وہ جلا دیتے ہیں اور اس کو سوال کرنے والے پر واضح کرتے ہیں وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا یعنی قسم ہے رات کی جو آفتاب کو پوشیدہ کر دیتی ہے حضرت نے فرمایا اس سے مراد ائمہ جور ہیں جنھوں نے خلافت کو آلؑ رسولؐ سے غصب کر لیا اور اس مجلس میں بیٹھے جس میں آلؑ رسولؐ سب سے بہتر موجود تھے اور دین رسولؐ خدا کو ان لوگوں نے ظلم وجور کے ساتھ پوشیدہ کیا وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا یعنی قسم ہے نفس کی اور اس کی جس نے اس کو پیدا کیا اور درست کیا فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا یعنی ان کو حق و باطل میں تمیز کرنے کا الہام کیا ہے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا یعنی اس نے نجات پائی جس کو خدا نے پاکیزہ قرار دیا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا اور ناامید وہ ہوا جس کا نفس خدا نے اس کی جہالت و فسق کے سبب پوشیدہ کیا كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰهَا یعنی ثمود کے قبیلہ نے اپنی سرکشی کے باعث تکذیب کی امام نے فرمایا کہ ثمود سے مراد شیعوں کا وہ گروہ ہے جو مذہب حقہ امامیہ کے خلاف ہیں جیسے زیدیہ وغیرہ چنانچہ دوسری جگہ فرمایا ہے فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ یعنی ثمود کے گروہ کی جو صالح کی قوم سے تھے ہم نے ہدایت کی تو ان لوگوں نے ہدایت و ایمان سے اندھے پن کو پسند کیا تو ان کو ان کے اعمال کے سبب سے ذلیل کرنے والے عذاب کی بجلی نے لے ڈالا۔ امام نے فرمایا کہ ثمود سے مراد شیعوں کا گمراہ گروہ ہے اور صاعقہ خوار کنندہ سے مراد شمشیر حضرت قائمؑ ہے جبکہ وہ ظاہر ہوں گے۔ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ امام نے فرمایا یعنی ان سے اللہ کے پیغمبر نے فرمایا نَاقَةَ اللّٰهِ کہ خدا کے ناقہ کی پانی پینے کے بارے میں حفاظت کرو فرمایا کہ ناقہ کنایہ ہے اس امام سے جو علوم الٰہی اُن کو سمجھاتا ہے وَسُقْيٰهَا یعنی اس کے پاس علم و حکمت کے چشمے ہیں۔

فَكَذَّبُوهُ فَعَقَرُوهَا فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْبِهِمْ فَسَوَّاهَا یعنی بے شبہ انہوں نے پیغمبر کی تکذیب کی اور ناقۂ صالح کو پے کر دیا تو خدا نے ان کے گناہ کے سبب ان کو عذاب سے ڈھک دیا اور ان کو گھیر لیا اور سب کو ہلاک کر دیا اور مٹا دیا فرمایا اس سے مراد رجعت میں ان کا عذاب ہے وَلَا يَخَافُ عُقْبَاهَا یعنی امام رجعت میں ان تاویلات سے جو دنیا میں واقع ہوئے ہیں نہیں خوف کرے گا[1]

معانی الاخبار میں بہت سی سندوں کے ساتھ جابر بن عبداللہ انصاری، انس بن مالک اور ابو ایوب انصاری سے روایت ہے کہ ایک روز حضرت رسالتمآبؐ نے ہمارے ساتھ صبح کی نماز ادا کی جب فارغ ہوئے تو روئے مبارک ہماری طرف پھیرا اور فرمایا کہ اے گروہ مردم پیروی کرو آفتاب کی۔ جب آفتاب پوشیدہ ہو جائے تو چاند سے فائدہ اٹھاؤ اور اس کی پیروی کرو اور جب چاند چھپ جائے تو زہرہ کی پیروی کرو جب زہرہ پوشیدہ ہو جائے تو فرقدان دو ستاروں کی پیروی کرو۔ لوگوں نے اس کلام کی تشریح چاہی تو فرمایا کہ میں آفتاب ہوں میرا بھائی علیؑ میرا وصی اور وزیر ہے اور میرا قرض ادا کرنے والا ہے اور میرے بیٹوں کا باپ ہے اور میرے اہل میں میرا جانشین

[1] مولف فرماتے ہیں کہ جو تاویلیں ان احادیث میں وارد ہوئی ہیں وہ بڑی گہری اور خفی ہیں اور اسی پر مبنی ہیں جو مذکور ہوئیں کہ خداوند عالم نے جن قصوں کا قرآن میں ذکر کیا ہے اس امت کے ڈرانے کے لئے ہیں یا عمل صالح کی ترغیب کے لئے ایضاً معلوم ہوا کہ جو کچھ سابقہ امتوں میں گذرا ہے اس کی نظیر اس امت میں بھی واقع ہو گی۔ لہٰذا جس طرح خداوند عالم نے ناقہ کو قوم صالح کے لئے بھیجا تاکہ ایک نشانی اور ایک معجزہ ان کے لئے ہو اور اس کے دودھ سے فائدہ اٹھائیں لیکن ان لوگوں نے کفران نعمت کیا اور ناقہ کو پے کر دیا اور اپنے کو دنیا و عقبیٰ کی نعمتوں سے محروم کیا۔ اسی طرح خدا نے امیرالمومنینؑ اور تمام اماموں کو اس امت کے لئے مقرر فرمایا تاکہ پیغمبر کی حقیقت پر معجزہ اور خلق میں خدا کی نشانیاں ہوں تو دنیا والے ان کے برکات سے محروم ہوئے اور خدا کے غضب میں گرفتار ہوئے۔ چنانچہ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ امیرالمومنینؑ ناقۃ اللہ ہیں اور باسانید متواترہ منقول ہے کہ ان حضرتؑ کا قاتل ناقہ صالح کے پے کرنے والے کے مثل ہے اور اگلے لوگوں میں شقی ترین مردم ناقہ کا پے کرنیوالا اور پچھلے لوگوں میں ان حضرتؑ کا قاتل ہے۔ اگر اس تحقیق کو تم درست سمجھو تو بہت سی مشکل حدیثوں کو سمجھ سکتے ہو۔ ۱۲

ہے وہ ماہتاب ہے اور فاطمہ زہرہ ہیں اور حسن و حسین علیہم السلام فرقدان ہیں۔ اور فرمایا کہ خدا نے ہم کو خلق فرمایا اور آسمان کے ستاروں کے مانند قرار دیا ہے۔ جب کوئی ستارہ غروب ہوتا ہے تو اس کی جگہ پر دوسرا ستارہ طلوع ہو جاتا ہے اسی طرح میری عترت و اہلبیتؑ ہیں جو قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن ان کے ساتھ ہے یہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہونچیں۔

ابن ماہیار نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول نے فرمایا کہ تمہارے درمیان میری مثال آفتاب کی سی ہے اور علیؑ کی مثال ماہتاب کے مانند ہے۔ جب آفتاب غروب ہو جاتا ہے تو ماہتاب سے لوگ ہدایت پاتے ہیں۔ ایضاً روایت کی ہے کہ حارث اعور نے امام حسین علیہ السلام سے وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا کی تفسیر پوچھی فرمایا کہ شمس سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا تو حضرت امیرالمومنینؑ ہیں جو کمالات میں رسول خدا کے تالی یعنی ان کے بعد ہیں۔ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا سے مراد قائم آلِ محمدؑ ہیں جو زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا سے مراد بنی امیہ ہیں۔ اور ابن عباس نے روایت کی ہے کہ رسول خدا نے فرمایا کہ خدا نے مجھے پیغمبری کے ساتھ بھیجا میں نے بنی امیہ کے پاس آکر کہا میں تمہاری طرف خدا کا رسول ہوں۔ ان سب نے کہا آپ جھوٹ کہتے ہیں۔ (معاذ اللہ) آپ خدا کے رسول نہیں ہیں۔ اس کے بعد میں بنی ہاشم کے پاس گیا اور کہا میں تمہاری جانب خدا کا رسول ہوں یہ سنتے ہی علی بن ابیطالبؑ نے ظاہر و پوشیدہ طور سے میری تصدیق کی اور ابوطالبؑ نے ظاہری طور سے میری حمایت کی اور پوشیدہ طور سے مجھ پر ایمان لائے پھر خدا نے جبرئیلؑ کو بھیجا انھوں نے اپنا عَلَم بنی ہاشم میں نصب کیا۔ اور شیطان نے اپنا علم بنی امیہ کے درمیان گاڑا اس لئے ہمیشہ وہ ہمارے دشمن ہیں اور ہمیشہ دشمن رہیں گے اور ان کے ماننے والے قیامت تک ہمارے شیعوں کے دشمن رہیں گے۔ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا یعنی ہم اہلبیت میں سے ائمہ آخر زمانہ میں زمین کے مالک ہوں گے اور زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے جو شخص ان کی مدد کرے گا اس شخص کے مانند ہے جس نے فرعون کے مقابلہ میں موسیٰؑ کی مدد کی اور جو شخص بنی امیہ کی مدد

کرے گا ایسا ہے جیسے اس نے موسیٰؑ کے مقابلہ میں فرعون کی مدد کی۔

علی ابراہیم نے قول خداوند عالم وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰی کی تفسیر میں کہا ہے کہ نجم رسولؐ خدا ہیں کہ خدا نے ان کی قسم اس وقت کھائی جب وہ حضرت معراج میں اُوپر جارہے تھے کلینی نے روایت کی ہے کہ (علی بن ابراہیم نے) قبر محمدؐ کی قسم کھائی جبکہ وہ دُنیا سے رخصت ہوئے۔

ابن بابویہ نے امالی میں حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جب جناب رسول خداؐ علیل ہوئے حضرت کے پاس آپ کے اہلبیتؑ اور اصحاب جمع ہوئے۔ اور کہا کہ آپ کو مرض موت لاحق ہوا ہے ہم میں آپ کا خلیفہ کون ہوگا۔ حضرتؐ نے کوئی جواب نہ دیا۔ دوسرے دن پھر جمع ہوئے اور یہی سوال کیا۔ حضرت نے کوئی جواب نہ دیا۔ تیسرے روز پھر اسی طرح جمع ہو کر سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ کل آسمان سے ایک ستارہ میرے ایک اصحاب کے گھر میں نازل ہوگا وہی میرا خلیفہ اور جانشین ہوگا چوتھے روز تمام اصحاب اپنے اپنے حجرہ میں بیٹھے ستارہ کے نازل ہونے کا انتظار کر رہے تھے کہ ناگاہ ایک ستارہ آسمان سے جُدا ہوا کہ تمام عالم روشن ہوگیا اور امیرالمومنینؑ کی گود میں آگیا۔ یہ دیکھ کر منافقین کہنے لگے کہ یہ شخص اپنے چچازاد بھائی کی محبت میں گمراہ ہوگیا ہے۔ (معاذاللہ) جو کچھ کہتا ہے اپنی خواہش سے کہتا ہے اس وقت یہ آیتیں نازل ہوئیں وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰی ستارہ کی قسم جبکہ وہ نیچے آیا مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰی تمہارا ساتھی (محمدؐ) گمراہ نہیں ہوا اور نہ خطا کی۔ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی وہ اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتا اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰی جو کچھ کہتا ہے وہ وحی ہوتی ہے جو اس کی طرف بھیجی جاتی ہے۔

ابن ماہیار نے روایت کی ہے کہ ابن کوا نے امیرالمومنینؑ سے اس قول خدا فَلَاۤ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ (پ۳۰ سورۃ تکویر آیت ۱۵تا۱۸) کی تفسیر دریافت کی یعنی میں اُن ستاروں کی قسم نہیں کھاتا ہوں یا کھاتا ہوں جو رجوع کرنے والے پیچھے ہٹنے والے اور غروب ہونے والے ہیں۔ جناب امیرؑ نے فرمایا کہ خُنَّس وہ گروہ ہیں جو علم اوصیائے پیغمبر کو چھپاتے ہیں اور دوسروں کی مودّت کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے ہیں۔ اور جَوَار وہ فرشتے ہیں جو علم کے ساتھ رسولؐ خدا پر نازل ہوتے ہیں اور کُنَّس پیغمبر کے اوصیا ہیں جو ان کے علم کو سمیٹ کر جمع کرتے ہیں وَاللَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ فرمایا کہ اس سے مراد شب کی تاریکی ہے یہ خدا نے مثال دی

جناب رسول خداؐ کا ارشاد کہ جس کے گھر میں ستارہ اترے گا وہی میرا خلیفہ ہے

ہے اس شخص کی جو اپنے لئے ناحق دعوائے امامت کرتا ہو۔ وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ فرمایا کہ یہ علم اوصیاء سے کنایہ ہے جن کا علم آفتاب سے زیادہ روشن اور واضح ہے۔ اور خُنَّس کی تفسیر میں بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں کہ اس سے مراد وہ امام ہے جو اپنے لوگوں سے پوشیدہ ہوکر پھر مثل شہاب کے ظاہر ہوتا ہے جو تاریک رات میں چمکتا ہے۔ خداوند عالم فرماتا ہے۔ وَعَلَامَاتٍ بِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ مفسروں نے کہا ہے کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ لوگوں کے لئے زمین میں مثل پہاڑ وغیرہ کے چند علامتیں مقرر کی ہیں جن سے راستہ معلوم کرتے ہیں اور ستاروں سے اندھیری راتوں کو ہدایت پاتے ہیں یا ستارۂ جدی سے قبلہ کی سمت کا پتہ لگاتے ہیں اور کلینی، علی ابن ابراہیم، عیاشی اور شیخ طوسی نے مجالس میں اور ابن شہر آشوب نے مناقب میں اور شیخ طبرسی اور دوسرے محدثین نے بہت سی حدیثوں میں حضرت باقر و صادق و امام رضا علیہم السلام سے روایت کی ہے کہ علامات ائمہ معصومین علیہم السلام ہیں جو دین کے راستے اور نشانات ہیں اور نجم جناب رسول خدا ہیں اور اکثر حدیثوں کا ظاہر یہ ہے کہ نجم اور یہتدون کی ضمیریں علامات کی راجع ہیں یعنی ائمہ جناب رسول خداؐ سے ہدایت پاتے ہیں۔ اور عیاشی نے حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ آیت کا ظاہر و باطن ہے ظاہر کے یہ معنی ہیں کہ ستارہ جدی سے دریا و صحرا میں قبلہ کی سمت کی طرف ہدایت پاتے ہیں کیونکہ وہ ستارہ اپنی جگہ سے حرکت نہیں کرتا اور پوشیدہ نہیں ہوتا۔ آیت کے باطنی معنی یہ ہیں کہ ائمہ علیہم السلام رسول خداؐ سے ہدایت پاتے ہیں اور بعض روایت میں ہے کہ نجم جناب امیرؑ ہیں۔ اور امام رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ جناب رسول خداؐ نے امیر المومنینؑ سے فرمایا کہ یا علی تم ہی بنی ہاشم کے نجم ہو۔ اور جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ نے ستاروں کو اہل آسمان کے لئے امان قرار دیا ہے اور میرے اہلبیتؑ کو امان اہل زمین بنایا ہے۔

انیسویں فصل ۱۹

اس بیان میں کہ وہی حضرات حبل اللہ المتین اور عروۃ الوثقیٰ اور مثل ان کے ہیں۔ اس بارے میں آیتیں کثرت سے ہیں۔

پہلی آیت :۔ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ یعنی جس شخص نے طاغوت (شیاطین) سے انکار کیا اور خدا پر ایمان لایا تو اس نے بیشک مضبوط رسی پکڑ لی جو ٹوٹنے والی نہیں ہے۔

اور خدا بڑا سننے والا اور جاننے والا ہے واضح ہو کہ طاغوت شیطان، بت اور ہر وہ معبود ہے جو خدا کے علاوہ ہو اور ہر باطل پیشوا۔ بہت سی حدیثوں میں ائمہ نے اس کی تعبیر خلفائے جور اور دشمنان دین سے کی ہے خواہ وہ جبت یا طاغوت یا عزیٰ ہوں اور منافق اوّل و دوم کا دو صنم قریش نام رکھا ہے۔ اور حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ خدا کی کتاب میں ہمارے دشمن کو فحشا، منکر، اوثان، جبت اور طاغوت کہا گیا ہے۔ کلینی نے بسند موثق حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ عروۃ الوثقیٰ سے مراد ایمان ہے اور بسند صحیح سے دوسری روایت کی ہے کہ عروۃ الوثقیٰ خدائے یکتا پر ایمان لانا ہے جس کا کوئی شریک و سہیم نہیں۔ بسند معتبر محاسن میں انہی حضرت سے روایت ہے کہ عروۃ الوثقیٰ سے مراد توحید ہے اور ابن شہر آشوب نے بسند معتبر حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ عروۃ الوثقیٰ ہم اہلبیت کی محبت ہے اور عیون اخبار الرضا میں انہی حضرت سے روایت ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ جو شخص چاہے کہ کشتیٔ نجات میں سوار ہو اور عروۃ الوثقیٰ سے متمسک ہو اور حبل المتین خداؐ کو پکڑ لے تو اس کو چاہیئے کہ میرے بعد علیؑ سے دوستی اور اُس کے دشمنوں سے دشمنی رکھے اور اس کی اولاد میں سے ہدایت کرنے والے اماموں کی پیروی کرے۔

ایضاً بسند ہائے معتبر انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ رسول خدا نے فرمایا کہ جو شخص یہ چاہے کہ عروۃ الوثقیٰ کو پکڑ لے اس کو چاہیئے کہ علیؑ اور میرے اہلبیت سے محبت کرے۔ ایضاً روایت کی ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ جو شخص فرزندان حسینؑ کے اماموں کی اطاعت کرے تو بلاشبہ اس نے خدا کی اطاعت کی اور جو شخص ان کی نافرمانی کرے تو اس نے خدا کی نافرمانی کی۔ وہ عروۃ الوثقیٰ ہیں اور وہ خدا تک پہونچنے کے لئے بندوں کا وسیلہ ہیں۔ بسند دیگر روایت کی ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے مامون کے لئے محض اسلام و شرائع دین تحریر فرمایا۔ اُس نوشتہ میں یہ بھی تحریر فرمایا تھا کہ حجت خدا سے زمین خالی نہیں رہتی اور وہ قیامت تک عروۃ الوثقیٰ اور ائمہ ہدیٰ اور دُنیا والوں پر حجت خدا ہیں۔ اور کتاب توحید میں روایت کی ہے کہ حضرت امیرالمومنینؑ نے فرمایا کہ میں حبل اللہ المتین ہوں اور میں عروۃ الوثقیٰ ہوں۔ اور کمال الدین میں روایت کی ہے کہ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم خلق میں حجتہائے خدا ہیں اور کلمۂ تقویٰ

اور عروۃ الوثقی ہیں اور کتاب معانی الاخبار میں حضرت رسولؐ خدا سے روایت کی ہے کہ جو عروۃ الوثقی سے متمسک ہونا چاہیئے جو کبھی نہیں ٹوٹنے والی ہے اس کو چاہیئے کہ میرے بھائی اور میرے وصی علیؑ بن ابیطالب کی ولایت سے متمسک ہو۔ بلا شبہ وہ ہلاک نہ ہوگا جو اس کو دوست رکھے اور اس کی امامت کا اعتقاد رکھے۔ اور نجات نہیں پائے گا جو اس سے دشمنی رکھے۔ اور کتاب تاویل الآیات میں امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ جو شخص عروۃ الوثقیٰ کو پکڑنا چاہے اس کو چاہیئے کہ ولایت علیؑ بن ابیطالب سے متمسک ہو۔ دوسری روایت کے مطابق چاہیئے کہ وہ ہمارے اہلبیتؑ سے متمسک ہو۔ اور دوسری روایت کے مطابق زید بن علی سے روایت کی ہے کہ عروۂ محکم محبت آل محمد علیہم السلام ہے۔

دوسری آیت:۔ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا۔

تیسری آیت:۔ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ۔

دوسری آیت کا ترجمہ:۔ سب کے سب مل کر خدا کی رسی کو مل کر مضبوط پکڑ لو اور متفرق نہ ہو۔

تیسری آیت کا ترجمہ:۔ ان پر ذلت وخواری کی مار پڑی سوائے ان لوگوں کے جنھوں نے خدا اور انسانوں کی رسی مضبوط پکڑ لی۔ اکثر محدثین نے کہا ہے یعنی خدا کے اور لوگوں کے عہد پر جو لوگ باقی رہے وہ محفوظ ہیں عیاشی نے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے قول خدا وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا کی تفسیر دریافت کی آپ نے فرمایا علیؑ ابن ابی طالب حبل اللہ المتین ہیں یعنی خدا کی مضبوط رسی ہیں۔ بسند معتبر دیگر امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ آل محمد علیہم السلام خدا کی رسی ہیں جن کو مضبوط پکڑنے کا اس آیت میں خدا نے حکم دیا ہے۔ اور حضرت صادقؑ سے بھی روایت کی ہے آپ فرماتے ہیں کہ ہم حبل خدا ہیں۔ اور علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ حبل اللہ سے مراد توحید خدا اور ولایت اہلبیت علیہم السلام ہے۔

ایضاً حضرت باقرؑ سے قول خدائے تعالیٰ وَلَا تَفَرَّقُوْا کی تفسیر میں روایت کی ہے۔

حضرت نے فرمایا کہ خداوند عالم جانتا تھا کہ اس امت کے لوگ اپنے پیغمبر سے منفرق ہوں گے اور ان سے اختلاف کریں گے تو اُن کو منتفرق ہونے سے ممانعت کی جس طرح کہ اس جماعت کو ممانعت فرمائی تھی جو ان سے پہلے تھے۔ لہٰذا حکم دیا ان کو کہ ولایت محمدؐ و آل محمدؐ پر متحد رہیں اور منتفرق نہ ہوں۔ اور عیاشی نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ حبل خدا کتاب خدا ہے اور حبل ناس علیؑ بن ابی طالب ہیں۔ اور مجالس میں شیخ طوسی نے اور مناقب میں ابن شہر آشوب نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ ہم حبل اللہ ہیں۔

بیسویں فصل حکمت اور اُولِی النُّہٰی کی تفسیر آئمہ طاہرین کے ساتھ۔

علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ حضرت صادقؑ سے قول خدا وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا لُقْمَانَ الْحِکْمَۃَ کی تفسیر دریافت کی گئی یعنی ہم نے لقمان کو حکمت عطا کی۔ حضرت نے فرمایا کہ حکمت سے مراد امام زمانہ کا پہچاننا ہے۔ محاسن برقی اور کافی اور تفسیر عیاشی میں بسند صحیح حضرت صادقؑ سے اس قول خدا کی تفسیر میں روایت کی ہے۔ وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا یعنی جس کو حکمت عطا کی گئی اس کو خیر کثیر دیا گیا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ حکمت سے مراد خدا کی عبادت اور امام کا پہچاننا ہے۔ اور عیاشی نے بسند دیگر امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حکمت سے مراد اصول دین کی معرفت ہے اور مسائل دین میں جو فقیہ و دانا ہے وہ حکیم ہے۔

بصائر الدرجات اور تفسیر ابن ماہیار اور مناقب ابن شہر آشوب میں بسند معتبر روایت کی ہے کہ حضرت صادق علیہ السلام سے اس قول خدا کی تفسیر دریافت کی۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی النُّہٰی یعنی بیشک زمین۔ راستوں اور پہاڑوں کے پیدا کرنے اور بارش بھیجنے اور درختوں کے اُگانے یا کافروں کے شہروں کے ہلاک ہونے میں جو خدا اور اس کے پیغمبروں کے منکر تھے سمجھداروں کے لئے چند نشانیاں ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ خدا نے اپنے رسولؐ کو جو کچھ اُن کے بعد ہوگا سب کی خبر دیدی تھی کہ ابوبکر کا خلافت حاصل کرنا ان کے بعد عمر و عثمان اور تمام بنی امیہ کا خلافت کا دعوےٰ کرنا پھر ان تمام امور کی رسول خدا نے علیؑ کو اطلاع دے

دی اور وہ تمام امور اُسی طرح واقع ہوئے جس طرح خدا نے رسولؐ کو اور رسولؐ نے علیؑ کو خبر دے دی تھی اور یہ تمام خبر علیؑ سے ہم تک پہونچی جو کچھ بنی امیہ کی بادشاہی کے بارے میں ہونے والا تھا۔ تو یہ ہے اس آیت کے معنی جس کا ذکر خدا نے کیا کہ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی النُّھٰی لہٰذا ہم اولنُّہٰی ہیں کیونکہ ان سب کا علم ہم تک منتہی ہوا ہے اور ہم نے خدا کی اطاعت کے لئے صبر کیا اور اس کی قضا پر راضی ہو گئے۔ تو ہم خدا کی مخلوق میں اس کے حکم پر قائم رہنے والے ہیں اور اس کے دین کے خزینہ دار ہیں اور اس کے دین و علم کی حفاظت کرنے والے اور اپنے دشمنوں سے پوشیدہ رکھنے والے ہیں جس طرح کہ رسول خدا نے پوشیدہ رکھا یہاں تک کہ خدا نے مکہ سے مدینہ کی جانب اُن کو ہجرت کی اور مشرکوں سے جہاد کرنے کی اجازت دی۔ الغرض ہم آنحضرتؐ کے طریقہ پر ہیں اور دین کو پنہاں رکھتے ہیں یہاں تک کہ خدا ہم کو اجازت دے تو ہم اس کے دین کی تلوار کے ذریعہ سے اشاعت کریں اور لوگوں کو اس کی جانب بلائیں۔ اس وقت ہم آخر کار شمشیر زنی کریں گے جس طرح رسول اللہ نے ابتداء میں حکم خدا پہنچانے کے بعد شمشیر زنی کی تھی۔

اکیسویں فصل

اس ذکر میں کہ صافون، مسبحون، صاحب مقام معلوم، عرش کے حامل اور سُفَرَۃٍ کِرَامٍ بَرَرَہ آئمہ معصومین ہیں۔

حق تعالیٰ فرشتوں کی شان میں فرماتا ہے وَ مَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ وَّ اِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ وَ اِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ۔ مفسروں نے کہا ہے کہ فرشتے کہتے ہیں کہ ہم میں سے کوئی ایسا نہیں جسکے لئے اس کی عبادت کا جانا ہوا مقام معین نہ ہو۔ بیشک ہم تسبیح کرنے والے ہیں۔

علی بن ابراہیم و ابن شہر آشوب اور فرات نے بسندہائے معتبر حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ یہ آیت وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ آل محمد علیہم السلام میں سے ائمہ اور اوصیا کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ ایضاً تفسیر علی بن ابراہیم ہیں دوسری معتبر سند سے انہی حضرت سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ ہم پیغمبری کے درخت اور رسالت کے معدن اور فرشتوں کی آمد و رفت کے محل و مقام ہیں اور ہم ہیں خدا کا عہد یعنی امام خدا نے ہمارے لئے لوگوں سے عہد لیا ہے اور ہم ہیں خدا کے معین

کئے ہوئے امام اور ہم ہیں خدا کی مودت یعنی ہماری محبت خدا کی محبت ہے اور ہم ہیں خدا کی محبت۔ ہم چند نور تھے جو عرش خدا کے گرد صف باندھے ہوئے اس کی تسبیح کرتے تھے۔ اہل آسمان نے ہمارے سبب سے تسبیح کی۔ یہاں تک کہ ہم زمین پر بھیجے گئے تو ہم نے خدا کی پاکیزگی بیان کی تو اہل زمین نے ہم سے تسبیح و تنزیہہ کرنا سیکھا۔ ہم صافون اور مسبحون ہیں جو خدا نے فرمایا ہے تو جس نے ہمارے عہد کو پورا کیا تو بلاشبہ اس نے عہد خدا کو پورا کیا اور جس نے ہمارے عہد کو توڑا تو بیشک اس نے خدا کے عہد کو توڑا۔

ابن ماہیار نے بسند معتبر حضرت امیر المومنینؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے بعض خطبوں میں فرمایا کہ ہم آل محمدؐ ہیں ہم عرش کے گرد چند نور تھے خدا نے ہم کو تسبیح کرنے کا حکم دیا تو ہم نے تسبیح کی۔ اور فرشتوں نے ہماری تسبیح سے تسبیح کی پھر خدا نے ہم کو زمین پر بھیجا اور تسبیح کا حکم تو ہم نے تسبیح کی تو اہل زمین نے ہماری تسبیح سے تسبیح کی۔ لہٰذا ہم صافون ہیں اور ہم ہی مسبحون ہیں۔ ایضاً روایت کی کہ ابن عباس سے اسی مذکورہ آیت کی تفسیر پوچھی گئی انہوں نے کہا کہ ہم جناب رسولؐ اللہ کی خدمت میں حاضر تھے کہ امیر المومنینؑ تشریف لائے۔ جب آنحضرتؐ کی نظران حضرت پر پڑی آپ مسکرائے اور فرمایا کیا کہنا ہے اس شخص کا جس کو خدا نے آدم سے چالیس ہزار سال پہلے پیدا کیا ہے۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے رسولؐ خدا سے عرض کی کہ کیا بیٹا باپ سے پہلے تھا فرمایا ہاں خدا نے مجھ کو اور علیؑ کو تمام انبیاؑ سے پہلے خلق فرمایا اس کے بعد تمام چیزوں کو پیدا کیا۔ اور تمام چیزیں تاریک تھیں۔ انبیاؑ کا نور میرے اور علیؑ کے نور سے تھا۔ پھر خدا نے ہم کو عرش کی جانب جگہ دی۔ پھر فرشتوں کو خلق کیا۔ ہم نے تسبیح و تنزیہہ کی۔ ہم نے خدا کی تہلیل کی اور اس کی یکتائی کا اقرار کیا تو فرشتوں نے تہلیل کی۔ ہم نے خدا کی تکبیر کی تو فرشتوں نے تکبیر کی اور یہ سب میری اور علیؑ کی تعلیم کے ذریعہ ہوا اور خدا کے علم میں پہلے ہی سے ہے میرا اور علیؑ کا دوست جہنم میں نہ جائے گا۔ اور دشمن جنت میں داخل نہ ہوگا۔ بیشک خدا نے چند فرشتے خلق فرمائے جن کے ہاتھوں میں چاندی کی صراحیاں ہیں۔ جن میں جنت کا آب حیات بھرا ہوا ہے۔ شیعیان علیؑ میں کوئی شیعہ نہیں مگر یہ کہ اس کے باپ ماں پاکیزہ اور پرہیزگار ہیں اور برگزیدہ اور خدا پر ایمان رکھنے والے ہوتے ہیں۔ جب اُن میں سے کوئی اپنے

اہل سے مقاربت کرنا چاہتا ہے ان فرشتوں میں سے ایک فرشتہ جن کے ہاتھوں میں بہشت کے پانی کی صراحیاں ہوتی ہیں اس پانی کا ایک قطرہ اس کو پلا دیتا ہے تو اس سے اس کے دل میں ایمان اُگتا ہے جس طرح کھیتی اُگتی ہے۔ اس لئے وہ خدا کی جانب سے اس کے رسولؐ کی جانب سے اس کے وصی علیؑ بن ابیطالب کی جانب سے میری دختر فاطمہ زہراؑ کی جانب سے اس کے فرزند حسنؑ و حسینؑ اور حسینؑ کے فرزندوں کے اماموں کی جانب سے بینہ و برہان پر ہوتے ہیں۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہؐ وہ ائمہ کون ہیں۔ فرمایا وہ گیارہ نفوس علیؑ کے فرزندوں میں حسین علیہم السلام کی نسل سے ہوں گے۔ پھر حضرتؐ نے فرمایا کہ میں اس خدا کی حمد کرتا ہوں جس نے علیؑ کی محبت اور ان پر ایمان رکھنے کو بہشت میں داخل ہونے اور جہنم سے نجات کا سبب قرار دیا۔

علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ ابو بصیر نے حضرت صادقؑ سے دریافت کیا کہ فرشتے زیادہ ہیں یا آدمؑ کی اولاد۔ حضرتؑ نے فرمایا اُسی خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے فرشتے آسمانوں میں زمین کے ذرّوں کی تعداد سے بہت زیادہ ہیں اور آسمان پر ایک پیر کے بقدر جگہ نہیں ہے مگر یہ کہ اس میں ایک فرشتہ ہے جو خدا کی تسبیح و تنزیہہ کرتا ہے۔ اور زمین میں کوئی درخت کوئی کنکری نہیں ہے مگر یہ کہ اس پر ایک فرشتہ مؤکّل ہے اور ہر روز اس کے اعمال اور احوال سے خدا کو آگاہ کرتا ہے باوجود اس کے کہ ان کے احوال سے وہ ان فرشتوں سے زیادہ باخبر ہے اور کوئی فرشتہ نہیں ہے مگر ہر روز خدا کی بارگاہ میں ہم اہلبیتؑ کی ولایت و محبت کے ساتھ تقرب حاصل کرتا اور ہمارے دوستوں کے لئے طلب مغفرت کرتا ہے اور دشمنوں پر لعنت کرتا ہے اور وہ سب فرشتے خدا سے عرض کرتے ہیں کہ خدا ان پر عذاب نازل کرے جیسا کہ حق ہے۔ اس کے بعد اس قول خداوند عالم وَالَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ یعنی جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں کی تفسیر میں فرمایا کہ وہ جناب رسول خداؐ اور ان کے بعد ان کے اوصیاؑ جو حاملانِ علمِ خدا ہیں اور عرش سے مراد علم ہے وَمَنْ حَوْلَهٗ یعنی وہ جو عرش کے گرد ہیں حضرتؑ نے فرمایا یعنی وہ فرشتے جو عرش کے چاروں طرف ہیں۔ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا یعنی اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ تنزیہہ کرتے ہیں اور خدا پر ایمان رکھتے ہیں اور اہل ایمان کے لئے طلب مغفرت کرتے ہیں۔

اس سے کہ کوئی فرزند حضرت نے فرمایا کہ وہ اہل ایمان شیعیان آل محمدؐ ہیں۔ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا یعنی اے ہمارے پروردگار تو ہر چیز کو رحمت اور علم کے ذریعہ سے گھیرے ہوئے ہے یعنی تیری رحمت ہر شخص اور ہر چیز کو پہونچی ہوئی ہے اور تیرا علم ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے فَاغْفِرْ لِلَّذِينَ تَابُوا یعنی اس جماعت کو بخش دے جس نے ولایت و محبت خلفائے جور و بنی امیہ سے توبہ کی ہے۔ وَاتَّبَعُوا سَبِيلَكَ اور تیری راہ کی پیروی کی ہے حضرتؑ نے فرمایا کہ راہِ خدا سے ولایت اور ولی خدا علی بن ابی طالب کی امامت و ولایت کا اعتقاد مراد ہے۔ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ رَبَّنَا وَأَدْخِلْهُمْ جَنَّاتِ عَدْنٍ الَّتِي وَعَدْتَهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ یعنی اے پروردگار ان کو عذاب دوزخ سے محفوظ رکھ اور بہشت کے باغوں میں داخل کر جس میں ہمیشہ رہیں اور ان لوگوں کو بھی جو ان کے باپ دادا ہیں اور ان کی عورتوں اور فرزندوں کو بھی جو نیک ہوں داخل کر جس کا تو نے اُن سے وعدہ کیا ہے بیشک تو غالب اور حکیم ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ نیک لوگوں سے مراد وہ ہیں جو محبت و ولایت علیؑ ابن ابی طالب سے بہرہ ور ہوں۔ وَقِهِمُ السَّيِّئَاتِ وَمَنْ تَقِ السَّيِّئَاتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهُ وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ اے خدا ان کو گناہوں کی سزا سے قیامت کے روز محفوظ رکھ اور جس کو تو نے اس روز محفوظ رکھا تو اس پر بڑا رحم فرمایا اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے حضرت نے فرمایا یہ کامیابی اس کے لئے جو خلفائے جور کی محبت سے نجات پا جاتا ہے۔ پھر خدا نے فرمایا إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بیشک جو لوگ کافر ہو گئے حضرت نے فرمایا یعنی بنی امیہ يُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللَّهِ أَكْبَرُ مِنْ مَقْتِكُمْ أَنْفُسَكُمْ إِذْ تُدْعَوْنَ إِلَى الْإِيمَانِ فَتَكْفُرُونَ ان کو قیامت کے روز ندا دیں گے کہ خدا کی دشمنی اس دشمنی سے بہت بڑی ہے۔ جو تم اپنی ذات کے ساتھ کرتے تھے جبکہ تم کو ایمان کی طرف بلایا جاتا تھا اور تم نے ایمان سے منہ پھیر کر کفر اختیار کیا فرمایا یعنی تم کو ولایت علیؑ کی جانب بلایا جاتا تھا۔

ایضاً ابن ماہیار نے بھی بسند معتبر امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے لِلَّذِينَ آمَنُوا سے مراد شیعیان محمدؐ و آل محمدؐ ہیں اور لِلَّذِينَ تَابُوا سے مراد وہ لوگ ہیں جنھوں نے محبت خلفائے جور و بنی امیہ سے توبہ کی۔ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سے مراد بنی امیہ ہیں اور

ایمان سے مراد ولایت علی علیہ السلام ہے۔

کلینی نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ خدا کے کچھ فرشتے ہیں جو شیعوں کے صلبوں سے گناہوں کو اس طرح جھاڑ دیتے ہیں جس طرح ہوا موسم خزاں میں درختوں سے پتے گرا دیتی ہے خدا کے اس قول سے اسی طرف اشارہ ہے يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا امام نے فرمایا کہ خدا کی قسم تمہارے سوا خدا نے کسی اور سے مراد نہیں لیا ہے۔ اور ابن ماہیار نے عیون اخبار رضا میں بہت سی سندوں کیساتھ روایت کی ہے کہ اَلَّذِيْنَ آمَنُوْا سے وہ لوگ مراد ہیں جو امیر المومنینؑ کی ولایت پر ایمان لائے ہیں حضرت نے فرمایا کہ فرشتے ہمارے اور ہمارے شیعوں کے خادم ہیں۔ ابن ماہیار نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ سے مراد آٹھ نفوس ہیں محمدؐ و علیؑ و حسنؑ و حسینؑ و ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ و موسیٰؑ و عیسیٰؑ صلوات اللہ علیہم اجمعین اور ابن بابویہ نے عقائد میں کہا ہے کہ عرش الٰہی کو آٹھ افراد اٹھائیں گے چار پہلے لوگوں میں اور چار بعد والوں میں سے۔ پہلے والے چار حضرات جناب نوحؑ و ابراہیمؑ و موسیٰؑ و عیسیٰ علیہم السلام ہیں اور بعد والوں میں سے محمدؐ و علیؑ و حسنؑ و حسینؑ صلوات اللہ علیہم اور بیان کیا ہے کہ ہم کو صحیح سندوں کیساتھ ائمہ اطہار سے ایسی ہی خبر پہونچی ہے اور ابن ماہیار نے حضرت امیر المومنین سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میرا فضل اس آیت میں آسمان سے رسولؐ اللہ پر نازل ہوا ہے وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ آمَنُوْا اور یہ آیت بھی اسوقت نازل ہوئی جبکہ دنیا میں سوائے میرے اور جناب رسولخداؐ کے کوئی مومن نہ تھا اور بسند معتبر امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے جناب امیرؑ نے فرمایا کہ سات سال اور چند مہینے تک فرشتے جناب رسولخداؐ پر اور مجھ پر صلوات بھیجتے رہے اور ہماری شان میں یہ آیتیں اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ سے اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ تک نازل ہوئیں۔ اور دوسری روایت کیمطابق حضرت رسالتمآبؐ سے روایت کی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بلاشک خدا اور فرشتوں نے کئی برس تک مجھ پر اور علیؑ پر صلوٰۃ بھیجی ہے کیونکہ ہم نماز پڑھتے تھے اور ہمارے سوا کوئی نہیں پڑھتا تھا اور دوسری کئی سندوں سے روایت کی ہے کہ حضرت صادقؑ نے فرمایا کہ خدا کی قسم فرشتوں کا استغفار کرنا تم شیعوں کے لئے ہے۔ نہ کہ تمام خلق کیواسطے۔ خداوند عالم قرآن مجید کی فضیلت میں ارشاد فرماتا ہے اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ لِمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ كِرَامٍ بَرَرَةٍ یعنی بیشک قرآن لوگوں کے لئے سراسر نصیحت ہے تو جو چاہے اس قرآن سے نصیحت حاصل کرے یہ ان صحیفوں میں ہے جو منزلت والے بلند مرتبہ اور پاکیزہ ہیں اور یہ ایسے لکھنے والوں کے ہاتھ میں ہے جو خدا کے نزدیک باعزت نیکوکار اور بلند مرتبہ جیسے فرشتے۔ انبیاء اور انکے اوصیاء ہیں۔ احادیث معتبرہ میں منقول ہے کہ سفرہ سے مراد ائمہ علیہم السلام ہیں اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ یعنی بیشک جو لوگ تمہارے پروردگار سے قریب ہیں وہ اسکی عبادت سے تکبر نہیں کرتے بلکہ اسکی تسبیح و تقدیس کرتے ہیں۔ اور اسکی بارگاہ میں سجدہ کرتے ہیں مفسرین میں یہ مشہور ہے کہ اس سے مراد فرشتے ہیں لیکن حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ اس سے مراد انبیاء مرسلین اور ائمہ طاہرین ہیں صلوات اللہ علیہم اور یہ کوئی بعید نہیں کہ خدا کے قرب میں فرشتوں کا ہونا جسم معنوی کیساتھ ہے بلکہ قرب معنوی مراد ہے اور وہ انبیاء و ائمہ علیہم السلام میں زیادہ ہے۔ ایضاً حق تعالیٰ نے فرمایا ہے وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا یعنی کفار کہتے ہیں کہ خدا نے کوئی بیٹا بہم پہونچایا ہے سُبْحَانَهٗ وہ پاک ہے

اس سے کہ کوئی فرزند رکھتا ہو۔ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ بلکہ خدا کے نزدیک چند بندے گرامی ہیں۔ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ خدا پر گفتگو میں سبقت نہیں کرتے یعنی جب تک خدا کوئی چیز نہیں فرماتا وہ نہیں کہتے وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ اور وہ اس کے حکم کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ خدا ان چیزوں کو جانتا ہے جو ان کے سامنے اور پیچھے ہیں۔ وَلَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ اور شفاعت نہیں کرتے مگر اسی کی جس کی شفاعت کے لیے خدا راضی ہوتا ہے اور وہ لوگ خدا کی عظمت و ہیبت سے ڈرتے ہیں۔
ابن ماہیار وغیرہ نے حضرت باقرؑ سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت حضرت نے پڑھی تو اپنے سینہ کی طرف اشارہ کیا (یعنی مطلب یہ تھا کہ یہ آیتیں ہم اہلبیتؑ کی شان میں نازل ہوئی ہیں) [1]

بائیسویں فصل [۲۲]

اس بیان میں کہ اہل رضوان و درجات ائمہ علیہم السلام ہیں اور عقاب و عذاب والے ان کے دشمن اور مخالفین ہیں اس میں چند آیتیں ہیں۔

پہلی آیت:- اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ۔
یعنی کیا جو شخص خدا کی خوشنودی کے مطابق عمل کرتا ہے اس شخص کے مانند ہو سکتا ہے جس کی بازگشت خدا کے غضب کی طرف ہو اور جس کا ٹھکانا دوزخ ہو اور جہنم بُری جگہ ہے وہ لوگ (یعنی خدا کی خوشنودی پر عمل کرنے والے) خدا کے نزدیک بلند مرتبہ ہیں۔ اور جو کچھ یہ لوگ عمل

---

[1] مؤلفؒ فرماتے ہیں کہ اکثر مفسروں نے کہا ہے کہ یہ آیتیں اس جماعت کے قول کی رد میں نازل ہوئی ہیں جو کہتی ہیں کہ فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں۔ لہٰذا عبادٌ مکرمون سے مراد فرشتے ہوئے لیکن زیارات سے جیسے زیارت جامعہ وغیرہ اور بہت سی دعاؤں سے اور دوسری معتبر حدیثوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس سے مراد آئمہ معصومین ہیں، اس بنا پر دو احتمال وارد ہوتے ہیں اول یہ کہ ان لوگوں کے قول کی رد ہو جو امیرالمومنینؑ اور ائمہ طاہرینؑ کی الوہیت کے قائل ہیں تو عبادٌ مکرمون سے مراد یہ ہوگی کہ وہ لوگ خدا کے بندے ہیں جن کو وہ خدائے رحمٰن گمان کرتے ہیں۔ دوسرا احتمال یہ کہ یہ آیت اس گروہ کے قول کی رد میں ہو جو فرشتوں کو خدا کے لڑکے جانتے ہیں تو خدا نے نفی کر دی کہ خدا کے کچھ مقرب بندے ہیں جن کو خدا محترم رکھتا ہے اور اپنا خلیفہ بناتا ہے اور یہ انتخاب فرزندی نسب کا باعث نہیں ہوتا۔ اس بنا پر ممکن ہے کہ اس سے خاص طور پر ائمہ علیہم السلام مراد ہوں یا عام طور پر تمام مقربان خدا مراد ہوں جیسے ملائکہ، انبیاء اور اوصیا علیہم السلام ۱۲۔

کرتے ہیں خدا اس سے خوب واقف ہے (پ۴ آیت ۱۶۲ و ۱۶۳ سورہ آل عمران)
ابن شہر آشوب اور عیاشی نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جو لوگ خدا کی خوشنودی اور رضا کے پابند رہے وہ آئمہ آل محمدؐ ہیں۔
خدا کی قسم یہی لوگ مومنین کے لئے درجات ہیں ان کی محبت دوستی اور معرفت کی وجہ سے جو ہم کو حاصل ہے خداوند عالم اُن کے اعمال کا ثواب دُنیا و آخرت میں دوناکر دیتا ہے۔ عیاشی کی روایت کے مطابق فرمایا کہ خدا کی قسم جو لوگ خدا کے غضب میں مبتلا ہوئے وہ ہیں جو علی بن ابیطالب علیہ السلام کے حق سے انکار کرنے والے ہیں۔ اسی واسطے وہ لوگ خدا کے غیظ وغضب کے مستحق ہوئے ہیں۔ اور امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ مومنین کے جو درجات بلند ہوتے ہیں ان کے دو درجوں کے درمیان اس قدر فاصلہ ہے جس قدر آسمان و زمین کے درمیان فاصلہ ہے۔
دوسری آیت: ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَآ اَسْخَطَ اللّٰهَ وَكَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ (پ۲۶ سورہ محمد آیت ۲۸) یعنی مرنے کے وقت فرشتے ان کے چہروں اور پیٹھ پر مارتے ہیں اس لئے کہ انہوں نے اس چیز کی پیروی کی ہے جس نے خدا کو غضبناک کیا ہے۔ اور اُس امر سے کراہت رکھتے تھے جو خدا کی خوشنودی کا سبب ہے لہذا خدا نے ان کے اعمال کا ثواب مٹا دیا۔
ابن ماہیار نے حضرت باقرؑ سے كَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ کی تفسیر میں روایت کی ہے یعنی وہ لوگ جناب علی مرتضیٰؑ اور ان کی ولایت سے کراہت رکھتے تھے۔ حالانکہ علیؑ خدا اور رسولؐ کے پسندیدہ ہیں اور خدا نے بدر و حنین کے دن اور بطن نخلہ اور تردیہ کے روز علیؑ کی ولایت کا حکم دیا ہے اور ان کی شان میں بائیس آیتیں حدیبیہ جحفہ اور غدیر خم میں نازل ہوئی ہیں حالانکہ کفار قریش نے جناب رسولؐ خدا کو مسجد الحرام میں داخل ہونے سے روکا تھا۔ اور علی بن ابراہیم نے اس آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ جس کی متابعت خُدا کو غضبناک کرتی ہے وہ ولایت و دوستی ہے خلفائے جور کی اور ان تمام لوگوں کی جنھوں نے امیرالمومنینؑ پر ظلم و ستم کئے لہذا خدا نے ان کے اعمال کو حبط کر لیا اور ان کے ہر نیک عمل کے ثواب کو باطل کر دیا جو انہوں نے کیا تھا۔
تیسری آیت: يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً

فَادْخُلِيْ فِيْ عِبَادِيْ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ (پ۳۰ سورہ الفجر آیت ۲۷ تا ۳۰) یعنی اے نفس مطمئنہ اپنے پروردگار کی جانب راضی و خوش خدا کے ثواب کے ساتھ پلٹ آ اور میرے نیک بندوں میں شامل اور میری بہشت میں داخل ہو جا۔

ابن ماہیار نے حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ یہ آیت حضرت امام حسین علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے ایضاً انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ سورہ فجر کو اپنی واجبی اور سنتی نمازوں میں پڑھو کیونکہ وہ سورہ امام حسینؑ کی ہے اس کے پڑھنے کی رغبت کرو تاکہ خدا تم پر رحمت کرے۔ ابواسامہ نے کہا کہ یہ سورہ کس طرح امام حسینؑ سے مخصوص ہے تو حضرت نے فرمایا کہ تم نے یہ آیت نہیں سنی ہے۔ یَاۤ اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْۤ اِلٰی رَبِّكِ اس سے مراد وہی حضرتؑ ہیں اور وہی صاحب نفس مطمئنہ ہیں جو خدا کے حکم پر راضی تھے اور اس کے نزدیک محبوب تھے اور ان کے اصحاب آل محمدؐ میں سے ہیں۔ اور خدا ان سے راضی ہے اور یہ سورۂ امام حسینؑ اور آلِ محمدؐ کے شیعوں کی شان میں نازل ہوئی ہے اور انہی سے مخصوص ہے۔ لہٰذا جو شخص اس سورۂ کو ہمیشہ پڑھے تو بہشت میں ان حضرتؑ کے ساتھ اُن کے درجہ میں ہوگا اور خدا غالب اور حکیم ہے۔ ایضاً کلینی اور ابن ماہیار نے سدیر صراف سے روایت کی ہے کہ اس نے حضرت صادقؑ سے عرض کی کہ آپ پر فدا ہوں اے فرزند رسول خداؐ کیا آپ مومن کی قبض روح سے تکلیف محسوس کرتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا خدا کی قسم جب ملک الموت اس کے پاس روح قبض کے لئے آتے ہیں اور وہ فریاد کرتا اور ڈرتا ہے تو ملک الموت اس سے کہتے ہیں کہ اے خدا کے دوست فریاد مت کر اُس خدا کی قسم جس نے محمدؐ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے میں تجھ پر تیرے مہربان باپ سے زیادہ مہربان ہوں اپنی آنکھیں کھول کر دیکھ تو اس کے سامنے جناب رسول خداؐ و امیرالمومنین و فاطمہ و حسن و حسین اور تمام ائمہ اطہار صلوات اللہ علیہم اجمعین متمثل ہوتے ہیں۔ ملک الموت کہتے ہیں کہ یہ تیرے رفیق ہیں وہ مومن آنکھیں کھول کر ان حضرات کو مشاہدہ کرتا ہے پھر اس کی روح کو رب العزت کی جانب سے ایک منادی ندا دیتا ہے کہ اے پرسکون نفس محمدؐ و آل محمدؐ اور اپنے پروردگار کی جانب پلٹ آ تو ان کی ولایت سے راضی اور ثواب کے سبب پسندیدہ ہے پھر تو میرے خاص بندوں میں شامل ہو جا یعنی محمدؐ و علیؑ اور ان کے اہلبیتؑ میں اور میرے بہشت میں داخل ہو جا اس کے بعد اس سے زیادہ

سورۂ فجر اپنی واجبی اور سنتی نمازوں میں پڑھو تاکہ خدا تم پر رحمت نازل کرے۔

اس مومن کے نزدیک کوئی چیز محبوب و عزیز نہیں ہوتی سوائے اس کے کہ اس کی روح قبض کرلی جائے اور وہ اُن ذوات مقدسہ سے ملحق ہو جائے۔

چوتھی آیت: لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ۔ (پ۲۶ سورہ الفتح آیت ۱۸) یعنی بیشک خدا ان مومنوں سے راضی ہوا جبکہ انہوں نے درخت کے نیچے اسے رسولؐ تم سے بیعت کی۔ ابن ماہیار نے روایت کی ہے کہ جابر نے حضرت باقرؑ سے سوال کیا کہ اس وقت اس جماعت نے جس نے بیعت کی کتنے افراد تھے۔ فرمایا بارہ سو افراد تھے پوچھا کہ کیا علیؑ بھی اس جماعت میں تھے یا نہیں فرمایا کہ ہاں بلکہ ان کے سردار اور رئیس تھے [۱]

[۱] مؤلفؒ فرماتے ہیں کہ یہ اشارہ ہے بیعت رضواں کی جانب جو عمرۂ حدیبیہ میں واقع ہوئی۔ اور جناب رسول خدا بقصد عمرہ تشریف لے گئے اور قریش مانع ہوئے اور مکہ میں داخل نہیں ہونے دیا اور جناب رسول خداؐ نے حضرت عثمان کو کچھ پیغام دے کر ان کے پاس بھیجا تھا اور یہاں لشکر میں یہ مشہور ہو گیا کہ کفار نے ان کو قید کر لیا اس وقت جناب رسول خداؐ نے ایک کانٹے دار یا بیر کے درخت کے نیچے اپنے اصحاب کو جمع کیا اور اُن سے اس بات پر بیعت لی کہ کفار قریش سے جنگ کریں تو بھاگیں گے نہیں۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت نے فرمایا کہ خدا مومنوں سے راضی ہوا۔ لہٰذا منافقین اس سے خارج ہو گئے اور اوّل و دوم اور ان کے مثل اشخاص اس آیت میں داخل نہیں ہیں۔ خدا نے اسی سورہ میں فرمایا ہے۔ فَمَنْ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِہٖ وَ مَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰھَدَ عَلَیْہُ اللّٰہَ فَسَیُؤْتِیْہِ اَجْرًا عَظِیْمًا ۝ (آیت ۱۰ سورہ الفتح پ۲۶) یعنی جو شخص بیعت توڑے گا تو اس کا نقصان اسی کو پہنچے گا اور جو اس عہد کو جو خدا سے اس نے کیا ہے وفا کرے گا تو اس کو جلد خدا اجر عظیم عطا فرمائے گا۔ علی بن ابراہیم نے کہا ہے کہ یہ آیت لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ الخ کے بعد نازل ہوئی ہے لہٰذا خدا کی خوشنودی مشروط ہے اس پر کہ عہد کو نہ توڑے۔ تو جن لوگوں نے عہد کو توڑا اور اہلبیتؑ کے حق کو غصب کیا اور روز غدیر کی بیعت کو توڑا اور نص رسولؐ سے انکار کیا وہ سب کافر ہو گئے۔ وہ آیہ رضوان میں داخل نہیں ہیں۔ اس سلسلہ کی بعض باتیں اس کے بعد کی کتاب میں انشاء اللہ بیان ہوں گی۔ اور اس واقعہ کی تفصیل جلد دوم میں بیان کی جا چکی ہے ۱۲

تیئیسویں فصل

اِس ذکر میں کہ ناس سے مراد اہلبیتؑ اور شبیہ ناس سے مراد ان کے شیعہ ہیں اور ان کے غیر نسناس ہیں۔

کلینی اور فرات بن ابراہیم نے بسند ہائے معتبر امام زین العابدین وحضرت صادق علیہما السلام سے روایت کی ہے ایک شخص نے امیرالمومنینؑ کی مجلس میں کھڑے ہو کر پوچھا کہ اگر آپ عالم ہیں تو مجھے بتائیے کہ ناس اور شبیہ ناس اور نسناس کون کون ہیں۔ حضرتؑ نے امام حسینؑ سے فرمایا کہ تم جواب دو۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ ناس جناب رسول خدا ہیں اور ہم انہی سے ہیں اور ناس میں داخل ہیں جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے ثُمَّ اَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ یعنی سامان بار کرو اور اس جگہ سے جہاں لوگ بار کرتے ہیں جلد روانہ ہو جاؤ۔ فرمایا کہ رسول خداؐ نے سامان بار کیا اور لوگوں کے ساتھ عرفات سے روانہ ہو گئے۔ لہٰذا اس جگہ ناس سے مراد جناب رسول خداؐ ہیں اور ہم اہلبیتؑ بھی انہی میں شامل ہیں اور اُنہی حضرت کے حکم میں ہیں اور اشباہ ناس ہمارے شیعہ ہیں۔ وہ ہم سے ہیں اور ہم سے مشابہ ہیں اسی وجہ سے حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا تھا فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ یعنی جو شخص میری پیروی کرے وہ مجھ سے ہے۔ اور نسناس یہ ہمارے دشمن ہیں۔ اور اپنے ہاتھ سے مخالفوں کی طرف اشارہ کیا۔ اس کے بعد اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ اِنْ هُمْ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا یعنی وہ نہیں ہیں مگر چوپائے بلکہ اس سے بھی بدتر ہیں لہ

لہ مؤلف فرماتے ہیں کہ خدا کے اس قول ثم افیضوا من حیث افاض الناس کی تفسیر میں مفسرین نے اختلاف کیا ہے بعض کہتے ہیں کہ قریش عرفات میں نہیں جاتے تھے حج میں مشعر الحرام میں ٹھہرے رہتے پھر منیٰ کی طرف واپس چلے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم حرم خدا کے مالک ہیں ہم دوسرے لوگوں کی طرح نہیں ہیں کہ حرم سے باہر جائیں اور لوگوں کو چاہیئے کہ باہر جائیں۔ جب جناب رسول خداؐ بھی مشعر میں نہیں ٹھہرے اور عرفات کو روانہ ہو گئے تو قریش کو ناگوار گذرا اس وقت خدا نے یہ آیت نازل فرمائی۔ الغرض بعض مفسرین کا قول ہے کہ ناس سے مراد جناب ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق اور تمام پیغمبر ہیں (علیہم السلام) اور جو تاویل حضرت نے فرمائی وہ اس سے ملتی جلتی ہے کہ خطاب قریش سے ہو یعنی رسولؐ خدا کے ساتھ عرفات مت جاؤ اور وہیں سے بار کر کے آنحضرتؐ کے ساتھ مشعر چلے جاؤ۔ تو پیغمبر کو خدا نے ناس فرمایا اور اس میں آنحضرتؐ کے اہلبیتؑ بھی داخل ہیں اور انسان حقیقی جو کمال علم (بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۰۱ پر ملاحظہ فرمائیں)

چوبیسویں فصل

اس بیان میں کہ بحر، لولو اور مرجان ائمہ طاہرین علیہم السلام ہیں۔

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيَانِ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ (پ۲۷ سورہ رحمٰن آیت ۱۹ تا ۲۲) یعنی خدا نے دو دریا جاری کئے جو آپس میں مل گئے اور اُن کے درمیان ایک فاصلہ قرار دیا تاکہ یہ دریا ایک دوسرے پر زیادتی نہ کریں تو اے گروہ انس و جن تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت سے انکار کروگے دونوں دریاؤں سے بڑے اور چھوٹے موتی نکلتے ہیں۔ اکثر مفسرین کا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اور ظہور کمالات میں تمام حیوانوں سے ممتاز ہیں۔ یہی محمدؐ و آل محمدؐ ہیں۔ اور ان کے شیعوں نے بھی چونکہ انہی حضرات کی پیروی کرکے کچھ ان سے مشابہت اختیار کرلی ہے لہٰذا وہ بھی داخل ہیں۔ اور دوسرے لوگ نہ انسان ہیں نہ شبیہ انسان بلکہ حیوان ہیں ظاہری صورت میں انسان ہیں اور کمالات علمی و عملی میں نسناس کے مانند ہیں جو بصورت انسان ایک حیوان ہے۔ اور نسناس کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ یاجوج و ماجوج ہیں اور بعضوں کا قول ہے کہ ایک مخلوق بصورت انسان ہے جو آدم کی اولاد سے نہیں ہے۔ اہل خلاف نے روایت کی ہے کہ عاد کے ایک قبیلہ نے اپنے پیغمبر کی نافرمانی کی تو خدا نے ان کو مسخ کردیا اور وہ نسناس ہوگئے۔ ان کے ایک طرف ایک ہاتھ اور ایک طرف ایک پیر ہے اور وہ چوپایوں کی طرح زمین پر چرتے ہیں۔ اور بعض حدیثوں میں ہے کہ بعض آیتوں کی تفسیر میں انسان سے امیر المومنینؑ مراد ہیں جیسا کہ خداوند تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا وَأَخْرَجَتِ الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا وَقَالَ الْإِنْسَانُ مَا لَهَا يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحَىٰ لَهَا یعنی جب زمین زلزلہ میں لائی جائے گی اس زلزلہ میں جو اس کے لئے مقدر ہوچکا ہے یعنی وہ قیامت کا زلزلہ ہوگا یا ایسا زلزلہ جس سے تمام زمین لرز اٹھے گی اور اس روز زمین اپنے وزنی بوجھ باہر نکال پھینکے گی یعنی مردے جو اس میں دفن ہوں گے اور خزانے جو اس میں پوشیدہ کئے گئے ہیں اور انسان کہے گا کہ زمین کو کیا ہوگیا ہے کہ اس طرح کانپ رہی ہے اس روز زمین کہے گی کہ کس شخص نے نیک و بد زمین پر کیا کیا ہے سمجھ لو کہ تمہارے پروردگار نے ان باتوں کے بیان کرنے کی زمین کو وحی کی ہے۔ چنانچہ ابن بابویہ نے بسند معتبر روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر کے زمانہ میں مدینہ میں شدید زلزلہ آیا اور (بقیہ حاشیہ صفحہ آیندہ پر)

قول ہے کہ دو دریاؤں سے مراد ایک دریائے شور اور دوسرا دریائے شیریں ہے اور شیریں دریا کا پانی دریائے شور میں داخل ہوتا ہے اور بقدرت الٰہی ایک دوسرے سے مخلوط ہوتے ہیں اور جہاں یہ دونوں پانی جمع ہوتے ہیں وہاں موتی پیدا ہوتا ہے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ اس سے مراد دریائے آسمان و دریائے زمین ہیں کہ جب ابر نیساں دریا میں برستا ہے صدف اپنے منہ کھول دیتے ہیں اور ان سے موتی پیدا ہوتے ہیں۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ مراد دریائے فارس اور دریائے روم ہے۔ اور ان آیات کی تاویل میں عامہ و خاصہ کے طریق سے بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہے۔ چنانچہ عامہ کے معتبر مفسروں سے ثعلبی نے روایت کی ہے انہوں نے سفیان ثوری اور ابن جبیر سے روایت کی ہے کہ وہ دو دریا علی و فاطمہ علیہما السلام ہیں اور برزخ جناب رسول خداؐ ہیں اور لؤلؤ و مرجان حسنؑ و حسینؑ صلوات اللہ علیہما ہیں۔ حسنؑ کو بڑے موتی سے تشبیہ دی ہے اور حسینؑ کو چھوٹے موتی سے یا مرجان سے جو باعتبار سرخی آنحضرتؐ کی شہادت سے مناسبت رکھتا ہے اور شیخ طبرسی نے بھی اس حدیث کو سلمان فارسی، سعید بن جبیر اور سفیان سے روایت کی ہے اور ابن ماہیار نے بھی اسی روایت کو ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے۔ ایضاً غیروں کے طریق سے بہت سی سندوں کے ساتھ ابو سعید خدری سے اور شیعوں کے طریق سے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ دو دریا علیؑ و فاطمہؑ ہیں یعنی علیؑ فاطمہؑ پر اور فاطمہؑ علیؑ پر زیادتی نہیں کرتے اور ان سے حسنؑ و حسینؑ پیدا ہوئے[1]

[1] مؤلفؒ فرماتے ہیں کہ ان حدیثوں کی بنا پر جن میں جناب رسول خداؐ کا ذکر نہیں ہے ممکن ہے برزخ سے مراد دونوں نفوس قدسیہ کی عصمت ہو جو بغاوت و سرکشی سے ان دونوں حضرات کو ایک دوسرے پر زیادتی کرنے سے روکتی ہو۔

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) لوگ ابوبکر و عمر کے پاس پناہ لینے آئے۔ دیکھا کہ وہ بھی بہت ڈرے ہوئے ہیں اور حضرت علیؑ مرتضیٰ کے بیت الشرف کی طرف جا رہے ہیں۔ یہ سب لوگ بھی ان کے ہمراہ چلے جب آپ کے دروازہ پر پہونچے دیکھا کہ وہ حضرتؑ گھر سے نہایت اطمینان و سکون کے ساتھ بلا خوف و ہراس تشریف لا رہے ہیں۔ ان لوگوں کو دیکھ کر حضرتؑ نے فرمایا کہ تم لوگوں کو میرا اطمینان دیکھ کر تعجب ہوا؟ لوگوں نے عرض کی ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ میں ہوں وہ انسان جس کے بارے میں خدا نے فرمایا ہے قَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا میں روز قیامت زمین سے سوال کرونگا اور وہ مجھ سے اپنی خبریں بیان کرے گی۔ کلینی کی روایت کے مطابق فرمایا کہ اگر یہ زلزلۂ قیامت ہوتا تو زمین میرا جواب دیتی ۔ ۱۲

ابن ماہیار نے مخالفین کی سند سے حضرت ابوذرؓ سے روایت کی ہے کہ بحرین علیؑ و فاطمہؑ ہیں اور لؤلؤ و مرجان حسنؑ و حسینؑ ہیں۔ تو ان چاروں حضرات کے مثل کس نے دیکھے ہیں۔ ان کو سوائے مومن کے کوئی دوست نہیں رکھتا اور سوائے کافر کے کوئی دشمن نہیں لہٰذا محبت اہلبیتؑ کے سبب مومن رہو۔ اور ان کی دشمنی کر کے کافر مت بنو ورنہ خدا تم کو دوزخ میں ڈال دے گا۔

ابن بابویہ نے خصال میں حضرت صادقؑ سے اسی آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے یعنی علیؑ و فاطمہؑ علم کے دو گہرے دریا ہیں جن میں سے کوئی ایک دوسرے پر زیادتی نہیں کرتا۔ اور لؤلؤ و مرجان حسنؑ و حسینؑ ہیں۔ اور ابن شہر آشوب نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ایک روز جناب فاطمہؑ نے اپنی غریبی اور پریشانی کی شکایت جناب رسول خداؐ سے کی۔ حضرتؐ نے فرمایا اے فاطمہؑ اپنے شوہر پر قناعت کرو کیونکہ وہ سید و سردار ہیں اور دنیا و آخرت میں بہترین خلائق ہیں اس وقت خدا نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ۔ میں وہ خدا ہوں جس نے دو دریا بھیجے۔ علی بن ابی طالب دریائے علم ہیں اور فاطمہؑ دریائے پیغمبری جو باہم متصل ہیں اور میں نے ان کو آپس میں متصل کیا ہے بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ ۔ یعنی ان کے درمیان ایک رکاوٹ ہے جو ذات پیغمبر خداؐ ہے جو علیؑ کو روکتے ہیں اس سے کہ وہ دنیا میں تنگدستی کے سبب رنجیدہ ہوں۔ اور فاطمہؑ کو اس سے منع کرتے ہیں کہ وہ علیؑ سے اس بارے میں کچھ کہیں۔ تو اے گروہ انس و جن تم خدا کی کسی ایک نعمت کی یعنی ولایت امیرالمومنینؑ یا محبت فاطمہ علیہا السلام کی تکذیب کرتے ہو کیونکہ یہ دونوں خدا کی تم پر بڑی نعمتیں ہیں لہٰذا لؤلؤ سے مراد امام حسنؑ اور مرجان سے امام حسینؑ علیہما السلام ہیں کیونکہ لؤلؤ بڑا موتی اور مرجان چھوٹا موتی ہے۔

پچیسویں فصل

اس بیان میں کہ ماء معین، بئر معطلہ، قصر مشید، سحاب، بارش اور فواکہ اور تمام ظاہری نفع بخش چیزوں سے مراد ائمہ طاہرین علیہم السلام اور ان کے علوم و برکات ہیں اور اس بارے میں بہت سی آیتیں ہیں۔

پہلی آیت:۔ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ (پ۲۹ سورہ الملک آیت ۳۰) یعنی اے محمدؐ اپنی قوم سے کہہ دو کہ اگر تمہارے واسطے پانی زمین میں غائب ہو جائے تو کون ہے جو تمہارے لئے زمین پر چشمے جاری اور ظاہر

کرے۔ علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ اس سے مراد ہے کہ اگر تمہارا امام غائب ہو جائے تو کون ہے جو اس کے مثل امام تمہارے لئے لا سکتا ہے۔ اور امام رضاؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے اس آیت کی تاویل میں فرمایا کہ تمہارا پانی خدا کی جانب تمہارے دروازے ہیں اور آئمہ اطہار تھے، یہی طرف خدا کے دروازے ہیں جن کو خدا نے اپنے اور اپنی مخلوق کے درمیان کھولا ہے اور آب جاری کنایہ ہے علم امام سے اور شیخ طوسی نے کتاب غیبت میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے اس آیت کی تاویل میں روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ اگر تم اپنے امام کو نہ پاؤ اور وہ غائب ہو جائے اور تم اس کو نہ دیکھو تو کیا کرو گے۔ ابن ماہیار نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ اگر تمہارا امام تمہاری بداعمالیوں کے سبب غائب ہو جائے تو کون تمہارے واسطے نیا امام لائے گا۔ اس بارے میں حدیثیں بہت ہیں۔ اور علم کا کنایہ پانی سے کیا ہے۔ جس طرح پانی جسم کی حیات کا سبب ہے اسی طرح جو علم شیعوں کو ان کے ائمہ سے ملا ہے روح کی حیات کا باعث ہے۔ کیونکہ یہ احسان رکھنے کے لئے زیادہ سزاوار ہے کیونکہ پانی دُنیا کی چند روزہ زندگی کا سبب ہے اور علم آخرت کی حیاتِ ابدی کا باعث ہے۔ اور آیت کا باطن ہے جو آیت کے ظاہری معنی کا مخالف نہیں ہے۔ اور دونوں مراد ہیں کیونکہ قرآن کے سات بطون بلکہ ستر بطون ہیں۔

دوسری آیت: وَاَنْ لَوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّاۤءً غَدَقًا۔ یعنی اگر یہ راہِ حق پر قائم رہتے اور گمراہی کے راستہ پر نہ جاتے تو ہم ان کو خوب پانی پلاتے کافی اور مناقب میں امام محمد تقیؑ سے روایت کی ہے۔ یعنی اگر یہ لوگ اگر علی بن ابی طالب اور اُن کے اوصیا کی ولایت و محبت اور ان کی امامت کے اعتقاد پر قائم رہتے تو ہم ان کے دلوں کو ایمان خالص سے بھر دیتے۔ یہ بھی آیت کا بطن اسی وجہ سے ہے جو مذکور ہوئی۔

تیسری آیت: فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصْرٍ مَّشِيْدٍ (پ۱۷ سورہ حج آیت ۴۵) یعنی بہت سے شہر ہیں جن میں رہنے والوں کو ہم نے ہلاک کر دیا تو وہ اپنے رہنے والوں سے خالی ہو گئے اور ان آبادیوں کی دیواریں اور چھتیں منہدم ہو کر گر پڑیں اور بہت سے کنویں اور قصر برباد ہو گئے کہ نہ اب ان میں سے کوئی پانی پینے والا ہے اور نہ محلوں میں کوئی رہنے والا

ہے۔ اکثر مفسروں نے کہا ہے کہ بئرِ معطلہ وہ کنواں ہے جو حضرموت کے دامن کوہ میں واقع ہے۔ اور قصر سے مراد وہ قصر ہے جو اُس پہاڑ کی چوٹی پر واقع ہے جس کے دامن میں یہ کنواں ہے اور ان کو حنظلہ ابن صفوان کی قوم نے جو حضرت صالح کی قوم کے باقی لوگوں میں سے تھی بنایا تھا جب حنظلہ نے اپنے پیغمبر کو شہید کر دیا تو خدا نے ان کو ہلاک کر دیا پھر وہ کنواں اور قصر ویران ہوگئے[۱] ابن بابویہ نے بسند ہائے معتبر حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ چاہ معطل سے مراد امام خاموش ہے جس کا حق غصب کیا گیا۔ اور وہ مخالفوں کے خوف سے اپنی امامت کا اظہار نہ کر سکا جو شخص چاہے وہ اس چشمۂ حکمت سے فائدہ حاصل کر سکتا ہے۔ اور قصر محکم سے مراد وہ بولنے والا امام ہے۔ جو بلا تقیہ اور بلا خوف بول سکتا ہے اور دعوائے امامت علانیہ کر سکتا ہے اور غائب امام وہ ہے جس پر امام صامت (خاموش) کا اطلاق کرتے ہیں جس کی امامت کا وقت ابھی نہیں آیا ہے اور امام ناطق کا اطلاق اس پر کرتے ہیں۔ جو امام بظاہر ہو چکا ہو۔ ایضاً بسند معتبر دیگر روایت کی ہے کہ قصر مشید محکم جناب امیرؑ ہیں اور بئرِ معطلہ جناب فاطمہؑ اور اُن کے فرزندوں میں ائمہ طاہرینؑ ہیں جو ملک و بادشاہی سے معطل ہیں اور ان کا حق غصب کر لیا گیا۔ اور کتاب مناقب میں جناب رسول خداؐ سے منقول ہے کہ قصر مشید و بئرِ معطلہ دونوں کنایہ ہیں حضرت امیرالمومنینؑ سے[۲]

چوتھی آیت: وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ وَالَّذِي خَبُثَ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا (پ سورۃ الاعراف آیت ۵۸) یعنی جس شہر کی خاک پاکیزہ اور طیب ہے اس میں گھاس (سبزہ وغیرہ) اپنے پروردگار کے حکم اور قدرت سے بآسانی بغیر دقت و مشقت کے اُگتی ہیں۔ اور وہ شہر جس کی زمین خبیث اور کھاری اور پتھریلی ہے اس میں گھاس نہیں اگتی مگر بہت

---

[۱] تفصیل کے لئے دیکھئے حیات القلوب جلد اوّل حالات حنظلہ (مترجم)

[۲] مؤلف فرماتے ہیں کہ ان تاویلات کی بناء پر جو ان حدیثوں میں وارد ہوئی ہیں ممکن ہے ہلاکت قریہ سے مراد ان کی معنوی ہلاکت ہو یعنی ان کی ضلالت و گمراہی کہ انہوں نے نہ امام صامت سے فائدہ اٹھایا نہ امام ناطق سے اور یہ تاویلات بھی مبنی ہیں اُنہی پر جو سابق میں مذکور ہو چکیں۔ حیات معنوی کی تشبیہ حیات ظاہری سے ہے اور روحانی فائدوں کی تشبیہ جسمانی فائدوں سے ہے۔ اور کتاب بحار الانوار میں ان مراتب کی تحقیق کی جا چکی ہے۔ اس کتاب میں ان کے ذکر کی گنجائش نہیں ہے۔ ۱۲

تھوڑی۔ علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ بَلَدُ طَیِّبْ ائمہ کے لئے ایک مثال ہے جن کا علم بغیر محنت کے خدائے تعالےٰ کے الہام سے حاصل ہوتا ہے اور بلد خبیث سے مراد ان کے دشمن ہیں جن کا علم خبیث و باطل ہے کہ اگر تھوڑا علم بھی ان سے دُنیا کو پہونچے تو اس سے کچھ بھی فائدہ نہیں ہوتا۔ شیخ طبرسی نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ یہ مثالیں خدائے تعالےٰ نے مومن و کافر کی دی ہیں کہ جس طرح ساری زمین ایک جنس سے ہے لیکن بعض پاکیزہ ہے جو بارش سے نرم ہو جاتی ہے اور اچھے سبزے اس میں اُگتے ہیں اور اس میں پیداوار زیادہ ہوتی ہے اور بعض زمینیں کھاری اور کنکریلی ہوتی ہے جس میں کوئی چیز نہیں اُگتی اور اگر اُگتی بھی ہے تو اس میں کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ اسی طرح تمام دل ہیں جو گوشت اور خون سے بنے ہوتے ہیں لیکن بعض پند و نصائح سے نرم ہو جاتے ہیں اور بعض سخت ہوتے ہیں جو نصیحت قبول نہیں کرتے۔ لہٰذا جس کا دِل یادِ خدا سے نرم ہو جائے اس کو اس نعمت پر خدا کا شکر ادا کرنا چاہیئے [۱]

پانچویں آیت : اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ (پ آیت ۹۵ سورہ الانعام) یعنی بیشک خدا اُس دانہ کا شگافتہ کرنے والا ہے جس سے گھاس اگاتا ہے اور دانہ کو پھاڑنے والا ہے جس سے درخت اُگاتا ہے اور زندہ کو مردہ سے اور مُردہ کو زندہ سے نکالتا ہے جیسے نطفہ اور انڈے سے حیوانات اور دانہ سے درخت پیدا کرتا ہے۔ حضرت صادق سے منقول ہے کہ حب سے مراد مومن ہے خدا جس کو دوست رکھتا ہے نوی سے مراد کافر ہے جو ہر چیز سے دور ہے۔ دوسری روایت کے مطابق دانہ کا شگافتہ کرنا یہ ہے کہ کثرت سے علوم ائمہ اطہار سے ظاہر کرتا ہے اور نوی وہ ہے جس سے علم دور ہے۔ اور دوسری روایت کے مطابق حب سے مومن کی طینت مراد ہے جس میں اپنی

---

[۱] مؤلف فرماتے ہیں کہ جو تاویل کہ حدیث میں وارد ہوئی ہے وہ ممکن ہے کہ نیک و بد کی طرف اشارہ ہو جیسا کہ احادیث میں وارد ہوا ہے کہ نیک طینت انسان علوم معارف خداوندی اور فیوضات الٰہی کو قبول کر لیتا ہے اور زندگی میں اچھائیوں اور نیکیوں کو اختیار کر لیتا ہے اور جن کی طینت بد ہے ان سے جہالت اور شقاوت کے سوا کچھ پھل نہیں ملتا۔ وہ ربانی فیوضات اور الٰہی ہدایات سے فائدہ نہیں حاصل کر سکتے۔ ۱۲۔

محبت پیدا کر دی ہے اور نوی سے مراد کافر کی طینت ہے اور "زندہ کو مردہ سے باہر لاتا ہے" یعنی طینت کافر کو مومن سے جدا کرتا ہے اور دوسری روایت کے مطابق مومن کو کافر کے صلب سے باہر لاتا ہے۔ اور اس باطنی تاویل کو میں نے بحارالانوار میں ذکر کیا ہے۔

چھٹی آیت: وَاَصْحَابُ الْيَمِيْنِ مَا اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ وَّمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ وَّفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ (پ۲۷ سورہ واقعہ آیت ۲۷تا۳۴) یعنی داہنے ہاتھ والوں کا جو بیرا ور کیلے کے درختوں کے سایہ میں ہوں گے ایسے بیر کے درخت جن میں کانٹے نہ ہوں گے اور کیلے کے درخت جن میں اوپر سے نیچے تک پھل لدے ہوں گے اور لمبے لمبے سائے ہوں گے ایسے دلکش جیسے صبح کا سہانا وقت اور آبشاروں سے پانی گرتے ہوں گے اور بے حساب میوے جو کبھی ختم نہ ہوں گے اور نہ ان کے کھانے کی کوئی ممانعت ہوگی اور اونچے اونچے گدّوں کے فرش پر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ بصائر الدرجات میں حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ یہ تمام چیزیں کنایہ ہیں امام علیہ السلام اور اُن کے علوم سے جن سے خلق کو فائدہ پہنچتا ہے [له]

ساتویں آیت: سورہ والتین کی تاویل ہے وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ (سورہ تین پ۳۰ آیت ۱تا۸) مفسرین نے کہا ہے کہ خداوند عالم نے انجیر اور زیتون کی قسم کھائی ہے کیونکہ انجیر پاکیزہ

[له] مؤلف فرماتے ہیں یہ تاویلیں گہری ہیں اور ممکن ہے کہ یہ مراد ہو کہ ایسا نہیں کہ مومنوں کی بہشت ظاہری بہشت پر منحصر ہو جسے خداوند عالم آخرت میں ان کو عطا فرمائے گا۔ بلکہ دنیا میں بھی ان کے ائمہ کے برکات روحانی بہشت ہیں جیسے ان کی حمایت اور مہربانیاں اور شفاعت کے سائے جو شیعوں کے سروں پر چھائے ہوئے ہیں۔ اور ان کے علوم و معارف کے سرچشمے جن سے مومنوں کے نفوس اور روحیں حیات ابدی کے ساتھ زندہ ہوتی ہیں اور میووں کی کثرت ان کی طرح طرح کی حکمت و معارف ہیں جو کبھی منقطع نہیں ہوتیں اور شیعوں کے لئے ان کی طرف سے کوئی ممانعت نہیں اور فرش مرفوعہ سے مراد ان کے آداب و اخلاق حسنہ ہیں جس نے ادب حاصل کرتے ہیں اور لذت اندوز ہوتے ہیں بلکہ آخرت میں بھی ان کی جسمانی و روحانی لذتیں ہوں گی جیسا کہ عین الحیوٰۃ وغیرہ میں اس کی تحقیق میں نے کی ہے ۱۲۔

پھل ہے زود ہضم اور دوا ہے کثیر النفع۔ اور زیتون ایسا پھل ہے جو سالن کا کام دیتا ہے اور لطیف چکنائی رکھتا ہے اور اس میں فائدہ ہے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ دو پہاڑوں کے نام ہیں وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ یعنی وہ پہاڑ جس پر حضرت موسیٰؑ نے خدا سے مناجات کی تھی۔ وَ هٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ اور اس شہر کی قسم جو اس میں داخل ہوتا ہے۔ امان میں ہو جاتا ہے۔ یعنی مکہ معظمہ۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ یعنی ہم نے انسان کو ظاہری و باطنی دونوں اعتبار سے بہت اچھی صورت پر پیدا کیا ہے اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لیکن جو لوگ ایمان لائے اور اچھے اچھے کام کرتے رہے فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ تو ان کے لئے وہ اجر ہے جو کبھی منقطع نہ ہوگا۔ فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ تو اے رسول ان واضح نشانیوں کے بعد تمہاری کس بات کی یہ لوگ تکذیب کرتے ہیں۔ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ پھر کیا تمہارا خدا تمام حاکموں میں سب سے بڑا حاکم یا حکیم ترین حکم کرنے والا نہیں ہے۔ اس سورہ کی تاویل میں عجیب و غریب حدیثیں وارد ہوئی ہیں چنانچہ علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے تین سے مراد جناب رسول خدا ہیں اور زیتون سے حضرت امیرالمومنینؑ اور طور سینین حسن و حسین علیہما السلام ہیں اور اس سورہ میں انسان سے مراد شقی اول ہے جو جہنم کے سب سے نیچے طبقے میں جائے گا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا کے مصداق امیرالمومنینؑ ہیں فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ یعنی خدا اُن پر ثوابوں کا احسان نہیں رکھتا ہے جو ان کو عطا فرماتا ہے۔ غرض خدا پیغمبرؐ سے خطاب فرماتا ہے کہ کس چیز کے بارے میں لوگ دین میں تمہاری تکذیب کرتے ہیں یعنی امیرالمومنین اور ان کی امامت کے بارے میں۔ ابن ماہیار نے بہت سی سندوں کے ساتھ روایت کی ہے کہ تین سے مراد حسنؑ ہیں اور زیتون سے حسینؑ اور طور سینین علیؑ بن ابی طالب ہیں اور بلد الامین سرور کائناتؐ ہیں کیونکہ جو شخص آنحضرتؐ کی اطاعت کرتا ہے۔ عذاب الٰہی سے بے خوف ہو جاتا ہے۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ سے مراد وہی شقی اول ہے جس سے خدا نے اپنی پروردگاری کا اور محمدؐ کی رسالت اور ان کے اوصیا کی امامت کا عہد لیا تو اس نے ظاہری طور سے اقرار کیا اس کے بعد حقوق آل محمدؐ کو غصب کیا اور جو ظلم چاہا ان پر کیا تو خدا نے اس کو جہنم کے سب سے نیچے طبقہ میں ڈال دیا۔ والذین امنوا وعملوا الصالحات سے مراد امیرالمومنینؑ اور ان کے شیعہ ہیں فما یکذبك حضرت نے فرمایا کہ آیت اس طرح نازل ہوئی

ہے فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ اور بالدین سے مراد ولایت امیر المومنینؑ ہے اور خصال میں روایت کی ہے کہ تین مدینہ ہے اور زیتون بیت المقدس اور طور سینین کوفہ اور بلد امین مکہ ہے [1]

چھبیسویں فصل ۲۶

اس بیان میں کہ نحل سے مراد ائمہ معصومین علیہم السلام ہیں۔

خداوند عالم فرماتا ہے اَوْحٰی رَبُّكَ اِلَی النَّحْلِ یعنی تمہارے پروردگار نے شہد کی مکھی کی طرف وحی فرمائی۔ بعضوں نے کہا ہے کہ اس کو الہام کیا۔ بعضوں کا قول ہے کہ

---

[1] مؤلفؒ فرماتے ہیں۔ اس تاویل کی بنا پر جو حدیثوں میں وارد ہوئی ہے ہوسکتا ہے کہ لفظ تین (یعنی انجیر) کا استعارہ امام حسن علیہ السلام سے ہو کیونکہ تین لذیذ ترین پھل ہے اور دوسری روایت میں وارد ہوا ہے کہ تین بہشت کا میوہ ہے جس میں بہت فائدے ہیں چنانچہ امام حسنؑ بہشت کے میوے سے خلق ہوئے ہیں اور علوم و حکمت جو آنحضرتؐ سے دنیا والوں کو پہونچے شیعوں کی روحوں کی تقویت و تغذیہ کا باعث ہیں اور زیتون کا استعارہ امام حسینؑ سے اس لئے کیا ہے کہ اس میں بہت فضیلتیں ہیں۔ اور اُس سے عمدہ و لطیف تیل حاصل ہوتا ہے اور اس سے جسمانی دردوں کے دفع کرنے میں بہت فائدہ ہوتا ہے۔ تو اسی طرح امام حسینؑ مقربان الٰہی کے میوہ دل (محبوب ترین فرد) ہیں اور آپ کے علوم مومنوں کے دلوں کی قوت کا باعث ہیں۔ اور آپ کے انوار امامت سے جو آپ کی اولاد میں پہونچا ہے اس سے اور آپ کی اولاد اطہار کے نور سے تمام مقربین ہدایت پاتے ہیں۔ اور آیہ نور کی تاویل میں بیان ہوچکا ہے کہ خداوند عالم نے ان کے نور کی زیتون کے درخت سے مثال دی ہے اور لفظ طور کو حضرت امیر المومنینؑ سے استعارہ فرمایا ہے اس کی کئی وجہیں ہیں۔

پہلی وجہ یہ کہ حضرت علیؑ اور آپ کے اہلبیت کی فضیلت بذریعہ وحی حضرت موسیٰؑ پر اسی پہاڑ پر بیان فرمائی ہے جیسا کہ بہت سی حدیثوں میں وارد ہوا ہے۔

دوسری وجہ یہ کہ آپ کی بلندی شان اور امر دین میں ثابت قدمی اور حلم میں پہاڑ کی طرح مضبوط و مستحکم ہونا ہے چنانچہ آپ کی وفات کے روز جناب خضرؑ نے آپ سے خطاب کیا كُنْتَ كَالْجَبَلِ لَا تُحَرِّكُهُ الْعَوَاصِفُ یعنی آپ امر دین میں کوہ کے مانند ثابت و مستحکم رہے کہ تیز ہوائیں اس کو نہیں ہلا سکتیں۔ اسی طرح آپ عظیم فتنوں میں جگہ سے نہ ہلے (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ پر)

اس کی طبیعت میں یہ قرار دیا اور اسی طبیعت پر اس کو پیدا کیا اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّ مِنَ الشَّجَرِ وَ مِمَّا يَعْرِشُوْنَ ۝ یعنی شہد کے لیے پہاڑوں اور درختوں پر اپنے چھتے بنا اور جن کو داربست کہتے ہیں جو درخت انگور رہے یا وہ خلنے اور سوراخ جو لوگ ان کے لئے بناتے ہیں یا ایسے مسدس خانے بناتی ہیں جن کو دیکھ کر تمام مہندس (انجینیر) حیران ہو جاتے ہیں۔ ثُمَّ كُلِيْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ پھر مختلف پھلوں سے جس سے چاہے کھا۔ فَاسْلُكِيْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا۔ تو اے مکھی تو ان راہوں پر چل جو تیرے خدا نے تیرے لئے مقرر کئے ہیں اور

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) اور یقین میں ثابت قدم رہے۔

تیسری وجہ یہ کہ جس طرح پہاڑ زمین کی میخیں ہیں جو اس کے متزلزل نہ ہونے اور اثبات و استقرار کا باعث ہوتے ہیں اسی طرح امیرالمومنینؑ اور آپ کی ذریت سے ائمہ اطہار علیہم السلام جب تک زمین میں ہیں آپ کی برکت سے زمین قائم و برقرار ہے۔ چنانچہ بہت سی حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ اگر ایک لمحہ زمین میں امام نہ ہو تو یقیناً وہ برباد ہو جائے جیسا کہ علمائے خاصہ و عامہ نے نقل کیا ہے کہ جناب رسولؐ خدا نے فرمایا کہ علیؑ عالم زمین اور اس کی میخ ہیں جن سے زمین ساکن و برقرار ہے۔

چوتھی وجہ یہ کہ آنحضرتؑ تجلیات و انوار الٰہی کے نازل ہونے کی جگہ ہیں جیسا کہ طور سینین تھا

"پانچویں وجہ یہ کہ رسول خدا صلعم کے دو سبط بزرگوار جو تین و زیتون کے مثال ہیں۔ باپ ہیں وہ ان حضرت (علیؑ) سے پیدا ہوئے ہیں۔ جس طرح کہ اُن دونوں میوؤں کی بہترین اقسام اس پہاڑ سے پیدا ہوتی ہیں۔ اور بلد امین کو جناب رسالت مآبؐ سے کنایہ کیا ہے۔ اس کی بھی کئی وجہیں ہیں۔

پہلی وجہ یہ کہ آنحضرتؐ مکہ کے رہنے والے ہیں اور اُس مقام مبارک کا شرف انہی حضرت سے ہے۔

دوسری وجہ یہ کہ آنحضرتؐ بہ نسبت تمام مقرب انبیاء کے مثل مکہ کے ہیں جس کو تمام شہروں پر فضیلت حاصل ہے۔

تیسری وجہ یہ کہ جو شخص آنحضرتؐ اور آپ کے اہلبیتؑ پر ایمان لایا وہ آپ کی ولایت کے بیت الحرام میں داخل ہو گیا اور ضلالت دنیا اور عذاب آخرت سے بیخوف ہو گیا جس طرح کوئی مکہ میں داخل ہوتا ہے۔ دنیا کی مکروہات و تکالیف سے بے خوف ہو جاتا ہے اور اگر ایمان کے (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ پر ملاحظہ ہو)

اُن پر تیرا چلنا آسان کر دیا ہے یا یہ کہ اُس حال میں کہ تو خدا کی مطیع و فرمانبردار رہ۔ یَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ۔ اُن مکھیوں کے پیٹ سے مختلف رنگ کے شہد نکلتے ہیں یعنی بعض سفید بعض زرد، بعض سرخ اور بعض سبزی مائل ہوتے ہیں فِیْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ اس شہد میں لوگوں کے لئے دردوں اور تکلیفوں کی شفاء ہے۔ کم دوائیں ایسی ہوتی ہیں جن کا جزو شہد نہ ہو اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ (پ۱۴ سورہ النحل آیت ۶۸ و ۶۹) یعنی بیشک جو کچھ مذکور ہوا اُس میں خدا کے وجود اُس کے علم و قدرت کی فکر کرنے والوں کے لئے بہت بڑی نشانیاں ہیں۔ اس آیت کی تاویل میں علی بن ابراہیم نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ ہم ہیں نحل خدا جن پر خدا نے وحی کی ہے اور جبال سے مراد عرب والے ہیں خدا نے ہم کو حکم دیا ہے عرب والوں کو شیعہ بنائیں وَّ مِنَ الشَّجَرِ یعنی عجم سے وَ مِمَّا یَعْرِشُوْنَ اور اُن آزاد شدہ غلاموں میں سے جو قبائل عرب میں داخل ہوگئے ہیں جو عجم وغیرہ سے ہیں مختلف رنگوں کی پینے والی شراب سے یہ مطلب ہے کہ طرح طرح کے علوم جو ہم سے ظاہر ہوتے ہیں۔ ایضاً دیلمی نے انہی حضرت سے اسی آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ شہد کی مکھیاں کیا مرتبہ رکھتی ہیں کہ خدائے تعالیٰ ان کی طرف وحی فرمائے بلکہ یہ آیت ہماری شان میں نازل ہوئی ہے اور خدا نے نحل سے ہماری تشبیہ دی ہے اور ہم ہیں جو زمین میں خدا کے حکم سے اقامت گزیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ساتھ داخل ہو تو دونوں جہان کی تکلیفوں سے محفوظ ہو جائے گا۔ اور جناب رسول خداؐ نے فرمایا ہے کہ میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اُس کا دروازہ ہیں اب ان تمام سابقہ حدیثوں کی تاویل سے جو میں نے بیان کی ہیں اچھی طرح معلوم ہو سکتا ہے لیکن انسان کی تاویل نسناس یعنی اوّل سے ممکن ہے اس کے نازل ہونے کا سبب یہ ہو کہ آیت عام ہو یا یہ کہ اس مقام پر چونکہ شقاوت اور اسفل السافلین جہنم میں جانے میں سب سے کامل فرد وہی تھا اور اس امت کے تمام اشقیاء کی شقاوت کا باعث وہی تھا اس سبب سے اسی کی تخصیص فرمائی ہے۔ جس طرح الذین امنوا سے امیر المومنینؑ کی تخصیص انہی وجہوں سے فرمائی ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کا سبب اور تمام مومنوں سے کامل تر اور ایمان میں دوسروں کے متصف ہونے کا سبب ہونے کے لحاظ سے کامل ترین ذات جناب امیرؑ کی ہے۔ اس صورت میں استثنا منقطع ہوگا اور صیغۂ جمع اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کا استعمال تعظیم کے لئے یا تمام ائمہ طاہرین کے داخل ہونے کے اعتبار سے ہوگا واللہ اعلم۔ ۱۲

ہیں اور پہاڑ سے مراد ہمارے شیعہ ہیں اور شجر سے مومنہ عورتیں ہیں۔ اور عیاشی نے انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ نحل کنایہ ہے ائمہ علیہم السلام سے اور جبال عرب والے ہیں اور شجر سے مراد آزاد کردہ غلام ہیں وَمِمَّا يَعْرِشُونَ اور لڑکے اور غلام ہیں جو آزاد نہیں ہوئے ہیں اور خدا اور رسول و ائمہؑ کی محبت رکھتے ہیں۔ اور رنگ برنگ کی شراب سے مراد مختلف علم ہیں جن کی ائمہ اپنے شیعوں کو تعلیم دیتے ہیں فِيهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ یعنی علم میں لوگوں کے لئے شفا ہے اور ہمارے شیعہ ناس ہیں اور غیر شیعہ کو خدا بہتر جانتا ہے کہ کیا چیز ہیں اور اگر اس آیت کے معنی وہی ہوں جو لوگ گمان ہیں کہ وہ ایک قسم کا شہد ہے جسے لوگ کھاتے ہیں لہذا جو بیمار اس کو کھائے چاہیئے کہ ضرور شفا پائے کیونکہ خدا کا وعدہ غلط نہیں ہوتا اور وعدہ خلافی خدا کے وعدہ میں نہیں ہوتی بلکہ شفاء علم قرآن میں ہے۔ کیونکہ خدا فرماتا ہے۔ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ یعنی میں قرآن میں سے وہ چیز نازل کرتا ہوں جس میں مومنین کے لئے شفا و رحمت ہے حضرت نے فرمایا کہ بس قرآن شفا و رحمت اپنے اہل کے لئے اور اُس کے اہل ائمہ ہیں جو ہدایت کرنے والے ہیں جن کے بارے میں خداوند عالم نے فرمایا ہے ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا یعنی ہم نے قرآن میراث میں دیا ان لوگوں کو جن کو ہم نے اپنے بندوں میں برگزیدہ کیا اور یہ گذر چکا کہ وہ ائمہ طاہرین ہیں۔

ایضاً عیاشی نے بسند دیگر انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ نحل سے مراد رسولِ خداؐ ہیں۔ أَنِ اتَّخِذِي مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا یعنی قریش کی عورت سے نکاح کرو وَمِنَ الشَّجَرِ اور تمام عرب سے بھی وَمِمَّا يَعْرِشُونَ سے مراد اہل عجم اور غلام ہیں اور مختلف رنگوں کی شراب سے مراد علوم ہیں اور تفسیر امام موسیٰ کاظمؑ میں روایت کی ہے کہ نحل سے مراد ائمہ علیہ السلام ہیں اور جبال قریش ہیں اور شجر تمام عرب اور مِمَّا يَعْرِشُونَ عجمی اور غلام ہیں۔ وَفِي سَبِيلِ رَبِّكِ سے مراد وہ دین حق ہے جس پر ہم لوگ ہیں اور مختلف قسم کے شہد سے کنایہ ہے علم امیر المومنینؑ سے جو لوگوں کو پہونچا ہے جو جہالت و ضلالت کے امراض کی شفا کا باعث ہے۔ چنانچہ قرآن کے بارے میں فرمایا ہے وَشِفَاءٌ لِمَا فِي الصُّدُورِ یعنی ان امراض کے لئے شفا ہے جو سینوں میں ہوتے ہیں [1]

[1] مؤلف فرماتے ہیں کہ مکرر مذکور ہو چکا ہے جو کچھ قرآن میں جسمانی (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ پر ملاحظہ ہو)

ستائیسویں فصل
سبع مثانی کی تاویل کے بیان میں۔

خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنَ الْحَكِيمَ یعنی ہم نے تم کو سات آیتیں یا سات سورتیں جو مثانی ہیں اور قرآن حکیم عطا کیا۔ مفسروں میں مشہور ہے کہ سبع سورہ فاتحہ ہے اور مثانی اس لئے کہا ہے کہ ہر نماز میں کم سے کم دو بار پڑھی جاتی ہے یا خدا اور بندہ کے درمیان ہے یا اس کے الفاظ مکرر آئے ہیں یا نصف خدا کی ثنا ہے اور نصف دعا ہے یا دو مرتبہ نازل ہوا ہے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ

(بقیہ حاشیہ گذشتہ) غذاؤں اور ظاہری زندگی اور ظاہری لذتوں کے فائدہ سے متعلق مذکور ہوا ہے آیات کے باطن میں اغذیۂ روحانی اور لذات معنوی اور حیات ابدی و اخروی کی طرف اشارہ ہے جیسے پانی کی تاویل علم اور نور کی حکمت سے لہٰذا بعید نہیں ہے کہ مثال نحل کی آنحضرت اور ائمہ علیہم السلام سے ہو کیونکہ جس طرح شہد کی مکھیاں لطیف غذاؤں کو جمع کرتی ہیں جن سے سب سے بہتر غذا حاصل ہوتی ہے اور جو جسمانی بیماریوں کی شفا کا باعث ہوتی ہے اور مختلف مقامات پر گھر بناتی ہیں اور اُن کے بادشاہ حسن تدبیر میں ایسے ہوتے ہیں کہ بنی آدم کے بادشاہ ان سے تعلیم پاتے ہیں اسی طرح پیشوایان دین اشرف خلائق ہیں اور شیعوں کے لئے معارف وحی الہام الٰہی کے ذریعے حاصل کرتے ہیں اور اُن پر بقدر قابلیت اضافہ کرتے ہیں۔ اور نہ ختم ہونے والی روحانی لذتیں ان کی روحوں کو پہونچاتے ہیں اور شیعہ روحانی تکلیفیں اور بیماریاں اور اپنے نفسانی امراض کا جو جہالت و ضلالت ہے اس سے علاج کرتے ہیں نیز اکثر ائمہ باعتبار مخالفوں سے مظلوم و مغلوب ہونے کے اور اپنے علوم حقہ کو ان سے پوشیدہ رکھنے کے اور ہر قوم و قبیلہ کے شیعوں کو فائدہ پہونچانے کے نحل کے مانند ہیں جس سے تمام حیوانات اُس چیز کے سبب سے جو اُس کے پیٹ میں ہے دشمن ہوتے ہیں اور شہد کی مکھیاں اسی خوف سے اُن سے بھاگتی ہیں اور اپنے مکانات ایسے مقامات پر بناتی ہیں جہاں ان کے ضرر سے محفوظ رہیں۔ جیسا کہ حضرت صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اپنے دین کے بارے ڈرو اور تقیہ کے ذریعہ پوشیدہ رکھو اس لئے کہ وہ شخص محفوظ نہیں رہتا جو تقیہ نہیں کرتا۔ تم مخالفوں میں شہد کی مکھی کے مانند ہو جو پرندوں کے درمیان میں ہوتی ہے۔ اگر پرندوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ ان مکھیوں کے شکم میں کون سی چیز ہے تو کسی (بقیہ حاشیہ صفحہ آیندہ پر ملاحظہ ہو)

سبع سورہ فاتحہ ہے اور مثانی قرآن ہے کہ اس میں قصے اور خبریں مذکور ہیں۔ بعضوں نے کہا ہے سبع مثانی سات سورے ہیں جو قرآن کی ابتدا میں ہیں کیونکہ احکام کے سوا ان میں خبریں مکرر وارد ہوئی ہیں اور بعضوں نے کہا ہے کہ پورا قرآن سبع مثانی ہے کیونکہ قرآن سات حصوں پر تقسیم ہے۔

علی بن ابراہیم و فرات و صدوق و عیاشی نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ہم و مثانی ہیں جنھیں خدا نے پیغمبر کو عطا فرمایا ہے اور ہم زمین میں لوگوں کے درمیان خدا کی حجت ہیں جو مختلف حالات میں رہتے ہیں جو ہم کو پہچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہے اور جو نہیں پہچانتا تو موت کے بعد جو اس کے سامنے ہے پہچانے گا۔ اور دوسری روایت کے مطابق جو شخص ہم کو پہچانتا ہے تو وہ یقین سے دلیل کے سامنے دنیا میں پہچانتا ہے اور آخرت میں یقین کی آنکھوں سے ہم کو دیکھے گا اور جو شخص ہم کو نہیں پہچانتا اس کے روبرو جہنم ہے اور وہ اُس میں داخل ہوگا۔ اور بصائر میں سابق مضمون کو امام موسیٰ کاظم سے روایت کی ہے۔ اور عیاشی نے روایت کی ہے کہ حضرت صادقؑ سے لوگوں نے اس آیت کی تفسیر پوچھی حضرت نے فرمایا کہ اس کا ظاہر سورۂ حمد ہے اور باطن میں مراد ائمہ ہیں جو ہر ایک اپنے پدر بزرگوار کے بعد امام ہیں اور امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے روایت کی ہے کہ سبع مثانی

(بقیہ حاشیہ گذشتہ) ایک کو زندہ نہ چھوڑیں اور سب کو کھا جائیں اسی طرح اگر مخالفین جانیں کہ تمہارے سینوں میں کیا ہے یعنی دوستی اہلبیت کہ تم ہم اہلبیت کو دوست رکھتے ہو تو اپنی زبان سے تم کو کھا جائیں اور ظاہر و پوشیدہ طور سے تم کو اذیت پہونچائیں۔ خدا اس پر رحم کرے جو ہماری ولایت کا دل میں معتقد ہو اور اُسے پوشیدہ رکھے۔ اور تشبیہ عرب پہاڑ سے اس بنا پر کہ عرب بھی دین میں مضبوط اور ثابت قدم ہیں یا یہ کہ وہ قبیلے کے قبیلے اکٹھے ہیں اور درختوں سے اہل عجم کی تشبیہ اس سبب سے ہے کہ وہ متفرق ہیں یا یہ کہ ان سے بہت سے فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ یا اس لئے کہ وہ جلد مطیع و فرمانبردار ہو جاتے ہیں اور کمالات کی قابلیت ان میں بہت زیادہ ہے اور غلاموں اور آزاد کئے ہوؤں یا قبائل سے ملحق ہونیوالوں کی تشبیہ چھتّوں سے اس لئے ہے کہ وہ اپنے آقا اور قبیلوں سے ملحق ہوگئے ہیں گویا مصنوع اور بنائے ہوئے ہیں اور اس قسم کی مثالیں اور استعارات آیتوں میں بہت ہیں جن کے ظاہری معنی سے کوئی اختلاف نہیں ہے جیسا کہ بہت سی حدیثیں بھی ظاہری معنی پر دلالت کرتی ہیں۔ ۱۲

ائمہ ہیں اور قرآن عظیم حضرت صاحب الامر ہیں۔[۱]

آٹھائیسویں فصل

اس بیان میں کہ قرآن میں علماء سے مراد ائمہ ہیں اور اولوالالباب (صاحبان عقل) ان کے شیعہ ہیں۔

حقتعالےٰ فرماتا ہے۔ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُوا الْأَلْبَابِ۔ (پ۲۳ سورہ الزمر آیت ۹) اے رسول کہہ دو کہ کیا وہ لوگ جو جانتے ہیں اور صاحبان علم ہیں اور وہ لوگ جو نہیں جانتے اور جاہل ہیں برابر ہو سکتے ہیں؟ اور یہ تو صاحبان عقل ہی سمجھتے ہیں۔ یہ آیہ کریمہ صریح ہے اس بارے میں کہ علم امتیاز و فوقیت کا سبب ہے اور جو شخص زیادہ عالم ہے وہ امامت کے لئے دوسروں سے اولیٰ ا

---

[۱] مؤلفؒ فرماتے ہیں کہ ان حدیثوں کا سمجھنا ہر شخص کے بس کی بات نہیں کیونکہ اس میں بہت گہرے باطنی معنی بیان ہوئے ہیں اس لئے کہ سات کی عدد اُن کے اعداد سے موافقت نہیں رکھتی اس کی تاویل چند وجہوں سے کی جا سکتی ہے۔

پہلی وجہ یہ کہ سات عدد ائمہ معصومین کے سات اسمائے گرامی کے اعتبار سے ہوگا۔ یعنی علی فاطمہ حسن و حسین و باقر و جعفر و موسیٰ کاظم علیہم السلام۔

دوسری وجہ یہ کہ سات عدد اس اعتبار سے کہ اکثر و بیشتر علوم کی نشر و اشاعت ائمہ اطہار کے سات افراد سے امام رضاؑ تک زیادہ ہوئی ہے۔ اور حضرت امام زین العابدینؑ سے شدت تقیہ کی وجہ سے سوائے دُعا کے اور کوئی علم نہ حاصل ہوا۔ اور امام رضاؑ کے بعد تمام ائمہ معصومین کی خوف اور تقیہ اور قید میں بسر ہوئی اُن حضرات سے بھی علوم حاصل ہوئے مگر بہ نسبت دوسرے ائمہ کے کم حاصل ہوئے۔ اس وجہ سے ان کو شمار نہیں کیا گیا ہے۔ ان دونوں وجہوں کی بنا پر مثانی اس اعتبار سے ہے کہ ان حضرات کو آنحضرتؐ نے قرآن کے ساتھ ملحق کیا ہے یہ فرما کر کہ اِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ کِتَابَ اللّٰہِ وَ اَھْلَبَیْتِیْ۔ تو یہ جو ائمہ نے فرمایا ہے کہ ہم مثانی ہیں یعنی ہم وہ ہیں کہ جناب رسول خدا نے ہم کو قرآن کے ساتھ متصل کیا ہے اور اس کا ثانی قرار دیا ہے جیسا کہ ابن بابویہ نے کہا ہے یا یہ کہ ان کو خدا نے جناب رسولؐ خدا سے متصل فرمایا ہے یا اس اعتبار سے ہو کہ ان حضرات نے خدا کی ثنا کی ہے یا یہ کہ خدا نے ان کی ثنا کی ہے۔ یا اس اعتبار سے کہ وہ حضرات ذوجہت ہیں۔ ایک تقدیس و روحانیت ہے جس کے ذریعہ جناب اقدس الٰہی اور روحانیین یعنی ملائکہ سے رابطہ رکھتے ہیں (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ پر)

زیادہ مستحق ہے۔ اور اس میں بھی شک نہیں ہے کہ ائمہ علیہم السلام میں سے ہر ایک اپنے اپنے زمانہ میں سب سے بہت زیادہ جاننے والے تھے۔ خاص کر ان لوگوں سے جو ان کے زمانہ میں امامت و خلافت کے مدعی ہوئے ہیں۔ ائمہ علیہم السلام کبھی علم میں کسی دوسرے کی طرف رجوع نہیں ہوتے بلکہ دوسرے ان کی جانب رجوع ہوتے ہیں۔ اور

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) اور وحی و الہام کے ذریعہ علوم حاصل کرتے ہیں اور دوسری جہت بشریت ہے جو صورت اور جنسیت میں بعض صفتوں میں تمام انسانوں کی شبیہ ہیں اسی وجہ سے خلائق کو علوم سے مستفیض فرماتے ہیں جیسا کہ سابق میں ہم تحقیق کر چکے ہیں۔

تیسری وجہ یہ کہ سات کی تعداد مثانی سے مل کر چودہ ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ مثنیٰ بمعنی دو دو ہے کہ سات کو دو نا کرنے سے چودہ ہوتے ہیں پھر رسولؐ کے بارے میں ایک تکلف کا ارتکاب کرنا پڑے گا۔ جو ایک حیثیت سے معطی ہیں اور ایک حیثیت سے معطی نہیں ہیں اس لئے کہ پیغمبری اور لاانتہا کمالات کے اعتبار سے آپ ایک نعمت ہیں۔ جو عطا کی گئی ہے۔ اس سے قطع نظر آپ ایک شخص ہیں جن کو عطا ہوا ہے۔ یا یہ کہ قرآن کو شامل کرتے ہوئے چودہ ہوتے ہیں مگر اس میں تکلف زیادہ ہے۔

چوتھی وجہ یہ کہ ان تاویلات میں بھی سبع مثانی سے مراد سورہ حمد ہے اور مطلب یہ ہو کہ حقتعالٰے نے سورہ فاتحہ کو اس آیت میں تمام قرآن کے برابر قرار دیا ہے۔ اس سبب سے کہ اس سورہ میں ہمارا ذکر اور ہماری اور ہمارے طریقہ کی مدح ہے۔ اور ہمارے دشمنوں اور ان کے طریقہ کی مذمت ہے۔ کیونکہ بہت سی حدیثوں کے مطابق صراط الذین انعمت علیھم ان بزرگوار کا طریقہ اور راستہ ہے اور وہی صراط مستقیم ہیں۔ اور مغضوب علیھم ان کے حقوق کے غصب کرنے والے ہیں اور ضالین سے مراد گمراہ لوگ ہیں جنھوں نے اُن غاصبین کی متابعت کی ہے۔ اور ان کو پیشوا جانتے ہیں۔ لہذا مراد یہ ہے کہ یہ سورہ ان حضرات کی شان میں نازل ہوا ہے۔ اور اس سبب سے تمام قرآن مجید پر یہ سورہ امتیاز رکھتا ہے ان وجہوں میں سے اکثر وجہیں میرے ذہن میں گذری ہیں۔ لیکن آخری وجہ کو تمام وجہوں سے زیادہ ظاہر و واضح سمجھتا ہوں۔

تمام فرقوں میں سے اس بارے میں کسی کو اختلاف نہیں ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام تمام صحابہ سے زیادہ عالم تھے۔

کلینی۔ صفار۔ ابن ماہیار اور ابن شہر آشوب وغیرہم نے بسند ہائے بسیار حضرت باقر و صادق علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ ان حضرات نے فرمایا کہ الذین یعلمون ہم ہیں اور وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ہمارے دشمن ہیں اور ہمارے شیعہ اولوا الالباب ہیں جو ہم اور ہمارے دشمنوں میں تمیز کرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ ہم دشمنوں سے خلافت کے زیادہ مستحق ہیں۔ اور صفار نے روایت کی ہے کہ حضرت صادقؑ سے اس آیت کی تفسیر لوگوں نے دریافت کی فرمایا کہ ہم دانا ہیں اور ہمارے دشمن نادان۔ اور ہمارے شیعہ اولوا الالباب ہیں۔ کلینی نے بسند موثق عمار ساباطی سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت صادق سے قول خدا وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ یعنی جب آدمی کو کوئی تکلیف چھو جاتی ہے تو وہ خدا کو اس کی طرف دل سے رجوع ہو کر پکارتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ آیت منافق اول کے حق میں نازل ہوئی ہے جو جناب رسولؐ خدا کو جادوگر سمجھتا تھا جب وہ بیمار ہوتا تو ظاہری طور سے دُعا کرتا اور اُس قول سے بازگشت ہونے کا اظہار کرتا جو جناب رسول خداؐ کے حق میں کہتا تھا۔ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ پھر جب خدا اس کو اپنی جانب سے کوئی نعمت عطا فرماتا یعنی وہ اس بیماری سے نجات پاتا اور تندرست ہو جاتا نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْٓا اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ۔

یعنی خدا کو اُس نے فراموش کر دیا جو پہلے دُعا کرتا تھا حضرت نے فرمایا کہ خدا سے توبہ کرنا فراموش کر دیا اُس عمل سے جو رسولؐ کے حق میں کہتا تھا کہ وہ ساحر ہیں اس سبب سے خدا نے فرمایا قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ یعنی اے رسولؐ کہہ دو کہ تو تھوڑے زمانہ تک تو فائدہ اٹھالے آخر تو جہنم میں تو جائے ہی گا۔ امام نے فرمایا کہ کفر سے مراد وہ امارت تھی جس کا اس نے ناحق دعوےٰ کیا تھا اور امیر المومنینؑ کا حق غصب کر لیا۔ نہ خدا کی جانب سے خلیفہ تھا نہ رسولؐ نے مقرر کیا تھا پھر حضرت نے فرمایا کہ اس کے بعد خدا نے کلام کا رُخ حضرت علیؑ کی طرف موڑ دیا ہے اور لوگوں کو ان کے حال سے اور ان کی فضیلت سے آگاہ کیا۔ پھر فرمایا اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ کیا وہ

کافر اس کے برابر ہے جو راتوں کو عبادت کرنے والا اور دُعا کرنے والا ہے کبھی وہ سجدہ میں ہوتا ہے اور کبھی قیام میں اس حال میں کہ عذاب آخرت سے پرہیز کرتا اور ڈرتا ہے اور خدا کی رحمت کا امیدوار ہوتا ہے۔ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ یعنی کیا برابر ہیں وہ لوگ جو جانتے ہیں کہ محمدؐ خدا کے رسول ہیں اور وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ وہ جادوگر اور جھوٹے ہیں۔ اسے عمار اس آیت کی تاویل یہ ہے۔ اور خداوند عالم فرماتا ہے تِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ یعنی لوگوں کے لئے ہم یہ مثالیں دیتے ہیں لیکن سوائے جاننے والوں کے یہ مثالیں کوئی نہیں سمجھتا ابن ماہیار نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ اس آیت میں عالموں سے مراد ہم ہیں۔ ہم جانتے ہیں قرآن کو اور ہم سمجھتے ہیں اس کی مثالوں کو۔ ایضاً خداوند عالم فرماتا ہے وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا مفسرین کہتے ہیں کہ خدا نے تم کو تھوڑا سا علم دیا ہے۔ عیاشی نے حضرت باقرؑ سے روایت کی ہے آپ فرماتے ہیں کہ تم کو رسول اور ائمہ اطہار علیہم السلام کے ذریعہ سے بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے یعنی دوسروں کو علم سے حصہ نہیں ملا ہے لیکن اتنا ہی جس قدر ان حضرات سے حاصل کیا ہے۔ پھر خداوند عالم فرماتا ہے کہ بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ یعنی قرآن چند واضح آیتوں کا مجموعہ ہے یہ ان لوگوں کے سینوں میں ہے جن کو علم دیا گیا اور کلینی اور ابن ماہیار وغیرہم بہت سی سندوں سے حضرت باقرؑ و صادقؑ و حضرت کاظم علیہم السلام سے روایت کی ہے کہ اَلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ہم ہیں اور لفظ قرآن اور اس کے معنی ہمارے سینوں میں ہیں لہٰذا خدا نے یہ نہیں فرمایا کہ قرآن دو دفتیوں کے درمیان ہے بلکہ فرمایا کہ ہمارے سینوں میں ہے۔ ایضاً حقتعالےٰ فرماتا ہے۔ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا یعنی خدا سے علماء کے سوا کوئی نہیں ڈرتا۔ ابن ماہیار نے روایت کی ہے کہ یہ آیت جناب امیرؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے جو عالم تھے اور اپنے پروردگار کو پہچانتے تھے اور خدا سے ڈرتے تھے اور ہمیشہ خدا کو یاد کرتے رہتے۔ اور فرائض پر عمل کرتے تھے اور راہ خدا میں جہاد کرتے تھے۔ اور تمام احکام خدا کی اطاعت کرتے اور سوائے خوشنودی خدا و رسولؐ کے کوئی کام نہیں کرتے تھے۔

انتیسویں فصل

اس بیان میں کہ ائمہ طاہرین علیہم السلام متوسمین ہیں جو ہر شخص کو دیکھ کر پہچان لیتے ہیں کہ وہ مومن ہے یا منافق۔

حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ یہ آیتیں قصۂ لوط کے بعد ہیں مفسروں نے کہا ہے یعنی ہم نے جو قوم لوط کے ہلاک کرنے کا ذکر کیا اس میں غور و فکر کرنے والوں اور عبرت حاصل کرنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ بعضوں نے کہا ہے کہ متوسمین وہ ہیں جو علامتوں اور نشانیوں سے چیزوں کو معلوم کر لیتے ہیں اور فراست اور زیرکی سے چیزوں کو سمجھ لیتے ہیں اور جناب رسولؐ خدا سے روایت کی ہے کہ مومن کی فراست سے پرہیز کرو کیونکہ وہ نور خدا سے دیکھتا ہے۔ اور فرمایا کہ خدا کے چند بندے ہیں جو لوگوں کو فراست و دانائی سے پہچانتے ہیں پھر حضرت نے اس آیت کو پڑھا وَ اِنَّهَا لَبِسَبِیْلٍ مُّقِیْمٍ یعنی قوم لوط کا شہر جو مدینہ اور شام کے درمیان واقع ہے تمہاری سیدھی راہ پر ہے جس سے تم شام جاتے وقت گذرتے ہو۔ کلینی اور بصائر و مناقب و تفسیر عیاشی اور علی بن ابراہیم اور تمام کتابوں میں بہت سی حدیثیں ائمہ معصومین علیہم السلام سے منقول ہیں کہ ہم ہیں متوسمون اور راہ بہشت اور ہم میں قیامت تک راہ بہشت مقیم اور ثابت ہے۔ اور عیون اخبار الرضا میں منقول ہے کہ اُن حضرت سے لوگوں نے پوچھا کہ کیا ذریعہ ہے کہ آپ لوگوں کو ان کے دلوں کی پوشیدہ باتوں سے آگاہ کر دیتے ہیں فرمایا شاید تو نے نہیں سنا ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا ہے کہ فراستِ مومن سے ڈرو کہ وہ نور خدا کے ذریعہ دیکھتا ہے۔ راوی نے کہا ہاں یا حضرت سُنا ہے تو فرمایا کہ کوئی مومن نہیں ہے مگر یہ کہ اس میں ایک فراست ہے کہ وہ اپنے نور ایمان اور دانائی کے بقدر نور خدا کے ذریعہ دیکھتا ہے اور خداوند تعالیٰ نے ہم اہلبیت میں وہ تمام فراست جمع کر دی ہے جو تھوڑی تھوڑی تمام مومنین میں ودیعت فرمائی ہے اور قرآن میں فرمایا ہے اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ۔ تو پہلے متوسّمین رسول خدا تھے اُن کے بعد امیرالمومنینؑ پھر حسنؑ و حسینؑ اور حسینؑ کے فرزندوں میں سے قیامت تک کے ائمہ طاہرین علیہم السلام۔ اور بصائر و اختصاص میں عبدالرحمٰن بن کثیر سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت صادقؑ کے ساتھ حج کو گیا اثنائے راہ میں حضرت ایک پہاڑ پر تشریف لے گئے اور لوگوں کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ کس قدر زیادہ لوگوں کی تلبیہ

مومن صاحبِ فراست ہوتا ہے

کی آواز ہے لیکن ان میں کتنے تھوڑے ہیں جن کا حج قبول ہوتا ہے۔ ابو سلیمان نے کہا یابن رسول اللہ کیا ان لوگوں کی دعا جن کو ہم دیکھتے ہیں خدا قبول فرمائے گا۔ حضرت نے فرمایا کہ اے ابو سلیمان خدا اس کے گناہ نہیں بخشے گا جس نے شرک کیا ہو گا اور ولایت و امامت علیؑ سے انکار کرنے والا بت پرست کے مثل ہے اُس نے عرض کی آپ پر فدا ہوں کیا آپ اپنے دوست اور دشمن کو پہچانتے ہیں حضرت نے فرمایا وائے ہو تجھ پر جو بندہ پیدا ہوتا ہے البتہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیاں لکھا ہوتا ہے کہ مومن ہے یا کافر۔ اور جو شخص ہماری ولایت کے ساتھ ہمارے پاس آتا ہے ہم اس کی پیشانی کے درمیان مومن لکھا ہوا دیکھتے ہیں اور اگر ہماری عداوت دل میں لئے ہوئے آتا ہے تو ہم دیکھ لیتے ہیں کہ اس کی پیشانی پر کافر لکھا ہوتا ہے۔ ہم متوسمین ہیں جن کی شان میں خدا نے فرمایا ہے اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ اور ہم اسی فراست سے اپنے دوست اور دشمن کو پہچان لیتے ہیں۔ ایضاً بصائر وغیرہ میں بسند معتبر روایت کی ہے کہ ایک شخص حضرت صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ایک مسئلہ دریافت کیا حضرت نے اس کا جواب دے دیا پھر دوسرا شخص آیا اور وہی سوال کیا حضرتؑ نے دوسرا جواب دیا پھر ایک تیسرا شخص آیا اور وہی سوال کیا حضرت نے اُن دونوں جوابوں کے علاوہ تیسرا جواب دیا پھر فرمایا کہ خدا نے خلائق کے امور ہم پر چھوڑ دیئے ہیں اور جو کچھ ان کی قابلیت اور فہم کے لائق ہوتا ہے ہم جواب دیتے ہیں جس طرح خدا نے امور دنیا کا اختیار حضرت سلیمانؑ پر چھوڑ دیا تھا اور فرمایا تھا هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَعْطِ بِغَیْرِ حِسَابٍ یہ آیت قرأت علی میں یوں ہی ہے۔ راوی نے پوچھا کہ تمام امام لوگوں کے مذہب اور ہر شخص کی قابلیت کو جانتے ہیں جس سے اس کے مناسب حال جواب دیتے ہیں۔ حضرت نے تعجب سے پوچھا سبحان اللہ شاید تو نے کلام الٰہی نہیں پڑھا ہے کہ قرآن میں فرماتا ہے وانھا لبسبیل مقیم اور یہ نشانیاں ایک راہ مقیم میں ہمیشہ قائم ہیں جس سے کوئی شخص باہر نہیں جا سکتا یعنی امامت کے ساتھ ہے اور امامت کبھی دائرہ اہلبیت سے باہر نہیں جا سکتی۔ پھر فرمایا کہ جب امام کسی کو دیکھتا ہے اس کو پہچان لیتا ہے۔ اُس کے رنگ اور نوع کو جانتا ہے اگر اس کی باتیں دیوار کے پیچھے سے بھی سنتا ہے تب بھی اس کو پہچان لیتا ہے اور جان لیتا ہے کہ کون اور کیا ہے اس کی صفتیں جانتا ہے کیونکہ خداوند عالم فرماتا ہے ومن

حضرت صادقؑ کا تین [illegible]

اٰیَاتِہٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِکُمْ وَ اَلْوَانِکُمْ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَاتٍ لِّلْعَالِمِیْنَ (پ۲۱ سورہ روم آیت ۲۲) یعنی آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے اور تمہاری زبانوں اور رنگوں کے اختلاف میں عالم کے لئے خدا کی قدرت وعظمت کی نشانیاں ہیں۔ حضرت نے فرمایا ائمہ علماء ہیں جن کے بارے میں خدا نے اس آیت میں فرمایا ہے۔ اور امام ہر قوم کی زبانیں جانتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ وہ بولنے والا ناجی ہوگا یا دوزخی اسی لئے وہ ہر شخص سے اس کی حالت اور قابلیت کے موافق جواب دیتا ہے۔ ایضاً بصائر میں امام رضاؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا ہماری وہ آنکھیں ہیں جو عام لوگوں سے مشابہت نہیں رکھتیں۔ ہماری آنکھوں میں وہ نور ہے جس میں شیطان کی کوئی شرکت نہیں۔

عیاشی نے اس آیت کی تاویل میں حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ یقیناً امام میں متوسمین کے لئے چند علامتیں ہیں۔ امام سبیل مقیم اور راہ راست پر ثابت ہے اور اس نور کے ذریعہ دیکھتا ہے جو خدا نے اس کی آنکھ میں قرار دیا ہے اور وہ خدا کی جانب سے گفتگو کرتا ہے اور اس سے چیز پنہاں نہیں رہتی جس کا ارادہ کرتا ہے۔ بصائر واختصاص وغیرہ میں حضرت باقرؑ سے روایت کی ہے ایک روز امیرالمومنینؑ کوفہ کی مسجد میں تشریف فرما تھے ناگاہ ایک عورت آئی جس کا اس کے شوہر سے جھگڑا تھا۔ حضرت نے اس کے شوہر کے حق میں فیصلہ کیا۔ اس ملعونہ نے کہا واللہ ایسا نہیں جیسا آپ نے حکم کیا ہے آپ مساوی تقسیم نہیں کرتے اور رعایا کے درمیان عدالت نہیں کرتے آپ کا فیصلہ خدا کا پسندیدہ نہیں ہے۔ جناب امیرؑ کو غصہ آیا اور ایک بار اس کو دیکھا اور فرمایا کہ اے جرات کرنے والی اے گالیاں بکنے والی اے سلفلق یعنی اے عجیب جوئی کرنے والی اے کہ تو دوسری عورتوں کی طرح حائض نہیں ہوتی۔ جب اس ملعونہ نے یہ باتیں سُنیں تو مُنہ پھیر کر بھاگی کہتی جاتی تھی کہ وائے مجھ پر وائے ہو مجھ پر اے پسر ابی طالب میرا پوشیدہ پردہ آپ نے چاک کر دیا اور مجھ کو رسوا کیا۔ یہ دیکھتے ہی عمرو بن حریث جو خوارج کا ایک سردار تھا اور وہاں موجود تھا اس کے پیچھے دوڑا اور بولا ابتدا میں تو نے پسر ابی طالب سے ایسی باتیں کرکے مجھے خوش کیا لیکن جب انھوں نے تجھ سے جو کچھ کہا تو تو واویلا کرنے لگی۔ اُس عورت نے کہا خدا کی قسم میرے متعلق وہ بات بیان کی جو مجھ میں موجود ہے اور کوئی دوسرا نہیں جانتا۔ میں ہمیشہ پیچھے کی راہ سے حائض ہوتی ہوں۔ یہ سُنکر وہ ملعون خدمت امیرالمومنین میں واپس آیا اور

کہا اے پسر ابو طالب یہ کہانت کیا تھی جو آپ نے اُس عورت سے کہی حضرت نے فرمایا اے پسر حریث یہ کہانت نہیں ہے کہ کسی جن نے خبر دی ہو۔ یقیناً خالق ارواح نے دُنیا پیدا کرنے سے دو ہزار سال پہلے جب روحوں کو ان کے بدنوں میں جگہ دی تو ان کے دونوں آنکھوں کے درمیان لکھ دیا کہ مومن ہے۔ یا کافر اور وہ باتیں بھی لکھ دیں جن میں وہ مبتلا ہوں گے اور اُن کے تمام نیک و بد اعمال بھی یہاں تک کہ اُن کے نامۂ اعمال میں بقدر گوش ہوش لکھ دیا کہ فلاں مومن ہے یا کافر اور جن باتوں میں وہ مبتلا ہوگا۔ پھر اس بارے میں اپنے پیغمبر پر قرآنی آیت بھی نازل فرمائی اِنَّ فِی ذٰلِکَ لَاٰیَاتٍ لِلْمُتَوَسِّمِیْن۔ رسول خدا متوسمین تھے ان کے بعد میں متوسم ہوں اور میرے فرزندوں میں سے ائمہ متوسم ہیں۔ لہٰذا جب میں نے اُس عورت کی پیشانی پر نظر کی اس کا تمام حال مجھ پر ظاہر ہو گیا[1]

تیسویں فصل

سورۂ فرقان کی آخری آیتوں کی تاویل ائمہ کی شان میں۔

خداوند تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا (پ۱۹ سورہ فرقان آیت ۶۳) یعنی خدائے رحمٰن کے خالص بندے وہ لوگ ہیں جو روئے زمین پر آہستگی اور سکینہ و وقار سے راستہ چلتے ہیں وہ تکبر و شیخی سے نہیں چلتے۔

علی بن ابراہیم۔ کلینیؒ۔ ابن ماہیار اور دوسروں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ یہ آیت اور اس کے بعد کی آیتیں آخر تک کہ اپنے دشمنوں کے خوف سے آہستہ راہ چلتے ہیں۔ ائمہ کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلَامًا۔ جب ان سے جاہل اور بے عقل لوگ خطاب کرتے ہیں تو یہ لوگ سلاماً کہتے ہیں۔ یعنی ان کی جہالت کے جواب میں ایسی بات کہتے ہیں جس سے گناہ سے سالم رہیں یا اُن سے نیک اور بھلائی کی بات کہتے ہیں یا سلام کرتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ یہ بھی اوصیا کی

---

[1] مؤلف فرماتے ہیں کہ اس بارے میں حدیثیں بہت ہیں اور ان تاویلوں کی مطابقت کا ذکر میں نے بحار الانوار میں کیا ہے۔ اور اکثر تاویلات کی بناء پر ذٰلک سے اشارہ قرآن کی طرف ہے اور لبسبیل سے مراد بعض تاویلوں میں امام ہے اور بعض میں امامت۔ بعض میں راہ حق اور بعض میں راہِ بہشت۔ ۱۲

شان میں نازل ہوئی ہے جو دشمنوں کے ساتھ بھی نیکی کرتے ہیں وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِیَامًا جو لوگ تمام رات اپنے خدا کی بارگاہ میں سجدہ اور کبھی قیام میں گذارتے ہیں۔ دوسری حدیث میں وارد ہوا ہے کہ یہ آیت بھی ائمہ کی شان میں نازل ہوئی ہے اور برقی نے محاسن میں سلیمان ابن خالد سے روایت کی ہے کہ میں سورہ فرقان پڑھ رہا تھا جب اس آیت پر پہونچا وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا یَزْنُوْنَ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ یَلْقَ اَثَامًا یُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَیَخْلُدْ فِیْهٖ مُهَانًا۔ یعنی وہ لوگ جو خدا کے ساتھ کسی دوسرے خدا کو نہیں پکارتے اور کسی نفس کو قتل نہیں کرتے جس کو خدا نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ اور زنا نہیں کرتے اور جو شخص ایسے کام کرتا ہے وہ اپنے گناہ کا بدلہ پاتا ہے خدا اس کے عذاب کو قیامت میں دونا کر دے گا۔ اور وہ ہمیشہ اسی ذلیل کرنے والے عذاب میں مبتلا رہے گا۔ حضرت صادقؑ نے فرمایا کہ یہ آیتیں ہمارے حق میں نازل ہوئی ہیں۔ اور خدا کی قسم اس نے ہم کو نصیحت کی ہے اگرچہ وہ جانتا تھا کہ ہم کبھی زنا نہیں کرتے۔ سلیمان کہتے ہیں پھر میں نے یہ آیت پڑھی۔ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ لیکن جب لوگوں نے توبہ کی اور ایمان لائے اور عمل صالح بجالائے تو خدا ان کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دے گا۔ حضرت نے فرمایا یہاں رُک جاؤ۔ یہ آیت تم شیعوں کے حق میں نازل ہوئی ہے بیشک ایک مومن گناہگار کو قیامت کے دن لائیں گے اس کو خداوند عالمین کے سامنے کھڑا کریں گے اور وہ خود اس کے حساب کی جانب متوجہ ہوگا اور اس کا ایک ایک گناہ اس کو گنوائے گا اور فرمائے گا کہ فلاں وقت تو نے یہ گناہ کیا اور فلاں وقت یہ کیا وہ اقرار کرے گا کہ ہاں میں نے کیا ہے اُس وقت اُس سے خداوند غفار فرمائے گا کہ تیرے ان گناہوں کو میں نے دنیا میں چھپایا اور تجھ کو رسوا نہیں کیا۔ اور آج سب کو بخشتا ہوں پھر فرشتوں کو حکم دے گا کہ اس کے گناہوں کو مٹا دیں اور ان کے بجائے نیکیاں اور عبادتیں لکھ دیں اس کے بعد اس کے نامۂ اعمال کو بلند کریں گے تاکہ تمام لوگ دیکھ لیں۔ اس وقت لوگ تعجب سے کہیں گے کہ سبحان اللہ اس بندہ کے نامۂ عمل میں کوئی گناہ نہیں یہ ہیں معنی خدا کے اس قول کے فاولئك یبدل اللہ سیئاتهم حسنات

کے اور شیخ امالی نے یہی مضمون انہی حضرت سے روایت کی ہے۔ امام نے حدیثوں کے آخر میں فرمایا کہ یہ آیت ہمارے گنہگار شیعوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔
بصائر میں انہی حضرتؑ سے روایت کی ہے کہ جناب رسولؐ خدا نے فرمایا کہ میرے پروردگار نے مجھ سے شیعیان علیؑ کی ایک خصلت کے بارے میں وعدہ فرمایا ہے کہ جو شخص ان کی ولایت پر ایمان لائے گا اور ان کے دشمنوں سے علیحدہ رہے گا خدا اس کے صغیرہ و کبیرہ گناہوں کو بخش دے گا اور اس کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیگا اور اس مضمون پر بہت سی حدیثیں ہیں جو دوسرے موقع پر بیان کی جائیں گی۔ انشاء اللہ پھر سلیمان نے حدیث محاسن میں کہا ہے کہ میں نے باقی آیتوں کو پڑھا یہاں تک اس مقام پر پہونچا۔ وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا یعنی جو لوگ مجالس غنا و لہو میں حاضر نہیں ہوتے یا ناحق گواہی نہیں دیتے جب وہ ان بیہودہ چیزوں یا مہمل باتوں کی طرف گذرتے ہیں تو بزرگانہ انداز سے گذرتے ہیں اور ان کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ جب میں نے یہ آیت پڑھی حضرت نے فرمایا کہ یہ آیت ہماری شان میں ہے اور اس میں ہماری صفتوں کا بیان ہے اس کے بعد میں نے یہ آیت پڑھی وَالَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوا عَلَيْهَا صُمًّا وَعُمْيَانًا یعنی وہ لوگ جن کو نصیحت کی جاتی ہے اور اُن کے پروردگار کو یاد دلایا جاتا ہے تو وہ لوگ اندھے اور بہرے ہو کر نہیں گرتے بلکہ اُن باتوں میں غور و فکر کرتے ہیں اور غفلت کے ساتھ اُن سے نہیں گذرتے۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ آیت تم شیعوں کے حق میں نازل ہوئی ہے کہ جب ہماری فضیلت میں آیتیں تمہارے سامنے پڑھی جاتی ہیں تو اس پر اعتبار کرتے ہو اور شک نہیں کرتے بلکہ اس میں غور و فکر کرتے ہو۔ سلیمان کہتے ہیں پھر میں نے یہ آیت پڑھی وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا یعنی جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہمارے زنان و فرزند کی طرف سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی و روشن فرما اور ہم کو متقین کا پیشوا بنا۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ آیت ہماری شان میں ہے۔ اور علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ اس آیت کو حضرت صادق علیہ السلام کے سامنے میں نے پڑھا تو حضرت نے فرمایا کہ اگر یہ آیت اسی طرح ہے تو خدا سے عجیب بزرگ مرتبہ کا سوال کیا گیا ہے کہ خدا ان کو متقیوں کا پیشوا بنائے

تو پوچھا گیا کہ پھر آیت کس طرح نازل ہوئی ہے فرمایا اس طرح وَجَعَلْنَا لَنَا مِنَ الْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا یعنی ہمارے واسطے متقیوں اور پرہیزگاروں میں سے ایک امام قرار دے۔ اور دوسری روایت میں فرمایا کہ ہم اہلبیت متقین کے پیشوا ہیں۔ اور دوسری روایت کے مطابق ازواجنا سے مراد جناب خدیجہؓ ہیں اور ذریاتنا سے جناب فاطمہؑ اور قرۃ اعین سے حسنؑ وحسینؑ علیہما السلام ہیں وَاجعلنا للمتقین اماماً سے علی بن ابی طالبؑ ہیں۔

ابن ماہیار نے ابن عباس سے روایت کی ہے امام نے تمام آیتوں کی تلاوت کرکے فرمایا کہ ہم کو ہدایت کرنے والا قرار دے تاکہ لوگ ہم سے ہدایت پائیں اور یہ آیت آل محمدؐ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ ایضاً ابوسعید خدری نے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی جناب رسول خداؐ نے جبریلؑ سے پوچھا کہ ازواجنا سے مراد کون ہے۔ جبریل نے کہا جناب خدیجہؓ ہیں پوچھا ذُرِّيّٰتِنَا سے مراد کون ہے۔ کہا فاطمہ صلواۃ اللہ علیہا ہیں پوچھا قُرَّةَ اَعْيُنٍ جو میری روشنی چشم کا باعث ہیں۔ کون ہیں کہا حسن وحسین علیہما السلام ہیں پوچھا وَجَعلنا للمتقین اماما سے مراد کون ہیں فرمایا علی بن ابی طالب علیہما السلام اور ابن شہرآشوب نے سعید بن جبیر سے اس قول خدائے تعالےٰ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ هَبْ لَنَا کی تفسیر میں اس طرح روایت کی ہے کہ واللہ یہ آیت امیرالمومنینؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے اور اکثر وبیشتر اُن حضرت کی دعا یہی تھی کہ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا یعنی فاطمہ عطا کر وَذُرِّيّٰتِنَا یعنی حسنؑ وحسینؑ ایسے فرزند دے وَقُرَّةَ اَعْيُنٍ امام حسینؑ کے بعد ائمۂ اطہار اسی کی اولاد میں ہوں حضرت امیرالمومنینؑ نے فرمایا کہ خدا کی قسم میں نے اپنے فرزندوں کو خدا کا مطیع پایا تو میری آنکھیں روشن ہوگئیں اور میں خوش ہوگیا۔ اس کے بعد فرمایا وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا یعنی ہم پیروی کرتے ہیں۔ پرہیزگاروں کی ان لوگوں کی جو ہم سے پہلے تھے اور ہماری پیروی کریں وہ لوگ جو ہمارے بعد آئیں۔ اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا یعنی ان لوگوں کو دنیا میں خدا کی اطاعت کے عوض اور خدا کے دشمنوں نے جو ان کو آزار پہونچا

ان پر صبر کرنے کا اجر بہشت کے محل اور بلند درجے عطا کئے جائیں گے پھر سعید بن جبیر نے فرمایا کہ اس سے مراد علی بن ابی طالب وحسن وحسین اور فاطمہ صلوات اللہ علیہم ہیں وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا خٰلِدِيْنَ فِيْهَا حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا (آیت ۷۶ تا ۷۶ سورہ فرقان پ ۱۹) یعنی فرشتے ان کے استقبال کے لئے آتے ہیں اور ان کو خدا کی جانب سے صلواۃ وسلام

پہونچاتے ہیں یہ لوگ ان بہشت کے بالاخانوں اور محلوں میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ رہنے کی کتنی اچھی جگہ ہے۔

اکتیسویں فصل ۳۱

شجرہ طیبہ کی تاویل اہلبیت علیہم السلام شجرۂ ملعونہ کی تاویل ان کے دشمنوں سے۔

خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ اَلَمْ تَرَ کَیْفَ ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا کَلِمَۃً طَیِّبَۃً کَشَجَرَۃٍ طَیِّبَۃٍ اَصْلُھَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُھَا فِی السَّمَآءِ تُؤْتِیْٓ اُکُلَھَا کُلَّ حِیْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّھَا وَ یَضْرِبُ اللّٰہُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّھُمْ یَتَذَکَّرُوْنَ وَ مَثَلُ کَلِمَۃٍ خَبِیْثَۃٍ کَشَجَرَۃٍ خَبِیْثَۃِ نِ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَھَا مِنْ قَرَارٍ (پ۱۳ سورہ ابراہیم آیت ۲۴ تا ۲۶) یعنی خدا نے درخت طیبہ یعنی نیک اور پاکیزہ کلمہ کی جو بعض کے قول کیمطابق لا الٰہ الا اللہ ہے اور بعض کے قول کے مطابق ہر نیک کلام اور مثال اس درخت طیبہ سے دی ہے جو بہت بڑھنے والا اور خوب پھیلنے والا ہو جس کی جڑیں زمین میں بہت نیچے اور مضبوط ہوں اور اس کی شاخیں آسمان تک پہونچی ہوئی ہوں۔ اور وہ درخت ہمیشہ یا ہر سال یا ہر چھ ماہ کے بعد خدا کے حکم اور اس کی قدرت سے پھل دیتا ہو۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ وہ درخت خرما ہے اور بعض کا قول ہے کہ ہر اس درخت کی مثال دی ہے جس کی جڑیں زمین میں پھیلی ہوئی ہوں اور اس کی شاخیں آسمان تک پہونچی ہوں اور جب چاہو اُس میں سے پھل لے لو۔ اگرچہ خارج میں ایسا کوئی درخت موجود نہ ہو اور بعض کہتے ہیں کہ کلمہ طیبہ ایمان ہے۔ اور شجرہ طیبہ سے بھی مراد ایمان ہے۔ خدا نے یہ مثال لوگوں کے لئے بیان کیا تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ اور کلمہ خبیثہ کی مثال کلمہ شرک ہے یا ہر باطل اعتقاد اور بُرا کلام جس سے خدا نے منع فرمایا ہو۔ اس بُرے درختِ خبیث کے مانند ہے جو بڑھنے والا نہ ہو اس کا پھل بھی برا ہو اس کی جڑ اوپر ہی نکلی ہو اور اس کو ثبات و قرار نہ ہو۔ بعض نے کہا کہ وہ درخت حنظل یعنی تھوہڑ کا ہے بعض کا قول ہے کہ وہ کانٹے دار درخت ہے بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد بہت بد بودار اور بہت کمزور درخت ہے جس کا وجود بظاہر نہیں ہے۔ دونوں تشبیہیں نہایت مکمل اور واضح ہیں کیونکہ کلمات صادقہ اور عقائد حقہ اس درخت کے مانند ہیں جس کی جڑیں مضبوط شک و شبہات کی آندھیوں سے اپنی جگہ سے نہیں ہلتیں اور اس کی شاخیں آسمان کی جانب بلند ہوتی ہیں اور بہت بلند ہوتی جاتی ہیں۔

اور وہ کلمات و عقائد حقہ بارگاہ الٰہی میں مقبول ہوتے ہیں اور روز بروز صحیح غور و فکر اور نیک اعمال کے سبب فیوضات الٰہی کی بارش سے وہ درخت پھل دار ہوتا جاتا ہے اور دنیا میں آناً فاناً پاکیزہ پھل دیتا ہے اور یقین اور اعمال صالحہ کی زیادتی اور اچھے اخلاق کی وجہ سے قرب الٰہی حاصل کرتا جاتا ہے۔ اور اہل باطل ہر چند کوشش کرتے ہیں کہ اُس کو نکال پھینکیں اور برباد کر دیں لیکن نہیں کر سکتے اور آخرت میں وہ درخت نعیم ابدی اور نہ ختم ہونے والی لذتوں اور بلند درجوں کے ثمر سے بہرہ مند کرتا ہے اور جھوٹی باتیں اور باطل عقائد عقل سلیم کے لئے حنظل کے مانند کڑوے اور ناگوار ہیں ہر چند گمراہ اور جاہل لوگ اس کی تقویت میں کوشش کرتے رہتے ہیں لیکن وہ جڑ سے جلد اکھڑ جاتا ہے اُس کو ثبات نہیں ہوتا اور آخرت میں اُس کا ثمرہ خرابی اور بربادی جہنم میں مفوشر پیپ اور خون کھانے اور پینے کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔

ان آیتوں کی تاویل میں خاصہ و عامہ نے جو حدیثیں ذکر کی ہیں ان میں سے عامہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جبریل ؑ نے جناب رسول خدا ؐ سے کہا کہ آپ ہی وہ درخت ہیں اور علیؑ اس کی شاخ ہیں اور حسنؑ و حسینؑ اس کے پھل ہیں۔

فردوس الاخبار میں جناب رسول خدا ؐ سے روایت کی ہے کہ میں درخت ہوں اور فاطمہ ؑ اس کی شاخ اور علیؑ و فاطمہ ؑ کے ذریعہ سے اُس میں پھل پیدا ہونے کی صلاحیت ہوتی ہے اور حسنؑ و حسینؑ اس کے پھل ہیں۔ اور اہلبیتؑ کے دوست اس درخت کے پتے ہیں اور اس کے تمام اجزا بہشت میں ہیں۔ اور کلینی و صفار اور ابن بابویہ نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول ؐ خدا نے فرمایا کہ میں اُس درخت کی اصل اور جڑ ہوں اور امیر المومنینؑ اس کے تنہ ہیں اور ان کی اولاد میں سے ائمہ اس کی شاخیں ہیں اور ائمہ کا علم اُس درخت کے پھل ہیں اور مومنین اس کے پتے ہیں کیا درخت میں ان چیزوں کے علاوہ کچھ اور بھی ہوتا ہے۔ راوی نے کہا نہیں خدا کی قسم۔ حضرت نے فرمایا خدا کی قسم جو مومن پیدا ہوتا ہے ایک پتہ اس درخت میں نکل آتا ہے اور جب کوئی مومن مرتا ہے اس درخت میں سے ایک پتہ گر جاتا ہے۔ اور معانی الاخبار میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ درخت رسول ؐ خدا ہیں اس کے تنہ امیر المومنینؑ، شاخ جناب فاطمہ ؑ اور اس کے پھل اُن کے فرزند صلوات علیہم ہیں اور اس کے پتے

ہمارے شیعہ ہیں۔ بیشک ہمارے شیعوں میں سے جب کوئی مومن مرجاتا ہے تو اس درخت کا پتہ ٹوٹ جاتا ہے اور اگر ہمارے شیعوں میں سے کسی کے یہاں کوئی لڑکا پیدا ہوتا تو ایک پتہ اُس درخت میں اُگ آتا ہے۔

علی بن ابراہیم اور صفار نے انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ درخت رسولؐ خدا ہیں جن کا نسب بنی ہاشم میں ثابت ہے اس کا تنہ علی بن ابی طالبؑ ہیں اس کی شاخ جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا اور اُس کے پھل فرزندان علیؑ وفاطمہؑ ہیں اور اس کے پتے ان کے شیعہ ہیں تو تی اکلھا کل حین باذن ربھا سے مراد وہ علوم ہیں جن سے ائمہ اپنے شیعوں کو حج وعمرہ میں مسائل حلال وحرام کا فتوے دیتے ہیں۔ بصائر الدرجات میں حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے شجرہ سے سدرۃ المنتہیٰ مراد ہے رسولؐ خدا اس کی جڑ۔ علیؑ اس کا تنہ فاطمہؑ اس کی شاخ اور ذریت فاطمہؑ میں سے ائمہؑ اس کی شاخیں اور اس کے پتے ان کے شیعہ ہیں۔ اور اس کے پھل جو ہر وقت فراہم ہیں وہ علوم ہیں جو ہر وقت ائمہ سے پوچھے جاتے ہیں اور وہ ان کے جواب میں فرماتے ہیں لوگوں نے پوچھا کہ اس کو منتہیٰ کیوں کہتے ہیں فرمایا اس لئے کہ خدا کی قسم دین خدا اس تک منتہیٰ ہوتا ہے اور جو اُس درخت کا پتہ نہیں ہے وہ نہ مومن ہے نہ ہمارے شیعوں میں ہے۔

عیاشی نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ شجرہ طیبہ ایک مثال ہے جس کو خدا نے اپنے پیغمبرؐ کے اہلبیتؑ کے بارے میں فرمایا ہے اور شجرہ خبیثہ وہ مثال ہے جو ان کے دشمنوں کے بارے میں بیان کیا ہے۔ اور مجمع البیان میں حضرت باقرؑ سے روایت کی ہے کہ شجرہ خبیثہ سے بنی امیہ مراد ہیں

خدائے تعالیٰ کے اس قول وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْاٰنِ ؕ وَنُخَوِّفُهُمْ فَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا۔ (پ۱۵ بنی اسرائیل آیت ۶۰) یعنی ہم نے جو خواب تم کو دکھایا ہے وہ لوگوں کے لئے امتحان اور آزمائش ہے اور شجرۂ ملعونہ بھی لوگوں کے لئے ایک فتنہ ہے اور ہم لوگوں کو ڈراتے ہیں۔ مگر لوگ اور سرکشی اور بغاوت کرتے ہیں اس کی تفسیر میں بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں کہ شجرۂ ملعونہ سلسلۂ بنی امیہ ہے۔ چنانچہ عیاشی اور دوسرے محدثوں نے بہت سی سندوں کے ساتھ حضرت امیر المومنینؑ اور حضرت باقرؑ وحضرت صادقؑ

علیہم السلام سے روایت کی ہے کہ شجرہ ملعونہ بنی امیہ کا سلسلہ ہے۔ جیسا کہ عیاشی نے روایت کی ہے۔ ایضاً بہت سی سندوں کے ساتھ حضرت صادقؑ سے اسی آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ رسول خداؐ نے خواب دیکھا کہ ایک جماعت کے لوگ میرے منبر پر جاتے ہیں اور لوگوں کو دین سے برگشتہ کرتے ہیں اس کے بعد جبرئیلؑ یہ آیت لے کر نازل ہوئے کہ خلفائے جور اور بنی امیہ تمہارے منبر پر بیٹھیں گے اور لوگوں کو دین سے برگشتہ کریں گے۔ ایضاً عیاشی نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ ایک روز جناب رسولِ خدا محزون و مغموم گھر سے باہر نکلے صحابہ نے رنجیدگی کا سبب دریافت کیا فرمایا کہ آج رات میں نے خواب میں دیکھا کہ بنی امیہ کی اولاد میرے منبر پر چڑھتے ہیں تو میں نے حق تعالیٰ سے سوال کیا کہ کیا یہ میری زندگی میں ہوگا تو خدا نے فرمایا کہ تمہاری وفات کے بعد ہوگا۔ دوسری روایت کے مطابق پیغمبرؐ نے فرمایا کہ میں نے بنی امیہ کے بارہ اشخاص کو منبر پر چڑھتے ہوئے دیکھا۔ اور شیخ طبرسی نے روایت کی ہے کہ چند بندوں کو منبر پر چڑھتے اترتے دیکھا۔ پیغمبر خدا اس کے بعد جب تک زندہ رہے ان کو کسی نے ہنستے ہوئے نہیں دیکھا۔ حدیثِ صحیفۂ کاملہ میں حضرت صادقؑ سے روایت ہے کہ ایک روز حضرت رسالتمآبؐ پر جب کہ آپ بالائے منبر تھے خواب طاری ہوا آپ نے خواب میں چند مردوں کو دیکھا کہ آپ کے منبر پر اچکتے کودتے ہیں جس طرح بندر اچکتے ہیں۔ اور لوگوں کو پس پشت واپس کرتے ہیں۔ یہ دیکھ کر حضرت چونک پڑے اور آپ کے روئے مبارک سے آثار رنج و اندوہ ظاہر ہوئے۔ اُس وقت جبرئیلؑ اس آیت کو لائے اور شجرۂ ملعونہ کی بنی امیہ سے تفسیر کی۔

شیخ طبرسی نے احتجاج میں اس مناظرہ کے ضمن میں روایت کی ہے جو جناب امام حسن علیہ السلام اور معاویہ اور اس کے ساتھیوں کے درمیان ہوا تھا۔ امام حسنؑ نے مروان بن الحکم سے فرمایا کہ خدا نے تجھ پر اور تیرے باپ اور تیرے عزیزوں اور اولاد پر لعنت کی ہے اور وہ لعنت تم سب کی سرکشی، کفر و گناہ کی زیادتی کا باعث ہوئی۔ جیسا کہ خداوند عالم نے فرمایا ہے والشجرة الملعونة فی القران الخ اے مروان تو اور تیری اولاد شجرہ ملعونہ ہے جن پر قرآن میں خدا نے لعنت کی ہے اور ہم جو کہ اہل قرآن ہیں اور قرآن کے ظاہر و باطن کو جانتے ہیں۔ ہم اُس شجرہ سے جن کی مدح خدا نے ان الفاظ میں فرمائی ہے اصلہا

ثابت و فرعھا فی السماء" یعنی علم قرآن ہم سے ہر زمانہ میں لوگوں کے واسطے ظاہر ہوگا اور ہمارے دشمن شجرہ ملعونہ والے ہیں جو یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے نور پھونک کر بجھا دیں اور خدا بیشک ہمارے نور کو پورا کرے گا۔ اگرچہ کفار و منافقین انکار کریں اور نہ چاہیں۔ اگر منافقین اس آیت کے معنی سمجھتے جو میں نے بیان کیا تو یقیناً اس کو قرآن سے خارج کر دیتے۔ جیسا کہ قرآن سے بہت سی آیتیں نکال دیں جو ہماری مدح اور ہمارے دشمنوں کی مذمت میں بہت واضح تھیں لہ

لہ مؤلفؒ فرماتے ہیں کہ جو تاویلیں ان حدیثوں میں وارد ہوئی ہیں آیات کریمہ سے ان کا مطابق ہونا نہایت واضح ہے کیونکہ معلوم ہے کہ خدا نے ایمان و علوم حقہ کے متعلق یہ مثال بیان فرمائی ہے۔ اور یہ وہ امور ہیں اور ان کی تشبیہ ایک درخت سے دی ہے اس لئے کہ خداوند عالم نے اکثر آیتوں میں روحانی لذتوں کی مثال جسمانی لذتوں سے دی جو پست ہمت اور کم علم والوں کا مقصود ہے۔ اور معقول باتوں کی محسوس امور سے تشبیہ دی ہے کیونکہ وہی جاہلوں کے علم کا سرچشمہ ہیں اسی طرح علم و ایمان اور اعمال صالحہ کی مضبوط اور ثابت درخت سے تشبیہ دی ہے جو اپنا سر آسمان تک بلند کئے ہوئے ہے۔ اس کی جڑ حضرت رسالت مآبؐ ہیں جو تمام کمالات کا سرچشمہ ہیں جس طرح اجزائے درخت اپنی غذا جڑ سے حاصل کرتے اور بڑھتے ہیں اسی طرح تمام ائمہ علیہم السلام اور ان کی پیروی کرنے والے آنحضرت کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے ان سے بہرہ مند ہوتے ہیں اور اس درخت کا تنہ امیرالمومنینؑ ہیں جو درخت کا اوّل نمو ہوتا ہے اور درخت کی پہچان اُسی سے ہوتی ہے اور تمام اجزائے درخت اُسی کے توسط سے فائدہ حاصل کرتے ہیں اور جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا اس درخت کی بڑی شاخ کے مانند ہیں جو جناب رسالت مآبؐ کے ساتھ تمام ائمہ کی انتساب کا باعث ہیں اور اسی توسط سے آنحضرتؐ کا باعث ہیں اور اسی توسط سے آنحضرتؐ کا نور ان میں اثر انداز ہے اور دوسری شاخیں جو بڑی شاخ سے نکلتی ہیں تمام ائمہ علیہم السلام ان کی مثال ہیں جن کے واسطہ سے آنحضرتؐ کے علوم مخلوقات کو پہونچتے ہیں اور حضرت پیغمبرؐ اور امیرالمومنینؑ کے انوار سب کے سب اُن میں جمع ہو گئے ہیں۔ جو شخص ان میں سے کسی شاخ کو پکڑ لیتا ہے وہ رفعت کے آسمان پر بلند ہو جاتا ہے اور جو علوم ان سے خلق کو پہونچتے ہیں اور ان سے شیعوں کے دل اور روحیں تربیت اور قوت حاصل کرتی ہیں وہ اس درخت بلند کے پھلوں کے مانند ہیں۔ اور (بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۳۱ پر)

بتیسویں فصل

ائمہ علیہم السلام کی ہدایت سے متعلق آیتوں کی تاویل کا بیان۔ اس مطلب پر آیتیں بہت ہیں۔

پہلی آیت:۔ وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ (پ۹ سورۂ اعراف آیت ۱۸۱)
یعنی ہماری مخلوقات میں ایک جماعت ہے جو لوگوں کی حق کی طرف ہدایت کرتی اور حق کے ساتھ فیصلہ کرتی ہے۔ علی بن ابراہیم، عیاشی، کلینی، صفار اور ابن شہر آشوب وغیرہم نے بہت سی سندوں کے ساتھ حضرت باقر و صادق علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ اس سے مراد ائمہ آل محمد علیہم السلام ہیں۔
محدثین عامہ میں سے حافظ ابو نعیم اور ابن مردویہ نے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ اس امت میں تہتر فرقے ہوں گے۔ بہتر فرقے جہنم میں جائیں گے اور ان میں کا ایک فرقہ بہشت میں جائے گا اور وہ فرقہ وہ ہے جس کی شان میں خدا نے فرمایا ہے وَ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) شیعہ جو ان کے علوم کے محافظ و حامی اور اچھے پھل ہیں جو اپنی جان کو ہلاکت میں ڈال کر ان پر فدا ہو جاتے اور ان کے علوم و معارف کو دوسروں سے پوشیدہ رکھتے ہیں۔ وہ اُس درخت طیبہ کے پتے ہیں جو ان پھلوں کو ہوا کی مضرت اور آفتاب کی حرارت اور گرد و غبار سے محفوظ رکھتے ہیں اور ان کو اپنے درمیان پوشیدہ رکھتے ہیں اور ان حضرات کے دشمنوں کی مثال شجرۂ ملعونہ سے فرمائی ہے۔ بعض اُن دشمنوں میں سے اس کی جڑ کے مانند ہیں۔ جیسے اول و دوم اور بعض اس درخت کی شاخ کے مثل ہیں جیسے بنی عباس وغیرہم اور اُن کے گمراہ پیرو اُس درخت خبیثہ کے پتوں کے مانند ہیں اور اس ملعونہ درخت میں شبہات و شکوک اور اُن کے باطل علوم ہیں جو مثل حنظل کے ناگوار (تلخ و بدمزہ) ہیں جو گمراہوں کے لئے سم قاتل کی طرح ہیں۔ اور پہلے درخت کی مثال درخت طوبیٰ کی سی ہے جو بہشت میں ہے۔ جس کی جڑ امیرالمومنینؑ کے خانہ اقدس میں ہے اور ہر شیعہ کے گھر میں اُس کی ایک شاخ ہے یا وہ درخت سدرۃ المنتہیٰ ہے۔ اور دوسرے درخت کی مثال آخرت میں زقوم (تھوہڑ) کا درخت ہے جو جہنم میں اُگتا ہے اس کا پھل دشمنان اہلبیتؑ کی غذا ہے۔ اس مقام پر بہت سی باتیں قابلِ ذکر ہیں۔ مگر اس کتاب میں ان کی گنجائش نہیں ہے۔

مِمَّنْ خلقنا امۃ یھدون بالحق وبہ یعدلون ۔ اور وہ فرقہ ہمارے شیعہ ہیں۔ اور عیاشی نے اسی طرح دو حدیثیں حضرت امیرالمومنینؑ سے روایت کی ہے۔

دوسری آیت:۔ وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ ۔ (پ ۲۱ سورہ عنکبوت آیت ۶۹) یعنی وہ لوگ جو ہماری راہ میں جہاد کی کوشش کرتے ہیں یقیناً ہم اپنے راستوں کی طرف ان کی ہدایت کرتے ہیں اور اللہ بیشک نیک لوگوں کے ساتھ ہے۔ علی بن ابراہیمؒ نے حضرت باقرؑ سے روایت کی ہے کہ یہ آیت آل محمد علیہم السلام اور ان کے شیعوں کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اور فرات نے انہی حضرتؑ سے روایت کی ہے کہ یہ آیت ہم اہلبیتؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

تیسری آیت:۔ اَفَمَنْ یَّهْدِیْۤ اِلَی الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ یُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا یَهِدِّیْۤ اِلَّاۤ اَنْ یُّهْدٰی ۚ فَمَا لَكُمْ كَیْفَ تَحْكُمُوْنَ (پارہ ۱۱ سورہ یونس آیت ۳۵) کیا وہ شخص جو لوگوں کی ہدایت حق کی جانب کرتا ہے اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اس کی پیروی کی جائے یا وہ جو بغیر ہدایت کرنے والے کے ہدایت نہیں پاتا۔ تم کو کیا ہوگیا ہے تم کیسا حکم کرتے ہو۔ علی بن ابراہیم نے حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ جو لوگوں کو حق کی جانب ہدایت کرتا ہے وہ پیغمبر ہیں ان کے بعد ان کی آلؑ اطہار۔ اور جو بغیر ہدایت کے ہدایت نہیں پاتا وہ ہے جو اہلبیتؑ رسولؐ کی رسولؐ کے بعد مخالفت کرتا ہے۔ اور ابن شہرآشوب نے زید بن علیؑ سے روایت کی ہے اور پہلے ہم نے بیان کیا ہے کہ یہ آیت امامتِ ائمہ کے بارے میں بہت واضح ہے کیونکہ بالاتفاق اُن میں سے ہر ایک اپنے اہل زمانہ سے سب سے زیادہ علم والے تھے خصوصاً ان لوگوں سے جنھوں نے خلافت کا دعوےٰ کیا ہے۔

چوتھی آیت: وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَیْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ (پ ۲۰ سورہ قصص آیت ۵۰) اور اس شخص سے زیادہ کون گمراہ ہوگا جو خدا کی ہدایت کے بغیر اپنی خواہش نفس کی پیروی کرتا ہے۔ کلینی اور صفار وغیرہ نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے صحیح سندوں کے ساتھ روایت کی ہے کہ اس سے وہ شخص مراد ہے جو ہدایت کرنے والے اماموں میں سے کسی امام کی ہدایت کے بغیر دین اختیار کرلے۔ دوسری روایت میں ہے کہ ائمہ ہدیٰ میں سے کسی امام کی ہدایت کے بغیر دین اختیار کرے۔ کلینی نے روایت کی ہے کہ حضرت امام علیہ السلام نے سدیر صراف سے فرمایا کہ کیا میں تمھیں ان لوگوں کو دکھاؤں جو

دین خدا سے لوگوں کو رد کتنے ہیں اس نے جو دیکھا تو مسجد میں گمراہوں کے امام اور پیشوا بیٹھے ہوئے تھے۔ امام نے فرمایا کہ یہ لوگ دین خدا کے رہزن ہیں جو خدا کی جانب سے بغیر ہدایت کے اور کتاب کے اپنے کو ہادی ظاہر کرتے ہیں اگر یہ چند خبیث اپنے گھروں میں بیٹھ رہیں اور لوگ کسی کو خدا و رسولؐ پر جھوٹ باندھتے ہوئے نہ پائیں تو ہمارے پاس آئیں اور جو کچھ خدا و رسولؐ کی جانب سے حق ہے ہم اُن سے کہیں گے پھر وہ لوگ گمراہ نہ ہوں گے۔

پانچویں آیت: اِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی (پ ۱۶ سورہ طٰہٰ آیت ۸۲) یعنی میں بہت بخشنے والا ہوں اس کو جو توبہ کرے مفسرین نے کہا ہے کہ یعنی شرک سے توبہ کر کے ایمان لائے۔ یعنی خدا اور رسول پر ایمان لائے اور نیک اعمال بجا لائے یعنی واجبات بجا لائے تو ہدایت پائے گا مفسرین کا قول ہے کہ ایمان پر قائم رہے یہاں تک کہ دنیا سے رخصت ہو یا ایمان کے بعد شک نہ کرے یا یہ کہ دین میں بدعت نہ کرے۔

کلینی و عیاشی اور ابن ماہیار نے حضرت باقر و صادق علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ ہم اہلبیتؑ کی ولایت کی جانب ہدایت پاتا ہے خدا کی قسم اگر کوئی شخص تمام عمر یا قیامت تک رکن و مقام کے درمیان عبادت کرے جو دنیا میں عبادت کی بہترین جگہ ہے۔ اور ہماری ولایت کے بغیر مرجائے تو خدا اس کو روز قیامت جہنم میں ڈالے گا۔

چھٹی آیت: فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَایَ فَلَا یَضِلُّ وَلَا یَشْقٰی (پ ۱۶ سورہ طٰہٰ آیت ۱۲۳) یعنی جو شخص ہدایت کی پیروی کرے وہ کبھی گمراہ نہ ہوگا اور نہ دنیا و آخرت میں تکلیف اٹھائے گا بلکہ عافیت سے رہے گا۔

ابن ماہیار و کلینی اور دوسرے مفسرین نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جو شخص ائمہ علیہم السلام کی امامت کا قائل ہوگا اور ان حضرات کی پیروی کرے گا اور اُنکے حکموں سے سرتابی نہ کرے گا دنیا میں گمراہ نہ ہوگا اور آخرت میں تکلیف نہ اٹھائے گا۔ دوسری روایت کے بموجب جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ لوگو ہدایت خدا کی پیروی کرو تا کہ ہدایت پاؤ اور نیکی و صلاح پر فائز ہو۔ خدا کی ہدایت میری ہدایت ہے اور میری ہدایت علیؑ کی ہدایت ہے جو شخص اس کی ہدایت کی پیروی میری زندگی میں اور میری وفات کے بعد کرے تو

یقیناً اس نے میری ہدایت کی پیروی کی ہے اور جس نے میری ہدایت کی پیروی کی تو بے شبہ اس نے خدا کی ہدایت کی پیروی کی ہے۔ وہ ہرگز گمراہ اور شقی نہ ہوگا۔ پھر فرمایا کہ مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى (پ۱۶ سورہ طٰہٰ آیت ۱۲۴) یعنی جو شخص میرے ذکر سے روگردانی کرے تو اس کے لئے دنیا میں یا قبر میں یا جہنم میں تنگی اور تکلیف کی زندگی ہے اور قیامت میں وہ اندھا محشور ہوگا جس طرح دنیا میں ولایت علی سے اس کا دل اندھا اور وہ اپنے دین میں حیران رہا ہے۔ آخرت میں بھی اندھا اور حیران رہے گا۔

ساتویں آیت:۔ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا (پ۱۶ سورہ طٰہٰ آیت ۱۲۵) وہ کہے گا کہ اے میرے پروردگار مجھے اندھا کیوں محشور کیا حالانکہ میں دنیا میں بینا تھا۔ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى (پ۱۶ آیت ۱۲۶ سورہ طٰہٰ) حقتعالےٰ فرمائے گا کہ اسی طرح تیرے پاس ہماری آیتیں اور نشانیاں آئیں تو ان کو تُو نے فراموش کر دیا حضرت نے فرمایا کہ آیات سے مراد ائمہؑ ہیں جن کی متابعت تو نے ترک کر دی اسی طرح ہم نے آج تجھ کو فراموش کر دیا یعنی تجھ کو جہنم میں ڈالوں گا۔ جس طرح تو نے ہمارے خلفا کو ترک کر دیا تھا اور ان کی باتیں نہیں مانی تھیں۔ وَكَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ اَسْرَفَ وَ لَمْ يُؤْمِنْۢ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ (آیت ۱۲۷ سورہ طٰہٰ) یعنی ہم اسی طرح جزا دیتے ہیں اس کو جو خدا کی نافرمانیوں میں حد سے گذر جاتا ہے اور اپنے پروردگار کی آیتوں پر ایمان نہیں لایا۔ حضرت نے فرمایا کہ مطلب یہ ہے کہ ایسی ہی چیز ہم اس کو دیتے ہیں جو دشمنی کے سبب سے ائمہؑ کو ترک کرتا ہے اور ان کی امامت کا اعتقاد نہیں کرتا اور ان کے آثار کی پیروی نہیں کرتا اور آل محمدؐ کی عداوت کے سبب حد سے گذر جاتا ہے۔

آٹھویں آیت: فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ اهْتَدٰى (آیت ۱۳۵ سورہ طٰہٰ پ۱۶) یعنی بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ صراط مستقیم پر کون ہے اور کون ہے جس نے ہدایت پائی۔ ابن ماہیار وغیرہم نے بہت سی سندوں کے ساتھ حضرت باقر و صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ امیر المومنین علیؑ بن ابی طالب صاحب صراط المستقیم ہیں اور جو شخص کہ ہدایت یافتہ ہے وہ ہے جس نے ہماری ولایت قبول کی ہے۔

نویں آیت: اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ (پ سورہ انعام آیت ۹۰)
یعنی یہ وہ ہیں جن کی ہدایت خدا نے کی ہے۔ لہٰذا ان کی ہدایت کی اقتدا اور پیروی کرو۔
عیاشی نے حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ہم اُن میں سے ہیں۔ جن کی ہدایت خدا نے کی ہے چاہیئے کہ لوگ ہماری پیروی کریں۔

دسویں آیت: اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِىْ لِلَّتِىْ هِىَ اَقْوَمُ (پ۱۵ سورہ بنی اسرائیل آیت۹)
یعنی بیشک یہ قرآن لوگوں کی ہدایت کرتا ہے اس طریقہ کی جانب جو سب سے صحیح طریقہ ہے
صفار اور عیاشی نے حضرت باقر وصادق علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ اس طریقہ سے مراد امام اور اس کی ولایت ہے جو سب سے صحیح طریقہ ہے۔

گیارھویں آیت: وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ (پ۲ سورہ بقرہ آیت ۱۸۵) اس وجہ سے خدا کو بزرگی کے ساتھ یاد کرو کہ اُس نے تمہاری ہدایت کی ہے۔ محاسن میں روایت کی ہے کہ تکبیر خدا کی تعظیم ہے اور ہدایت اہلبیت علیہم السلام کی ولایت ہے۔

بارھویں آیت: قَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ هَدٰىنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِىَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ (پ۸ سورہ اعراف آیت۴۳) یعنی اہل بہشت کہیں گے کہ ہم خدا کا شکر اور اس کی حمد بجالاتے ہیں جس نے ہماری اس طرف یعنی بہشت اور اس کی نعمتوں کی جانب ہدایت کی۔ یا اس عمل کی جانب جس کے سبب ہم اس کے مستحق ہوئے۔ حالانکہ ہم اس کے اہل نہ تھے کہ ہم اس کے مستحق ہوتے یا اس کی طرف ہدایت پاتے۔ اگر ایسا نہ ہوتا کہ خدا ہماری ہدایت کرتا۔ کلینی نے حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ کہ قیامت کے روز جناب رسول خداؐ اور امیر المومنینؑ اور تمام ائمہؑ اطہار صلوات اللہ علیہم کو بلائیں گے اور مخلوق کا حساب اور ان کی شفاعت کے لئے ان حضرات کو روکیں گے۔ جب شیعہ ان کو اس عظیم مرتبہ پر دیکھیں گے تو خوش ہوں گے اور خدا کا شکر بجالائیں گے الحمد للہ الذی ھدانا لھذا الخ یعنی خدا نے ولایت امیر المومنینؑ کی جانب ہماری ہدایت کی اور ان کے بعد ائمہ اطہار کی ولایت کی جانب۔

تیرھویں آیت: وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا (آیت ۵۹ پ۱۶ سورہ مریم) یعنی جن لوگوں کی ہم نے ہدایت کی اور ان کو چن لیا ہے ان کے سامنے جب خداوند رحمٰن کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ منہ کے بل سجدے

میں گر پڑتے ہیں اور خوف خدا سے روتے ہیں۔ طبرسی اور ابن شہر آشوب نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ اس آیت سے مراد ہم ہیں اور یہ ہماری مدح میں نازل ہوئی ہے۔

تینتیسویں فصل ۳۳

ان آیتوں کی تاویل کا بیان جو امام اور امت پر مشتمل ہیں اور ائمہ کی شان میں ہیں۔

پہلی آیت:۔ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (پ ۴ سورہ آل عمران آیت ۱۰۴) یعنی تم میں سے ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے جو لوگوں کو نیکی اور دین حق کی طرف بلائیں اور نیکیوں کا حکم کریں اور برائیوں سے منع کریں۔ شیخ طبرسی نے حضرت صادق ؑ سے روایت کی ہے۔ کہ حضرت صادق علیہ السلام اس آیت کو اس طرح پڑھتے تھے۔ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اَئِمَّةٌ یعنی چاہیے کہ تم میں ائمہ اور پیشوا ہوں۔ جو ان اوصاف سے متصف ہوں [1]

دوسری آیت: كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ (پ ۴ سورہ آل عمران آیت ۱۱۰) یعنی تم بہترین امت ہو جو لوگوں کی بھلائی کے لئے پیدا کیے گئے ہو۔ تم لوگوں کو نیکیوں کا حکم دیتے ہو اور برائیوں سے روکتے ہو اور خدا پر ایمان رکھتے ہو۔

علی بن ابراہیم نے بسند حسن مثل صحیح کے ابن سنان سے روایت کی ہے کہ میں نے اس آیت کو حضرت صادق ؑ کے سامنے پڑھا تو حضرت نے فرمایا کہ کیا یہی امت تمام امتوں میں بہتر ہے۔ جس نے امیر المومنین اور امام حسن اور امام حسین علیہم السلام کو شہید کیا پھر ایک شخص نے عرض کی۔ آپ پر فدا ہوں تو یہ آیت کس طرح نازل ہوئی ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اَنْتُمْ خَيْرَ اَئِمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ یعنی تم بہترین ائمہ ہو جو لوگوں کی ہدایت کے لئے پیدا کیے گئے ہو۔ پھر فرمایا کہ کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ خدا نے اس کے بعد ان کی مدح اُن اوصاف کے ساتھ کی ہے جو اماموں کی صفتیں ہیں۔ اور عیاشی نے حضرت صادق ؑ

---

[1] مولف ؒ فرماتے ہیں کہ اگر اس آیت میں لفظ امت ہو تب بھی مراد ائمہ ہی ہوں گے (کیونکہ نیکیوں کا حکم دینا اور برائیوں سے منع کرنا انہی حضرات کا مؤثر کام ہے۔ مترجم)

سے روایت کی ہے کہ یہ آیت محمدؐ اور اُن کے اوصیا کی شان میں نازل ہوئی ہے۔
دوسری معتبر حدیث میں بھی حضرت صادقؑ سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ امت سے وہ امت مراد ہے جن کو دعائے جناب ابراہیم واجب ہوئی ہے جیسا کہ خداوند عالم فرماتا ہے وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرَاهِيْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (پ۱ سورہ بقرہ آیت ۱۲۷ تا ۱۲۹) یعنی اس وقت کو یاد کرو جب ابراہیمؑ و اسمٰعیل خانہ کعبہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے تو دعا کرتے جاتے تھے کہ پالنے والے یہ ہماری خدمت قبول فرما بے شک تو سننے والا اور جاننے والا ہے۔ پالنے والے ہم کو اپنا مطیع و فرمانبردار قرار دے اور ہماری ذریت اور اولاد میں سے اپنی اطاعت کرنے والی ایک امت قرار دے اور مناسک حج سے ہم کو آگاہ فرما اور ہماری توبہ قبول کر بے شک تو ہی بڑا قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے اے ہمارے پروردگار اس امت میں سے ایک رسول مبعوث فرما جو ان کو تیری آیتیں پڑھ کر سنائے اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور ان کو عقائد و اخلاق و اعمال بد سے پاک کرے۔ بیشک تو غالب اور حکمت والا ہے جب خدا نے ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ کی دعا قبول کر لی تو مقرر فرمایا کہ ان کی ذریت میں سے ائمہ مسلمہ اطاعت کرنے والے ہوں اور اس امت میں انہی میں سے ایک رسول مقرر کرے جو خدا کی آیتیں پڑھ کر ان کو سنائے اور کتاب و حکمت کی تعلیم دے۔ حضرت ابراہیمؑ نے اس کے بعد دوسری دعا کی کہ اس ذریت کو خدا کے ساتھ شریک کرنے اور بتوں کو پوجنے سے پاک و محفوظ رکھے تاکہ امامت اُن میں ہو سکے۔ اور لوگ ان کی پیروی کریں پھر کہا۔ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (پ۱۳ سورہ ابراہیم آیت ۳۶) یعنی اے میرے پروردگار اس شہر مکہ کو جائے امن و امان قرار دے اور ہم کو اور ہماری اولاد کو اس بات سے محفوظ رکھ کہ ہم بتوں کی پرستش کریں۔ خداوندا ان بتوں نے

لوگوں کی اکثریت کو گمراہ کر دیا ہے لہٰذا جو میری پیروی کرے تو وہ مجھ سے ہے اور جو میری نافرمانی کرے تو بیشک تو بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے۔

حضرت نے فرمایا کہ ائمہ اور امت مسلمہ وہی ہو سکتے ہیں جن میں سے پیغمبر مبعوث ہوئے اور وہ ذریت ابراہیم ہو گی۔ لہٰذا امت وسطیٰ اور خیر امت پیغمبر کے اہلبیتؑ ہیں جن میں سے رسول مبعوث ہوئے اور خداوند عالم نے لوگوں کے قلوب ان کی طرف پھیر دیے ہیں وہ خلیل کی دُعا وَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْ اِلَيْهِمْ کی وجہ سے ہے۔ ابن شہر آشوب نے حضرت امام باقرؑ سے روایت کی ہے کہ خیر امۃ سے مراد اہلبیتؑ رسولؐ ہیں اور دوسری روایت کے مطابق اہل بیت پیغمبرؐ ہر اہلبیت سے بہتر ہیں جو لوگوں کی ہدایت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں ایضاً حضرت باقرؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے اس آیت کی اس طرح تلاوت فرمائی اَنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اور فرمایا کہ جبرئیلؑ اسی طرح لائے تھے اور اس سے مراد محمدؐ و علیؑ اور ان کی اولاد میں سے ان کے اوصیا ہیں صلوات اللہ علیہم اجمعین [1]

تیسری آیت۔ وَاِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ (پ۱۸ سورہ مومنون آیت ۵۲) یہ اُمت تمہاری ہے جو ایک اُمت ہے اور تمہارا پروردگار ہوں لہٰذا میرے عذاب سے ڈرو۔ اکثر مفسرین نے کہا کہ امت سے مراد ملت ہے۔ ابن ماہیار اور ابن شہر آشوب نے حضرت باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ امت سے مراد آل محمدؐ ہیں۔

چوتھی آیت: وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ (پ۲۱ سورہ سجدہ آیت ۲۴) یعنی ہم نے ان میں سے امام اور پیشوا بنائے جو ہمارے حکم سے ہدایت کرتے ہیں اس لئے کہ انہوں نے صبر کیا اور ہماری آیتوں پر یقین رکھتے ہیں۔ دوسری جگہ فرعون اور اس کے لشکر کے ذکر کے بعد فرماتا ہے وَجَعَلْنٰهُمْ

---

[1] مؤلفؒ فرماتے ہیں۔ ان احادیث شریفہ سے ظاہر ہو گیا ہے کہ آیت میں انتم ہو یا کنتم۔ خواہ خیر اُمّۃ ہو خواہ خیر ائمۃ ہو ہر صورت میں ائمہ اہلبیت رسولؐ سے خطاب ہے صلوات اللہ علیہم اور یہی حضرات مراد ہیں اگر تمام امت سے خطاب ہو پھر بھی ان بزرگواروں کا خیر و بہتر ہونا اس اعتبار سے ہے کہ ان حضرات کا شمار بھی امت میں ہے اور سیاق آیت سے ثابت ہے کہ مراد اس سے امت کا ہر شخص نہیں ہو سکتا۔

اَئِمَّةً یَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ لَا یُنْصَرُوْنَ وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا لَعْنَةً ۚ وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِیْنَ (پ ۲۰ سورہ قصص آیت ۴۰) اور ہم نے ان کو ایسا امام بنایا ہے جو لوگوں کو جہنم کی طرف بلاتے ہیں اور قیامت میں ان کی کچھ مدد نہ کیجائے گی اور ہم نے اس دنیا میں ان کے پیچھے لعنت لگادی ہے اور قیامت کے دن وہ ذلیل و رسوا ہوں گے۔ علی بن ابراہیم کلینی۔ صفار اور ابن ماہیار وغیرہم نے بہت سی سندوں کے ساتھ حضرت باقر و صادق علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ ائمہ سے کتاب خدا میں دو قسم کے امام ہیں۔ کیونکہ خدا نے فرمایا ہے وجعلنا منکم ائمۃ یھدون بامرنا یعنی لوگوں کو ہمارے حکم کے مطابق حکم دیتے ہیں نہ کہ لوگوں کے حکم کے مطابق اور خدا کے معاملہ کو اپنے سے اور خدا کے حکم کو اپنے حکم سے مقدم رکھتے ہیں۔ دوسری جگہ فرمایا ہے وجعلناھم ائمۃ یدعون الی النار یعنی وہ پیشوایان کفر و ضلالت ہیں اپنے حکم کو خدا کے حکم سے مقدم رکھتے ہیں اور اپنی خواہش سے خدا کی کتاب کے خلاف حکم کرتے ہیں۔ بصائر الدرجات میں حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ نیک کردار امام اور بدکردار امام سے دنیا کبھی خالی نہیں رہی ہے۔ نیک کردار امام وہ ہے جس کا ذکر پہلی آیت میں ہوا اور بدکردار امام وہ ہے جس کا تذکرہ دوسری آیت میں ہے۔ اور دوسری روایت میں فرمایا کہ انسانوں کی اصلاح امام عادل ہی کرتا ہے نہ کہ امام فاجر۔ اس کے بعد حضرت نے ان دونوں آیتوں کی تلاوت فرمائی۔ اور امیرالمومنین علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ائمہ قریش سے ہیں نیک کردار نیک لوگوں کے امام اور اُن میں سے بدکار بدکاروں کے امام ہیں پھر اس دوسری آیت کو امام نے پڑھا۔ فرات بن ابراہیم اور ابن ماہیار نے حضرت باقر علیہ السلام سے خدا کے اس قول وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ یَدْعُوْنَ بِاَمْرِنَا کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ یہ آیت اولاد فاطمہؑ میں سے اماموں کی شان میں نازل ہوئی ہے اور اُنھیں سے مخصوص ہے کیونکہ وہ خدا کے حکم سے لوگوں کی ہدایت کرتے ہیں۔ اور ابن ماہیار نے اُنہی حضرات سے روایت کی ہے کہ یہ آیت ذریت فاطمہؑ میں سے اماموں کے لئے نازل ہوئی ہے اور روح القدس ان کے سینہ میں وحی نازل کرتے ہیں [1]

---

[1] مؤلف فرماتے ہیں کہ اس بارے میں حدیثیں بہت ہیں جس قدر ہم نے ذکر (بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۴۰ پر)

پانچویں آیت :- كَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَّسَطًا (پ۲ سورہ بقرہ آیت ۱۴۳) یعنی ہم نے اسی طرح تم کو درمیانی یا بہتر اُمّت قرار دیا ہے تاکہ لوگوں پر گواہ رہو۔ ائمہ طاہرین سے بہت سی حدیثیں منقول ہیں کہ ہم امت وسط (درمیانی امت) ہیں اور خلق پر خدا کے گواہ ہیں۔ اور زمین پر اُس کی حجت ہیں۔ اس بارے میں بہت سی حدیثیں بیان ہو چکیں۔

چھٹی آیت : كُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ (پ۲۲ سورہ یٰسین آیت ۱۲) یعنی ہم نے کل چیزوں (کا علم) بیان کرنے والے امام میں جمع کر دیا ہے۔ اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ امام مبین سے لوح محفوظ مراد ہے لیکن بہت سی حدیثوں میں ہے جو ائمہ اطہار علیہم السلام سے منقول ہیں کہ امام مبین علی بن ابی طالبؑ ہیں جن کی ذات میں خداوند عالم نے تمام چیزوں کا علم اکٹھا کر دیا ہے۔ اور معانی الاخبار میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت جناب رسول خدا پر نازل ہوئی ابوبکر و عمر کھڑے ہو گئے اور پوچھا یا رسول اللہ کیا امام مبین سے مراد توریت ہے فرمایا نہیں پوچھا پوچھا کیا انجیل

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کر دیا ہے۔ وہی صاحبان عقل کے لئے کافی ہیں۔ اگر کسی کو وہم ہو کہ آیت اول حضرت موسیٰؑ و بنی اسرائیل کے تذکرہ کے بعد وارد ہوئی ہے اور دوسری جگہ بھی جناب اسحاقؑ و یعقوبؑ اور تمام انبیاء کے ذکر کے بعد اسی کے مثل نازل ہوئی ہے اور دوسری آیت فرعون اور اس کے لشکر کے تذکرہ کے بعد واقع ہوئی ہے۔ تو کیسے ہو سکتا ہے کہ پہلی اہلبیت علیہم السلام کی شان میں اور دوسری اُن کے دشمنوں کے بارے میں ہو جواب یہ ہے کہ بار بار یہ ذکر ہوا ہے کہ خداوند عالم گذشتہ لوگوں کے قصے قرآن میں اس لئے ذکر فرماتا ہے کہ یہ امت ان سے نصیحت حاصل کرے اور اُن کی نظیر اس امت میں جاری کریں لہٰذا ظاہری آیت تو انہی گذشتہ لوگوں کے بارے میں ہے لیکن باطنی ان لوگوں کے حق میں ہوگی جو اس امت میں ان کے مثل ہیں۔ بنی اسرائیل کے انبیاء کی نظیر اس امت میں جناب رسول خداؐ ہیں جو ان کے بعد ائمہ طاہرین ہیں صلوات اللہ علیہم اور ان کے دشمنوں کی نظیر فرعون و قارون و نمرود اور انہیں کے ایسے لوگ ہیں اس امت میں خلفائے جور اور دشمنان اہلبیت علیہم السلام ہوں گے لہٰذا وارد ہوا ہے کہ فرعون و ہامان و قارون اوّل و دوم و سوم ہیں نیز اس امت کا سامری دوم اور گوسالہ اول ہے اس لئے کہ قرآن میں بہت سی آیتیں ایسی ہیں کہ ان کا ابتدائی حصہ کسی کی شان میں ہے اور آخری دوسرے کے بارے میں۔ ۱۲۔

ہے فرمایا نہیں پوچھا تو پھر قرآن ہوگا فرمایا نہیں اسی وقت جناب امیر تشریف لائے حضرت نے ان کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ امام مبین یہ ہے جس کو ہر چیز کا علم خدا نے عطا فرمایا ہے۔ اس مضمون پر حدیثیں بہت ہیں جو انشاء اللہ انہی حضرت کے احوال میں بیان کی جائینگی۔

چونتیسویں فصل

اس بیان میں کہ سلم اور اسلام ائمہ معصومین اور ان کے حق میں ہے۔

اس بارے میں چند آیتیں ہیں۔

پہلی آیت: یَآ اَیُّھَا الَّذِینَ اٰمَنُوا ادْخُلُوا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً وَّلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّیْطَانِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِینٌ۔ (پ۲ سورہ بقرہ آیت ۲۰۸) یعنی اے ایمان والو سب کے سب سلم میں یعنی اطاعت و فرمانبرداریٔ خدا میں داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدم بہ قدم مت چلو کیونکہ وہ یقیناً تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔ عیاشی نے بہت سی سندوں کے ساتھ روایت کی ہے کہ سلم سے مراد ولایت علی علیہ السلام ہے اُن کے بعد اُن کے اوصیا کی ولایت اور ان کی امامت کا اقرار و معرفت اور خطوات شیطان سے مراد خدا کی قسم ولایت خلفائے جور ہے۔ کلینی، ابن ماہیار، اور دیلمی وغیرہم نے بھی اسی مضمون کی روایت کی ہے [۱]

دوسری آیت: ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِیْهِ شُرَكَآءُ مُتَشَاكِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ هَلْ یَسْتَوِیٰنِ مَثَلًا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ (پ۲۳ سورہ الزمر آیت ۲۹) یعنی خدا نے ایک غلام کی مثال دی ہے جس میں کئی اشخاص شریک ہیں جو آپس میں ایک دوسرے کے مخالف ہیں اور ایک غلام جو صرف ایک شخص کی ملکیت

---

[۱] مؤلفؒ فرماتے ہیں کہ یہ تاویل بالکل ظاہر و واضح ہے اس لئے کہ مومنوں سے یہ خطاب کہ اسلام میں داخل ہو جاؤ کوئی معنی نہیں رکھتا لہذا خطاب اس جماعت سے ہے جو رسول پر ایمان رکھتے ہیں تاکہ جو کچھ وہ حکم دیں اس کی اطاعت کریں اور سب سے بہتر امر جس کی خدا اور رسول نے دعوت دی ہے ولایت اہلبیت علیہم السلام ہے جو تمام عبادتوں کی مقبولیت کی شرط تمام علوم کے حصول کا دروازہ ہے یا منافقوں سے خطاب ہے جو بظاہر ایمان کا اظہار اور باطن میں ولایت امیرالمومنینؑ سے اور جناب رسول خداؐ کے تمام ارشادات سے انکار کرتے تھے اور اُن تمام باتوں پر ایمان نہیں لاتے تھے جن میں سب سے بہتر ولایت امیرالمومنینؑ تھی۔ ۱۲

میں ہے کیا یہ دونوں اشخاص برابر ہو سکتے ہیں۔ ہر طرح کی تعریف خدا ہی کے لئے زیبا ہے۔ لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے۔ اکثر مفسروں نے کہا ہے کہ خداوند عالم نے یہ مثال مشرکوں اور موحدوں کی بیان ہے کہ مشرک اس غلام کے مانند ہے جس کے کئی مالک ہیں اور سب مالک آپس میں ایک دوسرے کے مخالف ہیں ایک اس غلام کو کوئی حکم دیتا ہے دوسرا کوئی دوسرا حکم دیتا ہے اور ہر ایک شخص غلام کی ضرورتوں کو دوسرے کے حوالے کرتا ہے یہی حال مشرکین کا ہے اگر وہ شعور رکھتے ہوں اور عبادت کو سمجھیں تو جو کام ان سے ظاہر ہوگا اس کا کچھ نتیجہ نہ ہوگا۔ اور موحد جو اپنے کو ایک خدا کا خالص بندہ قرار دیتا ہے اور ایک خدائے کریم و رحیم اور صاحب قدرت کی عبادت کرتا ہے جو ہر نفع و نقصان پہونچانے پر قدرت رکھتا ہے۔ یقیناً یہ اس سے بہتر ہوگا جو کئی خداؤں کی عبادت کرتا ہے اور ان میں سے کوئی اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔

کلینی نے کافی اور معانی الاخبار میں روایت کی ہے کہ یہ مثال خداوند عالم نے امیرالمومنینؑ اور ان کے دشمنوں کے بارے میں بیان فرمائی ہے اس کی دو وجہیں ہیں پہلی وجہ یہ کہ رجلا فیه شرکاء ظالم اول ہے جس کے تمام پیروی کرنے والے مختلف راہوں پر گامزن ہیں۔ چونکہ ان کا امام برحق نہیں ہے اس لئے مختلف فرقے ہوگئے ہیں و رجلا سلما لرجل دوستان امیرالمومنینؑ ہیں چونکہ ان کا امام برحق ہے۔ اور اس کا علم خدا کی جانب سے ہے اس لئے اس کے تمام ماننے والے ایک طریقہ پر ہیں۔

دوسری وجہ یہ کہ رجل اول مثلاً اول اور اسی کے ایسے لوگ جو بظاہر رسول اللہؐ کے تابع تھے لیکن حقیقت میں شیطان اور اپنی گمراہی کے تابع تھے۔ اور رجل دوم امیرالمومنین ہیں جو تمام امور میں جناب رسول خداؐ کے تابع تھے۔ چنانچہ ابوالقاسم حسکانی نے روایت کی ہے کہ امیرالمومنینؑ نے فرمایا کہ میں وہ رجل ہوں جو رسول اللہؐ کے ہر امر میں ان کے ساتھ تھا دوسری حدیث میں فرمایا کہ قرآن میں میرا ایک نام مسلم ہے۔

تیسری آیت: وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ (پ ۱۰ س انفال ۶۱) اگر یہ لوگ صلح و اطاعت کی طرف مائل ہوں تو تم بھی صلح اختیار کرو اور خدا پر توکل کرو۔ بیشک وہ سننے والا جاننے والا ہے۔ مفسرین نے کہا ہے کہ یہ آیت آیہ قتال سے منسوخ ہو چکی ہے یا اہل کتاب سے مخصوص ہے کہ اُن سے جزیہ

قبول کیا جا سکتا ہے۔ کلینی نے بسند معتبر حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ سلم سے مراد ہمارے امر میں داخل ہونا ہے یعنی ہماری امامت کو قبول کرنا ہے [1]

پینتیسویں[35] فصل

اس بیان میں کہ خدا کی جانب سے خلفاء ائمہ اطہارؑ ہیں اور خدا ان کو زمین میں متمکن کرنا چاہتا ہے۔

اور ان سے نصرت کا وعدہ کیا ہے اور ان میں بعض آیتیں قائم آل محمد کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔ اور وہ بہت ہیں۔

پہلی آیت :۔ نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَ فِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ وَ جَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَ يَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ۞ وَ نُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَ نَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّ نَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ۞ وَ نُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَ نُرِيَ فِرْعَوْنَ وَ هَامٰنَ وَ جُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ (پ۲۰ سورہ القصص آیت ۳ تا ۶) یعنی ہم تم سے موسیٰ اور فرعون کی خبر درست اور صحیح بیان کرتے ہیں۔ ان لوگوں کے لئے جو ایمان لاتے ہیں۔ یقیناً فرعون نے زمین پر بلندی حاصل کی ہے اور اہل زمین کے مختلف فرقے قرار دیے۔ ان میں سے ایک گروہ کو کمزور کر دیا کہ ان کے لڑکوں کو قتل کرتا تھا اور ان کی عورتوں کو خدمت کے لئے زندہ چھوڑ دیتا تھا بیشک وہ فساد کرنے والا تھا۔ اور ہم چاہتے ہیں کہ اس گروہ پر احسان کریں جو زمین میں کمزور کر دیے گئے تھے اور ان کو پیشوا اور وارث قرار دیں پھر ان کو روئے زمین پر متمکن کریں اور فرعون و ہامان اور ان کے لشکروں کو انہی کمزوروں سے وہ کچھ دکھا دیں جن سے وہ ڈرتے تھے۔ علی بن ابراہیم نے کہا ہے خدا نے اپنے پیغمبرؐ کو موسیٰؑ اور ان کے ہمراہیوں کے حالات سے اطلاع دی جو ان کو فرعون کے قتل و ظلم و ستم سے پہنچی تھیں تاکہ حضرت رسالت مآبؐ کی تسکین کا باعث ہو ان مصائب پر مشتمل قتل و اسیری وغیرہ

---

[1] مؤلفؒ فرماتے ہیں کہ یہ تاویل اس بناء پر ہو سکتی ہے جبکہ ضمیر منافقوں کی طرف راجع ہو یعنی اگر بظاہر امامت علی بن ابی طالبؑ قبول کرنے کا اظہار کریں تو تم بھی ان کی یہ ظاہری صورت مان لو اگرچہ تم جانتے ہو کہ درحقیقت یہ منافق ہیں اور مکر و فریب کر رہے ہیں۔ ۱۲

کے جو ان کے اہلبیت پر گذریں گے۔ پھر تسلی دینے کے بعد خوشخبری دی کہ ان مظالم کے بعد خداوند عالم ان پر فضل کرے گا اور ان کو زمین میں اپنا خلیفہ قرار دے گا اور امام اور پیشوا بنائے گا تاکہ وہ اپنے دشمنوں سے رجعت میں انتقام لیں اس لئے فرمایا کہ نریدان نمن یہاں تک کہ فرمایا و نری فرعون و ھامان و جنودھما اور یہ کنایہ ہے۔ ان لوگوں سے جنھوں نے حق محمدؐ و آل محمدؐ غصب کیا یعنی فلاں اور فلاں اور ان کی پیروی کرنے والے منھم یعنی آل محمدؐ سے ما کانوا یحذرون یعنی جن سے وہ ڈرتے تھے مثل قتل ہونے اور مصائب کے۔ اور اگر حضرت موسٰیؑ کا فرعون پر غلبہ مراد ہو تو چاہیئے تھا کہ ضمیر مفرد ہوتی نہ ضمیر جمع۔ لہٰذا موسیٰؑ و فرعون کا ذکر مثال کے طور پر ہے یعنی جس طرح فرعون نے مدتوں موسےؑ اور ان کے اصحاب پر ظلم و ستم کئے بالاخر ہم نے موسےؑ کو ان پر فتح دی اور ان سبھوں کو ہلاک کر دیا اسی طرح طرح طرح کے مظالم، اس امت کے فرعونوں سے اہل بیتِ رسالت پر جو ہوں گے۔ آخر میں ان کو ان کے دشمنوں کے ساتھ دنیا میں ہم واپس لائیں گے تاکہ وہ اپنے دشمنوں سے انتقام لیں۔ بیشک جناب امیرؑ نے اپنے بعض خطبوں میں اس موقع کی جانب اشارہ فرمایا ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں۔

"ایھا الناس! سب سے پہلے جس نے زمین پر خدا سے بغاوت کی آدمؑ کی بیٹی عناق تھی خداوند عالم نے اس کو بیس انگلیاں عطا کی تھیں۔ ہر انگلی میں لمبے دو ناخن ہنسیا کے مانند تھے جن سے کھیت کاٹتے ہیں۔ جب وہ بیٹھتی تھی ایک جریب زمین گھیر لیتی تھی۔ جب اس نے خدا سے بغاوت کی اور کافر ہو گئی اور لوگوں پر ظلم و ستم کئے تو خدا نے ایک شیر کو جو جسامت میں ہاتھی کے برابر تھا اور ایک بھیڑیے کو جو اونٹ کے مانند تھا اور ایک گدھ کو جو خچر کے برابر تھا اس کی ہلاکت پر ابھارا۔ یہ تمام حیوانات ابتدا میں اتنے ہی بڑے تھے۔ خدا نے ان جانوروں کو اس پر مسلط فرمایا یہاں تک کہ اس کو قتل کیا۔ خدا نے فرعون و ہامان کو قتل کیا یعنی اول و دوم کو اور قارون کو زمین میں دھنسا دیا یعنی سوم کو اس قرینہ سے کہ حضرت نے اسکے بعد ان لوگوں کی شکایت کی کہ ان کا حق غصب کیا اور فرمایا کہ ان کی توبہ مقبول نہیں اور وہ برزخ میں خدا کے عذاب میں مبتلا ہیں یہاں تک کہ جہنم میں جائیں موسیٰؑ کی یہ مثال قائمؑ آل محمدؐ سے کس قدر ملتی ہے جو پوشیدہ طور پر پیدا ہوئے اور ہمیشہ فرعون اور اس کے ماننے والوں سے پوشیدہ اور خوفزدہ تھے۔ یہاں تک کہ ظاہر ہوئے اور اُن پر غالب ہوئے اور حضرت قائمؑ

آل محمدؐ کا خروج وظہور بھی ایسا ہی ہوگا انشاءاللہ۔

معانی الاخبار میں مفضل سے روایت کی ہے کہ حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک روز حضرت رسالتمآبؐ جناب امیر اور حسن وحسین علیہم السلام کو دیکھ کر رونے لگے۔ اور فرمایا کہ تم میرے بعد کمزور کر دیئے جاؤ گے۔ مفضل نے پوچھا کہ حضرت رسولؐ کی مراد اس سے کیا تھی۔ حضرت صادق نے فرمایا کہ تم میرے بعد امام ہوگے جیسا کہ خداوند تعالےٰ نے فرمایا ہے و نرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض و نجعلہم ائمۃ الخ الغرض خدا نے کمزوروں سے وعدہ کیا ہے کہ ان کو امام بنائے گا اور یہ آیت قیامت تک ہم اہلبیتؑ میں جاری ہے اور ہر زمانہ میں ہم سے امام ہونگے۔ ایضاً امیرالمومنینؑ سے روایت کی ہے آپ فرماتے ہیں کہ یہ آیت ہماری شان میں ہے۔

ابن ماہیار اور شیخ طبرسی وغیرہم نے انہی حضرت سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ قسم ہے اس خدا کی جس نے دانہ کو شگافتہ کیا اور درخت کو خلق کیا اور خلائق کو پیدا کیا بیشک یہ دنیائے غدار ہماری جانب جھکے گی اور مہربان ہوگی خاموشی کے بعد جس طرح بدخو اونٹنی کاٹنے والی اپنے بچوں پر مہربان ہوتی ہے اس کے بعد حضرت نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

عیاشی نے روایت کی ہے کہ ایک روز حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے حضرت صادق علیہ السلام کو دیکھا اور فرمایا خدا کی قسم یہ بھی ان میں سے ہے جن کے بارے میں خدا نے اس آیت میں فرمایا ہے پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ ایضاً حضرت زین العابدین علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ اسی خدا کی قسم جس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے کہ نیک کردار ہم اہلبیتؑ اور ہمارے شیعہ ہیں جیسے جناب موسیٰؑ اور ان کے شیعہ نیک کردار تھے اور ہمارے دشمن اور ان کی پیروی کرنے والے مثل فرعون اور اس کی پیروی کرنے والوں کے ہیں۔ اور فرات بن ابراہیم نے نویر بن ابی فاختہ سے روایت کی ہے کہ حضرت امام زین العابدینؑ نے فرمایا کہ قرآن پڑھو۔ میں نے سورہ طسٓمٓ کی تلاوت کی جب میں و نجعلہم الوارثین تک پہونچا حضرت نے فرمایا ٹھہر جاؤ اور فرمایا اسی خدا کی قسم جس نے محمدؐ کو مبعوث فرمایا ہے کہ ابرار ہم اہلبیتؑ میں سے ہیں اور ہمارے شیعہ مثل موسیٰؑ اور ان کے شیعوں کے ہیں۔ اور علی بن ابراہیم اور دوسرے محدثین نے منہال بن عمرو سے روایت کی ہے کہ امام حسینؑ کی شہادت کے

بعد میں نے امام زین العابدینؑ سے پوچھا آپ کا کیا حال ہے فرمایا اپنی قوم میں اس طرح ہوں جیسے بنی اسرائیل فرعونیوں کے درمیان تھے کیونکہ ہمارے مردوں کو قتل کیا اور ہماری عورتوں کو اسیر کیا۔

ان آیتوں کے اہلبیتؑ کی شان میں نازل ہونے کے بارے میں حدیثیں بہت ہیں اور حضرت قائم علیہ السلام کے حالات میں انشاء اللہ مذکور ہوں گی اور آیات پر ان تاویلات کی مطابقت جیسا کہ آیات کے بارے میں سابقہ فصلوں میں ہم نے ذکر کیا ہے نہایت واضح ہے۔

دوسری آیت: مَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا ۔ (پ۵ سورہ نساء آیت ۷۵) تم کو کیا ہو گیا ہے کہ جنگ و قتال راہ خدا میں اور اُن مردوں، عورتوں اور لڑکوں کی راہ میں نہیں کرتے ہو جن کو کمزور کر دیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو ان ظالموں کے قریہ سے نکال اور ہمارے لئے اپنے پاس سے ایک مددگار اور ایک نصرت کرنے والا مقرر فرما۔ اکثر مفسروں نے کہا ہے کہ اس سے کمزوروں کی وہ جماعت مراد ہے جو اسلام لانے کے سبب کافروں کے پاس مکہ میں پھنسے ہوئے تھے اور وہ کفار اُن کو آزار و تکلیف پہونچاتے تھے اور وہ ہجرت کرنے پر قادر نہ تھے۔ حقتعالٰی نے مسلمانوں کو کافروں سے جنگ کرنے کی ترغیب دی کہ اُن کو کفار کے ظلم سے نجات دلائیں۔ عیاشی نے بروایت معتبر حضرت باقرؑ و صادقؑ علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ یہ آیت اہلبیت علیہم السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے جن کو اس امت کے ظالموں نے کمزور کر دیا تھا اور ان کا کوئی مددگار نہ تھا۔ خداوند عالم نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ ان کی راہ میں جہاد کریں اور دشمنوں کے مقابلہ میں ان کی مدد کریں۔ لہٰذا ان بزرگواروں کا اس تاویل کے ساتھ مطابق کرنا بہت مناسب ہے اور اس تاویل کی بناء پر قریہ سے مراد مدینہ طیبہ ہو لہٰذا جناب امیر علیہ السلام نے وہاں سے کوفہ کی جانب ہجرت فرمائی اور اہل کوفہ نے آپ کی مدد نہیں کی۔ یا یہ کہ یہ تاویل آیت کی باطنی تاویل ہے اور ظاہر کے خلاف نہیں ہے۔

تیسری آیت: وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّہُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِہِمْ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَہُمْ دِیْنَہُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَہُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّہُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِہِمْ اَمْنًا یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا وَمَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔ (پ۱۸ سورہ نور آیت ۵۵ و ۵۶) یعنی خدا نے تم میں سے ان اہل ایمان سے وعدہ کیا ہے جو نیک اعمال بجا لائے کہ بیشک ان کو زمین پر خلیفہ بنائے گا جیسا کہ ان لوگوں کو خلیفہ قرار دیا تھا جو ان سے پہلے تھے اور یقیناً اُن کا وہ دین ان کے لئے متمکن کریگا۔ جس کو ان کے لئے پسند کیا ہے اور بیشک خدا دشمنوں سے اُن کے خوف و ہراس کو امن و اطمینان سے تبدیل کر دیگا تاکہ میری پرستش کریں اور کسی کو میرا شریک نہ قرار دیں پھر اس کے بعد جو کفر اختیار کرے گا تو ایسے ہی لوگ فاسق ہیں۔

کلینی اور دوسرے مفسرین نے بسند ہائے معتبر حضرت باقر و صادق علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ یہ آیۂ کریمہ ائمہ اور والیان امر سے مخصوص ہے جن سے خدا نے بعد رسولؐ وعدہ کیا ہے اور بشارت دی ہے اور ان کو اپنے علم و دین کے لئے خلیفہ قرار دیا ہے جس طرح حضرت آدمؑ کے اوصیاء کو ان کے بعد خلیفہ بنایا تھا۔ علی بن ابراہیمؒ نے روایت کی ہے کہ یہ آیت قائمؑ آل محمدؐ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ عیاشی اور دوسرے مفسرین نے حضرت علی بن الحسین علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ یہ اطمینان و سکون اور امن و امان ہمارے شیعوں کے لئے اس امت کے مہدی کے زمانہ میں ہوگا۔ اور وہ ہے جس کے بارے میں جناب رسول خداؐ نے فرمایا ہے کہ اگر دُنیا کا ایک روز بھی باقی رہے گا تو خداوند عالم اس کو دراز کر دے گا۔ تاکہ میری اولاد میں سے ایک شخص لوگوں پر حاکم ہو جو میرا ہمنام ہوگا اور زمین کو عدالت سے بھر دے گا اس کے بعد جبکہ وہ ظلم و جور سے بھر گئی ہوگی۔ اور فرات بن ابراہیم نے بہت سی سندوں کے ساتھ روایت کی ہے کہ یہ آیت آل محمدؐ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اور بہت سی دعاؤں اور زیارتوں میں یہ مضمون وارد ہوا ہے اور ان آیتوں کے بارے میں جو حضرت قائمؑ آل محمدؐ کی شان میں نازل ہوئی ہیں آپ سے متعلقہ تمام حدیثیں مذکور رہوں گی انشاء اللہ۔

چوتھی آیت: اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰہُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَہَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ وَلِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الْاُمُوْرِ وَاِنْ یُّکَذِّبُوْکَ

فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَّعَادٌ وَّثَمُودُ وَقَوْمُ إِبْرَاهِيمَ وَقَوْمُ لُوطٍ وَّأَصْحَابُ مَدْيَنَ وَكُذِّبَ مُوسَىٰ فَأَمْلَيْتُ لِلْكَافِرِينَ ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ (پ ۱۷ س حج آیت ۴۱ تا ۴۴) یعنی اگر ہم ان لوگوں کو زمین میں اختیار دے دیں پھر بھی یہ نماز کو قائم رکھیں گے اور زکوٰۃ دیں گے اور لوگوں کو نیکیوں کا حکم دیں گے اور برائیوں سے روکیں گے اور تمام امور کی بازگشت خدا کی جانب ہے۔ اور اگر یہ لوگ تمہاری تکذیب کریں تو ان سے پہلے قوم نوح و عاد جو ہود کی قوم تھیں اور ثمود جو حضرت صالح کی قوم تھی اور قوم ابراہیم اور قوم لوط اور اصحاب مدین جو شعیبؑ کی قوم کے تھے ان سب نے اپنے پیغمبروں کی تکذیب کی ہے اور جناب موسیٰؑ کی قوم نے بھی ان کو جھٹلایا تو ہم نے کافروں کو مہلت دی پھر ہم نے ان کی گرفت کی تو وہ ہمارا انکار نہ کر سکے۔

ابن شہر آشوب ابن ماہیار اور فرات وغیرہم نے بہت سی سندوں کے ساتھ امام محمد باقر و صادق علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ ہم وہ لوگ ہیں جن کا ذکر خدا نے اس آیت میں فرمایا ہے۔ ایضاً ابن ماہیار نے حضرت موسیٰؑ بن جعفر علیہما السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ ایک روز میں اپنے پدر بزرگوار کی خدمت میں مسجد میں حاضر تھا ناگاہ اُن حضرت کے پاس ایک شخص آیا اور کہا اے فرزند رسولؐ مجھ پر کتاب خدا کی یہ آیت سمجھنا دشوار ہے۔ میں نے جابر جعفی سے دریافت کیا انہوں نے کہا کہ آپ سے معلوم کر دں حضرتؑ نے پوچھا وہ کون سی آیت ہے کہا الذین ان مکنّاھم الی اخرہ حضرت نے فرمایا ہاں ہماری شان میں نازل ہوئی ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ اصحاب رسولؐ میں سے چند سربرآوردہ لوگ جناب رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا یا رسولؐ اللہ یہ امر یعنی بعد آپ کے امارت و خلافت پر کون قائم ہوگا خدا کی قسم اگر کوئی شخص آپ کے اہلبیتؑ میں سے ہوگا تو ہم اس سے اپنی جان کا خطرہ محسوس کرتے ہیں اگر کوئی دوسرا شخص ہوگا تو شاید وہ ہم پر زیادہ مہربان اور ہم سے زیادہ نزدیک ہوگا یہ سن کر آنحضرتؐ نہایت خشمناک ہوئے اور فرمایا کہ خدا کی قسم اگر خدا اُن میں سے خلیفہ مقرر فرمائیگا تو یقیناً وہ زمین میں نماز کو قائم رکھیں گے اور زکوٰۃ اس کے مستحق کو دینگے اور یقیناً نیکیوں کا حکم دینگے اور برائیوں سے منع کرینگے۔ بیشک خدا ان لوگوں

کی ناک ذلت کی خاک پر رگڑے گا جو میرے اہلبیتؑ اور میری اولاد کو دشمن رکھے گا اُس وقت خدا نے یہ آیت نازل فرمائی ان یکذبوک فقد کذبت قبلھم[۲] ابن ماہیار نے حضرت باقرؑ سے روایت کی ہے کہ پہلی آیت حضرت قائمؑ آل محمدؐ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ جن کو خداوند تعالیٰ زمین میں مشرق سے مغرب تک کی بادشاہی عطا فرمائیگا۔ اور اُن کے ذریعہ سے دین حق کو ظاہر کریگا۔ اور اُن کے اصحاب کے ذریعہ سے باطل بدعتوں کو زائل اور محو کریگا جس طرح ظالموں اور جاہلوں نے حق کو زائل و برباد کیا ہوگا۔ اور ایسا کرے گا کہ ظلم کا کوئی اثر و نشان باقی نہ رہیگا۔ وہ نیکیوں کا حکم دیگا اور برائیوں سے منع کریگا۔ اور تمام امور کی بازگشت خدا کی جانب ہے۔

پانچویں آیت: اَفَمَنْ وَّعَدْنَاهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيهِ كَمَنْ مَّتَّعْنَاهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ (پ۲۰ سورہ قصص آیت ۶۱) کیا وہ شخص جس نے ہم سے اچھا وعدہ کیا ہے پھر اس سے وہ وعدہ پورا کیا جائیگا اس شخص کے مانند ہے جس کو ہم نے دنیا کی چند روزہ نعمتیں دے رکھی ہیں تو وہ قیامت کے دن عذاب الٰہی میں مبتلا کردیا جائیگا پھر دنیا کی نعمتیں اور لذتیں اس کو کچھ فائدہ نہ دیں گی۔ ابن ماہیار نے روایت کی ہے کہ یہ آیت حضرت امیرالمومنینؑ و حمزہؓ کی شان میں نازل ہوئی ہے اور دیلمی نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ وعدہ علی بن ابی طالبؑ سے کیا گیا ہے۔ خدا نے اُن کے لئے اور ان کے دوستوں کے لئے آخرت میں بہشت کا وعدہ کیا ہے اور جو لوگ عذاب میں مبتلا کئے جائیں گے وہ دشمنانِ آنحضرتؐ ہیں جنھوں نے دُنیا میں ان کا حق غصب کیا اور ناحق بادشاہی کی۔ خدا نے ان کو دُنیا میں مہلت دی ہے۔

چھٹی آیت: سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ یعنی ہم عنقریب ان کو دنیا میں زمین کے ہر طرف اور ان کی جانوں میں اپنی آیتیں اور نشانیاں دکھائیں گے تاکہ ان پر ظاہر ہوجائے کہ وہی حق ہے۔ ابن ماہیار نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ آفاق میں دکھانے کا یہ مطلب ہے کہ اطراف زمین کو اہل خلاف پر حضرت قائم علیہ السلام کے زمانہ میں تنگ کردے گا اور ان کی جانوں کو دکھانے کا مقصد یہ ہے کہ اہل خلاف میں بعض بصورت حیوانات مسخ ہوں گے تاکہ ان پر یہ واضح ہو جائے کہ قائم آل محمدؐ وہی ہیں اور حق ان کے ساتھ ہے۔

چھتیسویں فصل

اس بیان میں کہ کلمہ اور کلام کی تاویل آل محمدؐ اور ان کی ولایت و دوستی سے کی گئی ہے۔

اس بارے میں بھی بہت سی آیتیں ہیں۔

پہلی آیت:۔ وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ (پ۲۵ آیت ۲۸ سورہ زخرف) خداوند عالم نے یہ ارشاد قصہ ابراہیمؑ کے بعد فرمایا کہ ہم نے کلمۂ توحید کو ابراہیم کے اعقاب میں باقی رکھا یعنی ہمیشہ ان کی ذریت میں ایک شخص ہو گا جو خدا کی یکتائی کا قائل ہو گا اور لوگوں کو اس کی توحید کی دعوت دیگا شاید مشرکین ایمان کی جانب پلٹ آئیں۔

بہت سی حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ قیامت تک جناب ابراہیمؑ وجناب رسولؐ کی ذریت میں کلمۂ باقیہ یعنی امامت باقی ہے۔ چنانچہ شیخ طبرسی نے کہا کہ بعضوں نے کہا ہے کہ کلمہ سے مراد توحید ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد امامت تک ان کی ذریت میں رہے گی۔ اور حضرت صادقؑ سے بھی ایسی ہی روایت ہوئی پھر شیخ طبرسی کہتے ہیں کہ اس میں بھی اختلاف ہے کہ ان کے اعقاب سے کون شخص مراد ہے بعضوں نے کہا ہے کہ مراد قیامت تک فرزندان ابراہیم ہیں اور سدی نے کہا ہے کہ آل محمد علیہم السلام مراد ہیں۔ اور ابن ماہیار نے سلیم بن قیس سے روایت کی ہے کہ ایک روز ہم مسجد میں تھے جناب امیر علیہ السلام ہمارے پاس آئے اور فرمایا کہ ہم سے پوچھو جو کچھ پوچھنا چاہو قبل اس کے کہ مجھ کو نہ پاؤ۔ اور قرآن کی تفسیر دریافت کر لو کیونکہ اس میں علم اولین و آخرین موجود ہے۔ اور کسی کے لئے اس میں کوئی بات چھوڑی نہیں ہے۔ اور قرآن کے معانی و مطالب، خدا اور راسخون فی العلم کے سوا کوئی نہیں جانتا اور علم میں راسخ صرف ایک نہیں بلکہ بہت ہیں۔ اُن میں سے ایک رسول خداؐ تھے۔ خدا نے ان کو علم قرآن تعلیم فرمایا تھا۔ آنحضرتؐ نے مجھے تعلیم فرمایا اور ان کی اولاد میں قیامت تک یہ علم رہیگا۔ پھر حضرت نے یہ آیت پڑھی کہ خداوند عالم تابوت سکینہ کے بارے میں فرماتا ہے فِيهِ سَكِينَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ۔ یعنی صندوق میں تمہارے پروردگار کی جانب سے سکینہ ہے اور ان چیزوں میں سے باقی ہیں جو آل موسیٰؑ وآل ہارونؑ نے چھوڑی ہیں فرشتے اس کو اٹھائے ہوئے ہیں۔ حضرت علیؑ نے اس آیت کی مثال کے طور پر تلاوت فرمائی۔ یعنی جس طرح کہ حضرت موسیٰؑ اور

ان کے وصی حضرت ہارونؑ کے بقیہ علم و آثار صندوق میں تھے اسی طرح پیغمبر آخر الزمانؐ
اور ان کے وصیؑ کے علوم و آثار ان کی ذریت کے پاس محفوظ ہیں اس لئے فرمایا کہ مجھے
پیغمبر خداؐ سے وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کو جناب موسیٰؑ سے تھی میں سوائے پیغمبری کے تمام
چیزوں میں ان کا مثل و مانند ہوں۔ اور آنحضرتؐ کا علم قیامت تک ان کی ذریت میں ہے
پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی وَ جَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً الآ اور فرمایا کہ رسول خداؐ
ابراہیمؑ کے بعد تھے اور میں محمدؐ اور حضرت ابراہیمؑ دونوں کے بعد ہوں۔ ایضاً امام محمد
باقرؑ سے روایت کی ہے کہ یہ آیت حضرت امام محمد باقرؑ کی شان میں جاری ہوئی اور جب
سے امامت حضرت تک پہونچی ہمیشہ باپ سے یہ علم اس کے فرزند کو پہونچتا رہتا ہے
بھائی یا چچا کو نہیں پہونچتا۔ اور امام حسینؑ کے بعد کوئی امام ایسا نہیں مگر یہ کہ اس کے فرزند
ہو گا۔ بارھویں امام تک۔ اور عبداللہ فطح چونکہ بغیر فرزند کے دنیا سے رخصت ہوئے
لہٰذا وہ امام نہیں ہیں۔ اور علی بن ابراہیم نے بھی روایت کی ہے کہ کلمہ لعلهم یرجعون
سے اشارہ ہے رجعت کی طرف یعنی یہ لوگ قیامت سے پہلے دنیا میں واپس آئینگے
اور کمال الدین نے بسند معتبر مفضل بن عمرو سے روایت کی ہے کہ حضرت صادقؑ نے اس
آیت وَ جَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ کی تفسیر دریافت کی حضرت نے فرمایا کہ اس
سے مراد امامت ہے جس کو امام حسینؑ کے بعد قیامت تک ان کی اولاد میں قرار دیا ہے
مفضل نے کہا یا بن رسول اللہ امامت کیوں امام حسینؑ کے فرزندوں میں قرار پائی امام حسنؑ
کے فرزندوں میں کیوں نہ قرار پائی حالانکہ دونوں حضرات رسول خداؐ کے فرزند تھے اور
دونوں جوانان جنت کے سردار تھے اور آپس میں بھائی تھے۔ حضرت نے فرمایا موسیٰؑ و ہارونؑ
دونوں پیغمبر مرسل تھے اور ایک دوسرے کے بھائی تھے لیکن خدا نے امامت کو فرزندان
موسیٰؑ میں نہیں بلکہ فرزندان ہارونؑ میں قرار دیا۔ کسی کو یہ حق نہیں کہ اعتراض کرے کہ کیوں
ایسا ہوا۔ امامت زمین میں خلافت خدا ہے اور اسی طرح کسی کو حق نہیں کہ اعتراض کرے
کہ کیوں خدا نے امامت فرزندان امام حسینؑ میں قرار دی اور فرزندان امام حسنؑ میں قرار
نہیں دی کیونکہ خدا اپنے افعال میں حکیم ہے۔ جو کچھ کرتا ہے حکمت کے مطابق کرتا ہے
جیسا کہ فرمایا ہے لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُونَ یعنی جو کچھ وہ کرتا ہے اس
سے اس کے بارے میں پوچھنے کا کسی کو حق نہیں البتہ لوگوں سے ان کے بارے میں

پوچھا جائیگا۔

دوسری آیت: وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ وَإِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ (پ۲۳ سورہ صفت آیت ۱۷۱ تا ۱۷۳) یعنی ہم اپنے رسول بندوں سے پہلے ہی وعدہ کر لیا ہے کہ بیشک ان کی مدد کی جائیگی بیشک ہمارا لشکر کافروں پر غالب ہے۔

ابن شہر آشوب نے حضرت صادقؑ سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ ہم اللہ کا غالب لشکر ہیں [1]

تیسری آیت: وَلَوْ أَنَّ مَا فِي الْأَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ وَالْبَحْرُ يَمُدُّهُ مِنْ بَعْدِهِ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ مَا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (پ۲۱ سورہ لقمان آیت ۲۷) اگر دنیا کے تمام درخت قلم بن جائیں اور ساتوں سمندر سیاہی بن جائیں اور ان درختوں جیسے اور درخت اور اُن سمندروں کے مانند اور دوسرے سات سمندر اُن سمندروں کے ساتھ ملا دیئے جائیں پھر بھی کلمات خدا ختم نہ ہوں۔ بیشک خدا غالب حکمت والا ہے۔ جو کچھ وہ چاہتا ہے کرتا ہے اس کے تمام کام حکمت اور مصلحت پر مبنی ہیں۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ کلمات سے مراد خدا کی تقدیریں ہیں۔ امام علی نقیؑ سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی آپ نے فرمایا کہ سات سمندر سے مراد چشمۂ کبریت، چشمۂ یمن، چشمۂ برہوت، چشمہ طبریہ، گرمابۂ رسیدان، گرمابۂ افریقیہ اور چشمۂ ماجوران۔ اور ہم وہ کلمات خدا ہیں جن کا احصا نہیں کیا جا سکتا۔ یہ حدیث مؤید ہے اس حدیث کی جو رسول خداؐ سے عامہ و خاصہ نے روایت کی ہے کہ اگر تمام درخت قلم بن جائیں اور سارے سمندر روشنائی ہو جائیں اور سارے جن وانس لکھنے پر مقرر کر دیے جائیں تو فضائل علیؑ بن ابی طالب کا دسواں حصہ بھی نہیں لکھ سکتے۔ کلینی وغیرہم نے حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ

---

[1] مولفؒ فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ مراد یہ ہو کہ وہ کلمہ ہم ہیں یا ہماری ولایت ہے جو پیغمبروں پر پیش ہوئی ہے وانهم لهم المنصورون استیناف دوسرا کلمہ ہو یا یہ مراد ہو کہ اس نصرت میں جس کا وعدہ خدا نے کیا ہے ہماری نصرت بھی داخل ہو کیونکہ ہماری مدد رسول خداؐ کی مدد ہے اور خدا ہم کو آخر زمانہ میں دشمنوں پر مدد دیگا۔

شب قدر میں تمام امور کی تفسیر امام پر نازل ہوتی ہے جو اس سے اور اس کے اہل زمانہ سے متعلق ہوتی ہے اور دوسرے اوقات میں خدا کے ہر علم خاص اور پوشیدہ اور علم کے عجیب عجیب خزانے امام زمانہ پر نازل ہوتے ہیں پھر حضرت نے یہ آیت پڑھی۔ یہ حدیث اس کی دلیل نہیں ہے کہ کلمات سے مراد وہ علوم ہیں جو خدا کی جانب سے جناب رسول خدا اور ائمہ خدا پر نازل ہوتے ہیں۔ بیشک ان حضرات کی یہ بھی ایک فضیلت ہے قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا (پ ۱۶ سورہ کہف آیت ۱۰۹) یعنی اے رسولؐ کہہ دو کہ اگر میرے پروردگار کے کلمات کے لکھنے کے لئے سارے سمندر سیاہی بن جائیں تو یقیناً وہ ختم ہو جائیں گے قبل اس کے میرے پروردگار کے کلمات ختم ہوں خواہ ہم اسی کے مثل دوسرے سمندر کو سیاہی بنا دیں۔ امام نے فرمایا تفسیر اہلبیت علیہم السلام میں کلمات سے ان کے فضائل و علوم مراد ہیں۔ جو ہمیشہ خدا کی جانب سے اُن پر نازل ہوتے ہیں۔ اور کبھی ختم نہیں ہوتے جیسا کہ اس کے بعد مذکور ہوگا۔ اور کلمات اللہ اور کلمۃ اللہ ائمہ کے ساتھ تفسیر میں حدیثیں بہت ہیں۔

چوتھی آیت: فَتَلَقّٰى آدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ (پ ۱ سورہ بقرہ آیت ۳۷) یعنی جب آدمؑ بہشت سے زمین پر آئے۔ تو خدا سے چند کلمات سیکھے جن کے ذریعہ سے خدا نے ان کی توبہ قبول کی۔ بیشک وہ توبہ بہت قبول کرنے والا اور مہربان ہے ان کلمات کے بارے میں بہت اختلاف ہے جن کا ذکر اس کتاب کی جلد اول میں کیا جا چکا ہے۔

کلینی اور ابن بابویہ نے معانی الاخبار اور خصال میں اور شیخ طوسی و شیخ طبرسی اور کثیر جماعت نے حضرت صادقؑ و حضرت باقرؑ اور جناب رسول خدا صلوات اللہ علیہم اور ابن عباس سے روایت کی ہے کہ وہ کلمات یہ تھے کہ آدمؑ نے کہا خداوندا میں تجھ سے محمد و علی و فاطمہ وحسن وحسین علیہم السلام کے حق سے سوال کرتا ہوں کہ تو مجھ پر رحم فرما اور مجھے بخش دے اور میری توبہ قبول فرما۔ تو خدا نے انکی توبہ قبول فرمائی۔ اور دوسری روایت کیمطابق جب آدمؑ و حواؑ نے ان بزرگواروں کے مرتبہ کی آرزو کی اس ترک اولیٰ میں مبتلا ہوئے۔ جب ایک مدت تک زمین پر گریہ وزاری اور فریاد کی اور خدا نے چاہا کہ ان کی توبہ قبول فرمائے تو جبرئیلؑ اُن

کے پاس آئے اور کہا آپ حضرات نے اپنی ذات پر ظلم کیا کہ اُن ذوات مقدسہ کے رتبہ کی تمنا کی جن کو خدا نے آپ حضرات پر فضیلت اور بلندی عطا فرمائی ہے۔ لہٰذا انہی ناموں کا واسطہ دے کر سوال کیجئے جو ساق عرش پر آپ نے دیکھے تھے تاکہ خداوند عالم آپ کی توبہ قبول فرمائے تو آدمؑ نے کہا خداوندا میں تجھ سے بحق محمد و علی و فاطمہ و حسن و حسین علیہم السلام جو تیرے نزدیک تیری تمام مخلوق میں سب سے زیادہ عزت والے ہیں سوال کرتا ہوں کہ ہماری توبہ قبول فرما اور ہم پر رحم کر۔ تو خدا نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ اور دوسری روایت کے متعلق بحق محمدؐ و آلِ محمدؐ سوال کیا۔ اور ابن مغازلی شافعی نے بھی اس آیت وَلَقَدْ عَهِدْنَآ إِلَىٰٓ ءَادَمَ مِن قَبْلُ فَنَسِىَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُۥ عَزْمًا (پ ۱۶ سورہ طٰہٰ آیت ۱۱۵) کی تفسیر میں اسی مضمون کی روایت کی ہے یعنی ہم نے آدم سے پہلے ہی عہد لیا تھا مگر وہ بھول گئے اور ہم نے اُن میں کوئی عزم نہیں پایا۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ آیت اس طرح نازل ہوئی تھی۔ کہ ہم نے آدمؑ سے پہلے چند کلموں سے جو محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسین علیہم السلام اور ان کی اولاد میں سے ائمہؑ کی شان میں ہیں عہد لیا تو انہوں نے ترک کر دیا اور اس بارے میں ہم نے ان میں کوئی عزم نہ پایا۔ اس بارے میں حدیثیں کتاب اوّل میں حضرت آدمؑ کے حالات میں بیان ہو چکیں۔

چھٹی آیت: إِذِ ابْتَلَىٰٓ إِبْرَٰهِـۧمَ رَبُّهُۥ بِكَلِمَٰتٍ فَأَتَمَّهُنَّ (پ ۱ سورہ بقرہ آیت ۱۲۴) یعنی یاد کرو اُس وقت کو جبکہ ابراہیمؑ کا اُن کے خدا نے چند کلمات سے امتحان لیا تو ابراہیمؑ نے اُن کو پورا کر دیا ان کلمات کی تفسیر میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا ہے کہ اس سے مراد سنتہائے حنیفۂ ابراہیم ہیں اور بعضوں نے کہا ہے کہ مطلق تکلیفیں ہیں۔ اور ابن بابویہ وغیرہ نے مفضل بن عمر سے روایت کی ہے کہ اس نے حضرت صادقؑ سے ان کلمات کے معنی دریافت کئے حضرت نے فرمایا کہ یہ وہی کلمات ہیں جو حضرت آدم نے اپنے پروردگار سے سیکھے تھے اور انہی کے ذریعہ ان کی توبہ قبول ہوئی تھی آدمؑ نے کہا تھا خداوندا میں تجھ سے بحق محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسن و حسین صلوات اللہ علیہم سوال کرتا ہوں کہ میری توبہ قبول فرما تو خدا نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ مفضل نے پوچھا کہ پھر فَأَتَمَّهُنَّ کے کیا معنی ہوئے حضرت نے فرمایا کہ ابراہیمؑ نے قائم آلِ محمدؐ تک ہر امام کے نام زبان پر جاری کئے [۱]

[۱] مؤلف فرماتے ہیں کہ یہی تاویل تتمۂ آیت پر زیادہ منطبق ہے کیونکہ اس کے بعد حق تعالیٰ فرماتا ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۵۵ پر)

ساتویں آیت: فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْۤا اَحَقَّ بِهَا (پ۲۶ سورہ فتح آیت ۲۶) یعنی پھر خدا نے اپنے رسول اور مومنین کے دلوں پر تسکین نازل فرمائی اور ان کے لئے کلمۂ تقویٰ لازم قرار دیا اور وہ اس کے زیادہ حقدار تھے اور کلمہ تقویٰ وہ کلمہ ہے جو ان کو عذاب الٰہی سے محفوظ رکھے۔ یا وہ کلمہ ہے جس کو پرہیزگار لوگ اختیار کرتے ہیں۔ بعضوں نے کہا کہ وہ کلمۂ طیبہ لا الٰہ الا اللہ ہے اور دوسرے اقوال بھی ہیں اور بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں کہ وہ ولایت امیرالمومنینؑ ہے چنانچہ شیخ مفید نے حضرت باقرؑ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ بیشک خدا نے مجھ سے ایک عہد لینا چاہا میں نے عرض کی پالنے والے وہ عہد بیان فرما۔ خدا نے فرمایا سنو میں نے کہا سن رہا ہوں فرمایا اے محمد (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) علیؑ راہ ہدایت کے نشان اور علامت تمہارے بعد ہیں اور میرے دوستوں کے پیشوا ہیں اور جو شخص میری اطاعت کریگا اُس کے لئے کامیابی ہے اور وہ وہ کلمہ ہیں جسے میں نے متقیوں کے لئے لازم قرار دیا ہے۔ جو شخص ان کو دوست رکھے گا اس نے مجھے دوست رکھا ہے اور جو شخص ان کو دشمن رکھے گا اس نے مجھے دشمن رکھا ہے۔ لہٰذا میں نے یہ جو کچھ کہا ہے ان کو بھی اس کی خوشخبری دے دو۔ کلینی نے بسند صحیح حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ کلمہ تقویٰ ایمان ہے اور خصال میں حضرت رسولؐ سے روایت کی ہے کہ آپ نے ایک خطبہ کے آخر میں فرمایا کہ ہم کلمہ تقویٰ ہیں۔ اور توحید میں روایت کی ہے کہ جناب امیرؑ نے ایک طولانی خطبہ میں فرمایا کہ ہم عروۃ الوثقیٰ اور کلمۂ تقویٰ ہیں۔ اس بارے میں حدیثیں

(حاشیہ بقیہ صفحہ گذشتہ) کہ میں نے تم کو لوگوں کا امام بنایا تو ابراہیمؑ نے عرض کی پالنے والے میری ذریت میں سے بھی امام بنا خدا نے فرمایا کہ یہ میرا عہد امامت ظالموں کو نہیں پہونچے گا یعنی تمہاری ذریت سے اسکو امام بنا دیگا جو گناہوں سے معصوم ہوگا لہٰذا اس آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ حق تعالےٰ نے ابراہیمؑ کو ائمہ کی امامت یا ان کو عطائے امامت کی خبر دی اور ابراہیمؑ نے اس کو تمام کیا یعنی ذریت کے لئے طلب کیا اور خدا نے ان کو خوشخبری دی کہ تمہاری ذریت میں سے جو معصوم ہوگا ان سب کو امام بناؤنگا حضرت قائمؑ تک۔ لہٰذا آیہ کریمہ بغیر کسی تکلف کے اسی معنی پر منطبق ہوتا ہے۔ اس تفسیر کی بنا پر ممکن ہے کہ ضمیر فاتمهنّ خدا کی طرف راجع ہو یعنی خدا نے امامت کو آخر یعنی قائم آل محمدؐ تک تمام کر دیا ہے۔ ۱۲

بہت ہیں۔

آٹھویں آیت: وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (پ سورہ انعام آیت ۱۱۶) اور تمہارے پروردگار کا کلمہ سچائی اور عدل کے ساتھ تمام ہوا۔ اس کے کلمات کو بدلنے والا کوئی نہیں۔ وہ بڑا سننے والا اور جاننے والا ہے۔ احادیث اہلبیت علیہم السلام سے معلوم ہوتا ہے کہ کلمات خدا ائمہ حق ہیں اور ان کی امامت کو کوئی تبدیل نہیں کر سکتا۔ اور کلینی اور دوسرے محدثین نے بہت سی حدیثیں بہت سی سندوں کے ساتھ حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب خداوند عالم کا ارادہ امام کے خلق کا ہوتا ہے تو ایک فرشتہ کو حکم دیتا ہے اور وہ زیر عرش سے پانی لے کر امام کے باپ کے پاس لاتا ہے وہ اس کو پیتا ہے۔ اُس پانی سے امام کا نطفہ بنتا ہے۔ وہ چالیس روز تک ماں کے شکم میں آواز نہیں سنتا اس کے بعد سنتا ہے۔ پھر رحم مادر میں یا ولادت کے بعد خداوند تعالیٰ اس فرشتہ کو بھیجتا ہے جو امام کی پیشانی یا داہنے بازو پر یا دونوں شانوں کے درمیان یا ان تمام مقامات پر لکھتا ہے وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا الخ پھر جب وہ امام ہوتا ہے تو ایک نور کا ستون خداوند عالم اس کے لئے بلند کرتا ہے جس کے ذریعہ سے وہ تمام شہر والوں کے اعمال ان کے شہروں میں دیکھتا ہے۔ خدا جب کسی کو امام مقرر فرماتا تو یوں ہی فرماتا تو یوں ہی کرتا ہے۔ اور خدائے تعالیٰ دوسری جگہ فرماتا ہے لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ علی بن ابراہیم نے کہا ہے یعنی امامت کو کوئی تبدیل نہیں کر سکتا۔

نویں آیت: وَإِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ أَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّونَ أَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُونُ لَكُمْ وَيُرِيدُ اللّٰهُ أَنْ يُحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكَافِرِينَ ۙ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ (پ سورہ انفال آیت ۷) یعنی اے رسولؐ اُس وقت کو یاد کرو جبکہ خدا نے جنگ بدر میں تمہارے دو گروہوں میں سے ایک سے وعدہ کیا تھا کہ وہ تمہارا اذیرہ ہوگا۔ ایک قریش کا قافلہ جس کے پاس مال ہوگا دوسرا قریش کا لشکر جو ہتھیاروں سے آراستہ تمہاری طرف آتا تھا اور تم یہ پسند کرتے تھے کہ اُس قافلہ کے پاس جاؤ جو مال رکھتا ہے اور آلات حرب سے نہیں آراستہ ہے۔ خدا نے چاہا کہ کلمات کے ذریعہ حق کو قائم کرے اور دین حق کو غلبہ عطا کرے۔ مفسرین نے کہا ہے کہ کلمات سے مراد خدا کی وحی ہے۔ یا تقدیرات الٰہی ہیں یا فرشتوں کو مومنین کی

مدد کا حکم دینا ہے۔ علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ کلمات سے مراد ائمہ علیہم السلام ہیں اور کافروں کی دُم کاٹ دینا اور ان کے سر برآوردہ لوگوں کو ہلاک کرنا مراد ہے تاکہ دین حق کو ثابت کرے اور باطل کو مٹا دے اگرچہ جرم کرنے والے اور کفار پسند نہ کریں۔ عیاشی نے جابر سے روایت کی ہے کہ امام محمد باقرؑ سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی حضرتؑ نے فرمایا اُس کی باطنی تفسیر یہ ہے کہ خدا نے ایک امر کا ارادہ کیا اور مقدر کر دیا ہے کہ آل محمد کا حق ثابت کرے اور ان کو اس پر مقرر کر دے۔ بطن آیہ میں کلمہ خدا سے علیؑ بن ابیطالب مراد ہیں۔ اور کافروں سے مراد بنی امیہ ہیں جن کو خدا جڑ سے اکھاڑ پھینکے گا اور یحق الحق سے مراد حق آل محمدؐ ہیں جو حضرت قائم آل محمدؐ کے زمانہ میں ان کی طرف پلٹ آئے گا۔ اور یبطل الباطل سے مراد یہ ہے کہ جب قائم آل محمدؐ ظاہر ہونگے بنی امیہ کو نیست و نابود کر دینگے اور ان کی جڑ اکھاڑ پھینکیں گے [۱]

دسویں آیت: فَاِنْ یَّشَاِ اللّٰہُ یَخْتِمْ عَلٰی قَلْبِکَ وَ یَمْحُ اللّٰہُ الْبَاطِلَ وَ یُحِقُّ الْحَقَّ بِکَلِمَاتِہٖ اِنَّہٗ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (پارہ ۲۵ سورہ شوریٰ آیت ۲۴)

کلینی نے بسند معتبر حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ حقتعالےٰ نے اپنے دشمنوں کے لئے فرمایا جو شیطان کے دوست تھے اور جناب رسول خداؐ کی تکذیب کرتے تھے اور آپ کے کہنے کو نہیں مانتے تھے۔ قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ مِنْ اَجْرٍ وَّ مَآ اَنَا مِنَ الْمُتَکَلِّفِیْنَ یعنی اے رسول منافقوں سے کہہ دو کہ میں رسالت کا اجر جو میری اہلبیت کی محبت ہے تم سے نہیں مانگتا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ تم اس کو قبول نہیں کروگے اور میں تکلیف دینے والا نہیں ہوں کہ ایسے امر کی اجرت طلب کروں جس کو تم باور نہیں کرتے اور نہ اس کے اہل ہو۔ یہ سنکر منافقوں نے آپس میں کہا کہ کیا محمدؐ کے لئے اتنا کافی نہیں ہے کہ بیس سال سے اپنے حکم کا پابند کر رکھا اور اب چاہتے ہیں کہ اپنے اہلبیت کو ہماری گردنوں پر سوار کر دیں۔ اور یہ جھوٹ کہتے ہیں خدا نے نہیں کہا کہ اجر رسالت میں

---

[۱] مؤلف فرماتے ہیں کہ ظاہر آیہ کی بھی کلمات اللہ سے مراد ائمہ علیہم السلام ہیں جیسا کہ علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ ائمہؑ مراد ہیں اور یہ تفسیر آیت کے مطابق ہے اس لئے کہ فتح بدر جناب رسول خداؐ اور امیرالمومنینؑ کے ہاتھ پر ہوئی جیسا کہ جنگ کے باب میں ذکر کیا جاچکا ہے۔ ۱۲

اپنے اہلبیتؑ کی محبت طلب کریں بلکہ یہ اپنی طرف سے کہتے ہیں۔ اور اپنے اہلبیتؑ کو ہم پر مسلط کر دیں۔ اگر وہ قتل ہو جائیں یا مر جائیں خلافت ہم ان کے اہلبیتؑ سے چھین لیں گے پھر کبھی ان کو واپس نہ دیں گے۔ تو خدا نے چاہا کہ اپنے پیغمبرؐ کو آگاہ کر دے اُس سے جو ان کے دلوں میں تھا اور وہ اُسے چھپاتے تھے اور فرمایا اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا یعنی یہ منافقین کہتے ہیں کہ محمدؐ نے خدا پر افترا کیا ہے فَاِنْ یَّشَاءِ اللّٰہُ یَخْتِمْ عَلٰی قَلْبِكَ پھر خدا نے فرمایا کہ اگر خدا چاہتا تو تمہارے دل پر مہر لگا دیتا یعنی اگر تم خدا پر جھوٹ باندھتے ہوتے تو خدا اس پر قادر تھا کہ تمہارے دل پر مہر لگا دے۔
حضرتؐ نے فرمایا کہ خدا کہتا ہے کہ اگر میں چاہتا تو وحی کا نازل کرنا بند کر دیتا تو لوگوں کو اپنے اہلبیتؑ کی فضیلت سے اور نہ اُن کی دوستی سے آگاہ کر سکتے پھر فرمایا وَیَمْحُ اللّٰہُ الْبَاطِلَ وَیُحِقُّ الْحَقَّ اِلٰی آخرہ (آیت ۲۴ سورہ شوریٰ)

امامؑ نے فرمایا خدا جانتا ہے جو کچھ وہ اپنے دلوں میں تمہاری اور تمہارے اہلبیتؑ کی دشمنی اور ان پر ظلم کرنے کا منصوبہ چھپائے ہوئے ہیں۔

گیارھویں آیت: وَلَوْلَا کَلِمَۃُ الْفَصْلِ لَقُضِیَ بَیْنَھُمْ (آیت ۲۱ پارہ ۲۵ سورہ شوریٰ) یعنی اگر وہ کلمہ فصل نہ ہوتا یعنی وہ وعدہ جو خدا نے قیامت میں اپنے بندوں پر فضل کرنے کا فرمایا ہے نہ ہوتا تو یقیناً دنیا میں ان کے لیے حکم جاری ہوتا اور کافروں پر عذاب نازل ہوتا۔ علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کلمہ سے مراد امامؑ ہے۔ وَاِنَّ الظّٰلِمِیْنَ یعنی جن لوگوں نے اس کلمہ پر ظلم کیا ہے لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ان کے لئے دردناک عذاب ہے تَرَی الظّٰلِمِیْنَ تم ظالموں کو دیکھو گے یعنی جن لوگوں نے آلِ محمدؐ پر ظلم کیا ہے مُشْفِقِیْنَ مِمَّا کَسَبُوْا ان اعمال سے خوفزدہ ہوں گے جو وہ دنیا میں کر چکے ہیں وَھُوَ وَاقِعٌ بِھِمْ اور جس بات کا ان کو خوف ہے وہ اُن پر ہو کے رہیگا پھر ان لوگوں کا ذکر کیا جو کلمہ پر ایمان لائے اور اس کی متابعت کی اس کے بعد کہا وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ یعنی جو لوگ کلمہ پر ایمان لائے اور اچھے اچھے اعمال بجا لائے فِیْ رَوْضَاتِ الْجَنّٰتِ (پ۲۵ سورہ الشوریٰ آیت ۲۲) ان کے لیے بہشت کے باغات ہیں اور اُس میں وہ سب کچھ ہے جو چاہیں گے یہ ہے وہ فضل بزرگ۔ یہ وہ خوشخبری ہے جو خدا اپنے ان بندوں کو دیتا ہے جو اس کلمہ پر ایمان لائے ہیں اور وہ نیک اعمال بجا لائے جن کا اُن کو حکم دیا گیا ہے یہاں تک علی بن ابراہیم

کی روایت تھی۔

بارھویں آیت: اِنَّ الَّذِیۡنَ حَقَّتۡ عَلَیۡهِمۡ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ وَلَوۡ جَآءَتۡهُمۡ كُلُّ اٰیَةٍ حَتّٰی یَرَوُا الۡعَذَابَ الۡاَلِیۡمَ (سورہ یونس پ۱۱ آیت ۹۶) یعنی وہ لوگ جن پر تمہارے پروردگار کا کلمہ لازم ہوچکا ہے وہ اس پر ایمان نہیں لائیں گے اگرچہ ان کے پاس تمام نشانیاں آجائیں یہاں تک کہ وہ دردناک عذاب دیکھیں۔ مفسروں نے کہا ہے کہ کلمہ خدا سے مراد خدا کی جانب سے یہ خبر ہے کہ یہ ایمان نہیں لائیں گے یا خدا کے عذاب کا وعدہ ہے۔ اور علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ یہ آیت اُس جماعت کی شان میں نازل ہوئی ہے جن لوگوں نے امیرالمومنینؑ کی امامت سے انکار کیا جبکہ ان کے سامنے علیؑ کی ولایت پیش کی گئی اور اُن پر واجب کیا گیا کہ ایمان لائیں اور وہ لوگ ایمان نہیں لائے۔ لہٰذا کلمہ ولایت علیؑ ہے۔

سترھویں آیت: اِلَیۡهِ یَصۡعَدُ الۡكَلِمُ الطَّیِّبُ وَالۡعَمَلُ الصَّالِحُ یَرۡفَعُهٗ (پ۲۲ سورہ فاطر آیت ۱۰) یعنی نیک عمل خدا کی جانب بلند ہوتا ہے اور عمل صالح کلمہ نیک کو بلند کرتا ہے یا کلمہ طیب نیک عمل کو بلند کرتا ہے۔ ابن شہر آشوب نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت نے اپنے سینۂ مبارک کی جانب اشارہ کیا اور فرمایا کہ اس سے مراد ہم اہلبیت کی ولایت اور ہماری امامت کا اقرار ہے جو شخص ہماری ولایت نہیں جانتا اس کا کوئی عمل بلند نہیں ہوتا اور نہ مقبول ہوتا ہے۔ ان معنوں کی توضیح دوسرے مقام پر بھی ہوئی ہے۔

سینتیسویں فصل

اس بیان میں کہ اہلبیتؑ خدا کی حرمت میں داخل ہیں۔

خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے۔ وَمَنۡ یُّعَظِّمۡ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَیۡرٌ لَّهٗ عِنۡدَ رَبِّهٖ (پ۱۷ سورہ الحج آیت ۳۰) یعنی جو شخص حرمات خدا کی تعظیم کرے اور اس کو بزرگ سمجھے تو یہ اس کے لئے اس کے پروردگار کے نزدیک بہتر ہے۔ حرمت نعمت میں وہ امر ہے جس کی رعایت لازمی ہے اور اس کی ذلت اور بے حرمتی جائز نہ ہو۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ اس سے مناسک حج مراد ہے۔ اور بعض کا قول ہے کہ کعبہ مراد ہے۔ اور مکہ اور ماہِ حرام اور مسجد الحرام ہے۔ ابن بابویہ نے بسند صحیح حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ خدا کی تین حرمتیں ہیں جن کے مثل کوئی چیز نہیں۔ کتاب خدا جو خدا کی حکمت اور نور ہے اور خانہ کعبہ جو لوگوں کا قبلہ قرار دیا گیا ہے اور اس شخص کی نماز قبول نہیں جو اس کے علاوہ کسی اور طرف

رُخ کرے اور متوجہ ہو۔ اور اس کے پیغمبرؐ کی عترتؑ۔

مخالفین کے طریقہ سے ابو سعید سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ خدا کی حرمتیں ہیں جو شخص ان کی حفاظت کرے گا خدائے تعالیٰ اس کے دین و دنیا کی حفاظت کریگا۔ اور جو شخص ان حرمتوں کی حفاظت نہیں کریگا خدا اس کے کسی امر کی حفاظت نہیں کرے گا۔ اور وہ حرمتؑ اسلام۔ میری حرمت اور میرے اہلبیتؑ کی حرمت ہے۔

ایضاً انہی کے طریقہ سے جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت رسول خداؐ سے سُنا کہ قیامت کے دن تین چیزیں خدا سے شکایت کرینگی۔ مصحفؑ (قرآن مجید) مسجدؑ اور میرے اہلبیتؑ علیہم السلام۔ قرآن کہیگا خداوندا مجھ میں تحریف کی ہے اور پارہ پارہ کیا۔ مسجد کہے گی خداوندا مجھ کو معطل چھوڑ دیا اور میری حرمت ضائع کی اور میری عترت کہے گی خداوندا ہم کو ظالم امت نے قتل کیا اور گھروں سے نکالا اور آوارہ کیا۔ اس وقت میں لوگوں سے خصومت کے لئے دوزانو بیٹھونگا اور خداوند عالم فرمائیگا کہ میں ان امور میں لوگوں سے مخاصمہ کرنے کے لئے زیادہ سزاوار ہوں۔ دیلمی نے محدثان عامہ کے طریق سے فردوس الاخبار میں بھی اس حدیث کی روایت کی ہے کہ خدائے عزوجل کی شہروں میں پانچ حرمتیں ہیں۔ حرمتؑ رسول خدا۔ حرمتؑ آل رسول صلوات اللہ علیہم حرمتؑ کتاب خدا۔ حرمتؑ کعبہ اور حرمتؑ مومن اور ابن ماہیار نے بسند معتبر حضرت امام موسیٰ کاظمؑ سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سے روایت کی ہے کہ من یعظم حرمات اللہ سے تین حرمتیں مراد ہیں جن کی رعایت ہر ایک پر واجب ہے اور جو شخص ان میں کسی ایک کو ترک کریگا تو اس نے خدا کے ساتھ شرک کیا۔ پہلی حرمت کعبہ جس کو خدا نے محترم قرار دیا ہے۔ دوسری کتاب خدا کو معطل کرنا اور اس کے خلاف عمل کرنا۔ تیسری حرمت یعنی ہماری مودت اور اطاعت کو قطع کرنا جسکو خدا نے واجب قرار دیا ہے[1]

---

[1] مولف فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ اور خاصہ و عامہ کی معتبر حدیثوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ جناب رسول خداؐ اور ائمہ ہدیٰ صلوات اللہ علیہم کی تعظیم ان کی حیات اور بعد وفات واجب ہے۔ اسی طرح ان چیزوں کی تعظیم واجب ہے جو ان حضرات کی جانب منسوب ہیں جیسے ان کے مشاہد مقدسہ اور ضریح ہائے مشرفہ اور ان کے آثار ارشادات اور ان کی ذریت اور وہ لوگ (یعنی سادات) جو ان کے طریقہ پر ہوں اور ان کے ارشادات کے راوی اور ان کے علوم کے عالم حضرات۔ کیونکہ ان سب کی تعظیم انہی حضرات کی تعظیم کے سبب سے ہے۔ ۱۲

اڑتیسویں فصل

اس تاویل کے بیان میں کہ آیات عدل واحسان وقسط ومیزان سے ولایت ائمہ علیہم السلام اور کفر وفسوق وعصیان وفحشاء ومنکر وبغی سے مراد ان کی عداوت اور ولایت کا ترک کرنا ہے۔ اس باب میں بہت سی آیتیں ہیں۔

پہلی آیت: اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ (پ۱۴ سورہ نحل آیت ۹۰)

یعنی یقیناً خداوند عالم انصاف اور احسان اور عزیزوں کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم دیتا ہے اور برائیوں اور ناپسندیدہ افعال اور ظلم سے منع کرتا ہے خدا تم کو نصیحت کرتا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ علی بن ابراہیم نے کہا ہے کہ عدل سے مراد لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دینا ہے اور احسان سے مراد امیرالمومنینؑ ہیں اور بغی وفحشا ومنکر سے تینوں ستمگار مراد ہیں (یعنی اس امت کے فرعون وہامان وقارون) ارشاد القلوب میں حضرت امام باقرؑ سے روایت کی ہے کہ عدل سے مراد توحید ورسالت کی گواہی ہے اور ایتاء ذی القربیٰ سے مراد حسنؑ وحسینؑ اور فرزندان امام حسینؑ ہیں سے ائمہ طاہرینؑ مراد ہیں۔ اور فحشا ومنکر وبغی سے وہ لوگ مراد ہیں جنھوں نے اہلبیتؑ پر ظلم کئے، ان کو قتل کیا اور ان کا حق غصب کیا۔ اور عیاشی نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ عدل سے مراد توحید کی گواہی دینا ہے اور ایتاء ذی القربیٰ سے مراد ہر امام کا اپنے بعد کے امام کو امامت سپرد کرنا ہے اور فحشا ومنکر وبغی ائمہ ظالمین کی محبت ہے۔ اور حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ عدل سے مراد شہادتین ہے اور احسان سے ولایت امیرالمومنینؑ ہے اور فحشا ظالم اوّل اور منکر ظالم دوم اور بغی ظالم سوم ہے۔ دوسری روایت کے مطابق فرمایا کہ عدل سے مراد ذات سرور کائناتؐ ہے جس نے آنحضرتؐ کی اطاعت کی تو اسنے عدل کیا اور احسان سے مراد امیرالمومنین علیہ السلام ہیں جس نے آپ کی ولایت اختیار کی اس نے نیکی اختیار کی اور محسن یعنی نیکی کرنے والے کی جگہ بہشت میں ہے۔ اور ایتاء ذی القربیٰ سے مراد ہمارے قرابت کی رعایت کرنا ہے کیونکہ خدا نے ہماری اور ہمارے فرزندوں کی مودّت ومحبت کا حکم دیا ہے اور منع کیا ہے لوگوں کو فحشا ومنکر وبغی سے یعنی ان لوگوں سے محبت کرنے کو جنھوں نے ہم سے بغاوت کی اور ہم پر ظلم کیا اور لوگوں کو غیروں کی طرف بلایا۔ اور قرات ابن ابراہیم نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے عدل رسول خداؐ ہیں

احسان امیر المومنینؑ اور ذوی القربیٰ جناب معصومہ صلوات علیہم ہیں۔

دوسری آیت: ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰىهُ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (پ ۱۴ سورہ نحل آیت ۷۶) خدا نے دو شخصوں کی مثال بیان کی ہے ایک گونگا ہے جو کسی بات پر قادر نہیں اور وہ اپنے آقا پر بوجھ ہے جس کام پر اس کو مقرر کرتا ہے وہ کچھ نہیں کرتا کیا وہ اور دوسرا وہ شخص برابر ہو سکتا ہے جو عدل وانصاف کا حکم دیتا ہے اور وہ سیدھی راہ پر ہے۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ خداوند عالم نے یہ مثال اپنی اور بتوں کی بیان کی ہے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ کافر ومومن کی مثال ہے اور علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ یہ مثال امیر المومنین اور ائمہ علیہم السلام اور اُن کے اصحاب خاص کے لئے بیان کی ہے کیونکہ امیر المومنین اور ائمہ معصومین علیہم السلام لوگوں میں اقوال وافعال کے ذریعہ سے عدالت کے ساتھ حکم دیتے تھے اور سیدھے راستہ پر تھے خدا فرماتا ہے یا ارشاد رسول ہے کہ جو بُرا طریقہ تھا وہ اُنکا تھا اور ائمہ جور سب کے سب امر حق بیان کرنے اور خلائق کی ہدایت کرنے میں گونگے تھے اور خدا کا کوئی امر اُن سے جاری نہیں ہوا تو کیونکر یہ اور وہ برابر ہو سکتے ہیں۔ اس تاویل کی بناء ممکن ہے کہ آقا سے مراد خدا ہو یا جناب رسول خداؐ کیونکہ جناب پیغمبرؐ خدا نے جس جنگ میں ان کو بھیجا وہ لوگ بھاگتے رہے اور کوئی امر خیر اُن کی ذات سے جاری نہیں ہوا۔ آیت کی یہ تفسیر دوسری تفسیروں سے زیادہ مطابق ہے۔

تیسری آیت: وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا (پ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل آیت ۳۵) یعنی عہد وپیمان کو پورا کرو بیشک قیامت میں عہد کے بارے میں سوال کیا جائیگا اور جب کوئی چیز ناپو تو پوری ناپا اور جب کچھ تولو تو درست وصحیح ترازو سے تولو یہ تمہاری عاقبت کے لئے زیادہ بہتر ہے۔

سید ابن طاؤس ابن ماہیار کی تفسیر میں حضرت موسیٰؑ کاظم سے انہوں نے اپنے پروردگار سے روایت کی ہے کہ عہد سے مراد وہ عہد ہے جو رسول خداؐ نے ہم اہلبیتؑ کی مودت اور امیر المومنینؑ کی اطاعت کے بارے میں لوگوں سے لیا اور یہ کہ اُن کی مخالفت نہ کرینگے اور خلافت میں اُن پر سبقت نہ کریں گے اور نہ ان سے قطع رحم کریں گے اور لوگوں کو یہ بھی

بتلا دیا کہ خدا ان سے روز قیامت سوال کرے گا کہ اہلبیتؑ پیغمبرؐ اور کتاب خدا کے ساتھ کیا کیا۔ اور قسطاس سے مراد امام ہے جو عدالت کے ساتھ لوگوں میں حکم کرتا ہے اور ائمہ اطہارؑ کا حکم میزان عدالت ہے اس لئے فرمایا کہ یہ بہتر ہے اور تاویل میں خوب تر یعنی وہ تاویل قرآن بہتر جانتا ہے اور جانتا ہے کہ لوگوں کے درمیان کیونکر حکم کرنا چاہیے اسی کی مؤید وہ روایت ہے جو کلینی نے قول حق تعالٰے وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ (پ۱۷ سورہ انبیاء آیت ۴۷) یعنی قیامت کے روز ہم ترازوے عدالت نصب کریں گے امام نے فرمایا کہ وہ ترازو پیغمبرؐ اور ان کے اوصیا ہیں۔

چوتھی آیت: خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ (پ۹ س اعراف آیت ۱۹۹) یعنی لوگوں کو معاف کر دو اور نیکی کا حکم دو اور جاہلوں سے روگردانی کرو۔ عیاشی نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ معروف سے مراد ولایت ائمہ معصومین علیہم السلام ہے۔

پانچویں آیت: وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا (پ۱۵ سورہ بنی اسرائیل آیت ۸۲) یعنی قرآن سے ظالموں کے لیے سوائے نقصان کے کچھ نہیں حاصل ہوگا عیاشی نے حضرت باقرؑ سے روایت کی ہے کہ آل محمدؐ پر ظلم کرنے والے مراد ہیں جنھوں نے ان کے حق کو غصب کیا۔ آیت جبرئیلؑ اس طرح لائے تھے وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اٰلَ مُحَمَّدٍ حَقَّهُمْ اِلَّا خَسَارًا۔

چھٹی آیت: اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ (پ۸ س اعراف آیت ۳۳) بیشک خدا نے برے کاموں کو حرام کر دیا خواہ ان میں سے ظاہر بظاہر ہوں یا پوشیدہ۔ مفسروں نے کہا ہے کہ اس سے مراد زنا ہے چاہے وہ ظاہر بظاہر ہو یا پوشیدہ طور سے ہو۔ اور کلینی اور نعمانی نے روایت کی ہے کہ قرآن کا ظاہر ہے اور باطن اور جو قرآن میں حرام ہے اس کا ظاہر حرام ہے اور اُس کا باطن حاکمانِ جور و ظلم اور دشمنان اہلبیتؑ ہیں اور وہ تمام امور جو قرآن میں حلال ہیں اس کا ظاہر حلال ہے اور اس کا باطن امامان حق ہیں علیہم السلام۔

ساتویں آیت: وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَا اٰبَآءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔ (پ۸ سورہ اعراف

پ۸) یعنی جب یہ لوگ بُرے کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اس پر اپنے باپ دادا کو عمل کرتے ہوئے پایا ہے اور خدا نے ہم کو اس کا حکم دیا ہے اے رسولؐ کہہ دو کہ خدا بُرے کاموں کا حکم نہیں دیتا تو کیا تم خدا پر افترا کرتے ہو ان باتوں کا جو تم نہیں جانتے۔ کلینی نے روایت کی ہے کہ محمد بن منصور نے حضرت صادق علیہ السلام سے اس آیت کے معنی دریافت کئے حضرت نے فرمایا کہ کیا تم نے دیکھا یا سُنا ہے کہ کوئی کہے کہ خدا نے مجھے زنا کرنے یا شراب پینے یا ایسے ہی فعل حرام کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس نے کہا نہیں۔ تو حضرت نے فرمایا کہ پھر وہ بُری باتیں اور عمل قبیح کیا ہے جس کا وہ دعوےٰ کرتے تھے کہ خدا نے ان کو اس کا حکم دیا ہے۔ اس نے کہا خدا اور اس کا ولی بہتر جانتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ آیت حاکمانِ جور و ستم کے بارے میں نازل ہوئی ہے جس کا مخالفین دعویٰ کرتے ہیں کہ خدا نے ہم کو حکم دیا ہے کہ ہم ان کی متابعت کریں۔ تو خدا نے خبردار کیا کہ وہ لوگ جھوٹ خدا پر باندھتے ہیں۔ خدا نے انکی اس متابعت کو فاحشہ کہا ہے کیونکہ یہ رسوا کرنے والا گناہ ہے۔

اُنتالیسویں فصل

اس بیان میں کہ جنب اللہ، وجہ اللہ اور ید اللہ وغیرہ جیسے الفاظ سے مراد رسول خداؐ اور ائمہ طاہرین ہیں صلوات اللہ علیہم

اس باب میں آیتیں بہت ہیں۔

پہلی آیت: وَاتَّبِعُوٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝ اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِىْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ ۝ (پ۲۴ سورہ الزمر آیت ۵۵-۵۶) یعنی جو بہتر چیز تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس بھیجی گئی ہے اس کی پیروی کرو قبل اس کے کہ تم پر دفعتہً خدا کا عذاب آئے اور تم نہ جانتے ہو۔ تاکہ کوئی کہے کہ ہائے افسوس میں نے جنب اللہ کے بارے میں کیا زبردست تقصیر کی بیشک میں دنیا میں خدا کے دین اور اسکے پیغمبروں اور مومنین کا مذاق اڑایا کرتا تھا۔ جنب کے معنی لغت میں پہلو کے ہیں مگر یہاں مجازی معنی مراد ہیں۔ اکثر مفسروں نے کہا ہے کہ تقصیر سے مراد خدا کی اطاعت میں کمی یا خدا کے قرب میں کمی ہے بہت سی حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ جنب خدا کنایہ ہے رسول خداؐ اور ائمۂ ہدیٰ صلوات اللہ علیہم اور ان کی اطاعت اور ولایت سے۔ چنانچہ علی بن ابراہیم نے ان دونوں آیتوں کی تفسیر میں کہا

ہے کہ جو چیز تمہاری طرف بھیجی گئی ہے یعنی قرآن اور قرآن میں جو بہترین چیز مذکور ہے وہ امیرالمومنین اور ائمہ طاہرین علیہم السلام کی ولایت ہے لہٰذا جنب اللہ سے مراد امام ہے۔ اور صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم جنب اللہ ہیں۔ احتجاج میں امیرالمومنینؑ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے قرآن کی مشکل آیتوں کی تفسیر انہی حضرت سے دریافت کی حضرت نے فرمایا کہ جنب اللہ سے خدا کے برگزیدہ اور دوست ہیں اس نے چاہا کہ قرآن میں اُن کے لئے حجت قرار دے جس سے خلیفہ خدا کی منزلت اور قربت ظاہر ہو۔ کیا تم کو نہیں معلوم کہ جب کوئی شخص کہتا ہے کہ فلاں شخص فلاں شخص کے پہلو میں بیٹھتا ہے یعنی اس کا مقرب ہے اسی طرح قرآن میں بھی مخصوص بندوں کا خدا سے تقرب ظاہر کرنے کا ایک کنایہ یہ ہے جس کو خدا کے مقرر کردہ ائمہ اور اُن کے دوست سمجھ لیں اور اُن کے دشمن اس میں تحریف نہ کریں۔ اور قرآن سے خارج نہ کریں۔ جیسا کہ اور دوسری آیتوں کو خارج کر دیا۔ خدا نے ان کی آنکھوں اور دلوں کو اندھا کر دیا اور اس آیت کو نہیں سمجھا۔ پھر انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ہم دین خدا کے خزینہ دار اس کے علوم کے چراغ ہیں۔ ہر امام جو دنیا سے رخصت ہوتا ہے دوسرا امام اس کے بعد لوگوں کی ہدایت کے لئے ظاہر ہوتا ہے اور وہ شخص گمراہ ہوتا ہے جو ہم پر ظلم کرتا ہے۔ لہٰذا اس کی چیزوں کی لالچ میں ہم سے جدا مت ہو کیونکہ وہ چیزیں بہت جلد تم سے زائل ہو جائیں گی۔ جو شخص دنیا کو آخرت پر یا ہمارے عوض اختیار کرے گا۔ قیامت میں اس کی حسرت عظیم ہو گی۔ اور کلینی نے حضرت موسیٰ بن جعفرؑ سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ جنب اللہ امیرالمومنینؑ اور اُن کے بعد ان کے اوصیا ہیں اس بلند مرتبہ کے ساتھ جو ان کو آخر تک حاصل ہے۔ نیز امیرالمومنینؑ نے فرمایا کہ میں عین اللہ، ید اللہ جنب اللہ اور باب اللہ ہوں۔ ابن شہر آشوب نے ابوذرؓ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ اے ابوذر قیامت کے روز دشمن علیؑ کو اندھا اور گونگا لایا جائے گا وہ ظلمات قیامت میں گرتا پڑتا اور اٹھتا رہیگا اور یاد کرتا رہیگا کہیگا یَا حَسْرَتیٰ عَلیٰ مَا فَرَّطْتُ فِیْ جَنْبِ اللہِ اس کی گردن میں آگ کا طوق ہو گا۔ عیاشی نے امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ہم جنب اللہ ہیں بصائر میں حضرت صادق علیہم السلام سے روایت کی ہے کہ علیؑ جنب اللہ ہیں اور ابن ماہیار نے حضرت صادقؑ سے

روایت کی ہے کہ ہم جنب اللہ ہیں خدا نے ہم کو اپنے نور سے خلق فرمایا ہے لہذا جب کافروں کو جہنم میں ڈال دیا جائیگا تو کہیں گے یَا حسرتی علی ما فرطت فی جنب اللہ یعنی ہائے افسوس میں نے ولایت محمد و آل محمد علیہم السلام میں تقصیر کی۔ معانی الاخبار اور توحید میں بسند صحیح حضرت صادق ؑ سے روایت کی ہے کہ جناب امیر نے اپنے ایک خطبہ میں فرمایا کہ میں ہوں ہدایت یافتہ اور میں یتیموں مسکینوں کا باپ اور بیوؤں کا شوہر ہوں اور میں ہر کمزور کی پناہ اور خوفزدہ کے لئے محل امن ہوں۔ اور میں مومنوں کو بہشت میں پہونچانے والا ہوں میں حبل اللہ المتین ہوں میں عروۃ الوثقیٰ ہوں میں کلمۂ تقویٰ ہوں میں چشم خدا اور خدا کی راست گو زبان اور جنب اللہ ہوں جس کے بارے میں خدا فرماتا ہے یَا حَسْرَتیٰ عَلٰی مَا فَرَّطْتُ الخ اور میں دست خدا ہوں جس کو خدا نے اپنے بندوں پر اپنی رحمت و مغفرت کے لئے وسیع کر رکھا ہے اور میں اس اُمت کا باب حطہ ہوں جس نے مجھ کو اور میرے حق کو پہچانا تو اس نے اپنے رب کو پہچانا کیونکہ میں زمین پر اس کے پیغمبرؐ کا وصیؑ ہوں اور اُس کی مخلوق پر حجت ہوں اس سے انکار وہی کر سکتا ہے جو خدا و رسولؐ کے ارشادات کی تردید کرتا ہے۔ دوسری سند سے توحید میں انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ جناب امیرؑ نے فرمایا کہ میں علم خدا ہوں میں اس کا دل دانا ہوں میں اس کی دیکھنے والی آنکھ ہوں میں اُس کی بولنے والی زبان ہوں میں اس کا پہلو ہوں میں اس کا ہاتھ ہوں۔ اس طرح کی حدیثیں بہت ہیں۔ بعض بیان ہو چکیں اور بعض ذکر کی جائیں گی۔

دوسری آیت : کُلُّ شَیْءٍ هَالِکٌ اِلَّا وَجْهَهٗ (پ۲۰ سورہ قصص آیت ۸۸) یعنی سوائے وجہ خدا کے ہر شے ہالک و فانی ہے اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ مراد وجہ خدا سے ذات ہے اور ہر چیز قیامت سے پہلے فنا ہو جائے گی اور پھر پیدا ہو گی۔ بعضوں نے کہا کہ خدا کا دین اور اُس کی عبادت مراد ہے۔ ابن بابویہ نے توحید میں ابن خثیمہ سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت صادقؑ سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی فرمایا وجہ خدا دین خدا ہے اور حضرت سرور کائناتؐ اور امیر المومنینؑ دین خدا تھے اور خدا کے بندوں کے درمیان خدا کی آنکھ تھے جو ان کے اعمال کو خدا کے نور سے دیکھتے تھے اور خدا کی زبان تھے کہ خدا ان کے ذریعہ سے گفتگو کرتا تھا اور یہ حضرات خدا کے علوم کو اس کے بندوں تک پہونچاتے تھے اور خدا کا ہاتھ یعنی اس کی مخلوق پر اس کی رحمت تھے اور ہم ہیں

وجہ خدا بندے ہمارے ذریعہ سے خدا تک پہونچ سکتے ہیں رحمت تک خدا چاہے گا
کہ اس کی مخلوق کے حالات درست رہیں ہم کو ان کے درمیان باقی رکھے گا اور جب
وہ چاہے گا کہ اُن پر عذاب کرے اور ان میں کوئی اچھائی نہیں دیکھے گا تو ہم کو ان کے
درمیان سے نکال لے جائے گا اُس کے بعد جو عذاب چاہے گا ان پر بھیجے گا۔ نیز بسند
معتبر انہی حضرتؑ سے روایت ہے کہ خدا نے ہماری بہترین خلقت کی ہے اور ہم کو بہترین
صورت عطا کی اور ہم کو اپنے بندوں کا نگران قرار دیا اور اپنی گویائی کی زبان بخشی اور
اپنا کشادہ ہاتھ اپنے بندوں کے لئے ہم کو بنایا اور وجہ خدا قرار دیا لہٰذا جو شخص خدا
کا تقرب چاہتا ہے ہمارے ذریعہ سے خدا کی جانب چلے اور ہم کو باب خدا بنایا کہ
لوگوں کو اُس کی جانب ہدایت کرتے ہیں اور ہم ہیں آسمان و زمین میں خزینہ دار خدا
ہماری برکت سے درخت پھل دیتے ہیں اور کمال کو پہونچتے ہیں اور نہریں جاری ہوتی
ہیں۔ ہماری برکت سے آسمان سے بارش ہوتی ہے اور زمین میں سبزے اُگتے ہیں۔ ہم کو
عبادت کرتے ہوئے دیکھ کر خدا کی عبادت کی جاتی ہے۔ اگر ہم نہ ہوتے تو خدا کی عبادت
نہ کی جاتی۔ یعنی ہم نے خدا کی عبادت کا طریقہ بندوں کو تعلیم کیا یہ کہ خدا کی کامل عبادت دوسروں
سے نہیں ممکن ہے یا یہ کہ ہماری ولایت عبادت کی قبولیت کی شرط ہے۔ اگر ہماری ولایت
نہ ہوتی تو کوئی عبادت قبول نہ ہوتی۔ ابن شہر آشوب اور دوسرے محدثین نے بہت سی
سندوں کے ساتھ حضرت باقر و صادق علیہما السلام سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کی
ہے کہ ہم ہیں وجہ خدا ہماری جانب سے خدا کی طرف جانا چاہیئے۔ ابن ماہیار اور صفار
نے روایت کی ہے کہ سلام بن مستنشر نے حضرت باقرؑ سے اس آیت کی تفسیر دریافت
کی حضرت نے فرمایا خدا کی قسم ہم وجہ خدا ہیں۔ قیامت کے دن تک باقی رہیں گے برطرف
نہیں ہوں گے۔ خدا نے لوگوں کو ہماری اطاعت و ولایت کا حکم دیا ہے۔ ہم میں سے
کوئی جب دُنیا سے رخصت ہوتا ہے بیشک ہم میں سے دوسرا امر امامت کے ساتھ
قیام کرتا ہے۔ قیامت تک یہ سلسلہ رہے گا۔ اور بروایت صفار فرمایا کہ قیامت میں
وہ ہلاک نہ ہوگا جو ہماری امامت کے اعتقاد کے ساتھ ہماری اطاعت و پیروی کریگا
علی بن ابراہیم نے بسند موثق حضرت باقرؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے اس آیت
کی تفسیر میں فرمایا کہ کیا لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ تمام چیز فنا ہو جائیگی اور خدا کا چہرہ

باقی رہیگا۔ خدا اس سے عظیم تر ہے کہ اس کو مخلوقات کی صفتوں سے متصف کریں۔ اور اس کو دوسروں کی طرح منہ ہو۔ آیت کے یہ معنی ہیں کہ تمام چیزیں فانی اور ہالک ہیں۔ لیکن دین خدا قائم و باقی رہیگا۔ اور ہم ہیں وہ چہرہ جن کے ذریعہ سے دین خدا اور اس کی معرفت اور اس کی عبادت سیکھنا چاہیئے۔ جب تک خدا کو بندوں کی ضرورت ہے یعنی اُن کو جب تک اپنی عبادت و معرفت کے قابل جانتا ہے ہم کو اُن کے درمیان باقی رکھیگا۔ اور جب بندوں میں کوئی خیر و بھلائی نہ دیکھے گا ہم کو اپنی رحمت و کرامت کی جانب اوپر اٹھالیگا پھر وہ ہمارے متعلق جو مناسب سمجھے گا عمل میں لائیگا۔ اور ابن بابویہ اور کلینی نے روایت کی ہے امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ جو عہد خدا نے ہمارے پیغمبر سے لیا ہے وہ ہم ہیں وجہ اللہ جو زمین میں تمہارے درمیان چلتے پھرتے ہیں جس نے ہم کو پہچانا اُس نے تو پہچانا اور جس نے نہیں پہچانا موت اس کے سامنے ہے اور وہ مرنے کے بعد ہم کو پہچانے گا اس وقت پہچاننا کچھ فائدہ نہ دیگا۔

تیسری آیت:۔ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ (سورہ رحمن پ ۲۷ آیت ۲۶، ۲۷) یعنی روئے زمین پر جو کچھ ہے فنا ہوگا اور تمہارے پروردگار کا چہرہ باقی رہیگا جو بزرگ و مکرم ہے۔ اکثر لوگوں نے کہا ہے کہ وجہ خدا اس کی ذات مقدس ہے اور علی بن ابراہیم نے کہا ہے کہ مراد دین خدا ہے۔ اور بسند معتبر حضرت علی بن الحسینؑ نے فرمایا کہ ہم وجہ خدا ہیں کہ خدا کی طرف منہ ہمارے ذریعہ سے کیا جاتا ہے۔ اور بسند معتبر حضرت امام محمد باقرؑ سے اس قول خدا تَبَارَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ کی تفسیر دریافت کی (سورہ رحمن آیت ۷۸ پ ۲۷) یعنی تمہارے پروردگار کا نام بابرکت ہے جو جلال اور اکرام والا ہے۔ فرمایا کہ ہم جلال خدا ہیں جن کے ذریعہ سے خدا بندوں کو گرامی رکھتا ہے باوجود اس کے ہماری اطاعت ان پر واجب قرار دی ہے [۱]

[۱] مؤلف فرماتے ہیں کہ قرآن مجید عربی زبان میں نازل ہوا اور زبان عرب کا دارومدار کنایہ اور استعارات پر ہے اور جو کلام استعارہ تشبیہ و مجاز سے خالی ہوتا ہے وہ فصیح و بلیغ نہیں سمجھا جاتا۔ اور جناب رسول خدا اور ائمہ طاہرین نے بھی اسی طرح کلام فرمایا ہے اور فصحائے عجم کا دارومدار بھی اسی پر ہے چنانچہ کہتے ہیں کہ فلاں کا منہ لوگوں کے پاس ہے یعنی فلاں۔ (بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۶۹ پر)

24

چالیسویں فصل

اس بیان میں کہ ائمہ علیہم السلام اور ان کے شیعہ محل رحمت الٰہی، حزب اللہ بقیۃ اللہ اور محل علوم انبیاء ہیں

اس بارے میں بھی آیتیں بہت ہیں۔

پہلی آیت: وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ۝ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ؕ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ (پ ۱۲ سورہ ہود آیت ۱۱۸ و ۱۱۹)

یعنی اگر تمہارا پروردگار چاہتا تو یقیناً سب لوگوں کو ایک امت بناتا یعنی ایک دین و مذہب

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) شخص لوگوں میں عزت والا ہے۔ اور منہ کو جہت و جانب پر اطلاق کرتے ہیں اور ہاتھ کا اطلاق نعمت پر تو بہت ہے جیسا کہ عرب کہتے ہیں کہ فلاں کا ہاتھ فلاں پر ہے یعنی فلاں شخص کو فلاں سے فائدہ و نعمت حاصل ہے۔ اور ہاتھ سے قدرت و طاقت مراد لیتے ہیں۔ کہ فلاں مرد نے ہاتھ مہیا کر لیا ہے یعنی فلاں مرد نے طاقت حاصل کر لی ہے۔ اسی طرح ائمہ علیہم وجہ اللہ ہیں یعنی خدا ان کو گرامی رکھتا ہے جس طرح کہ چہرہ تمام اعضا میں سب سے گرامی اور بلند مرتبہ ہے۔ نیز کوئی شخص کسی جانب جاتا ہے تو منہ کی طرف سے جاتا ہے۔ اسی طرح جو شخص خدا کا راستہ اور اس کا قرب چاہتا ہے۔ اسکو چاہیئے کہ ان حضرات کی طرف آئے نیز یہ حضرات جہت ہیں کہ خدا نے لوگوں کو حکم دیا ہے کہ ان کی طرف جائیں اور تمام چیزیں ہالک و باطل ہیں سوائے ان کے دین اور طریقہ کے عین کے معنی آنکھ کے ہیں اور جاسوس کے بھی ہیں اور ہر چیز سے معزز کے معنی بھی آئے ہیں۔ یہ حضرات عین خدا ہیں یعنی لوگوں کے نگران اور ان کے اعمال کے گواہ ہیں جس طرح آدمی آنکھ سے دیکھتا ہے۔ اور حالات پر مطلع ہوتا ہے اسی طرح خدا نے ان حضرات کو بندوں پر موکل قرار دیا ہے کہ ان کے احوال سے مطلع رہیں اور خدا کی جانب سے نگران ہیں یعنی برگزیدہ خلق ہیں چنانچہ ابن اثیر نے علمائے عامہ سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص طواف میں مسلمانوں کی عورتوں کو گھورتا تھا۔ امیرالمومنین نے اسکے منہ پر ایک طمانچہ مارا اُس نے آکر حضرت عمر سے شکایت کی انہوں نے کہا اللہ کی آنکھوں میں سے ایک آنکھ نے تجھ کو درست و صحیح مارا۔ ابن اثیر نے کہا اسکا مطلب ہے۔ کہ خدا کے مخصوصوں میں سے ایک مخصوص ہے نیز وہ حضرات ید اللہ ہیں یعنی نعمت و رحمت الٰہی بندوں کے لئے ہیں۔ یا خدا کی قدرت مظہر ہیں۔ اور جنب اللہ اس اعتبار سے کہ خدا کی جانب سے ہیں۔ کہ خدا نے خلائق کو حکم دیا ہے کہ اُن کی جانب جائیں۔ یا خلق میں خدا کے نزدیک سب سے زیادہ مقرب ہیں یا یہ کہ جو شخص قرب الٰہی چاہتا ہے۔ تو اس کو چاہیئے کہ ان حضرات کا تقرب حاصل کرے اور ان کی اطاعت کرے کفعمی نے حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے۔ کہ جنب اللہ کے معنی یہ ہیں کہ کوئی شخص پیغمبرؐ سے زیادہ خدا کا مقرب نہیں اور کوئی انکے وصی یعنی علیؑ سے زیادہ پیغمبر کا مقرب نہیں لہٰذا وہ قرب خدا میں اُسکے مانند ہیں۔ جو کسی کے پہلو میں ہو جیسا کہ فرمایا ہے یٰحَسْرَتٰی عَلٰی مَا فَرَّطْتُ فِیْ جَنْبِ اللّٰهِ یعنی افسوس کہ میں نے دوستان خدا کی ولایت و دوستی حاصل نہ کی اور کہتے ہیں کہ ائمہ علیہم السلام باب اللہ ہیں۔ کیونکہ خداوند عالم اپنے ذات اقدس کے تقدس کے سبب خلائق سے پوشیدہ ہے اور اپنے پیغمبر اور انکے اوصیا بندوں کیلئے ظاہر کئے اور اپنا علم انکو سپرد فرمایا تاکہ لوگوں کو معرفت خدا اور اُسکے احکام اوامر و نواہی میں جو کچھ ضرورت ہو اُن سے حاصل کریں۔ لہٰذا وہ حضرات بمنزلہ دروازہ خدا اور اُس کے نگران و محافظ ہیں۔ چونکہ جناب رسولِ خدا نے تمام علوم و حکمتیں امیرالمومنینؑ کو تعلیم فرمایا اور فرمایا کہ میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں اور خدا نے خلق پر علیؑ کی اطاعت و فرمانبرداری واجب قرار دی جیسا کہ قصہ بنی اسرائیل میں فرمایا کہ دروازہ میں خضوع و تعظیم کیساتھ داخل ہو اور کہو کہ ہمارے گناہوں کو مٹا دے تاکہ میں تمہارے گناہوں کو بخش دوں اور میں نیک لوگوں کو جلد ثواب عطا کرنیوالا ہوں اور اہلبیتؑ کے بارے میں فرمایا کہ میرے اہلبیتؑ اس امت میں مثل باب بنی اسرائیل ہیں لہٰذا اُس امت میں سے اسی امت کی طرف اشارہ ہے کہ انکی تعظیم اور ان کی اطاعت و فرمانبرداری کریں۔ پھر فرمایا کہ محسنین و نیکوکاروں سے مراد وہ لوگ ہیں جو اس دروازہ کی فضیلت و بلندی مرتبہ میں شک نہیں کرتے اور دوسری جگہ خداوند تعالیٰ نے فرمایا وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا یعنی گھروں میں انکے دروازوں سے آؤ اور دروازوں سے مراد ائمہ علیہم السلام ہیں جو علم کے گھر اور حکمت کے معدن ہیں اور وہی ابواب خدا اور خدا کی جانب بندوں کا وسیلہ ہیں اور بہشت کی جانب دعوت دینے والے قیامت تک اور اسکی طرف ہدایت کرنیوالے ہیں ۱۲

پر قرار دیتا یہ لوگ ہمیشہ مختلف دینوں پر رہیں گے سوائے اس کے جس پر تمہارا پروردگار رحم کرے اور ان کو اسی لئے پیدا کیا ہے۔ جاننا چاہیئے کہ اس میں اختلاف ہے کہ لذٰلک کا اشارہ اختلاف کی طرف راجع ہے یعنی ان کو اختلاف کے لئے پیدا کیا ہے اور ان کو رحم کرنے کے لئے پیدا کیا ہے۔ قول آخر مذہب امامیہ اور تمام اہل انصاف کے نزدیک زیادہ مناسب ہے اور تمام معتبر حدیثیں بھی اسی پر دلالت کرتی ہیں چنانچہ علی بن ابراہیم نے حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ وہ لوگ ہمیشہ دین میں اختلاف کرتے رہیں گے۔ مگر خدا جس پر رحم کرے یعنی آل محمدؐ اور ان کے شیعہ اور ان کی پیروی کرنے والے اختلاف نہ کریں گے۔ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ۔ یعنی ائمہ اور ان کے شیعوں کو اہل رحمت خلق کیا ہے۔ جو دین میں اختلاف نہیں کرتے۔ اور عیاشی نے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے امام زین العابدین علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی حضرتؑ نے فرمایا کہ جو لوگ اختلاف کرتے ہیں وہ اس امت میں ہمارے مخالفین ہیں اور وہ سب کے سب آپس میں دین کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں اور وہ لوگ جن پر خدا نے رحم کیا ہے وہ مومنین میں سے ہمارے شیعہ ہیں اور خدا نے ان کو ہماری طینت سے خلق فرمایا ہے۔ کیا تم نے جناب ابراہیم کا قول نہیں سنا ہے کہ آپ نے دعا کی تھی کہ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرَاتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ (پ سورہ بقرہ آیت ۱۲۶) یعنی خداوندا اس شہر یعنی مکہ کو مقام امن قرار دے اور یہاں کے رہنے والوں کو جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان لائے ہیں ان کو پھلوں کی روزی دے۔ حضرت نے فرمایا اس سے مراد ہم اور ہمارے شیعہ ہیں۔ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗۤ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو کافر ہوگا تو اس کو ہم تھوڑا فائدہ دنیا میں پہنچائیں گے پھر ہم اس کو عذاب جہنم سے مضطرب و محزون بنا دیں گے۔ حضرت نے فرمایا کہ کافروں سے مراد وہ ہے جس نے ان کی امت میں سے حضرت ابراہیمؑ کے وصی سے انکار کیا اور ان کے وصی کی اطاعت نہیں کی اور خدا کی قسم اس امت کا حال بھی ایسا ہی ہے یعنی جن لوگوں نے اپنے پیغمبر کی اطاعت کی انھوں نے نجات پائی اور مومنین میں داخل ہوئے اور جن لوگوں نے ان حضرت کے وصی کی متابعت نہیں کی وہ کافر ہیں اور آنحضرتؐ کی برکت کے سبب چند روز دنیا کی نعمتوں سے فائدہ اٹھایا اور آخرت میں اُن کی بازگشت جہنم کی آگ کی جانب ہے

اور توحید میں حضرت صادقؑ سے خدا کے اس قول کی تفسیر میں روایت کی ہے وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ یعنی خدا نے خلق کیا ان کو اس لئے کہ وہ ایسے کام کریں جو خدا کی رحمت کا باعث ہو اور خدا اُن پر رحم کرے۔

دوسری آیت: اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۙ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى شَيْئًا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۙ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ (پ۲۵ سورۃ الدخان۔ آیت ۴۰ و ۴۱)

بیشک یوم فصل یعنی قیامت جبکہ نیک اور بد ایک دوسرے سے الگ کر دیئے جائیں گے کافروں کی وعدہ گاہ ہے وہ ایسا دن ہے جس میں کوئی دوست کسی دوست کے کام نہ آئیگا اور نہ ان کی مدد کی جائیگی سوائے اُس کے جس پر خدا رحم کرے۔ کلینی اور ابن ماہیار نے زید بن شحام سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں ایک سفر میں حضرت صادق علیہ السلام کی خدمت میں تھا شب جمعہ میں آپ نے فرمایا کہ قرآن پڑھو کہ یہ رات قرآن پڑھنے کی رات ہے۔ میں نے تلاوت شروع کی جب اس آیت پر پہونچا تو حضرت نے فرمایا کہ یہ ہمارے مخالفین ہیں جن کو ان کے دوست اور پیشوا کچھ فائدہ نہ پہونچا سکیں گے لیکن وہ لوگ جن کو خدا نے یہ فرما کر مستثنیٰ کر دیا ہے کہ "سوائے اس کے جس پر خدا رحم کرے" وہ ہم ہیں اور ہماری شفاعت ہمارے شیعوں کو پہونچے گی اور ہماری ولایت ان کو نفع پہونچائے گی۔ ابن ماہیار نے بسند دیگر انہی حضرت سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ رحمت خدا کے اہل ہم ہیں۔

تیسری آیت: بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (پ۱۲ سورہ ہود آیت ۸۶)

حضرت شعیبؑ نے اپنی قوم سے کہا کہ بقیہ خدا جو تمہارے درمیان خدا نے چھوڑا ہے وہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم مومن ہو۔ مفسرین نے کہا ہے کہ "بقیہ" کے بارے میں بہت سے اقوال ہیں بعضوں نے کہا ہے کہ وہ روزی حلال ہے جو ترازو اور ناپ تول میں چوری ترک کرنے کے بعد حاصل ہو یا تمہارے لئے خدا کا اپنی نعمتوں کو باقی رکھنا مراد ہے۔ یا آخرت کا باقی رہنے والا ثواب مراد ہے۔ بہت سی حدیثوں میں ائمہ اطہار علیہم السلام سے منقول ہے کہ مراد انبیاء و اوصیا علیہم السلام ہیں جن کو خدا نے زمین پر ہدایت خلق کے لئے چھوڑا ہے یا پیغمبروں کے اوصیاء ہیں جن کو خدا نے پیغمبروں کی وفات کے بعد امت میں چھوڑا ہے اور ان میں سب سے بہتر حضرت صاحب الامرؑ ہیں چنانچہ کلینی نے بسند معتبر روایت کی ہے

کہ جب ہشام بن عبد الملک امام محمد باقرؑ کو شام لے گیا۔ جب ہشام کے دروازہ پر پہونچے اس ملعون نے بنی امیہ وغیرہ میں اپنے اصحاب سے کہا کہ جب میں ان سے بات کرکے خاموش ہو جاؤں تو تم میں سے ہر ایک ان کو سرزنش اور ملامت کرنا پھر حضرت کو داخل ہونے کا حکم دیا۔ جب حضرت داخل ہوئے تو حضرت نے تمام اہل مجلس کی طرف اشارہ کیا۔ اور ایک مرتبہ سلام کیا اور بیٹھ گئے یہ دیکھ کر اس ملعون کا غصہ آنحضرتؑ پر زیادہ ہوا کہ آپ نے اس کو خصوصیت سے سلام نہیں کیا۔ اور بغیر اس کی اجازت کے بیٹھ گئے تو اس نے حضرتؑ کی ذلت اور ناراضگی کی باتیں شروع کیں اور بہت سی باتیں کیں ان کے درمیان میں یہ بھی کہا کہ اے محمدؑ بن علیؑ تم میں کا ہر شخص ہمیشہ مسلمانوں کے عصا کو توڑنے کی کوشش کرتا ہے یعنی ان کی جمعیت کو پراگندہ کرتا ہے اور لوگوں کو اپنی طرف بلاتا اور امامت کا دعوےٰ کرتا ہے اور یہ نادانی، کم عقلی اور کم علمی کا سبب ہے یعنی جو کچھ خود اس کے لائق تھا کہا جب خاموش ہوا تو اُن ملعونوں میں سے ہر ایک نے جو کچھ چاہا کہا جب سب چُپ ہوگئے تو حضرت اُٹھے اور فرمایا ایھا الناس تم نے کیا خیال کیا ہے اور یہ کیسی گمراہی کی راہ ہے جس پر دوڑ رہے ہو، شیطان تم کو کہاں لے جا رہا ہے۔ خدا نے ہماری برکت سے تمہارے اول کی ہدایت کی اور ہماری بدولت تمہارے آخر کو ختم کرے گا۔ تم کو یہ چند روزہ اور جلد زائل ہونے والی حکومت مل گئی ہے تو کیا۔ ہم کو آخرت میں عظیم بادشاہی حاصل ہوگی اور ہماری حکومت و سلطنت کے بعد کوئی سلطنت نہ ہوگی کیونکہ ہم وہ ہیں جن کا انجام بہتر ہے جیسا کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ یعنی نیک عاقبت پرہیزگاروں کی ہے۔ یہ بیان سنکر اس نے حکم دیا تو اُن حضرتؑ کو قیدخانہ میں لے گئے۔ تھوڑی ہی مدت میں قیدخانہ کے نگران و ملازمین نے آنحضرتؑ کی محبت و ولایت اختیار کرلی۔ قیدخانہ کا داروغہ ہشام کے پاس آیا اور اطلاع دی کہ مجھے خوف ہے کہ اگر کچھ دنوں اور یہ بزرگ اس شہر میں رہیں گے تو تمام شام کے لوگ ان کے معتقد ہو جائیں گے اور تجھ کو شاہی تخت پر متمکن نہ رہنے دیں گے۔ یہ سنکر اُس ملعون نے حکم دیا کہ اُن حضرت کو مع ان کے اصحاب کے مدینہ پہونچا دیں۔ اور تاکید کی کہ کہیں راستہ میں کسی شہر کے لوگ ان سے نہ ملنے پائیں اور کھانے پینے کی کوئی چیز ان کے ہاتھ فروخت نہ کریں۔ تین روز میں تیزی کے ساتھ شہر مداین تک حضرتؑ کو لائے اور اس اثناء میں کوئی چیز ان لوگوں

کھانے پینے کی نہ دی۔ جب شہر مدائن میں پہونچے جو حضرت شعیبؑ کا شہر ہے وہاں کے لوگوں نے شہر کا دروازہ بند کر لیا اور کوئی چیز ان کے لئے نہیں دی تو آنحضرتؑ کے اصحاب بھوک اور پیاس سے بے چین ہوئے اہل شہر سے ہر چند کہا سنا مگر ان لوگوں نے شہر کا دروازہ نہیں کھولا۔ حضرتؑ نے جب یہ حال دیکھا اس پہاڑ پر تشریف لے گئے جو شہر سے متصل تھا اور باواز بلند ندا کی جس سے تمام شہر میں زلزلہ سا آیا اور فرمایا کہ شہر کے وہ لوگ جو ظالم و ستمگار ہو میں تمہارے پیغمبر کا بقیہ خدا ہوں جیسا کہ قرآن میں خدا نے ذکر فرمایا ہے بقیۃ اللہ خیر لکم ان کنتم مؤمنین وما انا علیکم بحفیظ ایک بوڑھے شخص نے جو اس شہر میں تھا جب یہ آواز سنی تو اپنی قوم کے پاس آکر کہا کہ خدا کی قسم یہ وہی تمہارے پیغمبر شعیبؑ کی آواز ہے اگر اب بھی تم ان کے لئے بازار نہ کھولوگے تو تم کو خدا کا عذاب اوپر اور نیچے سے گھیر لے گا۔ اس مرتبہ تم میری بات کا یقین کرو اور میری اطاعت کرو اس کے بعد چاہے مت جاننا کیونکہ میں تمہارا خیر خواہ اور ناصح ہوں۔ یہ سنتے ہی لوگوں نے بازار کھول دیئے اور کھانے پینے کی بہت چیزیں مہیا کر دیں۔ جب یہ خبر ہشام ملعون کو پہونچی اس بوڑھے شخص کو پکڑ کر بلایا۔ پھر کسی کو نہیں معلوم ہوا کہ اُس غریب پر کیا گذری۔ یہ حدیث اور بہت سے معجزے اور طولانی قصے اُن حضرت کے حالات میں آیندہ مذکور ہونگے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور حضرت حضرت امام رضا علیہ السلام کی ولادت کے سلسلہ میں بھی ایسے ہی واقعات بیان ہوں گے۔ انشاء اللہ۔ اور جب حضرت امام رضاؑ پیدا ہوئے تو امام موسیٰ کاظمؑ نے اُن حضرت کو گود میں لے کر اُن کے کانوں میں اذان و اقامت کہی اور ان کے تالو کو آب فرات سے دھویا پھر آپ کی والدہ نجمہؓ کو دیکر فرمایا کہ اسس کو لو یہ زمین پر بقیہ خدا ہے۔ اور بسند معتبر احمد بن اسحاق سے منقول ہے کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام ایک روز بیت الشرف سے باہر تشریف لائے ایک بچہ ان کے کاندھے پر چودھویں رات کے چاند کے مانند بیٹھا تھا جو جسم کے لحاظ سے تین سالہ معلوم ہوتا تھا۔ امام نے فرمایا کہ یہ میرا فرزند جناب رسول خداؐ کا ہمنام ہے۔ اُسکے بعد وہ بچہ نہایت فصیح عربی زبان میں گویا ہوا اور فرمایا کہ میں زمین پر بقیۂ خدا ہوں اور دشمنان خدا سے انتقام لوں گا۔ نیز حضرت امام محمد باقرؑ سے منقول ہے کہ جب حضرت صاحب الامر ظاہر ہوں گے سب سے گفتگو میں اسی آیت کی تلاوت فرمائینگے بقیت اللہ خیر لکم ان کنتم مؤمنین پھر فرمائینگے کہ میں تم پر بقیہ خدا، حجت خدا اور خلیفۂ خدا ہوں اور پھر جو شخص ان

حضرت کو سلام کریگا یہ کہے گا اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا بَقِيَّةَ اللهِ فِي اَرْضِهٖ۔ اور ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ حضرت صادقؑ نے فرمایا کہ ہم ہیں کعبۂ خدا، ہم ہیں قبلۂ امور ہم ہیں بقیۂ خدا اور کافی میں بسند معتبر روایت کی ہے کہ ایک شخص نے حضرت صادقؑ سے پوچھا کہ جب لوگ حضرت قائمؑ کو سلام کریں گے تو کیا امیر المومنینؑ کہہ کر سلام کریں گے؟ فرمایا نہیں یہ نام تو خدا نے حضرت علیؑ کے لئے مخصوص فرمایا ہے نہ اُن سے پہلے اس نام سے کسی کو مسمّٰی کیا نہ آپ کے بعد سوائے کافر کے کوئی اپنے لئے یہ نام جائز نہ رکھیگا۔ راوی نے کہا آپ پر فدا ہوں پھر ان کو کس طرح لوگ سلام کریں گے فرمایا یہ کہہ کر اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا بَقِيَّةَ اللهِ اُس کے بعد حضرت نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔

چوتھی آیت: وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللهِ هُمُ الْغَالِبُوْنَ (پ ۶ سورہ مائدہ آیت ۵۶) یعنی جو شخص خدا اور اس کے رسولؐ اور صاحبان ایمان (یعنی ائمہ معصومینؑ) کو اپنا ولی قرار دیگا تو وہ بیشک خدا کے لشکر میں سے ہے اور ایسے ہی لوگ غالب ہیں جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ صاحبانِ ایمان وہ لوگ ہیں جو ہر زمانہ میں پیغمبر خدا کے اوصیاء میں سے امین خدا ہیں۔ اور توحید میں حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ جب قیامت میں آئینگے تو نور پروردگار عالم سے مستفیض ہونگے اور ہم نورِ رسالت سے اور ہمارے شیعہ ہمارے نور سے۔ اور ہمارے شیعہ حزب اللہ ہیں اور وہی غالب ہیں۔ نور خدا سے مراد دین خدا ہے اور ہمارے شیعہ اُسی سے متمسک ہونگے حق تعالیٰ نے دوسری جگہ منافقوں کی صفت میں فرمایا ہے اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخَاسِرُوْنَ۔ علی بن ابراہیم نے کہا ہے کہ وہ شیطان کے لشکر اور اس کے مددگار ہیں اور یقیناً شیطان کا لشکر گھاٹے میں ہے پھر مومنین کی صفت میں فرمایا ہے اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللهِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (پ ۲۸ سورہ مجادلہ آیت ۲۲) یعنی یہ لوگ خدا کا لشکر ہیں اور آگاہ ہو جاؤ کہ یقیناً خدا کا لشکر کامیاب ہے۔ اور اُن کے دشمن شیطان کا لشکر ہیں۔ علی بن ابراہیم نے اور محدثین عامہ میں سے حافظ ابونعیم نے امیر المومنینؑ سے روایت کی ہے کہ سلمانؓ نے بیان کیا کہ میں جس وقت رسول خداؐ کے پاس آتا تھا تو وہ حضرت امیر کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر فرماتے تھے کہ یہ یعنی علیؑ اور اس کا لشکر سب کے سب رستگار و کامیاب ہیں۔ یعنی مطلق شیعہ جو تشیع میں سلمانؓ کے تابع ہیں یا عجمی لوگ جو محبت

وولایت اہلبیتؑ اختیار کرینگے اور یہ واضح تر ہے۔

پانچویں آیت: قُلْ أَرَأَيْتُمْ مَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَرُونِي مَاذَا خَلَقُوا مِنَ الْأَرْضِ أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمَاوَاتِ ائْتُونِي بِكِتَابٍ مِنْ قَبْلِ هَٰذَا أَوْ أَثَارَةٍ مِنْ عِلْمٍ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۔ (پ ۲۶ س احقاف آیت ۴) اے محمدؐ تم بت پرست مشرکوں سے کہو کہ تم لوگ خدا کے سوا جن کو پکارتے ہو مجھ کو دکھاؤ کہ انہوں نے زمین میں کیا پیدا کیا ہے۔ یا آسمانوں کے پیدا کرنے اور ان کے نظم و نسق میں ان کی کوئی شرکت ہے۔ اس (قرآن) سے پہلے کی کوئی کتاب یا علم کا کچھ بقیہ لاؤ اگر تم سچے ہو۔ مفسروں نے کہا ہے کہ اَثَارَۃ علم علوم کا بقیہ ہے جس کو اگلے لوگوں سے نقل کرتے ہیں۔ اور کلینی اور صفار وغیرہم نے امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ کتاب سے مراد توریت و انجیل ہیں اور اَثَارَۃ علم سے مراد پیغمبروں کے علوم ہیں۔ اور حضرت صادقؑ سے منقول ہے کہ کتاب جفر اور مصحف فاطمہ صلوات علیہا اَثَارَۃ علم میں داخل ہیں۔

اکتالیسویں فصل

ان آیتوں کے بیان میں جو فرشتوں کی اہلبیتؑ اور ان کے شیعوں سے دوستی و محبت کے ذکر میں نازل ہوئی ہیں۔

ارشاد رب العزت ہے: الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَحْمَةً وَعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِينَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا سَبِيلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ۝ رَبَّنَا وَأَدْخِلْهُمْ جَنَّاتِ عَدْنٍ الَّتِي وَعَدْتَهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ وَقِهِمُ السَّيِّئَاتِ وَمَنْ تَقِ السَّيِّئَاتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهُ وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللَّهِ أَكْبَرُ مِنْ مَقْتِكُمْ أَنْفُسَكُمْ إِذْ تُدْعَوْنَ إِلَى الْإِيمَانِ فَتَكْفُرُونَ ۝ (پ ۲۴ س مومن آیت ۷ تا ۱۰) یعنی وہ لوگ جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور وہ لوگ جو عرش کے گرد اپنے پروردگار کی تسبیح و تقدیس کرتے ہیں اور اس کی حمد میں مشغول ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ان لوگوں کے لئے طلب مغفرت کرتے ہیں جو ایمان لائے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار جس کی رحمت اور علم ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے ان لوگوں کو بخش دے جنھوں نے توبہ کی ہے اور تیری راہ کی پیروی کی ہے ان لوگوں کو عذاب جہنم سے محفوظ رکھ اے ہمارے پروردگار

ان کو ہمیشہ باقی رہنے والی بہشت میں داخل فرما جس کا ان سے تونے وعدہ کیا ہے اور اس کو بھی جو ان کے آباؤ اجداد ان کی عورتوں اور ان کے فرزندوں میں نیک ہیں بیشک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔ اور ان کو سیئات یعنی برائیوں سے بچا اور جس کو تو اس دن برائیوں سے محفوظ رکھے تو بیشک تونے اس پر بڑا رحم کیا ہے اور یہی بڑی کامیابی ہے اور جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ان کو قیامت کے روز ندا دی جائے گی کہ یقیناً تم پر خدا کا غیظ و غضب اس سے زیادہ سخت ہے جو تم کو خود اپنی ذات پر ہے۔ کیونکہ جب تم ایمان کی طرف بلائے جاتے تھے تو تم انکار کرتے رہے۔

کلینی نے بسند معتبر ابو بصیر سے روایت کی ہے کہ حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا کے چند فرشتے ہیں جو ہمارے شیعوں کے گناہوں کو ان کی پشت سے گراتے رہتے ہیں جیسے کہ ہوا درختوں کے پتوں کو فصل خزاں میں گراتی ہے۔ جیسا کہ خداوند عالم فرماتا ہے وَ یستغفرون للذین امنوا خدا کی قسم اے ابو بصیر اس سے تم شیعوں کے سوا کوئی مراد نہیں اور ان کا استغفار تمہارے لئے ہے۔ اور عیون میں امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ فرشتے ہمارے شیعوں کے خادم ہیں پھر حضرت نے یہ آیت پڑھی اور فرمایا کہ اس آیت میں مومنوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو ہماری ولایت پر ایمان لائے ہیں اور علی بن ابراہیم نے بسند معتبر روایت کی ہے کہ حضرت صادق سے لوگوں نے پوچھا کہ فرشتے زیادہ ہیں یا آدم کی اولاد حضرت نے فرمایا خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے آسمانوں میں فرشتے اس سے بھی بہت زیادہ ہیں جس قدر زمین میں ذرّے ہیں۔ آسمان میں قدم رکھنے کی کوئی جگہ نہیں جہاں فرشتے نہ ہوں جو خدا کی تسبیح و تقدیس کرتے ہیں اور زمین میں کوئی درخت اور کوئی کنکر نہیں مگر یہ کہ اس پر ایک فرشتہ موکل ہے اور ہر روز اس کا عمل خدا کے سامنے پیش کرتا ہے باوجود اس کے کہ خدا اس سے زیادہ اس کے عمل کو جانتا ہے اور ہر روز ہم اہلبیتؑ کی ولایت کے اظہار سے خدا کا تقرب چاہتا ہے اور ہمارے دوستوں اور شیعوں کے لئے طلب آمرزش کرتا ہے اور ہمارے دشمنوں پر لعنت کرتا ہے اور خدا سے سوال کرتا ہے کہ ان پر سخت عذاب نازل کرے۔ نیز حضرت امام باقرؑ سے اس قول خدا وَ كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ (پ ۲۴ سورہ مومن آیت ۶) یعنی اسی طرح تمہارے پروردگار کا حکم (عذاب) ان پر لازم

ہو گیا ہے جو کافر ہو گئے بیشک وہ لوگ جہنمی ہیں۔ حضرت نے فرمایا وہ بنی امیہ ہیں۔ اور قول پروردگار عالم الذین یحملون العرش سے مراد رسول خدا ہیں اور ان کے بعد ان کے اوصیا ہیں جو حامل علم الٰہی ہیں ومن حولہ سے مراد فرشتے ہیں جو تسبیح و تقدیس و حمد خدا کرتے ہیں اور ان لوگوں کے لئے مغفرت طلب کرتے ہیں جو ایمان لائے ہیں وہ شیعیان آل محمدؐ ہیں۔ فاغفر للذین تابوا کہتے ہیں کہ خداوندا ان لوگوں کو بخش دے جنھوں نے ظالمانِ آل محمدؐ اور تمام بنی امیہ کی محبت سے توبہ کی ہے وَاتَّبَعُوا سَبِيلَكَ اور ولی خدا امیر المومنینؑ کی متابعت کی ہے۔ ومن صلح من اٰبائھم تا آخر آیت یعنی جو شخص ان کے آباؤ اجداد اور اولاد اور عورتوں میں سے نیک اور صالح ہیں۔ حضرت نے فرمایا صالح وہ ہیں جنھوں نے ولایت علی بن ابی طالب علیہ السلام اختیار کی ہے اور ان کی اور ان کے فرزندوں کی امامت کا اقرار کیا ہے۔ وَقِهِمُ السَّيِّئَاتِ وَمَنْ تَقِ السَّيِّئَاتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهُ یعنی جو شخص دنیا میں ان کی ولایت کی حفاظت کرے تو وہ بیشک قیامت میں تیری رحمت کا محل ہو گا۔ یہی عظیم کامیابی ہے اس کے لئے جو دشمنان آل محمد صلوٰۃ اللہ علیہم کی ولایت و محبت سے نجات پائے۔ ان الذین کفروا یعنی بنی امیہ اِذْ تُدْعَوْنَ إِلَى الْإِيمَانِ فَتَكْفُرُونَ ایمان سے ولایت علی بن ابی طالبؑ مراد ہے۔ ابن ماہیار نے ان تمام مضامین کو جابر جعفی کے واسطہ سے امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے نیز امیر المومنینؑ سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ میری فضیلت اس آیت کے ضمن میں جناب رسولؐ خدا پر نازل ہوئی ہے یعنی اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ الخ کیونکہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی اس وقت میرے سوا کوئی آنحضرتؐ پر ایمان نہیں لایا تھا۔ نیز حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ فرشتوں نے سات سال اور چند ماہ تک استغفار کسی کے لئے نہیں کیا سوائے رسولؐ خدا کے اور میرے لہٰذا یہ آیتیں ہمارے حق میں نازل ہوئی ہیں کیونکہ ہمارے سوا کوئی مومن نہ تھا۔ نیز مخالفوں کے طریقہ سے روایت کی ہے کہ فرشتوں نے سالہا سال تک علیؑ پر صلوات بھیجی کیونکہ ان حضرت کے سوا کوئی ایمان نہیں لایا تھا۔ اور نہ کسی نے نماز پڑھی تھی۔ نیز بسند معتبر حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ سبیل خدا سے اس آیت میں علی بن ابی طالب مراد ہیں والذین امنوا سے شیعیان علیؑ مراد ہیں۔

بیالیسویں فصل

اس بیان میں کہ آیات صبر و مرابطہ و یُسر و عُسر ائمہ علیہم السلام اور ان کے شیعوں کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔

پہلی آیت۔ وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ۔ یعنی عصر کی قسم کہ یقیناً انسان گھاٹے میں ہے کمال الدین میں روایت ہے کہ عصر سے مراد زمانۂ خروج صاحب الامر علیہ السلام ہے جیسا کہ اس کے بعد ذکر کیا جائے گا بعضوں نے کہا ہے کہ عصر سے مراد دنیا کا آخری دن ہے اور بعضوں کا قول ہے کہ عصر سے مراد جناب رسول خداؐ ہیں اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور اچھے اچھے کام کرتے رہے وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ (سورہ عصر پ۳۰) اور ایک دوسرے کو حق کی وصیت کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کرتے ہیں۔ علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ حضرت صادقؑ اس سورہ کو اس طرح پڑھتے تھے وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اِنَّهٗ فِیْهِ مِنَ الدَّهْرِ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاْتَمَرُوْا بِالتَّقْوٰی وَاْتَمَرُوْا بِالصَّبْرِ یعنی عصر کی قسم کہ آدمی بیشک گھاٹے میں ہے اور یقیناً وہ آخر عمر تک نقصان میں ہے سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے اور پرہیزگاری اختیار کی اور صبر و شکیبائی اختیار کتاب احتجاج میں امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے جناب رسول خداؐ نے خطبۂ غدیر میں ارشاد فرمایا کہ خدا کی قسم سورۂ عصر امیرالمومنینؑ کی شان میں ہے اور کمال الدین میں حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ عصر سے مراد زمانہ خروج حضرت قائم علیہ السلام ہے۔ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ سے ہمارے دشمن مراد ہیں جو گھاٹے میں ہیں اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یعنی وہ لوگ جو آیتوں پر ایمان لائے ہیں وعملوا الصلحت اور برادران مومن کے درمیان اپنے مال میں برابری قائم رکھی ہے و تواصوا بالحق یعنی انہوں نے آپس میں ایک دوسرے کو امامتِ برحق یعنی ولایت ائمہ طاہرینؑ کی وصیت کی۔ و تواصوا بالصبر۔ علی بن ابراہیم اور ابن ماہیار اور دوسرے مفسرین نے بسندہائے معتبر انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ خداوند عالم نے اپنی مخلوق میں سے اپنے برگزیدہ بندوں کو مستثنیٰ فرمایا ہے۔ یعنی تمام انسان گھاٹے میں ہیں سوائے ان لوگوں کے جو ولایت امیرالمومنینؑ پر ایمان لائے اور خدا کے فرائض کو عمل میں لائے اور اپنے فرزندوں اور باقیماندہ لوگوں کی ولایت ائمہؑ کی وصیت کی اور صبر کیا ان تکلیفوں پر جو دین حق اختیار کرنے

کے سبب ان کو ابنائے زمانہ سے پہونچیں۔

دوسری آیت: یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ (پ۴ س آل عمران آیت ۲۰۰) یعنی اے ایمان والو صبر و شکیبائی اختیار کرو اور دُشمن کے مقابلہ کے لئے آمادہ رہو اور عذاب خدا سے پرہیز کرو۔ تاکہ نجات پاؤ۔ اکثر مفسروں نے کہا ہے کہ اپنے دین پر صبر کرو اور کافروں سے جنگ میں ثابت قدم رہو اور دشمنوں کی تاک میں رہو تاکہ سرحدوں پر مسلمانوں پر حملہ نہ کریں۔ ابن بابویہ وغیرہم نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ مصیبتوں پر صبر کرو اور مخالفوں سے تقیہ کے سبب صبر کرو اور اس امام سے مدامت ہو جو تمہارا پیشوا ہے۔ اور عیاشی نے انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ گناہوں کو ترک کرنے پر اور خدا کی عبادتوں میں جو تکلیف پہونچے ان سب پر صبر کرو اور راہ خدا میں ربط قائم رکھو جو اس نے اپنے اور اپنی مخلوق کے درمیان قرار دیا ہے اور جو ہماری فکر میں رہے اور ہمارا انتظار کرتا رہے تو ایسا ہے جیسے کہ اُس نے پیغمبر خدا کی حمایت میں جہاد کیا ہے۔ اور پرہیز گاری خدا سے مراد یہ ہے کہ لوگوں کو اچھی باتوں کا حکم کرے اور برائیوں سے منع کرے اور ظلم سے بدتر کون سا منکر (برائی) ہے جو اس امت نے ہم پر کیا اور ہم کو شہید کیا۔ نیز بسند دیگر اُنہی حضرت سے روایت کی ہے کہ ادائے فرائض پر اور مصیبتوں میں صبر کرو اور اپنے کو ائمہ علیہم السلام کی متابعت کا پابند رکھو۔ نیز یعقوب سراج نے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ میں نے حضرت صادق سے عرض کیا کہ کیا زمین بغیر کسی عالم کے۔ جو آپ حضرات میں سے ہو باقی رہتی ہے جس کی جانب لوگ پناہ لیں۔ اور اپنے دینی مسائل اس سے حاصل کریں فرمایا نہیں اگر زمین بغیر امام کے ہو تو اس میں خدا کی عبادت نہ ہوگی اے یعقوب زمین ہم میں سے کسی عالم سے کبھی خالی نہیں رہتی جس کی امامت لوگوں پر ظاہر ہو اور لوگ اس سے حلال و حرام معلوم کریں اور یہ بات کتاب خدا سے ظاہر و آشکار ہے۔ حضرت نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اور فرمایا کہ اپنے دین پر صبر کرو اور اپنے دشمنوں کی آزار رسانی پر صبر کرو جو دین میں تمہارے مخالف ہیں اور اپنے تئیں اپنے امام سے وابستہ رکھو اور خدا سے اُن چیزوں میں ڈرتے رہو جن کا حکم اس نے تم کو دیا ہے اور تم پر واجب کیا ہے۔ اور دوسری روایت کے مطابق

فرمایا کہ ہماری محبت کی راہ میں ان تکلیفوں پر صبر کرو جو تم کو پہونچتی ہیں اور دشمنوں سے تقیہ کرکے اپنے امام کی موافقت کرو اور اُس سے جدا نہ ہو۔ اور دوسری روایت کے موافق حضرت امام باقرؑ سے روایت کی ہے کہ گناہوں کے ترک کرنے پر صبر کرو اور دشمنان دین سے تقیہ کرنے کے ساتھ صبر کرو اور اپنے امام سے ربط قائم رکھو اور اپنے پروردگار کی مخالفت سے پرہیز کرو تاکہ تم نجات پاؤ۔ اور نعمانی اور کلینی وغیرہم نے روایت کی ہے کہ عبداللہ ابن عباسؓ نے ایک شخص کو امام زین العابدینؑ کی خدمت میں بھیجا کہ اس آیت کی تفسیر دریافت کرے حضرت غضبناک ہوئے اور فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ وہی شخص مجھ سے پوچھے جس نے تجھ کو میرے پاس دریافت کرنے کے لئے بھیجا ہے تاکہ میں اس کو بتاتا کہ یہ آیت کس کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ آیت اس کے فرزندوں کی اور ہماری شان میں نازل ہوئی ہے اور وہ رابطہ جس پر ہم مامور ہوئے ہیں اس کا وقت ابھی نہیں آیا ہے ہماری نسل سے ایک شخص ہوگا جو اس پر مامور ہوگا اور اس کی صلب میں وہ ہیں جو آتش جہنم کے لئے خلق ہوئے ہیں۔ اور بہت جلد ظاہر ہوں گے اور بہت سے گروہ کو فوج در فوج دین خدا سے باہر کریں گے اور جلد ہی زمین کو آل محمدؐ کے ان بچوں کے خون سے رنگین کریں گے جو قبل از وقت اپنے آشیانوں سے پرواز کریں گے۔ اور وہ امر طلب کریں گے جس کو حاصل نہ کرسکیں گے اور مومنین اس زمانہ میں ظہور قائمؑ کا انتظار کریں گے اور مخالفوں کے مظالم پر صبر کرینگے یہاں تک کہ خدا ان کے درمیان فیصلہ کرے اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔ اور کلینی نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ خدا نے جب پیغمبر خداؐ اور ان کے وصی علی بن ابیطالب اور ان کی دخترؑ اور اُن کے فرزند حسن وحسین اور تمام ائمہ اطہار علیہم السلام کی پاک روحوں کو اور ان کے شیعوں کی روحوں کو خلق کیا اور ان کے شیعوں سے عہد لیا کہ دشمنوں کے جور وظلم پر صبر کریں گے اور تقیہ اختیار کریں گے اور ائمہ علیہم السلام کی متابعت سے دست بردار نہ ہوں گے اور ان کی مخالفت سے پرہیز کرینگے۔

تیسری آیت : اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَقَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ۔

(پ۲۰ سورہ قصص آیت ۵۴ و ۵۵) یعنی اس گروہ کو دوہرا اجر دیا جائیگا اس لئے کہ وہ صبر کرتے ہیں اور برائی کو نیکی سے دفع کرتے ہیں اور جو روزی ہم نے ان کو دی ہے اُس میں سے ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں اور جب لغو باتیں سنتے ہیں تو اس سے رو گردانی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے اعمال ہمارے لئے ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے لئے ہیں۔ تم پر سلام۔ ہم جاہلوں کی جانب توجہ نہیں کرتے۔ اکثر مفسروں نے کہا ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کی شان میں نازل ہوئی ہے جو اہل کتاب سے ایمان لائے تھے۔ جیسے سلمانؓ اور ان کے ایسے اشخاص۔ اور علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ ائمہؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے جنھوں نے مخالفوں کے مظالم پر صبر کیا اور لوگوں کے بُرے سلوک پر ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا اور جھوٹ اور لہو اور غنا سے رد گردانی کی۔ اور کلینی نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ صبر تقیہ کے ساتھ مراد ہے اور سیئہ سے مراد ائمہ اطہارؑ کے رموز کو فاش کرنا اور ترک تقیہ ہے۔

چوتھی آیت: وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً أَتَصْبِرُونَ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيرًا (پ۱۸ س فرقان آیت ۲۰) اور ہم نے تم میں سے بعض کو بعض کے لئے آزمائش قرار دیا ہے تو کیا تم صبر کرتے ہو۔ اور تمہارا پروردگار بڑا دانا و بینا ہے۔ ابن ماہیار نے موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خداؐ نے ایک روز جناب امیرؑ اور جناب فاطمہؑ و حضرات حسنؑ و حسینؑ علیہم السلام کو گھر میں ایک جگہ بٹھایا اور خود ان کے سامنے بیٹھ گئے اور فرمایا کہ اے میرے اور خدا کے اہل بیشک خدا تم کو سلام کہتا ہے اور یہ جبریلؑ یہاں موجود ہیں اور کہتے ہیں کہ خداوند جلیل فرماتا ہے کہ میں نے تمہارے بعض دشمن کو تمہارے واسطے ایک فتنہ و امتحان قرار دیا ہے تو تم کیا کہتے ہو۔ ان لوگوں نے کہا ہم حکم خدا بجالانے کے لئے ان مصیبتوں پر صبر کریں گے جو ہم پر نازل ہوں گی تاکہ جب ہم اس کی بارگاہ میں حاضر ہوں تو ہم کو بہت ثواب ملے۔ اس لئے کہ ہم نے سنا ہے کہ یقیناً خدا نے صبر کرنیوالوں سے اچھا وعدہ کیا ہے۔ یہ سنکر جناب رسول خداؐ نے بآواز بلند گریہ کیا جس کو ان لوگوں نے بھی سُنا جو بیرون خانہ تھے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی وَكَانَ رَبُّكَ بصیرا یعنی خدا پہلے سے جانتا تھا کہ یہ لوگ راضی ہوں گے۔ اور اس امتحان

میں صبر کریں گے۔

پانچویں آیت: وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰمِ اللّٰهِ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝ (پ۱۳ سورہ ابراہیم آیت ۵) بیشک ہم نے موسیٰ کو اپنی بہت سی نشانیوں کے ساتھ بھیجا کہ اپنی قوم کو کفر و جہالت کی تاریکیوں سے نکال کر نور ایمان و علم کی طرف لاؤ اور ان کو خدا کے دنوں کی یاد دلاؤ بیشک اس میں بہت صبر کرنے والوں اور بہت شکر کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔ اکثر مفسروں نے کہا ہے کہ خدا کے دنوں سے مراد اُن عذابوں کے ایام ہیں جو کافران گذشتہ پر بھیجے ہیں۔ اور عیاشی نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ ایام خدا سے مراد اس کی نعمتیں ہیں۔ اور ابن بابویہؒ نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ ایام خدا سے مراد ظہور قائم علیہ السلام ہے اور روز رجعت ائمہ علیہم السلام ہے اور اُن کے بعض دوست اور بعض دشمنوں کی رجعت کا دن ہے اور روز قیامت ہے۔

علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ حضرت قائم علیہ السلام کے ظہور کا دن اور روز مرگ اور روز قیامت ہے۔ ابن ماہیار نے حضرت باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ صبّار سے مراد وہ لوگ ہیں جو خدا کی طرف سے نازل شدہ بلاؤں، نعمتوں اور رضا پر اور دشمن کے ہر آزار پر جو ہماری محبت کے سبب ان پر وارد ہوتے ہیں صبر کرتے ہیں اور ہماری نعمت پر خدا کا شکر کرتے ہیں جو خدا نے ان کو عطا کی ہیں۔

چھٹی آیت: وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا ۝ وَذَرْنِيْ وَالْمُكَذِّبِيْنَ اُولِى النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا ۝ (پ۲۹ س مزمل آیت ۱۰، ۱۱) یعنی خدا نے رسول سے کہا کہ اے ہمارے نبی جو کچھ یہ کافر اور منافق کہتے ہیں اس پر صبر کرو اور ان سے الگ رہو جیسا کہ حق ہے اور صاحبان نعمت کو جھٹلانے والوں کا معاملہ مجھ پر چھوڑ دو اور ان کو تھوڑے دنوں تک مہلت دیدو۔ ابن ماہیار نے روایت کی ہے کہ اے محمدؐ تمہاری تکذیب جو لوگ کرتے ہیں اس پر صبر کرو بیشک میں ان سے تمہارے ایک فرزند کے ذریعہ سے انتقام لونگا جو میرا قائم ہوگا میں اس کو ظالموں

کے خون پر مسلط کردونگا۔ یعنی وہ ان کو قتل کرے گا۔ اور ان کا خون بہائے گا اور کلینی نے حضرت امام موسیٰ کاظمؑ سے روایت کی ہے کہ جو کچھ منافقین اے رسول تمہارے حق میں کہتے ہیں اس پر صبر کرو اور اُن سے علیحدہ رہو جیسا کہ حق ہے اور ان کا معاملہ میرے اوپر چھوڑ دو جو تمہارے وصی علی بن ابی طالبؑ کو مقرر کرنے پر تمہاری تکذیب کرتے ہیں۔ اور بسند معتبر انہی حضرتؑ سے روایت کی ہے کہ حق تعالےٰ نے اپنے پیغمبرؐ کو صبر کا حکم دیا یہاں تک کہ دشمنوں نے ان کو بہت برائیوں سے منسوب کیا اور ان حضرت نے صبر کیا۔ احتجاج میں جناب امیرؑ سے روایت کی ہے کہ جناب رسولؐ خدا ہمیشہ منافق ہمراہیوں کے ساتھ بتواضع پیش آتے تھے اور ان کی تالیف قلب فرماتے تھے۔ اور اپنے قریب بلا کر اپنے بائیں جانب بٹھاتے تھے یہاں تک کہ خدا نے آنحضرتؐ کو انہیں دور کرنے کا حکم دیا اور فرمایا واھجر ھم ھجرًا جمیلا۔

تینتالیسویں فصل

ان آیتوں کا تذکرہ جو آئمہ معصومین علیہم السلام کی مظلومیت کے بارے میں نازل ہوئی۔

پہلی آیت: الٓمّٓ ۚ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَكُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ ۝ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَلَیَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِیْنَ ۝ اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ اَنْ یَّسْبِقُوْنَا سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ ۝ (پ۲۰ سورہ عنکبوت آیت ۱ تا ۴) کیا لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ صرف اتنا کہنے پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور ان کا امتحان نہ لیا جائیگا حالانکہ ہم نے ان لوگوں کا امتحان لیا جو ان سے پہلے گذر چکے ہیں تاکہ خدا جان لے کہ ان میں سے کس نے سچ کہا ہے اور یقیناً یہ بھی جان لے کہ کون جھوٹ بولتا ہے۔ کیا وہ لوگ جو بُرے کام کرتے ہیں سمجھتے ہیں کہ ہم سے بچ کر نکل جائیں گے۔ اور ہم اُن کو اُن کے گناہوں کی سزا نہ دیں گے۔ وہ کیسا مہمل حکم کرتے ہیں۔

حضرت امیرالمومنینؑ و امام جعفر صادق علیہما السلام سے منقول ہے یہ دونوں حضرات فلیعلمنّ کو دونوں جگہ باب افعال سے پڑھتے تھے یعنی "ی" پر پیش اور لام کو زیر کے ساتھ یعنی فَلَیُعْلِمَنَّ حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ یہ دونوں آیتیں جناب رسول خداؐ کے بعد

کے فتنہ سے متعلق ہیں جو جناب امیرؑ کی خلافت غصب کرنے کے سلسلہ میں کیا گیا۔کہ وہ لوگ جنہوں نے غدیر خم میں امیر المومنینؑ کو وصی رسولؐ مان کر بیعت کی تھی دنیا کے تابع ہو گئے اور بیعت کو توڑ ڈالا۔اور مومن و منافق ایک دوسرے سے الگ نمایاں ہو گئے جیسا کہ شیخ مفید نے ارشاد میں روایت کی ہے کہ جب مخالفین امیر المومنینؑ نے دوسروں کے ہاتھ پر بیعت کر لی تو ایک شخص امیر المومنینؑ کی خدمت میں آیا جبکہ وہ حضرت بیلچہ ہاتھ میں لیے ہوئے جناب رسول خداؐ کی قبر مطہر درست کر رہے تھے اس شخص نے کہا سب نے ابو بکر کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور انصار کے درمیان چونکہ اختلاف ہو گیا اس لیے وہ رہ گئے اور جماعت خلفاء نے جن میں منافقین تھے اور جبراً ایمان لائے تھے موقع کو غنیمت سمجھ کر جلد ابو بکر کی بیعت کر لی۔تاکہ ایسا نہ ہو کہ خلافت آپ کو مل جائے۔جب وہ یہ سب کہہ چکا حضرت نے بیلچہ ہاتھ سے رکھ دیا اور انہی آیتوں کی تلاوت ساء ما یحکمون تک کی۔اور ابن ماہیار نے جناب امام حسینؑ سے روایت کی ہے کہ جب آیہ کریمہ الٓمٓ ۵ احسب الناس نازل ہوئی جناب امیرؑ نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ جس فتنہ کا ذکر خداوند تعالےٰ نے کہا ہے وہ کون سا فتنہ ہے پیغمبرؐ نے فرمایا اے علیؑ وہ تم ہی ہو۔کہ تمہاری امامت کے ذریعہ سے خداوند عالم نے لوگوں کو مبتلا کیا اور ان کا امتحان لیا ہے اور تم اس بارے میں ان لوگوں سے مخاصمہ کرو گے جنہوں نے تمہاری خلافت کو غصب کیا اور تمہاری امامت کے قائل نہیں ہوئے لہٰذا تم حجت و دلیل کے ساتھ مخاصمہ کے لیے تیار رہو۔نیز بسند معتبر حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جناب رسولؐ خدا نے ایک رات مسجد میں بسر کی جب صبح نزدیک ہوئی امیر المومنینؑ مسجد میں تشریف لائے پیغمبرؐ نے اُن کو آواز دی۔علیؑ نے عرض کی لبیک۔آنحضرتؐ نے فرمایا میرے پاس آؤ۔امیر المومنینؑ حضرتؐ کے نزدیک گئے تو حضرتؐ نے فرمایا یا علیؑ تم نے دیکھا کہ آج تمام رات میں نے یہاں مسجد میں بسر کی اور اپنی ہزار حاجتیں خدا سے طلب کیں خدا نے سب پوری کر دیں اور ویسی ہی حاجتیں تمہارے واسطے میں نے طلب کیں اور خدا نے سب عطا فرمائیں۔پھر میں نے سوال کیا کہ تمام امت کو تمہاری امامت پر جمع کر دے تاکہ سب تمہاری خلافت کا اقرار کریں اور تمہاری متابعت کریں۔خدا نے میری یہ دعا قبول نہ فرمائی اور یہ آیتیں بھیجی ہیں۔نیز سدی نے روایت کی ہے الذین صدقوا سے علی علیہ السلام

اور آپ کے اصحاب مراد ہیں ولیعلمن الکاذبین سے مراد آپ کے دشمن ہیں جو اپنے دعوئے ایمان میں جھوٹے تھے۔

دوسری آیت: وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا (پ۱۵ س کہف آیت ۲۹) اے رسولؐ کہدو کہ حق تمہارے پروردگار کی طرف سے ہے لہٰذا جو چاہے ایمان لائے اور جو شخص چاہے کفر اختیار کرے بیشک ہم نے ظالموں کے لئے آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے جن کے پردے چاروں طرف سے گھیر لیں گے۔ کلینی اور علی ابن ابراہیم اور عیاشی نے بسند ہائے معتبر حضرت باقر و صادق علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ حق سے مراد ولایت علی بن ابی طالبؑ ہے اور ظالمین سے مراد آل محمد علیہم السلام پر ظلم کرنے والے ہیں۔ اور آیت اس طرح نازل ہوئی ہے انا اعتدنا للظالمین ال محمد حقھم نارا یعنی ہم نے اُن ظلم کرنے والوں کے لئے جنھوں نے آل محمدؐ کا حق غصب کیا ہے جہنم کی آگ تیار کر رکھی ہے۔ ابن ماہیار نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ آیت اس طرح نازل ہوئی ہے قُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فِيْ وَلَايَةِ عَلِيٍّ یہاں تک کہ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِظَالِمِيْ اٰلِ مُحَمَّدٍ حَقَّهُمْ نَارًا۔ اس کے معنی وہی ہیں جو گذر چکے۔

تیسری آیت: اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۙ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ (پ۱۷ سورہ حج آیت ۳۹) یعنی ان کو کافروں سے جہاد کی اجازت دی گئی جن سے کفار لڑتے ہیں اس لئے کہ ہم سے کفر کرنے والوں نے اُن پر ظلم کیا ہے بیشک خدا اُن کی مدد کرنے پر قادر ہے جو ناحق اپنے گھروں سے نکالے گئے اور سوائے اس کے ان کا قصور نہیں تھا کہ وہ کہتے تھے کہ ہمارا پروردگار خدا ہے۔ علی بن ابراہیم نے کہا ہے کہ یہ آیتیں امیرالمومنینؑ و جعفرؓ طیار و حمزہؓ کی شان میں نازل ہوئی ہیں اس کے بعد امام حسینؑ کے بارے میں جاری ہے وَالَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ امام حسین علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے کہ یزید پلید نے لوگوں کو بھیجا کہ ان حضرت کو پکڑ کر شام لے جائیں تو اُس کے خوف سے حضرت مدینہ سے کوفہ کی

جانب گئے اور کربلا میں شہید ہو گئے۔ اور بسند حسن مثل صحیح حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ اہل خلاف کہتے ہیں کہ پہلی آیت جناب رسول خداؐ کی شان میں نازل ہوئی ہے جبکہ کافران قریش نے ان کو مکّہ سے باہر نکالا۔ امام نے فرمایا ایسا نہیں ہے بلکہ اس آیت سے مراد حضرت صاحب الامر صلوات اللہ علیہ ہیں جس وقت کہ امام حسین علیہ السلام کے خون کا انتقام لینے کے لیے خروج کریں گے اور کہیں گے کہ ہم اُن حضرت کے ولی ہیں کہ اُن کے خون کا انتقام لیتے ہیں۔ اور ابن شہر آشوب نے حضرت باقرؑ سے روایت کی ہے کہ اَلَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ ہماری شان میں نازل ہوئی ہے اور ابن ماہیار نے حضرت کاظمؑ سے روایت کی ہے کہ یہ آیتیں ہماری شان میں نازل ہوئی ہیں۔ اور دوسری سند سے حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ یہ آیتیں امام حسن وحسین علیہما السلام کی شان میں نازل ہوئی ہیں نیز اُنہی حضرت سے روایت کی ہے کہ حضرت قائم علیہ السلام اور آپ کے اصحاب کی شان میں نازل ہوئی ہیں اور مجمع البیان میں حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ یہ آیت مہاجرین کے حق میں نازل ہوئی ہے اور تمام آلِ محمدؐ کے حق میں نازل ہوئی ہے اور تمام آلِ محمدؐ کے حق میں جاری ہوئی ہے کیونکہ اُن حضرات کو شہر سے ظالموں نے باہر نکالا اور ہمیشہ ان میں سے ہر ایک نے تقیہ اور خوف کے عالم میں بسر کی۔

چوتھی آیت : وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۝ (پ۱ سورہ بقرہ آیت ۵۸ و ۵۹) یعنی اس وقت کو یاد کرو جبکہ ہم نے بنی اسرائیل سے کہا کہ اس شہر یعنی بیت المقدس یا اریحا میں داخل ہو اور اس میں سے فراوانی کے ساتھ نعمتیں کھاؤ جو چاہو اور اس شہر کے دروازہ سے خضوع کے ساتھ سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو اور دعا کرتے رہو کہ خداوندا ہم کو بخش دے تاکہ ہم تمہارے گناہوں کو بخش دیں اور یقیناً ہم نیک کردار لوگوں کے ثواب میں زیادتی کریں گے تو جن لوگوں نے اپنے اوپر ظلم کیا۔

انھوں نے اس کلمہ کو بدل دیا جو اُن سے کہا گیا تھا تو ہم نے اس گروہ پر ان کی نافرمانی کے سبب آسمانوں سے عذاب نازل کیا۔ مفسروں کے درمیان مشہور ہے کہ یہ آیت بنی اسرائیل کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ ان میں سے اکثر لوگوں نے داخل شہر ہونے کے وقت آمرزش نہیں طلب کی اور بعضوں نے دنیاوی نعمت طلب کی تو اُن پر طاعون کی بلا نازل ہوئی جس کے سبب وہ ایک ہی گھنٹہ میں چوبیس ہزار اشخاص مرگئے۔ احادیث اہلبیت علیہم السلام میں بروایت کلینی وغیرہم وارد ہوا ہے کہ یہ آیتیں اہلبیت کی شان میں ہے اور آیت اسطرح ہے۔ فَبَدَّلَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اٰلِ مُحَمَّدٍ حَقَّهُمْ قَوْلًا غَیْرَ الَّذِیْ قِیْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اٰلَ مُحَمَّدٍ حَقَّهُمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ یعنی جن لوگوں نے آل محمد صلوات اللہ علیہم پر ظلم کیا اور اُن کے حقوق غصب کئے انہوں نے اس بات کو تبدیل کردیا جو اُن سے کہی گئی تھی۔ لہٰذا ہم نے ان پر اس ظلم کے سبب آسمان سے عذاب نازل کیا[1]

---

[1] مؤلف فرماتے ہیں کہ اس ترجمہ کی توجیہ دو طرح ممکن ہے :۔

اوّل یہ کہ چونکہ خداوند عالم نے قرآن مجید میں سابقہ امتوں کے قصے اس امت کی تنبیہ اور خوشخبری کے لئے بیان فرمائے ہیں اور بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں کہ جو کچھ بنی اسرائیل میں واقع ہوا اس امت میں بھی واقع ہوگا اور بہت سی حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ میرے اہلبیتؑ کی مثال اس امت میں بنی اسرائیل کے باب حطہ کی سی ہے یعنی جس طرح وہ لوگ مامور ہوئے تھے کہ دروازہ میں داخل ہوں اور خضوع ظاہر کریں اور سجدہ کریں۔ جس نے ایسا کیا اس نے نجات پائی اور جس نے اس حکم پر عمل نہیں کیا اس پر عذاب نازل ہوا اُسی طرح اس امت میں میرے اہلبیت کی ولایت ہے جو شخص ان کی ولایت اختیار کرے گا اور ان کی تعظیم و فرمانبرداری کریگا۔ نجات پائیگا اور جو شخص ایسا نہ کرے گا اس پر عذاب نازل ہوگا۔ اس امت کا عذاب ظاہری تھا اور اس امت کا عذاب ضلالت و جہالت کے سبب ہلاک ہونا اور سعادت سے محروم رہنا اور ہر قسم کی بلاؤں میں مبتلا ہونا اور اسی قسم کے عذاب جیسے قتل و غارت وغیرہ اور امت کے درمیان اختلاف اور طرح طرح کی دوسری بلاؤں اور مصیبتوں میں گرفتار ہونا ہے جو اہلبیت علیہم کی مخالفت کے سبب اُن پر واقع ہوئی۔ (بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۸۸ پر ملاحظہ فرمائیں)

پانچویں آیت: وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ اَبٰی وَاسْتَکْبَرَ وَکَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ (سورہ بقرہ پ اوّل آیت ۳۴) یعنی یاد کرو اس وقت کو جب کہ ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا لیکن شیطان نے انکار کیا اور غرور کیا اور کافروں میں سے ہو گیا۔ کلینی نے بسند معتبر حضرت موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ جب جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ خلفائے جور اور بنی امیہ میرے منبر پر چڑھ رہے ہیں تو حضرتؐ کو بہت صدمہ ہوا کہ اُن کے بعد اُنکے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) دوم: ممکن ہے کہ بنی اسرائیل بھی ولایت اہلبیت علیہم السلام کے مکلف رہے ہوں۔ جیسا کہ تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام میں اسی آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ خلاق عالم نے محمدؐ و علیؑ اور تمام اہلبیت علیہم السلام کی ولایت کا عہد و پیمان بنی اسرائیل سے لیا جبکہ صحرائے تیہ سے ان لوگوں نے نجات پائی تو خدا نے ان کو حکم دیا کہ اریحا کے دروازہ میں داخل ہوں جو شام میں تھا جب وہ لوگ شہر کے دروازہ پر پہونچے دیکھا کہ حضرات محمد و علی صلوات اللہ علیہما کی تصویریں دروازہ کے اوپر نصب ہیں اور دروازہ نہایت کشادہ اور بلند ہے۔ تو خدا نے ان کو حکم دیا کہ جب دروازہ میں داخل ہو تو ان دونوں بزرگوں کی تعظیم کے لئے جھک جاؤ اور ان کی بیعت کو تازہ کرو جو میں نے تم سے لی ہے۔ اور کہو کہ پالنے والے ہم نے محمدؐ و علیؑ کے لئے تعظیمی سجدہ کیا اور ان کی ولایت کی تجدید کی اس لئے کہ تو میرے گناہوں کو پست کرے اور میری خطاؤں کو معاف کرے تو میں تمہارے گذشتہ گناہوں کو بخش دونگا اور جس کا کوئی گناہ نہ ہوگا، اور وہ ان کی ولایت و محبت پر قائم ہوگا تو اس کا ثواب زیادہ کردوں گا۔ لیکن ان میں سے اکثر نے میرے حکم کو نہ مانا اور کہا کہ ہمارے ساتھ مذاق ہو رہا ہے ہم اس دروازہ کی بلندی کے باوجود کیوں خم ہوں اور جن کو نہیں دیکھا ہے ان کی تعظیم کیوں کریں پھر ان لوگوں نے دروازہ کی جانب پشت کیا اور اس طرح داخل ہوئے اور بجائے حطہ (بخشش) کے حنطۂ حمراء (لال گندم) کہتے ہوئے داخل ہوئے یا ہمارا حاصل کیا ہوا ہمارے واسطے اُس سے بہتر ہے جس کی ہم کو تکلیف دی جا رہی ہے۔ تب خدا نے آسمان سے وہ عذاب جو ان کے لئے مقرر تھا ان پر نازل کیا جس سے ایک روز سے کم میں طاعون میں ان کے ایک لاکھ بیس ہزار اشخاص مر گئے اور وہ ایسے لوگ تھے جن کو خداوند عالم جانتا تھا کہ وہ ایمان نہیں لائینگے اور انکی نسل سے کوئی مومن پیدا نہ ہوگا۔ حدیث تمام ہوئی۔ اور ان دو آیتوں کی بناء پر کسی اور تاویل کی ضرورت نہیں ہے

وصیؑ کے حق کو غصب کرینگے اس وقت خدا نے اس آیت کو ان حضرتؐ کی تسلّی کے لئے نازل کیا اور اُن کو وحی کی کہ اے محمدؐ میں نے حکم دیا اور انہوں نے میری اطاعت نہ کی لہٰذا تم رنج نہ کرنا جبکہ وہ لوگ تمہارے وصیؑ کے حق میں تمہاری اطاعت نہ کریں۔

چھٹی آیت:- اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَ ظَلَمُوْا لَمْ یَکُنِ اللّٰہُ لِیَغْفِرَ لَھُمْ وَلَا لِیَھْدِیَھُمْ طَرِیْقًا اِلَّا طَرِیْقَ جَھَنَّمَ خَالِدِیْنَ فِیْھَآ اَبَدًا وَ کَانَ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیْرًا یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَکُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّکُمْ فَاٰمِنُوْا خَیْرًا لَّکُمْ وَ اِنْ تَکْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ کَانَ اللّٰہُ عَلِیْمًا حَکِیْمًا ○ (پ ۶ س نساء آیت ۱۶۸ تا ۱۷۰) یعنی جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اور ظلم کیا تو خدا ان کو کبھی معاف نہ کرے گا اور نہ جہنم کی راہ کے سوا کوئی اور راہ دکھائیگا جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ امر خدا پر آسان ہے۔ اے انسانو تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی جانب سے سچا رسول آیا ہے تو تم اس پر ایمان لاؤ یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم نے کفر اختیار کیا تو (کچھ پرواہ نہیں) جو کچھ آسمان و زمین میں ہے سب بیشک خدا ہی کا ہے اور خدا بڑا جاننے والا اور حکمت والا ہے۔ کلینی نے امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ آیت اس طرح نازل ہوئی اِنَّ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اٰلَ مُحَمَّدٍ حَقَّھُمْ یعنی جن لوگوں نے آل محمد صلوات اللہ علیہم پر ظلم کیا اور ان کا حق غصب کیا ہے اور دوسری آیت اس طرح ہے: یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَکُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّکُمْ فِیْ وَلَایَۃِ عَلِیٍّ فَاٰمِنُوْا خَیْرًا لَّکُمْ وَ اِنْ تَکْفُرُوْا بِوَلَایَۃِ عَلِیٍّ الخ یعنی تمہاری طرف تمہارے پروردگار کی طرف سے رسول حق و راستی کے ساتھ ولایت علیؑ کے بارے میں آیا ہے۔ لہٰذا ولایت علیؑ پر ایمان لاؤ تو تمہارے واسطے بہتر ہے اور اگر ولایت علیؑ سے کفر اختیار کروگے تو خدا بے نیاز ہے تم سے کیونکہ آسمان و زمین کی تمام چیزیں اسی کی ہیں۔

ساتویں آیت: وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا ھُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَۃٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ وَ لَا یَزِیْدُ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا خَسَارًا ○ (آیت ۸۲ سورہ بنی اسرائیل پ ۱۵) یعنی ہم قرآن سے وہ نازل کرتے ہیں جو مومنوں کے لئے شفا و رحمت ہے۔ لیکن ظالموں کے لئے اس سے نقصان ہی میں اضافہ ہوتا ہے۔

ابن ماہیار نے کئی سندوں کے ساتھ حضرت باقر و صادق علیہما السلام سے روایت

کی ہے کہ ظالموں سے مراد وہ لوگ ہیں جنھوں نے آل محمدؑ پر ظلم کیا ہے اور آیت اس طرح نازل ہوئی ہے۔ وَلَا يَزِيدُ ظَالِمِي آلَ مُحَمَّدٍ حَقَّهُمْ اِلَّا خَسَارًا۔

آٹھویں آیت: وَمَا ظَلَمُونَا وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ٥ (پ بقرہ آیت ۵۰) یعنی ان لوگوں نے ہم پر ظلم نہیں کیا بلکہ خود اپنی ذات پر ظلم کرتے تھے۔ کلینی وغیرہم نے حضرت باقرؑ و کاظم علیہما السلام سے روایت کی ہے۔ کہ حق تعالیٰ اس سے بہت بلند و رفیع ہے کہ اس کی طرف ظلم کا گمان بھی کیا جائے بلکہ اس نے ہم اہلبیتؑ کو شامل کر کے فرمایا ہے اور ہم پر ظلم کو اپنے اوپر ظلم ہونا شمار کیا ہے یعنی جن لوگوں نے میری امانتوں اور حجتوں پر ظلم و ستم کیا انہوں نے جو تکلیفیں اُن کو پہونچائی ہیں وہ خود اپنے اوپر ظلم کیا ہے کہ اپنے تئیں عذاب ابدی کا مستحق قرار دیا ہے۔

نویں آیت: اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ (پ ۲۳ س صافات آیت ۲۲) علی بن ابراہیم نے کہا ہے یعنی جمع کرو ان لوگوں کو اور ان کے دوستوں اور مددگاروں کو جنھوں نے آل محمدؑ پر ظلم کیا ہے۔

دسویں آیت: وَمَا اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۖ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (پ ۲۸ سورہ حشر آیت ۷) یعنی جو کچھ رسولؐ نے تم کو دیا ہے یعنی جس بات کا حکم دیا ہے اس کو لے لو یعنی اس پر عمل کرو اور جس بات سے تم کو منع کیا ہے اس سے باز آجاؤ۔ اور عذاب خدا سے پرہیز کرو بیشک خدا سخت عذاب کرنے والا ہے۔ ابن ماہیار نے امیر المومنینؑ سے روایت کی ہے کہ خدا سے ڈرو اور آل محمدؑ پر ظلم کرنے سے باز رہو یقیناً خدا اس پر سخت عذاب کریگا جو آل محمدؑ پر ظلم کریگا۔

گیارھویں آیت: وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا (پ ۱۶ ع ۱۵ سورہ طٰہٰ آیت ۱۱۲) ابن ماہیار نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے یعنی رحمت خدا سے وہ ناامید ہے۔ جس نے آل محمدؑ پر ظلم کو جائز رکھا۔

بارھویں آیت: وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ (پ ۲۵ سورہ شوریٰ ع ۵ آیت ۴۱) یعنی وہ شخص کہ جس پر ظلم ہوا ہے اگر وہ انتقام لے تو اس پر کوئی الزام نہیں۔ ابن ماہیار نے حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ یہ آیت حضرت قائمؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے کہ جب وہ حضرت ظاہر ہوں گے تو بنی امیہ سے

اور ان لوگوں سے جنھوں نے ائمہ طاہرینؑ کی تکذیب کی ہے اور اُن سے جو اُن ذوات مقدسہ سے دشمنی رکھتے تھے انتقام لیں گے۔

تمام شد

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے اس بے مایہ سے اس عظیم خدمت کی تکمیل کرا دی اور دُعا ہے کہ خداوند عالم مومنین کرام کو اس سے فائدہ حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

سید بشارت حسین کامل مرزاپوری